

فناء آزاد

تاریخ تصنیف

ایک مہینہ کی سرکاری

جلد اول

نام نوریان

اس اردو ناول سے ناظرین کو مذہب ظرافت کے پیرایہ میں عمدہ

عمدہ اخلاقی نتیجے حاصل ہوتے ہیں

حسب لایا بے منشی نو کشور صاحب سی آئی ای مرحوم بانی مہانی مطبع ہوا

ت رتن ناتھ صاحب در کشمیری لکھنؤ نے تصنیف فرمایا یہ فناء

پہلے ناول سے دسمبر ۱۹۲۳ء لغایت دسمبر ۱۹۲۴ء شائع ہوتا رہا

اس کے بعد سے اب تک بسبب ہر دولہ زینبی محبت کتابی چار جلدوں میں پانچ مرتبہ طبع و شائع ہو چکا

اب حسب الحکم منشی رشن زائن صاحب بھارگو مالک مطبع

باجنام سیٹھ کیسری داس سپرنٹنڈنٹ بارہ شتم

1005

مطبع نامی منشی نو کشور لکھنؤ میں چھپا

تاریخ شش ماہی انصاف

ماہ دسمبر ۱۹۲۳ء

اعلان حق ہر ایک اس کتاب کا حق مطبع منشی نو کشور لکھنؤ محفوظ ہے

اس پر شش ماہی ۱۹۲۳ء میں شائع ہوا ہے۔

فہرست مضامین فسانہ آزاد جلد اول

۶۵

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۶۶	مولوی صاحب کی خرابی -	۱	چہ راز نگہ سازانست این فہرست خیال ہائے آزادانست
۶۹	ہندی اور یورپین کا طرز معاشرت	۱۱	توید دل سخن طرازانست این طوہار جنون
	بوڑھے کھوسٹ کی نوخیز اور چھل بھولی کی بائین اور		آقا زانست این
۷۴	عاشقی و معشوقی کی گھاہیں -	۱۰	پارہ عابد فریب کی ستم کوشی اور جنون کی گرجوشی -
۷۷	ارباب نشاط کی تعلیم -	۱۲	سہراں چمن کا جوین اور گرمی ہنگامہ عشق عقل دشمن -
	ایک چھیل چھیلی کامنی کی سواری بادبہاری اور بیان آزاد	۱۵	نرم عشق کی طغیانی اور تلخ جنون کی روانی -
۷۹	کی بقراری و اشکباری	۱۸	سنگے سیار -
۸۰	مان پیٹیوں کی زبان درازی اور بیان آزاد کی نظارہ بازی	۲۱	بیان آزاد کی کارستانی اور شاہ جی کی پریشانی
۸۳	ہات بڑے چھینکنے والے کی ناک کاٹوں	۲۵	محبت زندان سے آشام و موشان نازک اندام -
۸۵	مول تول تو داہی سو -	۳۳	عشو کا محرم المحرم -
	تھاری تیج کا منہ چڑھ کے سے لیا بوسہ کبھی نہ آپ	۳۶	ندرستی ہزار نعمت ہے -
۸۶	ہم دیکے ہانکپن میں رہے -	۳۷	میرزا ددن کو فکر معاش اور نوکری کی تلاش -
۹۱	ضرورت ہے ایک جو رو کی -	۳۹	رُست آئی بسنت عجب ہمار -
۹۴	ضلع جگت -	۴۶	فخر یہ شامری -
۹۶	دشمنی مگر خدا ترس ریشہ نسل -	۴۹	بیان جواد -
۹۹	نشہ بڑی چیز ہے -	۵۱	منظر العجایب باہمی مع ہودا غائب
۱۰۰	بیان مسافر - میان مسافر بیچ کنائیں نشہ میں تو نہیں ہوں	۵۲	ت شوہر کے نام نوخیز بھولی کا خط -
۱۰۳	اپنے حلوے مانڈے سے کام ہے -	۵۵	ر کا جلیم -
۱۰۵	آکھون کا میلہ -	۵۸	اب خانہ -

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۴۹۸	بورٹھے کی داستان عبرت عنوان -	۴۱۱	لکھنؤ -
۴۹۹	مکتب خانے کی شکایت اور ایک ناخلف کی حکایت	۴۱۲	ایک رئیس کا دربار -
۵۰۱	عدالت منصفی میں بیوی دلا پاسے کا مقدمہ -	۴۱۸	ہوٹل -
۵۰۲	ایک نخل اور ایک فصول خج کی حالت کا مقابلہ -	۴۲۱	ریل کا سفر -
۵۱۳	میان آزاد کا بیسی میں داخل ہونا اور خوجی کا ایک گران ڈیل عورت کے عشق میں عقل کھونا -	۴۳۱	معتوق رنگین اداس درجینا کا حسن جمال اور نواب فرخ نہاد و میان آزاد کا شوق وصال -
۵۱۴	خوجی کی دُرگت -	۴۳۲	پھٹھر کی پری -
۵۲۱	رقمہ -		میان آزاد کی حسرت دھیرانی اور عشق درجینا میں ناکامی و پشیمانی -
۵۲۵	میان آزاد کا ایک بت تند فوہر دل آنا اور اس نگار قوس ابرو کے پر پچانے میں جانا -	۴۳۸	عبید سعید -
۵۲۲	خوجی کی حماقت	۴۴۵	نواب کے دربار میں رنقا کی چہ میگوئیان -
۵۲۶	مولانا محمد آزاد -	۴۵۶	داروغہ جی کی پانچون گھی میں اور سر کر دہی میں -
۵۳۶	پیر اک -	۴۶۱	سراہن خوجی پر بے بھائی پڑین اور بوز عرفان خجے بھاڑ کے روین -
۵۳۷	بارسی کا مکان -	۴۷۰	جہاز پر سوار ہونے کے شرائط سخت مناجب خواجہ صاحب سہرخت
۵۴۰	خوجی بُرے پھنسے -	۴۷۵	ایک کجوس رئیس کی ملاقات اور اس کے بخل کے حالات
۵۴۳	خوجی کی سوز و فطرت -	۴۷۷	خوب جواب دیا -
۵۴۴	بزم طرب -	۴۷۹	خیرات کے کیا معنی -
۵۴۹	خوجی کی حماقت -	۴۸۰	شراب خانہ خراب
۵۵۱	تھانہ دار کی شرارت	۴۸۱	خط
۵۵۵	ہانجی سے سوال جواب	۴۸۲	بنے ہوئے سدھ کی دُرگت -
۵۵۹	حسن آرا کا نامہ رنگین بنام آزاد و خیرین		گوشتیں نازنین کا دھن بنتے ہی بیوہ ہونا اور خلق خدا بات بولے آٹھ آٹھ آنسو رونا
۵۶۲	زن مرید		
۵۶۵	اجار جنگ	۴۸۸	

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۰۶	رخنہ کرتی ہے دیوار آہن میں -	۱۰۶	ایک رئیس کی صحبت -
۱۱۰	ظرافت -	۱۱۰	ضعیف الاعتقادی -
۱۱۵	لغافہ کیا شیطان کی آنت ہے -	۱۱۵	مہاجرت -
۱۱۸	ہی یہ وہ درد کہ جس درد کا چارہ ہی نہیں + دان رومی آگے	۱۱۸	کیا کمال ہے -
۱۲۰	جہان اپنا گزارہ ہی نہیں +	۱۲۰	چلو میں آؤ -
۱۲۲	بے دیکھے بھالے شادی -	۱۲۲	صنعت اور تجارت کے کرشمے
۱۲۴	شریر مرد کا -	۱۲۴	میان آزاد و مترجم -
۱۲۶	یہ فرا لا امتحان ہے -	۱۲۶	اکو فون
۱۵۶	بڑی بیگم	۱۵۶	ہریون کا ڈنگل (بمبئی کے پارسیوں کا تماشہ)
۱۵۹	بھرے کی رودانی اور جان جانی -	۱۵۹	پارسیوں کا عجیب و غریب تماشہ -
۱۶۳	چین ہی چین لکھتا ہے -	۱۶۳	پارسیوں کا نا در تماشہ -
۱۶۶	لکچر نسبت تعلیم النساء مصنفہ صاحب طبع رسا خاتون مہرقا	۱۶۶	پارسیوں کا دریا تماشہ -
۱۶۳	حسن آرا زید احمد شمشہ -	۱۶۳	چہ میگو بیان -
۱۶۵	سہر آر کا اصرار -	۱۶۵	کبل بیمار -
۱۸۰	میان غوجی -	۱۸۰	شکر بی کی نقل
۱۸۶	ابھی ایک لکس کس کو دون میں + ہزاروں بت میں بان	۱۸۶	مختارہ دار
۲۲۲	ہندوستان میں +	۲۲۲	بی احمد رکھی کا خط
۲۵۰	مرے مرے کی باتیں اور عشق صادق کی گھاتیں -	۲۵۰	مشاعرہ کی دھوم اور شعر کا ہجوم -
۲۵۰	رفعت از زندان جنون زنجیر دکھ کا ہے + مرد و خار	۲۵۰	استہار -
۲۵۵	دشت پھرتلو امر اکھلا ہے -	۲۵۵	ڈاک
	روم کے سفر کی تیاری -		اپن سبزہ و این چشمہ و این لالہ و این گل + آن شرح نادر
	زینت النساء اور اختر النساء -	۲۶۳	کہ بگفتا رد آید +
	پراسے فشن کے بزرگوار -		نہیں رو زن جو نصیر باد میں پردہ نہیں ہم کو ہنگامہ شوق



فہرست خیال جان گذارنست این

طوبار جنون عشق باز است این

دیباچہ راز نکتہ سازنست این

توید دل سخن طراز است این

سم کاذب کے وقت مرغ بے ہنگام نے گریہ مسکین کی آہ
جو پائی تو بھرا کر گروں کون کی بانگ لگائی اور ہمارے حبیب لبیب
دقیقہ رس صبح نفس جو سر شام سے لمبی تانے بیٹھی نیند سو رہے
تھے یہ آواز خوش آئند سنتے ہی کلبلا کر اٹھ بیٹھے۔ اور اٹھ کھلی
ادھر باچھین کھلگئیں دیکھتے کیا ہیں کہ ابرو ہیار نسیم مشکباز
نے تمام شہر کو غونہ گزرا اور م بنا دیا ہو۔ یہ شاعر آدمی حسن پرست
دارفہ مزاج رنگین طبع آزاد نفس۔ تاب کمان کہ مکان تھے قفس
میں قید رہیں بوسے گل کی طرح بکل بکھرے ہوئے۔ روشنی طبع
کے مدد سے ایک ایک قدم پر ایک ایک مصرع ریختہ سوزوں پہنچاتا
تھا۔ ہاں داکوؤں سے خود ہی گون ہلاتے جاتے تھے اور حسرت
مرحبا وغیرہ کلمات زبان پر لاتے تھے اور خود ہی جھک جھک کر سلام
کرتے تھے۔ ان غرض ہمارے دھن کے پکے حبیب مجذوبوں کی
قطع بنائے چلے جاتے تھے کہ وہ مختلف الاوضاع حضرات نظر سے گزرے
ایک صاحب وضع دنیا سے زرا بے تلون خلی جاکٹ کالی۔
کوٹ سیلا دیس کوٹ ڈھیلا۔ گھنی ڈاڑھی خرگوش کی جھاڑی
ہاں بوٹ پنے کٹ پٹ کر تے ڈبل چال چلے جاتے ہیں۔ دوسرے

نرنگا زریبا اندام نازک خرام گلفام کچل لیٹ کا دھانی رنگا ہوا
کرتہ اسپر روپے گرد والی مہین شرتی کالہ تن کرتی کا چست انگلیا
گلبدن کا چوڑا بیدار گھٹنا پہنے۔ میسواؤں کی طرح پٹیاں ہمارے غم
عروس لگائے کے دارا شہجری نخی سی ٹوپی لہین سے اکائے
ہاتھوں میں منھدی پور پور چھلے آنکھوں میں سرمے کی تحریر چھوئے
سنبھ کا زرد غمگی چڑھوان جو تازیب پایکے ہمارے ایک عجیب لوح سے
مگر چپکاتے چھونک چھونک کر قدم دھرتے چلے آتے تھے آنکھوں نے انکو
اور انھوں نے انکو خوب غور سے گھورا اور ہمارے حبیب لبیب نے
دونوں پر ایک ایک نظر غلط انداز ڈالی۔ چوتھوں سے تارنگے کو دونوں
دھن کے پکے ہیں اتنے میں حضرت نازکبدن نے سُکراتے ہوئے
آواز دی اب دل لگی دیکھئے کہ کس لطیف کی نوک جھونک ہوتی ہو
نازکبدن۔ میان جانے والے۔ ادھیان جانے والے۔ لے لے لے
ادھر تو دیکھو یا اتنی ہوا کے گھوٹے پر سوار ہیں میرا کھجور بیسوں اچھلتا
ہے بھری برسات کے دن ایسی اکہین پھسل بیٹھیں تو قفقہ اُٹھے
یا روگوں کو دل لگی ہاتھ آئے۔ ان چپاے کی کوٹ پٹی برجائے
حضرت ذری سنھلے ہوئے۔

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۵۶۹	ایک بوسے نے شاہ جی سے نسخہ لیا اور تک چھپنی نے تاک		ریل کے حادثے -
۵۷۳	بین دم کردیا -		اخوند صاحب کی ملاقات
۵۷۶	کھائی زبانی بی مغلائی		واہ سے طبیب -
۵۷۸	دو پری پکیر مہانوں کا آنا اور حسن آرا اور سپہر آرا کو خواب		دوسرے نیم حکیم -
۵۸۰	ناز سے جگانا -		بہنی سے بھی کوچ ہوا -
۵۸۵	میرزا ہمایون فر اور اصنام رشک قمر		حسن آرا کی بقراری -
۵۸۶	بی حسن آرا بیگم کی فغانی اور جادو طرازی -		خط -
۵۹۰	تقریر پذیر دسحر خمیر		شطرنج -
۵۹۵	چہل -		شہزادہ ہمایون فر -
۵۹۹	غم کا ترانہ اور میان آزاد کا افشائے راز اور ذکر خیر		عاشق النساء بیگم کا چل دیکر حسن آرا سے گلے مل آنا
	عاشق جانہاز -		میان آزاد کا جہاز پر سوار ہونا اور حسن آرا کا محبت نامہ
۶۰۳	ایک اور مہمان کا آنا اور فرط مسرت سے چارون بیٹوں		پڑھ کر رونا -
	کا کھل کھلانا -		حسن آرا کا رنج و غم اور سپہر آرا کو نامحرم سے گلے
۶۰۵	ہمارا النسا کا پراش صاحب بہادر کو طعنے دینا اور ان کی		ملنے کا اہم -
۶۰۶	تینوں بہنوں کا کچا چٹھاسن لینا -		مہری کا پیغام -
۶۰۹	نوابی دربار اور خوشامد کی گری بازار - بی افشہ رکھی کا بچہ		میرزا ہمایون فر کے رد و بارش کی ردائی اور کھر شیم کی طغیانی
۶۱۶	ہونا اور عیش و عشرت سے ہاتھ دھونا -		حسن آرا کا نامہ شکایت ختامہ -
	ناہک ڈراما -		جیون فصاحت و درخوش آب بینی ہالو اجناس چند صاحب
۶۱۸	ایک نظر اور ہر بھی -		کا لکچر لاجواب -
۶۲۵	خاتمہ -		خواب -

عذاب تو مرد سے بچاؤ۔ اللہ باتوں سے باز رکھو۔

چھٹی جان۔ سب تو آپ کے پروردگار کے پاس جلاوطن آپ کے
پیر مغن کی بیت اللہ۔ اتنی سے غنڈہ خاؤں اپنے کو تو بچی
طرح گدائی بنائوں آپ کسی گلی کو پے میں نکلیں تو اللہ اس شخص
پر کئے نگری ہی لین اپنی وضع تو دیکھیے۔ جہن پر شہر ہیں۔
خود راضیت دیگران راضیت۔

آزاد۔ اب یہ فریاد کہ ہوت آپ کہان کے ارٹے سے نکلیں
چھٹی جان۔ کل شب کو تین بجے تک ایک رنگیلے دوست کے
یہاں محفل رقص و سرور میں شریک تھا اور وہ پیاری پیاری صورتیں
دیکھنے میں آئیں کداحی ماہ کس کافر کا اٹھنے کو جی چاہتا ہو جلسہ
برخواست ہوا تو بس کچھ کو دلوں ہاتھوں سے تمام کر رہی تھی
سرد آٹھ کھڑے ہوئے لیکن دل زہن ہوشان ہی میں پھنسا تھا رات بھر
کانوں میں جھما جھم کی آواز آئی کی پریوں کی پیاری پیاری صورت
آنکھوں میں پھر کی ایک ایک جھلک تھی دنیا سے زالی فتنہ زانہ آفت
ٹھانے والی جسے دیکھ کر کا عالم چھپے آفتاب چھپے مانتا بگروہ
چاند سا کھڑا نہ بھولے گا نہ بھولے گا۔ اسے مرتے دم تک بھولیکا زاہد
حمد سالہ بھی دیکھے تو اس بت بے پیر کی پرستش کرے۔ اب ہوت
جھٹ بٹ پھر جاتے ہیں ذرا آنکھیں سینک آئیں بھویں اڑ رہی ہو
ریلی نینوں والیوں نے چند مارا۔

آزاد۔ کل فرصت ہو تو ہم سے ملے گا۔

چھٹی جان۔ کل تو ملنا معلوم کل تک تو نیند کا خمار رہے گا۔
آزاد۔ اچھا جانے دیجئے پرسون سی۔

چھٹی جان۔ پرسون ای پرسون تو حضور میں بھی یاد فرمائیے تو نیند
دے جانے کا بیچن نواب صاحب کے ہاں بیرون کی ہالی ہی میں ملے
بیر چار کئے ہیں وہ دو بجے تو کس الین ادھر ادھر دیکھیے تو میری ٹوپی

کیسی بڑو بڑو کرات دیتی ہے کہ اچھے اچھے بیڑ ایک ہی نعرین
تو کی دم بھاگیں۔

آزاد۔ میر صاحب پرسون نہ سہی دو شنب کے دن ملے۔
چھٹی جان۔ دو شنب کو تھکے سے ہانسی کنکلیان روئی گئی ابھی
بنارس سے بانامنگا یا ہے و اللہ ماہی جال کی کنکلیان ایسی
ہیں کہ ہر دم قابو میں ہو رہی۔ غوطہ دو کھینچو۔ جو چاہو سو کرو جیسے میل
گھڑا بھی کھینچ میں تو دلاتی اپنے فن کا جالیوس ہی؟

آزاد۔ اتنی خیر۔ چلے شنب دیں گیا۔ چار شنب کو فرصت ہی۔
چھٹی جان۔ واہ واہ چار شنب کو تو تھکے تھکے سے بھٹیاریوں
کی روئی ہوگی دیکھیے تو کیسی کیسی پریرا بھٹیاریاں کس ہانسی سے
ہاتھ چکرا کر انگلیاں شکا کر لڑتی ہیں اند کیسی بے نقط ساقی ہیں تو بھٹیاریاں
آزاد۔ نچنبہ کو تو ضرور ملنا ہوگا تم کو واسطہ خدا کا۔

چھٹی جان۔ حضرت آپ تو بڑے مڑھٹے ہیں۔ لمون تو بک کچ
جب فرصت بھی ہو یہاں مرنے تک کی تو فرصت نہیں۔ ابکی فوجی
جمرات ہو خدا جانے کس کس کے وعدے وفا ہونگے۔ پرسون سے
سنتیں مانی ہیں اب کو دنیا دانیہا کی خبر تو ہی ہی نہیں اب کو تو بس ایک
پروردگار صاحب اور دوسرے کچھ سے سروکار ہی باقی اللہ اللہ فیصلہ
آزاد۔ بس قبل ملنا ملا تا معلوم۔ فرصت فتقادات معلوم آج مرغ
روایے گا کل پتنگ چھپکایے گا۔ پرسون میٹو کی ہالی میں جانیے گا
کہیں محفل رقص و سرور آرا ہے ہوگی کہیں بزم طرب پیرا ہے ہوگی
آپ رنق افروز نون تو رنگ کیونکر چھے۔ ارباب نشاط کا فریغ
آپ کے دم سے جلسے کا لطف آپ کے فیض قدم سے میل ٹھیلاتا تو
کوئی آپ سے کا ہے کو چھوٹا ہوگا پھر چھوٹا لٹکی کون صورت سے

ہمیں کچھ سے اور تھو تھکے سے کمان فرصت
چلو بس ہو چکا ملنا نہ یاں فرصت نہ وان فرصت

جائے والا۔ (ٹھکر) ارشاد آپ اپنا مطلب فرمائیے پیرے
پہننے کی فکر نہ کیجئے۔

نازک بیدن۔ گریے کا تو مجھ سے غرور پوچھ لیجئے گا۔

جائے والا۔ بہت خوب۔ ضرور پوچھ لو گا۔ بلکہ آپ کو ساتھ لیکر
گروں تو یہی بیچے آپ ہوں اور بندہ۔ انشاء اللہ۔

نازک بیدن۔ آپ نے کیسی نیم ٹر قطع بنائی ہے۔ کہیں گڈ امیر کی
بھتی آپ ہی پر تو لوگ نہیں کہتے ہیں۔

جائے والا۔ آپ کو یہ زنانوں کی وضع کیسی بھائی ہی جی جاتی
آپ ہی تو نہیں مشہور ہیں۔

بھئی جان۔ (دہی نازک بیدن اخذ کی قسم آپ کے کالے کپڑوں سے
میں سمجھا کہ بڈیلا کسم کے کھیت سے محل پڑا میان آزاد جو سنا کرنے
تھے وہ آپ ہی تو نہیں ہیں۔

جائے والا۔ قسم حضرت عباس کی میں آپ کو دیکھ کر یہ سمجھا کہ کوئی زنا
سکتا جاتا ہے یا پنج کش ساقن مردانہ بھیس میں آتی ہے۔

بھئی جان۔ وانشہ آپ کی جیج ہی زانی ہی یہ ڈبل کوٹ اور کڑو توڑ بٹ
ماشا اللہ تم ماشا اللہ۔

آزاد۔ اٹھ سے ترے دست حنائی۔ اُت ری تیری در بالی
یہ لگاوت یہ سجاوٹ یہ لوح۔ یہ نازک مری۔ یہ دیدہ کی صفائی۔ یہ
شیخ نظری۔ خدا اس چشم سرگین کو عین اکمال کے اثر سے بچائے
اٹھ دم کو مرد و بانائے۔

بھئی جان۔ اس وقت آپ ایسے بھر اس کہان بگٹ بھاگ
جائے تھے ستم سیم کئے گا آپ کو ہماری جان کی قسم۔ ہماری ہو پیہ
جو لگی پیشی باہر کے۔

آزاد۔ آج بھر لاک صاحب زبان پاک سنسکرت کی اثر نیت
لکھ دینے والے ہیں یہ بڑا گوارے تقدیر کا عالم گوارے کیلئے زبان

مشہور دیار و اصحاب میں انکی زیارت مقنات سے ہے۔

بھئی جان۔ لامل دلائل۔ بھی قسم ملک کتنے جو مذہب سے

کتنا خراب مذاق ہے۔ ہر دفع صاحب کے مشہور ہونے کی ایک ہی کہی
ہم اتنے شے شے۔ آج تک نام بھی سنا ہو تو قسم لیجئے کیا دنی خان

سے زیادہ مشہور ہیں نظم زبان پر آتے ہی لطف محبت آکھوں میں
بھر گیا اور تو نہیں جانتا۔ بھی جو کہیں ہمارے گھونگر یا سے بال

ایک دفع بھی اُسکی زبان سے سن تو تم بھر نہ بھولو۔ وانشہ کیا ٹپ دار
آزاد ہی بس یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بین بجا رہی۔ مگر تم ایسے

کوڑھ مغزوں کو گلے بازی اور نازک دازی سے کیا واسطہ تم تو پر دفر
صاحب کے پیر میں ہوتا کا ہوا اور چنے لکھ سننے ایسے مذاق پر تین حرف۔

آزاد۔ بندہ پرورد مجھے جو کچھ ملا تین سنا نا ہو سنا لیجئے۔ آتو بنا لیجئے
مگر بسے خدا ایسے طیب النفس فخر بنی نوع انسان طبع نکتہ دان بزرگوار

کے حق میں تو کلمات خرافات زبان سے نہ نکالیے۔ آج وہ تلم یورپ
میں محقق اکمل فاضل اجل سمجھے جاتے ہیں اور ہزاروں آدمی اس

عالم تبوی تحقیق ایتق سے فیض پاتے ہیں۔ س

گو ہر پاک تو از مدت استغنی ست

دست مشاطہ صبر با حسن خدا واد کسند

بھئی جان۔ کیوں حضرت یہ شعر کس دھن میں ہو وانشہ گانے کے
لائق ہے۔

آزاد۔ آپ پر خدای سنوار۔ اور آپ کی دھن پر شیطان کی پھکار
ای تو بہ شعر کی تعریف کرنا درکنار کہنے لگے کہ یہ کس دھن میں ہے۔

دھن کسی ڈھاری نیچے سے پوچھیے میں دھن دھن نہیں جانشا و زنا
بحر البتہ پوچھیے تو تشفی کرو دھن۔ آپ تو میں دیکھتا ہوں دھن ڈوبے

ہمے ہیں بندہ نواز اس نایع رنگ نے آپ کی یہ گت بتائی کہ بھئی
اور دھن کی کوئی نہ دھن لگائی۔ عورتوں کی وضع عجائی

<p>مرغان خوش آنگ اندر مرغ سخن لیکن یا لیکن این بلبل شور و گری دارد</p>	<p>ہمارے غنچہ دہان کی ہندام غلام گلزنگ۔ گلبدن عجب تھے سے چمک چمک سچھپ چھپ کر چھپ دکھاتے تھے۔ نور کا عالم دن عیدرات شب برات اندر کا اکھاڑا گرد و برتھان مات اگر ہر بھر سے درخت کے سایہ میں کوئی سوز و چھپ رہا تو شو کو نہال کر دیا کلیوں نے کسی غنچہ دہن کو دیکھا اور کھل گئیں رنگیں شہلا کی نظر باز سوسن کی زبان درازی۔ بلبل کی خوش آوازی۔ الغرض مرغ نرہت انگین اور حسینان زہرہ جبین اور اس کے فریدون فر ہم جاہ کیوں پر گلزار ارم حوران بہشت اور ملائکہ نوری کا دم کو ہوتا تھا۔ اب بھی غنیمت ہو کہ مینے دوسرے مینے کسی رنگین طبع کے طفیل میں کسی آتشین رد سے آنکھیں سینک لیتے ہیں</p>
<p>آپ کی عبادت بیانی تو اس دم اپنا کام کر گئی مگر حضرت سچ کہے گا ان معبتوں سے ملا کیا۔ سرخرو ہوے یار و سیاہ۔ فارغ ابال ہو یا تباہ۔ یہاں تو نتیجے پر نظر ہے۔ جھمی جان۔ قبلہ یہ تو بڑا کڑا سوال ہو یکے نقصان مایہ دیگر شامت ہمسایہ سچ تو یوں ہو کہ عمر بھر اس ناچ رنگ ہی کے چھند میں پھنسے رہے دن رات طبلہ۔ سارنگی۔ بایان۔ ڈھول۔ ستارہ ہیں۔ یاد آئی بالے طاق۔ تحصیل علم چھپر پر۔ تہذیب کی دم میں نڈا۔ جامہ انسانیت کا خارج۔ آدمیت چھو نہیں گئی۔ غلام پریز خارا کے چھٹے ہوئے شہدے بن بیٹھے لیکن اب تو آبکار مرکز چھ یک ہفتہ وہ چھ یک دست کا نقشہ ہے۔ آپ جو اس خبر سے ہوں کہ میں تہذیب سکھائیں تو بغیر صلاح ہو۔ کہیں پورے ٹوٹے بھی قرآن پڑھا کرتے ہیں۔</p>	<p>میا نے تسلی بلبل کے واسطے کنج قفس میں حوض بھرا ہو کلاب کا</p>
<p>آزاد۔ اجی حضرت یہ کیا بد پر ہیزبان میں۔ ابھی تو آپ میرا دانے کس ہے تھے۔ سیکڑوں ہی چھتیاں کہ ڈالیں یا اب اپنے اوپر آپ ہی لا اول پڑھنے لگے صد شکر کہ حضور اپنی بددھنی بد اطاری کے تو مفر ہوئے۔ نوچے تو کون کہ آپ میں مٹھی ضعیف برکت بھیجے اور چھل چھلا ترش ترشاکر و ضعیف نہ جائے۔ یہ لوح یکپ کچھ نہوان ہی کو خوب زیب دیتی ہے۔ اور یہ دست خانی۔ یازک کری برسی کی دھڑی پان کی تحریر وطن ہی کے لئے موزون ہیں ذرا تو اس ڈاڑھی مچھ کا خیال رکھو۔ نام خلا اب دھڑے بنو۔ جھمی جان۔ بس چلے بنے یہ بھرے کسی ایسے دیسے کو دیکھے یہاں بڑے بڑوں کی آنکھیں دیکھی ہیں۔ آپ کے جھانے میں کئی ایسے آئے تو آئے یہ چکنا چکنا۔</p>	<p>آزاد۔ واہد کہتے تو چین میں تھے صبح کو جام۔ شام کو دلا رام طبلے کی تھاب بایں کی گنگ بازیب کی چھم چھم۔ برقی دھون کے شعلہ آواز کی چمک پاؤں کی تھپک عطری ملک خستہ تاباکی جھلک مگر۔ عمر سب مفت میں کھو یا کیے نادان رہے۔ میان آزاد نے یہ مصرعہ پیچیدہ اس بے ساختہ پن سے عین موقع پر ادا کیا کہ ہا بے حبیب لبیب کھلکھلا کر سنس پڑے اور اسے سافرائی فہمہ لگایا کہ چھی جان کے منہ پر ہوائیاں چھوٹنے لگیں۔ اب چتے کہ ایک ثالث بانچر بھی چپکے چپکے ساری داستان سن رہے تھے حبیب لبیب۔ (جھمی جان) یا حضرت مجرا عرض ہو اس خوش بیانی اور برگوئی کے قربان۔ ماشاء اللہ کس آن سے اور کس شان سے آپ نے پرانی معبتوں کا موقع کھینچا ہا ہم ضعیف و زبان دان تو بہت دیکھ ڈاڑھے ہیں مگر آپ سب کا زارے ہیں واہد اپنے وقت کے سلمان سادھی ہو</p>

الوداع یا رزقہ و صحبت باقی حسین گئے تو لی رہیں گے۔
چھٹی جان - اے تو خداوند آپ روئے کیوں جاتے ہیں سبب
بیخدا - یہ جو درجہ ہے

تعلیم جنا کر دو فنا ہر سچ نہایت
زین ورس غلط بحث برائے اور وارم

آزاد سے حضرت واسطے خدا کے۔ اب مجھے آزاد ہی سمجھنا ہوتا ہے۔
آپ کرتے ہیں دھشت مجھے ہوتی ہو۔ آپ کے ان اشغال پر توجہ نہ
لے سکتے ہیں۔ آپ کا اور ہمارا میل جیسے گنگا اور مار کا ساتھ بند ہے
کو کتب بینی کا شوق آپ کو تال دھن کا ذوق میں شعر کی قطع
کوتا ہون۔ آپ اور دھن پر سو دھتے ہیں جالیے جالیے ٹھنڈے ٹھنڈے
ہوا کھا لیے۔ دیکھئے بیرون کا لطف جاتا ہی گیا وقت پھر تھو نہیں آتا
چھٹی جان بھی قسم ہی جناب میر علیہ السلام کی کتاب تلخ دیکھنے کو
آنکھیں ترستی ہیں وہ چمک دمک اب کہاں۔ وہ دھوم نہ سامان
دلہ نہ اران۔ دل ہی ٹھو گیا اگر برائی صحبتیں دیکھی ہیں۔ جہان
طبلے کی تھاپ بائیں کی لگک سنی دھن جادھمکے اور میان جو
ہنے دیکھے ہیں ہفت اقام کے بادشاہ کسی خاقان کو بلا کر دیکھتی
کو خواب میں بھی نصیب ہوئے ہونگے۔ یہ پھر تلخ روکش تلخ نغمہ
فردوس برین تھا جہد و کج سوزان گلابی پوش۔ جہد جادو زمان
ساغر خوش کہیں بیرون کا ہجوم کہیں باہر یون کی دھوم۔ کوئی
ریشک شادان چل۔ کوئی کا بیدری انجم۔ وہ تیکھی چون وہ درانی
وہ شوخی وہ رنگین ادائی عشاق خستہ جان زار و نالان بھر میں
ٹوڑے جاتے ہیں۔ چاہے عاشقوں کی جان جائے گروہ نظر
اکھا کر دیکھیں تو عشق بن کجا اُن سے غور و اُن کی ادا۔

غور حسن اجازت مگر ندا سے گل
کر پڑ سہنے بکئی عند لیب شیدا را

برٹے برٹے ہر صدمہ سالہ تسبیح و تہلیل بھل گئے۔ اچھے اچھے
مستشرق اُنکے مصحف ربیع کا کلمہ پڑھنے لگے۔ ایک باکی بولنے
ہر سون کی ریاضت خاک میں ملا دی۔

ہنچہ زو عشقش لباس پار صافی پارہ شد
طاعت حد سالہ ہم تاراج یک نظر شد

ہی اب یہاں رہ گیا گلی گلی کو چون دین کتے بوٹے ہیں سو جب
دو گنڈے کتا ملنے لگا اب وہ بھی نظر نہیں آتے۔ افسوس ایک
وہ زمانہ تھا کہ ساقیوں کے مزاج نہیں ملتے تھے۔ بالکل ترچھے
رہیں نہ تھے ایک ایک دم کی دو دو اشرفیہ کھنا کھن اور پچھان
پھینک دیتے تھے یا اب ایک زمانہ ہے کہ شہر بھر میں اس سر سے اس
سر سے تک شمع دیکر ڈھونڈ رہے تو شمع و عین ہو عربہ جو محبوب
زانو کا پتا نہیں میدان خالی۔ نہ جند نہ مندر نہ پارہ والی سکل محمد علی
کی دکان سے دوسرا غیر بنو اگر فرنگی محل سے نئی سڑک کی طرف ہو گا
تو نگہ پر ایک ہاتھی بندھا دیکھا سوڈے گھاس اچھا لہا تھا پوچھا
کیوں میان یہ کسکا ہاتھی ہی ایک خوش قطع خوش وضع جو ان
بول اٹھا کہ حضرت یہ بی حیدر جان کا ہاتھی ہی تو قسم خدا کی جھوٹ ہونا
اور سو کا کھا تا برا ہے و افسوس اس سوڈے ہوا کا آنکھیں پریم کوئیں
سر جھک گیا دل بھرا آیا افسوس عروج۔

خدا آباد رکھے لکھنؤ کو پھر غنیمت ہے
نظر کوئی نہ کوئی اچھی صورت ابھی جاتی ہی

شکر ہے خداوند کہ لکھنؤ میں اب بھی ارباب ہم موجود ہیں۔ اور میں
نہیں تو دنیا کیونکر قائم ہے و افسوس کسی سے ملنے کو جی بھی چاہتا ہو
وہ لوگ ہی نہیں وہ محبتیں ہی نہیں وہ چمک پھل نہیں ہوا
تیسری غم کی بار بار وہ مشال پر ہی پیکر کا گھما را سوت کھن
میں پھر گیا جسطرح محل جلائے خلیج گل ملا دیکھا ہی اور اُس گل لالہ کی

ایک عورت کی باغ باغ اشرفیاں میں عین نابیناے اور نادان کی آنکھوں میں نورِ بخشے قات از قات اتفاقات کو جس میں الملک بچائے۔ بانکے شیر کا بچہ توڑ ڈالیں۔ ہاتھی کو ڈبیشن توڑ کھاڑ کر منزوں بھاگے۔ سیراج رستم سیستانی تھا تو شیدی منہ پر تھوڑا سنا زلی پہلوانی۔ ہفتدیارہ روئین تن کو چنگیوں میں رڑا دیں استاد محمد علی خان بھکیت چھر برادین۔ لیکن گنگہ ہاتھ میں آنے کی دیر بھی پرے کے پرے دم میں صاف کر دیے کروک کر طپانے کا تلا ہاتھ لگایا تو حریف کا منہ بھر گیا کھائے میں ٹٹکا لیکر کھڑے ہوئے تو معلوم ہوا بجلی چمک گئی۔ ایک فوہ لٹکا دیا کہ روک تھو کئی دیکھ سنبھل خبردار ہو پشاور یہ آئی وہ آئی (تڑ) وہ پڑ گئی بارگشت کی آواز فلک ہنسم بد ہو پچھنے لگی۔ بلا کی صفائی غضب کی صفائی ستم کی صفائی۔ قیامت کی صفائی تھی جو منہ چر دھا منہ کی کھائی سامنے گیا اور شامت آئی سے

ہن اُسکا گھٹا تھا جو دیرانہ بڑھا تھا

منہ کی دہی کھاتا تھا جو منہ اُسکے چڑھا تھا

کا مدان نہ ایجاد کی کہ از کیمہ اور کوچن تک سے فرشتین آئے لکین حبیب (اُردو سے) داد قبلہ کیون نہ خوشم بدو گیس طمانت سے آپ نے لکھنؤ کے علمائے اہل فضلہ سے اکل رہنماں کامل فن اور پہلوانان روئین تن کے کمال کا حال بیان کیا حق یوں ہو کہ لکھنؤ کا علم فضل لکھنؤ کے محاورات رنگین فقرات لہزین خوش بیانی طرز غزل خوانی المشہور فی الشارق والمغرب ہو لیکن جھمی جان کو علوم سے سروکار نہ فنون سے مطلب یہ تو تال سم سر کے پیر میں پڑے ہیں۔ افسوس۔

جھمی جان۔ حضرات اسوقت بھیر دین سننے ہا تھا اور جاگے بھاگ پیا باغ و نظر آیا سننے کا شوق جڑا یا تھا لیکن آپ نے

بادریوں کی طرح دغلا کر کایا پلٹ کر دی سے

اثر لکھانے کا پیاسے تھے بیان میں ہے

کسی کی آنکھ میں جادو تری زبان میں ہے

اب جو میں راہ برلاستے ہو تو اتنا مان جاگو کہ ذرا قدم بڑھائے مجھے ہمارے ساتھ ہاتھ میں ہاتھ دیے مجھے پاسے پاسے تک چلے چلو دیکھو تو پرستان سے کیونکر بھاگ آتے ہو انھیں بتوں کا سبب نہ کرو تو کچھ جربانہ دون اور صاف تو یوں ہو کہ بلا امتحان۔ رع

اقا کل نہیں ہی بندہ کسی شیخ و شاب کا

اُس اندر کے اکھاڑے سے کورے نکل آؤ تو ٹانگ کی راہ نکلیاؤں اور بھاری ہی سمیت ڈالوں۔

آزاد۔ (گھڑی حبیب کال کر) آئیں۔ آٹھ پرا لکین منٹ آئے اس خوش گپی نے آج ستم ڈھایا لکچر سننے میں نہ آیا صحت کی بیک بک جھک جھک۔ لا حول ولا قوۃ۔ داند لکچر لائق شنید تھا صحت بکار شیطان۔

جھمی جان۔ امدد جاتا ہے سوقت کھجے برسانپ لوٹ ہے میں نہ جانے تڑکے تڑکے کس نخوس کا منہ دیکھا ہے کہ بھیر دین کے مرنے ہاتھ سے گئے۔

حبیب البیب۔ یہ ضعیف الاعتقادی! بھلا کسی کے منہ دیکھنے سے کیا ہوتا ہے۔ آپ بھی نیسے چوتھی ہی رہے۔ اتنی دیر تک کھایا سر مغز کی گرواد سے کتے کی دم۔ بارہ برس جد بھی تیر بھی ہی تھی جو کہیں چھ چہنے ہماری جو تیاں سیدی کرو تو اونٹ سے آدمی بخاؤ۔

جھمی جان۔ داد بس چلیے چلیے۔ یہ زبانی داخلہ بہت مشاہد ایسے ہی بڑے صوفی صافی ہو تو ذرا ساتھ چلے چلو نہ بھلیں کیوں جھانکتے ہو جب جاہلین کہ نلوہ کو بے نکل آؤ۔

حبیب لبیب کیون قبلہ و کعبہ خدام حضور کو ہا سے خدار
شہر لکھنؤ میں دوم و چار یون ہی کی صحبت پسند آئی یا کسی اور کی
بھی موضع بھائی۔ لکھنؤ میں تو ہر فن کا باکمال موجود ہر وہ کونسا ہنری
جو بیان حقوق ہو۔ ۵

کوئی ایسا شہر دنیا میں نہیں غیرت دیر کمن ہے لکھنؤ
پھیلے ہیں اسکے در نظم و قدر چشم عالم میں عدل ہے لکھنؤ
چمکی جان۔ ہم تو ہمیشہ ایسی ہی لکھنوی میں رہے۔ روز شب
یہی چہرے ہی چہرے۔ یہی تہقے گر بھونک تاشا دیکھا۔ لکھنوی میں
بھاگ کھیلا۔ خوب کچھ شے اڑائے۔ فرنگی محل کی طرف سے بھی نکلے
تو کمر دن ہی کو تاکتے ہوئے۔ کوئی جلسہ خالی نہ گیا میان شوری کے
پٹے۔ کدر پیا کی ٹھریاں گھسیٹ خان کی شپ دار لواز بہادری کی
گنگری صادق علی خان کی بیداری۔ بیار خان کا خیالی چھوڑ کر جائیں
کہان ما جو ہی دین و ایمان جو سارنگی بھرے کی آواز سنیں تو جھپٹے
گھس پڑیں ہودن اذان دیا کرے سنتا کون ہے۔ بہت گزر گئی
کھوڑی باقی ہے۔

آزاد۔ اس فرنگی محل کا نام آفتاب جہان تاب کی طرح ساری
خدائی میں روشن ہے اور علمائے فرنگی محل کی صفات سلمات المشہور
کاشمیر فی فصاحت لہار میں۔ کر بلا سے محلی مدینہ بنور شہر مقدس
بیت اللہ تک کے قدر و ان اور نکتہ دان ان بزرگان خورشید
ضمیر ہضیا تحریر کے کلام قدرت اقیام پر احسن کتب کہتے ہیں
مہینوں کی مدد کر کے شائقین علم و ہنر کسب کمال و تحصیل علوم
کے لئے یہاں آتے اور چار دانگ ہند کے علمائے فیض پاتے ہیں
یہ وہ فرنگی محل ہے مگر۔ ۶۔

قدر گو ہر شاہ داند یا بداند جو ہری

جناب غفران آب مفتی صاحب نور اللہ مرقدہ

مفتی میر عباس صاحب مدظلہ العالی حضرت علامہ حسن بدلو بہ
مولوی محمد فضل اللہ صاحب اور فردوس آرام گاہ مجتہد احمد سعید
محمد صاحب مہروردیہ اللہ تعالیٰ کو اختیار لکھنؤ بلکہ ہر ہندوستان
کہنا عین جواب ہے۔ اب شعر اکر دیکھیے۔ شاعر معجز بیان آتش زبان
خواجہ حیدر علی آتش۔ مرجع خنوران نزدیک و دور شیخ ناسخ منظور
اپنے فن میں یکتا سے روزگار ہو گئے ہیں۔ مرثیہ گوئی تو اس لکھنؤ
کا حصہ ہے خدائے سخن میر انیس صاحب کو خدا بخشے واللہ فصاحت و
روزمرہ پر تو ابتداء سے آفرینش سے کوئی اس درجہ حادی نہوا ہوگا
قس علی ہذا۔ امام کعبہ بلاغت دبیر عطار و تحریر میر زادیر صاحب
طالب تراء اپنے طرز و لکھش کے موجود تھے جنکے ایک ایک بند سے
شان قصائد نمودار ہے نیم اور صبا نے آتش کو بجھکا دیا۔ ۲۔

ابن سخن باید بآب زر نوشت

گویا تو گویا لبیل چین معنی پروری تھا۔ زندگانہ کلام قابل مبادی
خواجہ ذیر کو شہنشاہ قلم و خوش بیانی کہنا عین سدا ہے میرزا
رجب علی بیگ سردر برد کی تربت کو خدا عنبرین کرے و اللہ وہ
نثر دلیز و بے نظیر لکھی کہ قلم توڑ دیے۔ ایک ایک سطر گنجینہ فی
ایک ایک فقرہ کان نکتہ رانی ہے حکیم نواب مرزا صاحب جلال
نوی تھے۔ منشی خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ واقف نکات دروغی ہو
تھے۔ الغرض اب بھی ایک ایک لفظ مکتب محلی خوان ہے بلکہ شک
نہاں ہے۔ یہاں کے صناعتان چاکر دست کے بھی جھڑے گشتے
ہیں کھار تو ایسے دنیا کے پردے پر ہونگے۔ مٹی کی مورتیں ایسی مٹتی
کہ صورتوں کی کرکری ہو گئی پس ہی معلوم ہوتا ہے کہ مور کا گویا لاج
چاہتی ہے جس عجائب گھر میں جائے گا لکھنؤ کے کھار کی کارگری
مزدور پائیے گا۔ خوشنویسوں نے کاتب قدرت کا نوشتہ شادیا
نقاہت مثل نجوم درخشان دوا کرتا ہے زیادہ تر زبان۔ ایک

پیر زمین کی نشان کھت پائے تو وہ
سالہا سجدہ صاحب نظران خواہد بود

سوہنی کی دھن میں اس غزل نے وہ لطف دکھایا اور یارنگ
جھایا کہ ہمارے حبیب لبیب تک اہو ہو ہو کہ اٹھتے تھے اس کے
بعد ایک شاہد زاہد فریب نے ایک حقانی غزل گائی جس کا مقطع
یہ ہے

جو خود کردند سرخویشتن فاش
عراقے را چرا بد نام کردند

اس مقطع پر جلسہ میں کمرام بیچ گیا اول تو غزل حقانی دوسرے
اُس رنگین ادا کا طرز غزل خوانی۔ تیسرے کی اٹھتی جوانی
جو تھے اُسکی نازک آوازی اور شیریں بیانی۔ حاضرین جلسہ
اس درجہ سرخوش بادہ وحدانیت تھے کہ جلسہ رقص و سرود پر
عرس کا دھوکا ہوتا تھا حق حق کی آواز ہر طرف گونج رہی تھی اور اسی
حالت و جزمین ہر فرد بشر کی زبان پر یہ شعر تھا۔

جو خود کردند سرخویشتن فاش
عراقے را چرا بد نام کردند

اب سب کو شک کی جگہ یقین ہو گیا کہ اس کے بعد کسی غرض گلو کا
رنگ نہ جسے گا ہر طرف سے حقانی غزلوں کی ذرا کیش ہو شوق کی
افزائش ہو دھڑک کا خیال نہ بٹھے کی فکر۔ پھر دین کی دھن نہ بچے
گائے کا ذکر۔ فارسی ہی کی غزلیں دلکش اور فاخرہ گائی جاتی
ہیں معرفت میں ڈوبی ہوئیں۔

قلق از سوزش پیدائہ داری
ز سوز عاشقان پردائہ داری
دلہم قربان این مہرگان واپرد
عجب تیر و کمان ترکائہ داری
اب دل لگی دیکھیے کہ پیر فرات اور نوجوانان نوحہ اور کسب کے
سب کے سب بیدار ہوئے ہستی خالص زہو شامل کو

گھور رہے ہیں کوئی اُس جادو نگاہ سے آنکھیں لڑاتا ہی۔ کوئی
اس شوخ و شنگ کے طرہ خیزنگ و لیلۃ العریج کیسویں سیر کر رہا
کوئی سر دھتا ہی کوئی آہ سر دھنچتا ہے کسی کے دلیں تیر عشق
کی غلش کسی کو بیٹھ بٹھائے سنت کی دوادش دو چار میاں
دعیان تہذیب نے طوائفوں کو بلا کر بڑے شوق سے قرب بٹھایا
نوک۔ جھونک۔ ہنسی۔ مذاق۔ چیل دل لگی۔ دھول دھپا ہوا
لگا حلقہ جی بھی داروغہ ارباب نشاط بنے ہوئے فرے سے
جو کھیڑ رہے ہیں ارد گرد گلو خان سیتن کا غنچہ ہے۔ نوجوان بھی
تعلیم نظری سے استفادہ حاصل کرتے ہیں اب جمہوریوں اور
بڑھوں اور نوجوانوں کا مکالمہ سنئے۔

پیر فرات۔ آجکل کے لڑکوں کو بھی ہوا لگی ہو۔
نوحہ۔ ابی قبلہ ابو ہو ابی ایسی چلی ہو کہ جوان تو جوان بڑھوں
تک کو بڑھ بھیس لگا ہو سو برس کا سن تابوت پر لڑنے کے دن
گر جوانی ہی کا دم بھرتے ہیں

پیری کہ دم خوشی زندہ بس غنیمت است
از شاخ کہنہ میوہ نورس غنیمت است

پیر فرات۔ میان صاحبزادے ہتھوڑا نے بھر کے نیا لپے ہیں
ہیں کوئی چنگ پر کیا چڑھائے گی اور رنگ پر کیا لائے گی مگر
تم ابھی جمعہ آٹھ دن کی پیدائش۔ ایسا نواسے پھر میں آج
پھر دین دنیا دونوں کو روٹی ہو۔

نوجوان۔ واہ قبلہ۔ آپ کا فیضان صحبت سے ہم بھی پختہ سفر
ہو گئے ہیں ایسے کچے نہیں کہ مہر کسی کا داؤ پیچ چلے۔
پیر فرات۔ توڑ پھوڑ کچے کچے کے بھر دے نہ رہے گا ان
بتوں کا بڑے بڑے زہاد نے سجدہ کیا ہے تم کس کھیت کی
مولی ہو۔

آزاد۔ حبیب البیب سے) یا حضرت آیتے دل کردار کے چلے
چلین دم زلف دین مرغ دل نہ پھنکے گا۔ مرغ زیرک کہین میاں کے
پھنکے میں آیا کرتے ہیں کیا مجال خدا نے چاہا تو وہاں بھی دامن
بے لوث ہے۔ یہاں تو ایسی صحبتوں سے طبیعت ہی نفور ہے۔
حبیب البیب۔ بسم اللہ چلیے دیکھیں تو کوئی بت ہے پیر تنگ کی
نذر سے کیونکر بچیں مجبور کرے کہ بیعت لائیں۔ حمزہ باد علم و
سے زند عالم سوز بجا یکن۔ برسوں کے خیالات ایک ادے لڑا
کیونکر شاد سے گی۔ ہم اور کسی کے تھر کئے پر خدا ہو جائیں تو
یہ خیال ہرنگ محال ہی کسی دلدار سے دل اکامین استغفار اللہ
پہلے کوئی ایسا محبوب تو ہمیں دکھائیے جسے ہم بیمار کرین ہمارا
معتوق مردم دانا۔ پانچم لطیف و رعنا۔ چوٹی اور موباس پر
کوئی اور سر دھتے ہیں۔ اگر تھاسے تو یہ ہو کہ میں ہوں اور کچ تھانی
کتاب سامنے اور بخل میں خرقہ پارسائی بیان شوق شراب شیراز
نہ عشق بتان ملنا۔

الغرض حبیب البیب اور بیان آزاد دونوں چھٹی جان کے
ساتھ ساتھ پاٹے ناسے پر کسی حافظ جی کے بیت اللطین میں
کھٹ سے جا ہو پٹے۔ کوئی چالیں پچائش قدم کے فاصلے سے
لہ لہا کر گانے کی آواز آنے لگی چھی جان مجھ مجھ کر عجیب زونڈاز
سے قدم اٹھاتے تھے باسے حافظ جی کے مکان عالیشان
میں داخل ہوئے۔

حافظ جی کا مکان مینو سواوا اور شکر لبان حور نزا

ابن بزم مست کرب برب جام ست اینجا
ایادہ خورشید مقدس ماہ تمام ست اینجا

حافظ جی کا مکان پر خوش سواد رکش بہشت شاد تھا۔ اور نور
چشم تابینا سے مار در زاد و دیوار پر نور برستا تھا تو صحن بزم

سرور نور۔ اب بزم برب کا حال خوب چھپے میوہ کچھ خوشی ہو
دیکھو عیش ایک ایک کم سن نور اور کد عشق کا مقدمہ ابھیش
ادھر سفید پوشوں کی قطار۔ ادھر سبز ان سبز بخت کے جین کی
ہمارا بھر نظارہ بازی ادھر شوقی و طناری ادھر زندان عالم سوز
ادھر نور عالم افروز۔ ادھر شوق وصال۔ ادھر غرور حسن و جمال
ادھر آنکھیں اشکبار۔ ادھر بناوٹ سجادوٹ۔ نکھار۔ ادھر
چشم خوشکان۔ ادھر لب لعل شکر خاں سرخی پلن ادھر عشق جنون
ادھر زلف عنبریز۔ ادھر صدائے بریز بریز۔ ادھر خندہ شکر آئیز
خونابہ دل دریاغ۔ ادھر ساق بلورین جگر خون کن گوہر شب چراغ
ادھر جنون کی گونجوشی۔ ادھر چشم فسون پرواز کو تعلیم ناز و روشی۔
ادھر شمع دیون کی لودل سے لگی تھی۔ ادھر جہل جہل دل لگی تھی
ادھر عشاق خستہ جان کا نیاز۔ ادھر حسن پر آشوب کا استغفار
میں چار بتان شکر لب و سیم غیب ملکر مبارکباد گاتی ہیں گم گدا
بادیہ عشق کو راہ پر لاتی ہیں۔

شکر لب مطربان نغمہ پرداز
مغنی چنگ عشرت ساز کردہ
برنگ تنیت خوش کردہ آواز
نواسے خرمی آواز کردہ
رباب از تار غم جان را دان
بر آوردہ کمانچہ نفس زدہ

یہی معلوم ہوتا تھا کہ راگ اور لکھنی ہاتھ باندھے کھڑی ہیں جسے
دیکھ کر دن ہلاتا ہے سازندہ حاضرین جلسہ کو دھم دین لانا ہوتا ہے
کی جھما جھم دل کو پامال کرتی ہے کوئی اتنا برق کہتی ہوئی جھک جاتی
ہے کوئی اوپے سروں میں تان لگاتی ہے کوئی سینہ صافی پرست
حنائی رکھ کر گری گہری ندیا بتاتی ہے۔ کوئی چشم مخمور کے شہساز سے
نیناں در سیلے کی چھپ دکھاتی ہے۔ دھما جو کر دی بھی ہوئی بھی جاتی
نے ایک ناظر کو نظر فریب سے فزائش کی کہ میدان خوش بیانی کے
یکہ تازہ سان انیسب حافظ شیراز کی اس غزل کو گواہ

شاہد شہ ہے نہ ہو عشقِ ست
سلطانِ خرابہ گرد عشقِ ست
پر کوہِ غم کس عمار
بر مرکبِ خون کند سواری

ابو میان آزاد چکر میں آئے مگر چھی جانِ تجر بہ کار اور فرا میدان
عشقِ ناز سے چو تون سے تار لگے کہ کسی ترکِ زرین کر کے
یہ نگاہ نے گھائل کر دیا پھر کیا تھا بوسے نیا رنگ لائی گہری
کئے کچھ سننے چلے گا۔ ۵

ابتدا سے عشق میں روتا ہے کیا
آگے آگے دیکھے ہوتا ہے کیا

آزاد۔ اب تو یہی دھن ہو کہ سینے کو چمن بنائیں۔ لالہ رو کے
واغِ حسرت میں گل کھائیں۔ ہاے وہ خالِ غنیمت وہ گیسو
مشکین۔ وہ لعل نگارین وہ چشمِ شریکین۔ وہ سنگار۔ وہ نگار
ہی ہو میں تو جیتے جی مرٹا یا رو کوئی تدبیر ایسی بتاؤ کہ دھال
نصیب ہو باغ ہو جام ہو میں ہوں اور وہ حبیب ہو۔

چھی جان۔ ابھی نامِ خدا غنوانِ شباب ہو پختہ مغز جنوں
میدانِ عشق کی پہلی ہی منزل ہو عشقِ کلاو کوئی سر میدان روک
تو نے بٹے جھوٹ کے آدمیوں کا جی جھوٹ جاتا ہو کلیجہ منہ کو آتا ہو
ع۔ عشق کے مددے اٹھائے کو جگر بھی چاہیے۔

آزاد۔ کول میرد ز دستم صاحبانِ خدا را
درد اکہ رازِ نہانِ خواہد شد آشکارا

حبیبِ حبیب۔ خدا ہر جگہ اللہ کو بڑی صحبت سے بچا
پر پھین سو بھی کیا کہ اس جلسے میں آئے۔ ۵

باید نشین و باش بیکانہ او
درد امِ فتنی اگر غری دانہ او
تیرا ز سر راستی کمان رکج دیا
جگر کہ گلو نہ جست از خانہ او

مگر عشق سب ڈھک سلا ہی ڈھک سلا ہی۔ بندہ تو قائل نہیں یہاں
نومل میں ٹھن گئی کہ انھیں سودا ہو گیا کسی حبیبِ حافق کو

نالا اور انکی نبض تو دیکھے۔

آزاد۔ ۶۔ ہکو سودا بھی ہوا تو میر زایا نہ ہوا ہ سودا ہو یا بیو
سحر ہو یا فسون اب تو جان پر بنگی ہے۔ کچھ پر چوٹ کھائی ہو
طیب بیچارہ نبض کیا دیکھے گا۔ ۶۔

ہماری نبض ہمارے مزاجدانِ جاہلین

اور آپ طیب کو بلا کر دل کا ارمان نکال لین لیکن۔ ۵

یارِ عشق کا جو نہ تجھ سے ہوا علاج کہ او طیب تو ہی کہ پھر تیرا کیا علاج
چھی جان۔ اس فن کا قانون شناس تو بوجہ علی سینا بھی نہ تھا
طیب تو کیا کھا کر مر ہی عشق کو چپکا کو گا۔ ہاں جنوں کی تریجہ پر
پھولوں کی چادر چڑھاؤ تو شاید غنیمت مقصود شگفتہ ہو جائے۔ ورنہ
سیحالی مسیحالی بھی کارگر نہ ہوگی۔ ۵

آگاہ نہ تب درون را
نشر چہ زنی رگ جنون را
معتوقہ نازین طلب کن
عقاب لبش بکار تب کن

اب تو بے کشود کارِ طینانِ دل معلوم۔ سہل ٹھپکارا یہ ہی کہ عاشق
معتوق دونوں کا اصل ہو۔ ورنہ حسنِ عشق کا جھگڑا پاک ہو چکا
آزاد۔ تیرا ایسا کاری لگا کہ بلیلا اٹھا۔ اب ہم ہیں اور گردابِ بلا
دل بکا در موجِ خیر خون سبکین عجزِ عشق کے پھیرے کہ ہر ہاں بچا
ہیں اور دل کے داغ کیا سبز بلخ دکھاتے ہیں۔ ۵

درباد کوہِ در رہ دینِ خستہ و ضعیف

اے خضر ہے خستہ مددہ بہ ہمت

مگر بڑا پار ہوتا نظر نہیں آتا۔ چاہ نغمان میں دل ڈالو اُن کی ہی
اب شہر بھر میں دھوم مچ گئی۔ کیا ایک نئے بگڑے جہان
جاؤ ہی چرچا میانِ آزاد کے لگوٹے یاروں نے لاکھ فکر کی
کہ انکو راہِ راست پر لائیں مگر عشق صادق سے ایک کی
پیش دہ گئی قصرِ بوتک کند تہ پیر نہ پوچنی میانِ آزاد کی حالت

نوجوان سدا ان جون کو ہم عقیدوں سے بھلا کیا کام ہو
یہ تو طالب زر کے جین اور زبان خدا کا نام ہی

مہر جبین - ان بڑے میان سے کوئی اتنا تو پوچھو کہ بال بل
گل کے برت سا سفید ہو گیا مگر ایک سیاہ کاری پھوڑی یہ
بھاتے کس منہ سے ہیں - انکی سنتا کون ہی - ذرا شیخ جی بہت
بڑھ بڑھ کر باتیں نہ بنایا کیجیے - شاہ چھوڑے والی گلی روز میں میں چکر
ہوتے ہیں او تم تھکتے بھی نہیں -

حافظ جی - شیخ جی جہان بیٹھتے ہیں جھگڑا ضرور خریدتے ہیں
فرم نداری بڑ بڑ کیے آپ ہیں کون کئے وہاں سے بیٹھے نامع بنکے
پیر فرقت - سہ نہ قاضیم نہ مشائخ نہ محتسب نہ فقہیہ نہ مزاحم
سو کہ منع شراب خوارہ کلمہ

اچھا بال صاحب - اپنا کلام سنائیے مگر شرط یہ ہو کہ جب ہم تعریف
کریں تو سلام کیجیے -

مہر جبین - آپ ہیں تو اسی لائق کہ دور ہی سے جھک کر سلام کرے
اور سلام کے تو آپ بیشک مستحق ہیں مگر بھلیں تو ٹوکیے کا ضرور -
تو عمر - قبذہ و کعبہ رگشاخی معان - آپ پر اسوقت اچھا فقرہ جیت
ہوا انھوں نے آپ کو اپنا استاد ہی بنایا - مگر اللہ آپ سمجھے
خاک بنیں -

مہر جبین - یہ بال انھوں نے سفید کئے ہیں یا شاید زندہ سنے
انکو جاتی ہی میں قبلہ پری و صد عیب کر دیا ہو بنے کی اڑنا نوب
جانتے ہیں جواب نہیں سوچتا - منہ کے آگے ناک سوچھے
کیا خاک -

ادھر تو یہ گفتگو ہوتی تھی ادھر دوسری ٹکری میں فحش اور پکار
کا چہرہ چلتا تھا - تیسرے غول بیابانی میں دھڑل دھڑا ہوتا تھا
کم سن اطفال اور جوانان مطلق العنان و رنگین خیال

دیران نو سال بچل کی تعمیر پائے تھے اسے جین دو پیر کی
توپ دنی - دھتتا نما - جلتیر ریفاست - نچ رنگ بند چھل
موقوف - ملیوں نے بور یا بندھنا اٹھایا بھڑا طبع نے بچہ
سنہالا - حوشان زہرہ جبین و ناز میں بھد ناز ذکر شہرہ ملیوں میں
جلوہ گر ہو میں چلیے سناٹا ہو گیا - سہ

یا شب کو دیکھتے تھے کہ ہر گوشہ بساط

دامان باغبان و کف گل فروش ہے

لطف خرام ساقی و ذوق مدائے چنگ

یہ خلد گاہ ہے تو وہ فردوس کوش ہے

یاد پر کو جا کے جو دیکھا تو برزم میں

نے وہ سرور و سور نہ جوش و خروش ہے

داغ فراق محبت شب کی چلی ہوئی اک شمع رگہ بھی سونہ بھی خوش ہو

مہ پارہ عابد فریب کی ستم کوشی اور خونی گرجی

خیر قدم سے جنون نیک فال

لے تو برق خرمین یوم امید

لے ہمارا عشق را رنگ و بو

شہر دانش تنگ بر جان تو

لے تو ام شیر نستان خیال

قفل و سواس ہو سہارا کلید

از تو ہر فرد و مجنون کام ہو

پہن دشت بخودی میدان تو

جلے کا قتل چراغ رقص و سرود کا گل ہونا تھا کہ ایک نیا گل

بھلا میان آراو نے جارہے شخصیت نہ کر رکھا اور عشق خانہ خراب

کے ہاتھ ہک گئے اب ہوم آہ و زاری ہی - بیابانی و بیکاری ہی
دیدہ مطر و سینہ مجروح - آہ سر و دل پر درد عقل و تنگ
سینہ پر تنگ پاسے طوطا تنگ عشق مودغان شورش و تنگ
جنون کی انگ ایک دفعہ ہی یہ اشتہار حسرت بار زبان پر
لائے

کہ جس شائق کیا مہنی بھی ہو کہ اب بھی نہیں شہان خدائی
بہاؤ اللہ کمال میں کچھ کالا ہے، نہایت ہی بدلیاں تھیں
کے تھرا میر کا پارہ ایک سو پندرہ درجہ پر ہو چا زبان حال و
گالی سے ہی مدد نکلتی تھی۔

تو شبینہ می نالی بیو کہ پودی اشب
کہ ہنوز چشم مست اثر خمار دارد

جھلا کر شمشیر خوش خواب ہاتھ میں لیے باہر نکل گئے چہرہ دار
قصہ کے مخرج جیسے پر ہوتی۔ باو از بلند سر بریدن لاف
کے جاتے تھے آنکھوں سے خون ٹپک رہا تھا ایک شاعر مولانا
سلج نے بھاپ لیا کہ کیا اسرار ہے حاضر جوابی کے صد سے۔
فی البدیہہ اور بڑھتے یہ شعر زبان پر لایا۔

سر بریدن لاف مست این مرغ ہے ہنگام را
آن پری پیکر کہ داند وقت صبح و شام را

واحد آگے کے شعراے رنگین خیال و شیرین مقال غیب کی
باتیں بھی جانتے تھے۔

آزاد۔ داخل دلاجی کتنی بھڑکی بات کہی شعر تو غضب کا ہو کر
ع۔ عالم انصیب کیست غیر از حق ہا شعرا عود میں ہر مسئلہ پر
جائیں غیب دانی سے انھیں کیا سوکار۔ ایشیا کی ضیق
بر خدا کی سنوار۔ بندہ درگاہ کج تک غیب دانی کے قائل
ہی نہیں ہوسے۔

اوج۔ بارے فکر کہ آپ نے برسوں کے بعد اہمیت کی بات تو
کی پڑھے جن ہوتھا را شیشے میں آئینہ کا بے دار و اپنی حرکت
پر نصیب نہیں سمجھتے کہ گلاب عشق میں غوطے کھا رہے ہو۔
ایشیا کے خیالات پر ظہر میں اپنی خبر ہی نہیں۔

سلمان آزاد غور و دیو کے لیے آدمی بن گئے تھے گشتی کا

اور میان میں آیا اور ہوش مار گئے جنوں سر پہ چڑھو بیجا اس سرو
ہو بیمار و عانی ہر گلشن گلزار دلربائی کا بوٹا سا قد آنکھوں میں چڑ گیا
مطرب کی ناخن بازی اور اس خوش گلو کی نازک آوازی یاد
آگئی اب غم چھان یا رہی یا آہ آشہار سینہ بریان اور دیدہ رنگ
چیران و پریشان۔ سرا سید سرگردان حسب حال اشعار حسرت بار
نوک زبان ہیں۔

درون سینہ من زخم بے نشان زدہ۔

بجسہ تم کہ عجب یتر بے گمان زدہ

در نفس بسیار ناشادیم ما از فراموشان صیادیم ما

چمن کا رنگ بھون اپنی آنکھوں میں مبتدل ہی
چسداغ لاف چشم غول ہے گلزار گل ہی
ہمارا کی ہے ہنگام جنوں ہی کپڑے بچتے ہیں
سلسلہ یونین دیوانہ در زندان مقفل ہی

ہاتھ مشتاق گریبان ہی جنوں کا ہوش ہی

پیرہن تن پر مرے گرمی کا بالابوش ہی

یاروں نے دیکھا کہ پھر سیلاب جنوں کا ہوش ہی۔ پھر نصرت عقل و
ہوش ہی ناچار بلین نے ایک اور ذکر چھیرا۔

بلین۔ حضرت اپنا تو یہ عقیدہ کہ ع بی شوق کجیہ تو پر یاد کجیہ
ہم ظاہری حسن جلال کے شیفہ۔ غلطو حال کے فریفتہ۔ بے
خوش کے ساتھ طوسے فرش بھی ہوتا ہم ہزار جان سے ہٹ لگ کے
کبلس ہو جائیں ورنہ۔

نشاہد ہوس باختر ہانگے کہ ہر بادادش بود بے

ایسا عشق باعث خاری ہی۔ نقل ہی کہ ایک شیخ ملکوتی صفات
اشراف المخلوقات کی طبیعت اہرائی کہ سیر دریا کرین خزان خزان
چلے جاتے تھے راہ میں ایک نو عروس پری پیکر بہنہ سر

اس درجہ روی ہو گئی کہ دن کو آہ وزاری و شب کو آنسو شکاری
کھانا پینا چھوڑا۔ عیش و آرام سے محروم ہوا۔ بیکار و بے روزگار
شیشہ دل پر سنگ فریق کی ایسی ٹھیس لگی کہ چکنا چور ہو گیا
حبیب البیب بھی جان کو اپنے طور پر بھجایا کہ واسطے خدا کے
ان کے سامنے ایسی باتیں نہ کرو کہ سمند جنوں پر تازہ لٹنے کا کام
کرے عشق کی مذمت اور جنوں کی جو کرنی چاہیے نہ کہ تعریف
بھی جان کو اتنا اشارہ کافی تھا۔

آنا و۔ وہ لبون کی سرخی۔ و انون پران کی تحریر۔ وہ خسار
تا بان وہ متانہ چال نہ بھونو نکا۔ نہ بھونو نکا اُس گلابی ڈوپٹے
نکل رخسار کے جون کو اور بھی دو بالا کر دیا۔

چھٹی جان۔ ہم تو لکھنؤ کے رنگیزوں کی خیر مناتے ہیں ویشہ
لکے کے شہاب میں وہ پتہ ایسا رنگ دین کہ انسان گھنٹوں
اُسی کو گھورا کرے کیسی ہی بد قطع کرے منظر کیوں نہ وہ جاتی
کولائی اور بھی اور دھن معلوم ہونے لگی لیکن۔

بس قاست خوش کہ زیر چادر باشد

چون باز سکنے مادر باشد

حبیب البیب۔ یہ چیز ہمارے رنگیزے جو ان کا دل یا کچھ
ایسی آفت کا پرکار نہیں ایسی تو گلی کو جو نین ماری ماری پھرتی
ہیں لکے کو کوئی نہیں پوچھتا لگا کا عشق بھی عجب طرح کا ہی ہے
حبیبی صبح ویسے فرشتے ہیں تو ہنسی آتی ہے کہ میلان کا دل بھی کیا
تو کس پر فریفتہ ہوے تو اس پر شکل چڑیلوں کی تازہ پر یوں کا۔

چھٹی جان۔ نسیم حسین کی ایسی ایسی زہرہ جبین رشک لیلی
غیرت شیرین نظر سے گزریا میں کہ مل جل کر دل
ایک کونہ دیا۔

آفر کا احباب کی یہ صلاح ہوئی کہ کسی باغی نہ بھڑکے نہ

میان آزاد کی دشت شاید دشت حل صدر اندر جن جنم کا نور
ہو جائے۔

سبرانِ حرمین کا ہر گرمی ہنگامہ عشق عقل دشمن

ہنوز دن اول عشق ست جانان گر کچھ کرے

کہ این طوفان رسوائی ست عالمگیر خواہ شد

میان آزاد کی دشت دل دور اور شیشہ جنوں کے چکنا چور کرنے
کے لیے جب جو ایک نر بہت افزا اور پُر فضا باغ آراستہ ہوا
احباب صافی مزاج و بذلہ منجہرجان مرغ نے بھی اُٹھی دھجائی
کے لئے وہاں ہی بستر جمایا اصلاح ہوئی کہ ہر روز نیلے دھن
کی بے ثباتی اور عشق خانہ خراب کے مضار دلتی ہی کی گفتگو
ہو تاکہ آزاد کا دل ان باتوں سے پھر جائے اور پھر کسی شمع کو
رخ آتشین سے لونہ لگائے۔ شاید اس پند دمو غلط سے
اُس ڈھرے کو چھوڑ کر راہ راست پر آوے اور گمراہی سے نجات
کلی پائے۔ سوچے کہ کبھی کبھی اور زندہ کرے بھی ہوا کرین دن اگر
حسن و عشق ہی کی مذمت کی تو مباد اکھڑا جائے احباب
خدا ترس و دقیقہ رس خورشید خیر و صبح نفس سے طرح طرح کی
دھجپ ردا سینہ کننا شروع کریں۔

اور ج۔ ہندوستان جنت نشان کے ایک شہر نہایت آگین و
مینو آئین میں ایک خسرو کج گلاہ گوتی بہاد نے اپنی بیگم سے کہ
چند سے کتاب و چند سے احباب بھی سوتے وقت کہا کہ میں
صبح صادق کے پہلے ہی جگا دینا اتفاق سے اس شب کو
مرغ نے آدھی ہی رات سے لکڑیوں کو ن کی بانگ لگائی
وہ سپہ چشم جلد نگاہ خواب نہ سے بیدار ہو گئی اور حسب
وعدہ بادشاہ جب کہ کو جگا دیا بادشاہ نے دیکھا کہ

خدا فرمایا اور طیب کے علاوہ اور چند آدمیوں کو بھی ساتھ لایا
خواجه نے پوچھا کہ یہ جانتی تھی ہے۔ ہم نے حکم دیا تھا کہ طیب کو
بلاؤ تم اتنے آدمیوں کو کیوں ساتھ لے آئے غلام نے ہمدردی
مرض کی کہ خداوند حضور تو بھول بھول جاتے ہیں ابھی توکل ہی
تاکید اکید کی تھی کہ اگر ایک کام کا ارشاد کروں تو کسی کام حجت
تمام نہ انجام دے گا نہ لامر فوق الادب سمجھے آج دم کے
دم میں میں نے اتنے کام کیے قدر دانی شرط چھکیم جی کو حکم
حضور بلالایا کہ شفیع مرض کر کے عاجز کوں اور اصراری سے
لیکا ہوا گیا مطرب خوش امان کو ساتھ لایا کہ اگر خداوند عروس
صحت سے ہم آغوش ہوں تو قوال کی خوش آوازی اور باغن باوی
سے بزم طرب آراستہ ہو غسال کو بھی لیتا آیا کہ زندگی کا کیا بھروسہ
اگر بیک اجل حضور کو غلہ علیتین کی سیر دکھائے تو غسال
چھٹ پٹ غسل دیدے ادھر سے ایک شاعر جادو بیان
اور طلیق اللسان کو ہمراہ لیا کہ مرثیہ موزون کرے اب باقی
کون رہا۔ گورکن۔ وہ بھی بات کی بات میں آن موجود ہو گا مطلق
اب انصاف میرے آقا سے نامہ کے ہاتھ پر۔ غلام نے
انعام ہی کا کام کیا ہے۔ آئندہ اختیار بدست مختار۔

شہرت۔ حضرت ایک لطیفہ بندے کو بھی یاد آئی ایک تذکر
میں نظر سے گذرا کہ ایک رند جو آشام نے وقت نزع اپنے
احباب کو وصیت کی کہ یارو میرا اتنا احسان کرو کہ کہیں سے ہوا آدم
کے وقت کا پیمانہ دھرا نا سر اگلا کفن لا رکھو۔ جب ہم دم توڑیں
تو کسی کفن کہنے میں لپیٹ کر ہمیں گور میں دفن کرنا لوگ تیرے
کہے محب النکی بات ہے پوچھا اس سے فائدہ حضرت نے آہ کر
چھوڑ دیا جن دلال زریب کہا کہ بھی ہم تمام عمر پرے سرے کے
بھلائی اور گھبراہٹ سے یاد الہی سے طبیعت فخری

خصیات و مصیبات سے بالکل اجتناب کیا خوب شراب و لعل
خود بھی پیو و دن کو بھی پلائی دن رات جنون ہی کے کوپے میں
پڑے رہے ناز کے قریب نہ پھٹے۔ جو فعل کیا خلاص شرح جو
کام ہو امنانی تہذیب۔ ۵

وہ ایسا کون سا عشق ہے جسکو نہیں چاہا
یہ فردین جتنی بین اپنی ہماری بھی نشانی ہے

اب ہم سوچتے ہیں کہ بار خدایا ہمارا سر انجام کیا ہو گا۔ ہیں تو ہم
اسی قابل کہ نار جہنم میں جلا سے جائیں۔ مگر ایک تدبیر سوچو گئی
یہ آئے کفن میں ہماری خوش ہو گی۔ منکر کیر آئین کے کفن کہنے
دیکھ کر کھین گے کہ فردہ دیرینہ ہے ٹھنڈی ٹھنڈی ہو اکھا لیں گے
ہم اسی میلہ سے نجات پائیں گے۔ ۵

دو رخ مجھے قبول ہے لے منکر و نکر
لیکن نہیں دماغ سوال و جواب کا

حبیب لبیب۔ ایسے بھونڈے عشق خانہ خواب کلمہ ہی
انجام ہے۔

بحر عشق کی طغیانی اور قلم حنون کی ردانی

چھپر مت باد باری کہ میں ہوں نکست گل
بھاڑ کر کرے ابھی مگر سے گل جاؤں گا

اس گلزار رشک نرغارا اور لالہ زار سراپا ہوا دسم شک ہیز
دعبر بارے میان آزادی آتش عشق کو اد بھی ہو کا دیا جنون
کی مذمت نے کشتی دل کے ساتھ باو فی اہل کا کام کیا آہ آہ
نے خرمین خود پر علی گرائی مشر توڑ آفت ٹھالی سبزان میں کا
چون دیکھ کر سیرتہ گلگون کا خیال آیا خانے خون ر لایا کبھی
کبھی کو دیکھ کر اس پریشان کامل کی زلف چلیا یاد آئی

لب بام گھڑی تھی شیخ نے کیا ای سراپہ ناز سر کوٹھک سے
اُس جادو جال نے جواب دیا کاکھیں بند کرے شیخ نے کیا کہ غلج
ہوں کہیں عشاق زارا کھیں بند کرتے ہیں۔ اُن غیرت ماننے
عین مستی میں کیا کہ میں مساند ہوں۔ مجھے سوٹھکنے سے کیا کام
اور عیا پشور بچن بارہی بڑھا۔ ۵

ابن سوری نیست بر سر من بلکہ غارتن | خرم پای من خلید و داز سر برآمد
شیخ مبارک نہاد سنتے ہی جان بحق تسلیم ہوئے۔ اناشد وانا لیم
راجون عاشقی فانی کا گھر نہیں ہو عشق باری سربازی ہو کر کوئی
معتوق تو ہوم و دانا کا معتوق مسلک نیک ہی۔

شیمیم داغ لب جو بہار بہ گلزار بہ بہار ایسا لطف دکھاتا ہی کہ غنچہ
ول نسیم طرب کے ہنزار سے کھلا جاتا ہی۔ ایام شاہی میں ایک مرتبہ
بری کیفیت ہوئی تھی ایمان دوست میں سے ایک رکن کین
سلطنت کی دفتر فرخندہ اختر کی شادی اس دھوم دھام سے
ہوئی کہ پیر فلک نے ہاد صفت پیرانہ سالی اس دھوم کی شادی
دیکھی نہ سنی عین گوشتی کے کنا سے جشن حبشی بڑے کروفر
سے منعقد ہوا وہ دھوم وہ ہجوم کہ صل و صل۔ نور چراغان سے
یہی معلوم ہوتا تھا کہ رات رشک بیلہ القدر ہو غیرت بیلہ ابد
ہی۔ جدھر جاؤ تو دھوڑ برس رہا ہی۔ لب دریا اُس پار ضیوں
کی قطار۔ ابن روسے دریا نور و سان چین کا نکھار عیون بہ
شام ان جادو جال و شستری خصال معصوم رقص
و سرود میں۔ مطرب کا ہاتھ ساز پر۔ رنگین مزاجوں کا کان
آواز پکھیں زمرہ جعفر۔ کہیں نغمہ طرب آتما۔ چوہوں کی
جھین جھینی جھک سہرے کی لہک۔ مرغان خوش احوال کی
نما بھی۔ گل و گیس کی شکر بھی۔ پیلے کی سیاہی تازہ
اور سرور سے انداز۔ صریح غیب پر صراحت پیشا بھی۔

جہاں آنکھیں بدل رہے ہیں اور رنگین چہرے چھٹ رہے
ہیں۔ لاکھوں تماشاں۔ غرض کہ بڑے دھوم دھڑکے اندر
غصے سے شادی ہوئی کئی دن برا بد چلا کر ہی سہی
آنکھ کھلی تو سب خواب اور نقش بر آب تھا۔ یہ نام شکا
آزاد۔ وہ زکس غمزہ زنی وہ زلف پر شکن۔ وہ خوش برون
وہ گل سادک۔ ۵

قد قامت آفت کا کرد امتام
قیامت کرے جہکو جھک کر سلام
۱۔ ۶۔ جسے دلدار کھاتا تھا وہ دہر کھلا + بند بھرتی حرم
زخم جگر ہو گیا۔ ۵

منع کرتا ہی مجھے یار کے گر جانے کو | نامہ آگ لگے ہیں قہر کھا آگ
انور۔ ہوت ایک لطیف یاد آ۔ سائل تو ہستے ہستے پیش میں
بل پڑ پڑ جائیں۔ لوٹن کو تو ترکی طرح لوٹنے لگو۔
نقل ہو کہ ایک صاحب نے اپنے غلام کو کہ صاحب طبع لطیف و
بذلہ سنج تھا حکم دیا جا کر بازار میں تاک لگائے اگر کوئی بھڑکے
تو فوراً خرید لائے غلام نے ایک دہر سوہ فروش سمٹا کر تم کو ش
کی دکان سے کئی خوش خریدے اور شگشت کرتے ہوئے
خرامان خرامان آقا کے پاس بے گیلہ وہ نہایت ہی بد حال ہو کر
فرمایا کہ ذرا سا کام اور تاخیر اتنی دیر میں تو میں زندہ ہوتا ہوں
کاہل دیکھا نہ سا خبر دار آج سے اگر ایک کام کی بیون تو ہوتا ہوں
چار کام انجام دے لانا۔ غلام نے دست بستہ عرض کیا کہ
تیرے مرشد۔ اس مرتبہ صاحب فراموش ہوا تھا کہ اشد آہندہ ارسلو
واجب الانقیاد کی لفظ بلفظ نسیل ہوگی۔ دوسرے دن غلام
کسی زبان و زبانہ کی تلمیح کینزک عیشہ پر انداز ایسے گرا گیا
کہ جب چلے آئی غلام کو حکم دیا کہ کسی صاحب سے کہہ دے کہ

ایسی بودھا نہ فرزند۔ چرت تھی کہنا لعل جیچے شہر خوشن
 لذر ہوا جہان ہر کوئی دیوار ہے باوے کے کی طرح اوہرے
 بوکھلائے پھرتے تھے بارے ایک دفعہ ہی آواز آئی کہ پوہا
 شمش واد قلوب ہی داؤن اٹھا) اب انکی جان میں جان
 آئی کہ مجھنس کی آواز تو خدا نے سنائی جس رخ سے کان میں
 یہ آواز آئی تھی اُدھر ہی چلے۔ پھر آواز آئی کہ وہ فریاد
 (دوسری آواز) واللہ ہاتھ چوم لے کیا موقع پر کے پیسے میں
 (تیسری) خدا کی مار ایسے پائے پر جب بکھو بدی کرو جاتا ہو
 سہ کی بازی گئی۔ اب شمش کی ہائے۔ اتنے میں ایک دانو
 کھلا اور پانچ سات سفید پوش بھر بھڑا کر کل پڑے وکھور
 وہ غل کہ کان پڑے آواز نہیں سنائی دیتی کوئی کسی کی سنتا ہی
 نہیں۔ اپنی اپنی سب گاتے ہیں۔ کوئی پوہ گیا کوئی پیچ
 ایک بزرگوار نے میان آزاد کو دیکھا تو تعجب ہوا کہ یا جیسی
 اسوقت یہاں کیا کر رہا ہے۔

بزرگوار۔ کون! آپ کون صاحب ہیں۔

آزاد۔ ہم کوئی ہیں آپ اپنی کیسے۔

بزرگوار۔ اچی حضرت آپ تکھے کیوں ہوئے جاتے ہیں میں سیدی
 بات کرتا ہوں آپ ٹہرے ہوتے ہیں ابھی ارتمند از برتمند از کھ
 نو کو توالی کا چو ترہ ہی دکھائے۔

آزاد۔ برتمند از کی ایک ہی کہی۔ برتمند از دن سے تم ایسے
 کنار باز دن کو خوف ہے یا ہکو۔ یہاں تھا نہ دار کا خون نہ
 ودار کھڑ۔ سہ

تو پاک باش بہادر مدار از کس پاک

رشد جامعہ ناپاک گازران ہرنگ

بزرگوار۔ (دل میں دل میں) اچھے بیٹھ بادی سے مدد

ہوئی ہاری ہاشا ہی نہ جیتی۔ ابھی ہی سی کے جاتا ہی (آواز)
 یا حضرت اک ذرا سی بات کو آپ نے کتنا طول دیا قسم لیجیے جو
 میں نے آپ کو مہربنا یا موصرت اتنا بچھا کہ حضور کہاں کہیں
 لیے جاتے ہیں۔ ایسی اتنی سی بات پر آپ بگڑا اٹھے گئے
 بے قسط سنائے۔

آزاد۔ غیر اگر بندے ہی کا تصور ہے تو معاف فرمائیے مگر
 خدا کے لیے اتنا تو ضرور بتائیے کہ اس ٹکڑی میں کون کون ذای
 شریف جمع تھے اتنا پیر احسان کیسے۔

بزرگوار۔ ذات شریف! سبحان اللہ! خوب پہچانا۔ اسے قبلہ
 یہ سب شریف زادے تھے۔ اہل علم۔ عالی خاندان۔ عالی دودمان
 لائق فائق۔ بذلہ سنج۔ خوش فکر۔ تربیت یافتہ۔ دن بھر اپنے اپنے
 کام میں رہتے ہیں نہ شام سے آدھی رات تک یہاں جتے ہیں
 چور۔ شطرنج۔ گنچہ۔ چھل۔ مذاق۔ لپاڈکی۔ یہی ہمیش زندگی
 ہی۔ سہ

بہار ملاقات دوستداران ست

چھ خط بروضر از عمر جاودان تنہا

آزاد۔ کیوں حضرت بھلا کوئی اور شغل بھی رہتا ہے۔ یا بکھا ہی
 آڑا کرتا ہی۔

بزرگوار۔ اور کیا چاند بیہین سیری آڑا میں۔ ایون گولین
 تاڑی شکائیں۔ دس پانچ ہمسٹ پیٹھے خوش گئی ہونے لگی۔
 یاران چوری نہ پیران دغا بازی۔

آزاد۔ اچی خدا کی مار ایسے شغال بیودہ پر ہم حال ہی میں خوا
 غور سے تجو بزرگ چکے ہیں کہ کری۔ کمار۔ تمار پنج قومہن بھر
 لو پینا ایک کر کے شام کو خوش خوش گھرا تے ہیں اور
 اپنے اپنے مذاق کے موافق طرح طرح کے اشغال میں

کبھی چشم مست کی یاد میں نگہیں شلا سے آنکھ زانی سر کو کھینا تو
اپنے سر پر جبکہ اقبال کا بڑا سادہ آنکھوں میں چکر کھینچا اور انھوں
سے گزریا۔ گل رخسار کی دیر سے گل رخسار کا خیال بندھا۔
بلبل شیدا کا نالہ زار تیر کی طرح جگر کے پار ہوا۔ اوجھڑا نظر اب
بیتقراری نالہ شیون و آہ و زاری دن و رات چو گئی ترقی پاتی
تھی۔ ۵

بے گلغزار جا کے گلستان میں کیا کیا

ہاں یہ کیا کہ داغ کہن کو نیا کیا

عین حالت انتشار و ہجوم افکار میں یہ سوچتی کہ اب رستیاں
نکل بھاگو اور سیابان کی راہ تو۔ ۵

ہمارا دل گل سے گلی ہو آگ گلشن میں اگر بیان بچارو کا بیٹھے صحرائے گلشن

جنون کے جوش میں یکجا نہیں دم بھر رہا تھا

کبھی گلشن سے صحرائے گلشن میں

فرار مصلح بڑا نا دشوار تھا۔ دل شل برق بغیر تھا۔ آنکھ کا رخ
کی دیوار بھانڈ کر یہ جاوہ جا۔ راہ میں سوچتے جاتے ہیں کا گردہ
گل اندام سے تو جو سے نہ سداؤں باغ باغ ہو جاؤں جو ملتا ہے
اُس سے کو سے یار دل آزار کا بتاؤ جتے ہیں نہ ہوا بتاؤ
قہقہہ اڑاتا ہو اور بھانپ جاتا ہو کہ جنون کی انگلی و عشق کی ترنگ
ہو۔ بادہ محبت کے نشہ میں چدرست چھوڑ کبھی خندان کبھی
گریبان آنکھیں اشکبار۔ لب پر عاشقاد شعار۔ ۵

گو چہ یار میں چلیے تو غزل خوان چلیے

بلبل مست کی صورت سے گلستان چلیے

جہر سیلاب جنون بنائے گیا اُدھر چلے۔ جب رات بھی تو ایک
مقام پر کیا دیکھتے ہیں کہ پچاس ساٹھ کھارٹھتے پر جمع ہیں
ایک کھار بڑک بھاتا ہے چار پانچ جوڑی جوڑی جھونکے

میں مصروف ہیں دس چارہ گردن ہلا کر ہیں اور گیت گاتے
میں سانس میں کو دھڑک رہا ہے۔

ہک۔ ہک۔ ہک۔ ہک۔ آؤ بھان اُنکھیاں کھینچ رہی ہیں

چند کھار ڈلیوں کے اندر بدست پٹے میں کچھ کھارٹھتے

میں چوڑے ہیں۔ کوئی لال لال دردی دکھاتا ہو کوئی گودی

کی بھلی بڑا تراتا ہو۔ ہنڈے میں دارو بھری ہو کھوڑا بھل رہا ہو

طاق پر چراغ جل رہا ہے۔ آپس میں دھول دھپا ہوا ہو۔ راہ پر

اڈے کے چدرہ ہری بلاشبہ بغیر چین بنے پٹھے ہیں۔ ہنگامہ

حشر ہر پاؤ۔ آگے برستے تو دیکھا کہ کمزن سانسے گھریا میں

سہا گاڈ الا سونا گلا یا اور کسی بستن کے لئے طلائی چھپکاتیا

کیا۔ وہاں سے چلے تو ایک دکان پر دیکھتے کیا میں کچھ والا

دور ناؤ بیٹھا کھائی کھ رہا ہو۔ اور حق والی ایک بھی چٹائی پر

لیٹی ہوئی ہوں ہوں کرتی جاتی ہے اور ارد گرد ایک مد

تین چار عورتیں بڑے لطف کے ساتھ کھائی سن رہی ہیں۔

جس میں ایک بات یہ تو ۹۹۔ خواہ میں قدم آگے بڑھے جو

کہ ایک وسیع میدان میں کوریوں کا ہجوم دیکھ کر خشک ہے

نرگس کی چٹائیاں بھی ہیں کوری اور کورین چوڑے جمع ہیں ایک

کوری نوچہ کشتی گیر بنلا لنگا پہنے لال لال بھریا اور بھریا

کی قطع بنائے گیت گاتا ہو دل ہمارا تیری خبر تو تو پارسی کھر

ہے۔ اڑوسی پروسی تا بیان بجاتے ہیں قہقہے لگاتے ہیں

مہر چنگ کی رہا ہے۔ ہر سمت ہمیشہ دھڑک کے سلمان ہیں

اپنی دھن میں ناک کی سیدھ پر چلے جاتے تھے آنکھ جھپکنے کی

نہ ہوتی تھی کہ ایک نے محلے میں چھپے جو قہقہہ سناٹا

عالم۔ جانور آدم کتے تک دیکھے پڑے ہیں۔ کوئی منکھ

نہیں۔ درہ آڑے ایڑیوں کی آنکھ کی طرح جھپکے

سیمتن۔ جواب ندارد نیکی ہون سے بھر پور نظر آلی۔ گرفتار کی بھری ہوئی۔

آزاد۔ سخی سے سوم بجلاہ ترنت دیسے جواب۔ بوی بانی بلاؤ یا کھاسا بواباد۔ یہ تعبیر تو اپنے حق میں دشت کر بلا ہو گیا ایک بوند پانی کو ترس ترس گئے۔ اب تو آبِ خمر کی چاہ ہے۔ ایک دفعہ زندیدہ نگاہ سے پھر دیکھو تو پانی بھی نہ مانگن۔ سمتن۔ (ب تک نہ ہلے۔ سکوت مگر ایک ناز معشوقانہ سے ظرافت سیمن بھر کر پانی سے چلی۔)

آزاد۔ بھی اچھا کا توں ہی۔ جو بات ہی انوکھی جو ریت ہی زالی ایک آجورہ پانی نہ ملا دہری قسمت۔ لوگ تو ہنس بجا دیکھی جلتی بستی دھوپ میں پوساے بٹھاتے ہیں۔ کیوڑا پڑا ہوا آبِ بلا تے ہیں یہاں کٹورن کی جھکار نہ (سبیل ہی زندہ حسین) کی پکا میان آزاد کو حیرت تھی کہ کیسے نازنین یہ شک نشان بال اور ستانہ چال بیان دیرانے میں اسکا کیا کام سایے کی طرح ساتھ ہو لیے وہ کنکھیوں سے دیکھتی جاتی تھی مگر خوشن گھاتی تھی۔ باسے سرک سے دایمن ہاتھ پر ایک خوشن پچانک کے قریب وہ گلغام سیم اندام ٹھہر گئی ظرافت سیمن کو دوسرے ہاتھ میں لیا اور پیر کے سایہ میں جھک کر ستانے لگی۔

آزاد۔ ہم بھی ہمراہ رکاب ہیں۔ ہم تازہ گئے کہ نزاکت کے بار یہ ہلکا پھلکا برتن ہی پہاڑ ہو گیا۔ اشائے کی دیر جو۔ ذرا لب ہلاؤ تو ہاتھ بٹالون۔ قسم جو ایک قطرہ بھی یون۔ گو پیاس کی شرح سے کیلچہ نہ کو آتا ہو۔ دم کلا جاتا ہے اور چاہوں تو چین لان لیکن تمھارا دل دکھانا منظور نہیں۔ میں چاہے جان پر جانے افسوس یہ چہرہ نورانی اور یہ تاجہر بانی۔ اس ناظورہ طاؤس زیب دعا بد فریب نے پھل کی تن کو

بڑی کوشش سے اٹھایا اور پچانک کے اندر پور ہی رہا کی کہ نے ایک درو اگر گواز سے حسبِ حال ایک شعر پڑھا اور چپکے چپکے خود بھی پچانک میں بیٹے پائون اس گلزار کے نیچے نیچے گئے وہ رعنا شامل ایک کھلے کھلے چھوٹے سے بگھے میں جا بیٹھی میان آزاد ایک روش میں دیکھ رہے گو شیطان درغلالتا تھا کہ چکر زلف چلیپا کی بلالین بین گڑھ تھا کہ کہیں یہ کالی ناگنی دس نہ جائے اور تہذیب بھی مانع تھی جی بھر بھر مانع مگر قدم آگے نہیں بڑھتا تھا۔ ۵

انگ آیا ہوں نہایت خاطر عشاق سے
ہر گھڑی کہتی تھی چل ہر وقت کھاتی تھی ہان

اب اس فرخ بخش دد لکشا تمام مذمت التیام کا ذکر نہیں چوطرف کھائی کھدی ہوئی آٹھ آٹھ گز گہری سریت ارد گرد ہوئی ہوئی ایسی گھنی کہ چو پانک کا گدہ نہر کے اور وہ تیز کہ تلوار گرد۔ بڑا عالیشان محراب دار پچانک لگا ہوا ہو وہ جو ہر در ششم کی لکڑی کہ باید و شاید کیا ریان روز بھی جاتی تھیں۔ روشن بر سرخی کٹی تھی اشجار پر بہار گویا آسمان سے باتیں کرتے ہیں کہیں انار کی قطار۔ کہیں لکھوٹ کی بہار۔ ادھر انہ لذیذ دیشوں ادھر اورد حلوئے میدود۔ چکو تر دن اور دشاہیوں سے ہنسیاں پھٹی پڑتی تھیں۔ نارنگی۔ اور ٹھٹھے شاخوں پر اسے تھے۔ پھولوں کی بوباس۔ کہیں گل مٹھی کہیں گل عباس نوازی پھولی ہوئی چوطرف عالم نور ہے۔ ہر سمت لطف جو فروز ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا۔ ادھی ادھی گھٹا۔ کیلون کی چٹک جوہی کی بھینی جھک۔ کٹھے کی دھک کیل کی دھک وسط باغ میں ایک تین فٹ کا ادنیٰ پچا مرہج چوترا بنا ہوا اور ایک کونے میں چھوٹا سا خوشنا بنگلہ ہے۔ اگل بگل دو ایک سات مٹھری

مہرِ صفت رہتے ہیں۔ کوئی دخل کوئی ہرک بجاتا ہو۔ کوئی ذوق
کا تھکا لدا غم سے بٹا ہو اگلی نگر اپنے عزیزوں کو خوش
کرتا ہے لیکن وہ اسے اہل علم۔ واہ سے شریف زاد و جب
دیکھو گنجھ ہو رہا ہے ایک دو تین لالہ جو کو کھین رو سے جا رہا
برات ماشقان بر شاخ آہو۔ سات آٹھ نو۔ نو برا بر شوشت
دکھا دو۔ وہ تلخ۔ کیون سچ کنا کس قماش کی ہو جو نکالتے ہیں
اگلا ب آیا جو سوچ کندھ میں۔ اب کی افد نے چاہا تو دور سے
ہو نادری چڑھے تو بھول گئی دیکھیے۔ ہفتون مینون برین
بتوں ہی کی اکٹ پھر رہی۔ جب دیکھو ورق گوانی جیتے تو بٹاش
ور نہ پشانی۔ واہ سی نادانی بیسیون دور ہو گئے مگر طبیعت
منوئی۔ جو سر کی طرف بھک پڑے تو ٹکا کر دیا۔ بازی پر بازی
سہ اور بیخ اور شمش کے دون نگار ہے میں۔ آپس میں
گھر گھٹا گھٹ۔ مار دھاڑ لڑائی تکرار۔ رنگ بد رنگ کے پھین
عمر گنوائی پاسے پھینکتے پھینکتے ہاتھوں میں گھٹے پڑ گئے لاچار
ولا قوۃ۔ لکھنا پڑھنا چھوڑا۔ احباب سے ملنا ترک کیا۔
خط کتابت سے باقہ دھویا۔ جو پیدا کیا وہ سب کھو یا بطلان کتب
کا شوق۔ نہ اخبار مینی کا فلق۔ صبح و سر۔ شام و سر۔ ادھر
جو سر۔ ادھر جو سر۔ اتنی خیر۔ اور طعنہ کہ بنکار نے کو جو د
کہ ہم شریف ہیں تربیت یافتہ کادم بھرتے ہیں جو من دیکری
اور افعال ایسے قیوم و ذمہ۔ اُسے تو کوری کما رہی اچھے
کہ اپنے پیٹے اور اپنی تھوڑی سی عقل کے موافق دستی کی تھوڑی
کھالتے ہیں۔ مانا کہ انکے اشغال بھی تعریف کے لائق نہیں
ریشا بیل مردوں کا پھر یا اور نہ کر کر کنا نفرت انگریزوں
گر وہ منطقی فلسفی تو ہیں نہیں۔ تربیت یافتہ علم آشنا آپ تو
دون کی لیتے ہیں اور با اینہما لن ترانی دہی دھاک کے

تین بات وقت فرصت ہو اگلا ہے کہتا ہے جلتہ تہذیب
جائے کتب مفید مطالعہ کیجیے۔ لکھ یا تصانیف لطیف کی فکر
معتدل فرمائیے تو ہم کھین کہ تربیت یافتہ ہیں۔ یہ نہیں کہ
جو اربوں کی طرح تہذیب کی خواری کریں۔ پکڑو اور کھیل ملاو
کھیل سوا اور ساٹھا اور باغ دو کے سوا اور کچھ نہ کھئے اور
ہر شب کو بد برا گنجھے یا جو سر میں سرغزن کی۔

رنگے سیار

میان آزاد۔ زلف پریشان کی یاد میں رات بھر خواب پریشا
دیکھا ہے۔ ترشے خواب خرگوش سے بیدار ہوئے تو پھر
سینچر پائون پر سوار ہو گیا دو پہر تک بے آب و دانہ ہر دم خیال
وصل جانا۔ دو پہر ڈھلے ایک قصبہ میں پونے پیل کے
پیر کے سایہ میں بسر جایا۔ سبزہ بگائے کو اپنا مسکن بنایا۔
پیل کے دھالی دھالی بتوں کی رنگت پر جو نظریہ تو بڑا
رنگین ادا کا حسن برشتہ یاد آیا۔ کلیجے پر سائب لٹنے لگے
تھکے ماندے چلے آتے تھے۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کے جھونکوں
ذرا دل کو ڈھارس ہوئی پائون پھیلا کر بھی تالی تو دنیا و مافیہا کی
خبر نہیں۔ جب خوب نیند بھر سوچ کے تو ایک مرد آدمی نے بگھلایا
الا اللہ کراٹھ بیٹھے دشت کسی قدر دھو گئی تھی گریس کے
ماتے حلق میں کانٹے پڑ گئے تھے۔ سامنے انداز سے بر
ایک گلبدن سینہ عورت عجب نزاکت سے ہانی بھر رہی تھی
حضر شہی ہو گئے۔

آزاد۔ کیون نیک بنت میں اک ذرا سا پانی نہیں پلا تین
بھر نادو بھر جو تو لاؤ ہم بھر میں۔ تم بھی جیو ہم بھی بنیں۔
احسان ہوگا۔

کسی کوئی نہیں دیکھا تھا میں طلب حاصل ہو گیا۔

بیتن نے لاپچی لی اور اسی دھچک میں گئی۔ میان آزاد چپکے چپکے سب سن رہے تھے اب انھیں خوب ہی معلوم ہو گیا کہ شاہ جی رنگے سیار ہیں۔ آفتابے کا پانی تو انھوں نے پی لیا تھا اور شاہ صاحب نے مٹایا ہی کوا نکھ بند کرتے ہی میان آئے اور پانی پیکر پھر کسی ترکیب سے چل دیے۔ یہ سکر آزاد خوب کھلکھلا کر ہنس پڑے۔ شاہ جی کی باتوں سے ان کے دل پر نقش ہو گیا کہ بڑے ہی ذات شریف ہیں۔ اتنا بڑا جھوٹا دیکھا نہ سنا۔ ایسے بڑے دل آمد ہو گئے کہ انکی دھڑکتی ایک رانی پانچویں مہینے بچہ جن پڑی اس کذب پر خدا کی سنوار بھوٹ بھی تو کتنا اور علم شراق میں بھی حضور کو بڑا دخل ہی چشم بدور حق تو یوں ہو کہ جھوٹوں کے سردار ہیں گر پٹے بدھا ہے۔ تہ بند بانوہ کر شاہ جی بن گئے لگے بجے کوئی بیٹا انگتا ہے۔ کوئی تو یز کا خواستگار ہے کوئی کتار کو میرا خدمت جو او تو حق خدمت بجا لاؤں۔ کوئی کتا ہے کہ فلاں عمدہ دلواد بھیجے تو مٹھائی کھلاؤں۔ اتفاق وقت سے مطلب برآو شاہ صاحب کی چاندی ہے۔ ورنہ مجال کس کی کہ شکایت کا غلظ زبان تک لائے قدر ہو کہ میں زبان نہ مٹ جائے اندری دھاک۔ ہمت سے دشمن عقل ان بے ہوئے فیکر ان کے عام تر مویر میں پھنس جاتے ہیں۔ بعض بعض تو معاذ اللہ انھیں دوسرا خدا کہتے ہیں خدا ایسے خیالات فرخون سے چائے میان آزاد اس درویش حمر کی گفتگو سے سمجھ گئے تھے کہ پرہیز کھے خاک بھی نہیں ہیں ورنہ (ہم سب) اور (نامحرم) نہ کہتے۔ بھلا ان پر بھوکند کا نام تراش بھی کہیں مسلک خدا شناسی کے ناک ہو سکتے ہیں۔ اور غیب کی بات قیذاب باری فرما کر کہہ کر دینی جانتا ہی نہیں۔ شاہ جی چارے کیلکھا

جانتے تھے۔ یہ سب باتیں میں بمعیت الاعتقاد آدمی ایسے جہل نگاروں کے بھرون میں آئیں تو آئیں۔ ہم بھلا کب پھنسنے واسطہ ہیں۔ ای تو یہ یہاں مٹلی ہی سے فیکرون کے قابل ہوئے اور ان شاہ جی نے تو کذب کے پل بانوہ دیے۔ وہ بچاری عورت ناقص العقل دنیا کے حالات سے واقف نہیں جسکا جی چاہا بھکا دیا ہم ایسوں کو شاہ جی چکا دین تو ناگ کی راہ نکل جاؤں۔

میان آزاد کی کارستانی اور شاہ جی کی پریشانی

ہم سے کھلنا وقت سے برستی ایک دن

ورنہ ہم پھیریں گے رگوں کو عذر مستی ایک دن میان آزاد ایسے بنے ہوئے سدھا درنگے سیار فیکر ان کی قہر تک سے واقف تھے مٹا تار گئے کہ شاہ صاحب ایک ہی مرشد بڑے ہی رنگ باز ہیں سقرۃ ساوس دربر۔ اور عمامہ زرد بر سر گو کھون کو بچاںس بچاںس کر ہڈیا چڑھاتے ہیں اور پتھر فون کو اور بھی اُتو مٹاتے ہیں۔ ان پڑھ گنوار چنگ بے پروہ دھاتے ہیں سوچے کہ شاہ جی کی قرار واقعی مرمت کر دینی چاہیے اسے غرض شاہ صاحب نے ایک سات شفات چوتھے پرنگی بھجائی اور اُس پر دراز ہو کر مناجات پڑھنے لگے۔ مگر بڑھے لکھے تھے ہی نہیں صرف حلقے ہر دار مدار تھا۔ شین قات تک درست نہیں شاعری کا خوب دل کھو کر خون کیا اور ناپ شناب کہنے لگے۔

خدا یا جہاں بادشاہی تراست	مناظر باہ الی تراست
ہمان آفریدی بالادست	توئی آفرین بند ولاد کشت
توئی کاسمان ازین ساکتی	زمین مازان وزین ساکتی
نیائی زما جو میں بحر کردنی	دگر خفتی بار آپے خوردنی
دکانست باختر خندگی	خداوند ما لہ تو بنسنگی

کو عریان رہے تو سب کچھ ہی گر گئیں کا پتہ نہیں اس سچن کی
چال ڈھل اور طرز نشست سے اجنبیت برستی تھی۔ جیت
کئی کہ اس بلخ لطافت بار کے لیکن سلیقہ شعار کسان
چھپ رہے۔

بارغ ہے پر عجب ہے یہ روداد
نہ کہیں آدمی نہ آدم زاد

گل میں سب اپنی جہیز پر بوسے گل ہوں صبا کے توسن پر
ہو عجب لطف پر شکوہ دگل کہیں شبنو کھلی کہیں سنبل
انھوں نے دیکھا کہ وہ بت طراز سرمایہ ناز ظرف سہین زمین
نیک کر ایک نواز کی نازک پٹنگری پر سو رہی۔ اب تو ان کو خوب
موقع ملا آٹھے اور میوہ تر میں قدر چھی چاہا خوب چھک کر کھائے
اور اس ظرف سہین کو منہ سے لگا یا تو ایک ایک قطرہ پی گئے
اتنے میں پانوں کی آہٹ سنائی دی۔ میان آزاد جھٹ اگور کی
ٹٹی میں چھپ رہے مگر تاک لگائے بیٹھے ہیں کہ دیکھیں ہو کون۔
دیکھا تو چھانک کی جانب سے کوئی آہستہ آہستہ آ رہا تو قریب آیا
تو انھوں نے بغور نظر ڈالی۔ ایک کشیدہ قامت مجیم و شیم ڈنڈیل
چٹ لنگوٹ باندھے اکڑتا ایندڑا اس بگڑے کیڑے جاتا ہی کچھے
کہ کوئی پہلوان کشتی گیر اپنے اکھاڑے سے واپس آتا ہو قریب
آ یا تو یہ گمان دور ہو گیا۔ معلوم ہوا کہ کوئی شاہجی ہیں وہ
چٹ لنگوٹ جس سے پہلوان کا دھوکا ہوا تھا۔ نہ بند نکلا۔
شاہ صاحب سیدھے بنگلے میں داخل ہوئے سین کو پٹنگری
پر سوتا پایا ایک دفعہ ہی پٹنگ پر ہاتھ مار کر چلا اٹھے ڈانٹ حکم
موجود (وہ زن و عا سائل گھر اکڑ بیٹھی۔ ٹٹھے ہی قدم یہ
شاہجی نے فطرت شفقت سے اسکی جبین نورانی اور حسین
پیشانی پر بوسہ دیا اور ایک تپائی پر بیٹھ کر یوں تقریر

کرتے تھے۔

شاہجی۔ بیٹی۔ آج نکو ہا ہے سب سے بہت راہ دیکھنی پڑی
ایک گائون میں یہاں سے دس کوس پر راہ رہتا ہو مگر اتنی پڑ
کا ہو گیا اٹھنے اُسے روکا دیا نہ روکی۔ ایک دن مجھے بلوایا
میں کہیں کو جاتا آتا تو ہوں نہیں۔ وہ رانی کو لیکر آپ آیا تو رانی
پر گر پڑا۔ میں نے رانی کے سر پر ایک گلاب کا پھول بن دیا
دسے مارا یا پھرین ہی جینے اٹھنے روکا دیا راہ میرے
پاس دوڑا آتا تھا کہ میں راہ میں ملا۔ دیکھتے ہی مجھے پتہ چل
بٹھایا۔ کہتا ہے رو پیہ لو جا گیر لو۔ گائون لو۔ ہاتھی گھوڑے
لو۔ مگر میں کب مانتا ہوں۔ اس وقت بیچھا چھوٹا تم
پانی لائی ہو گی تو میں بھونک دوں گا۔ جس میں تم نامحرم
نہ رہو۔

سیتمن۔ میں آپکی لوندمی ہوں یہ کیا کم ہو کہ آپکی زیارت نصیب
ہوئی پانی وہ رکھا ہو آپ بھونک ڈالیں تو میں رخصت ہوں
یہ کہہ کر سیتمن اٹھی دیکھا تو طرف موجد مگر پانی ندارد این
یہ پانی کیا ہوا۔ زمین کھا گئی آسمان کھا گیا۔ ابھی پانی کھا
دیکھتے ہی دیکھتے اُڑ گیا۔ ہو ہو شاہ صاحب آپ کے پاس
میں جھوٹی بنی۔ میری بڑی کرکری ہوئی زمین بھٹ جائے
تو میں دھنس جاؤں۔ اے عجب خدا کا ایک بوند تک نہیں
اندھا جانتا ہے لبالب بھرا ہوا تھا۔

شاہجی۔ بتا ہی دوں۔ اچھا۔ اب جبین نو۔ مجھے اشراق
سے معلوم ہو گیا کہ تم آتی ہو۔ جب تم سو رہیں۔ تو میں نے
آکھ بند کی اور یہاں پہنچ گیا پانی پیا پھر آکھ بند کی اور
کے پاس پور ہا پھونک ڈالنے کی سوت گئی وقت تھی۔ میں
تو بھرا ایک میضہ برسات جاتی۔ اب تم بلا لائی ہو کہ کئی دھن دات کو

لیکن اب آپ نے یہ پناہ کھنڈا سیکھا کہ اس زرق جادو جلال
زہرہ مثال کو چھانسا اور اس سے کچھ انیٹھا چاہتے تھے وہ اس
زمانے میں میری منکوہ اور مطبوعہ بیوی تھی بے حساب یہ شہکار
چھوڑ کر دریا سے نکلے اور نہ تم ہو اور ہم۔ ابھی ابھی جیک
بناؤنگا اور بناج پناؤنگا۔ مغراسی میں ہی کہ اپنا کل حل ہو
کنڈہ راست براست بے کم و کاست کہ جلاوطن خود ہی جگت
میرا کچھ نہ ہائیگا شاہ جی نے شراب کی ترنگ میں مارے
ڈر کے اپنی پتی صاف صاف کہ سنائی جسکو ہم اپنی زبان میں
ادا کرتے ہیں ذرا کان دھر کر سنیے۔

شاہ جی - چودہ برس کے سن سے مجھے چوری کی تہ پڑی
وہ مشاقی ہم بوجھائی کہ آنکھ چمکی اور گھڑی اڑائی - خافض ہوا
اور ٹوپی بھسکائی - پہلے کچھ دن تو ٹیپا چور رہے - مگر یہ تو کرتی
بدیا ہی چند ہی روز میں چوروں کے ولی ہنگر بھگے سیندگانا
کوئی ہم سے سکھے - کند پر چڑھنا کوئی ہم سے سکھے چھت کی
کڑیوں میں یوں چپٹ رہوں جیسے تھپکلی - اُچک پھاند میں
بند میرے مقابلہ میں گرد میں - دبے پاؤں کو سونہل جاؤں
ممکن کیا کسی کو آہٹ معلوم ہو - شہر بھر کے بدعاش - اوباش
تھے پتے شہر سے - گر گئے - ہماری ٹکڑی میں شامل ہوئے
بڑے بڑے حاجن ساہوکار جھک کر سلام کرنے لگے عیس نے
سیکڑی کی فی - ٹکڑی چاکھار یا چٹڑھا ہوا اسکو سپدھانایا
خوب چوریان کرنے لگے - آج اسکا مال مارا بکل سکی چھت
کائی - برسوں کسی نواب کے گھر میں سیندوی - رفتہ رفتہ
ڈاکے مارنے لگے - سر ٹکڑوں پر روٹ مار شروع کر دی تھا نگ
میں دنیا بھر کے بیگمے جمع ہیں - ایک حالت یا ملین سڑی

چاند اُڑا رہے ہیں دوسری طرف چرس کے دم لگا رہے ہیں۔ گنا فاجہنگ ٹھہرے سب کا شغل جو تازہ اثر رہی ہیں شراب کی بوتلیں جینی ہوئی ہیں۔ گندھ کیون کے انبار لگے ہیں کھیاں بھین بھین کرتی ہیں۔ سب کو یہی فکر ہے کہ کسی کا مل تاکیں کوئی زردار کو رانہ بچ سکے داغی ضرور ہو ایک دن شامت اعمال سے ایک نواب صاحب ذی قدرت کے یہاں جو کرنے کا شوق چرایا۔ اُن کے خدمتگار کو ملایا۔ ملا چھو کو کچھ بٹایا۔ ایک بچے کے وقت گھر سے نکلتے۔ اسی محلے میں ایک مینے قبل مکان کرایہ پر لیا۔ اُسی مکان میں بیٹھے نواب کا یوں عالی شان کوئی پیاس ہی قدم کے فاصلے پر ہو گا تین آدمی دس قدم پر اور پانچ بیس قدم پر کھڑے ہوتے۔ ہم اور خدمتگار اور ایک چور ساتھ چلے کہ گھر میں دھنس پڑیں۔ قریب گئے تو دیکھا بھرو کیدار نے بکارا۔ کون۔ سن سے جان کل گئی۔ عمر بھر میں یہی خطا ہوئی کہ جو کیدار کو پہلے سے نہ ملایا۔ اب کیا کریں۔

مشتے کہ بعد از جنگ یاد آید ہر کلمہ خود باید زند۔ قہر در دیش بر جان در دیش۔ پھر جو کیدار نے لٹکا رکون آتا ہے ہم نے کہا ہم میں بھی (جو کیدار) ہم کی ایک ہی کمی ہم کا کچھ نام بھی ہے آخر کار ہم نے جو کیدار کو اُسی دم کچھ چٹا کر سینگ دی گھر میں سے تو دیکھتے کیا ہیں کہ نواب صاحب پلنگ پر سوتے ہیں اور اُنکی بیگم دوسرے پلنگ پر بڑا بے تازہ ہیں۔ مگر شمع روشن ہے اپنے ساتھی سے اشارہ کیا کہ شمع کو گل کر دے اتفاق وقت سے وہ ایسا گھبراہٹا کہ بڑے زور سے چھونک ماری۔ میں نے کہا خدا ہی غیر کرے ایسا ہنو کہ نواب جاگ اٹھیں۔ تو اپنے کے دینے پڑیں۔ اگلے بڑھ کے میں نے بھی کوئیل میں کھسکا دیا چلے چلے گل پگڑی غائب

شاہ جی اٹھے سوز و گداز سے لہر لہر کو حضرت خلی غوی علیہ السلام کے کلام میں نظام کا خون اپنی گردن پر سے رہے تھا کہ میان آزاد سے نہ رہا گیا رکھ دے ہی بول اٹھے کیا داشت تیری کمر اہی ابو شاہ جی جو کہ میں آئے۔ یہ آواز کس نے کہا۔ یہ عرب کون پیدا ہوئے۔ پچھتی کس نے کہی۔ ادھر ادھر دیدے بھاڑ بھاڑ کر دیکھا۔ مگر آدم نہ آدم زاد انسان نہ انسان کا سایہ۔ یا الہی کون ہوا۔ یا خدا کس نے تو کا بچے کہ یہ آسمانی ڈھیلا ہے۔ خدا کھڑی کو پچائے ڈپوک منیف الاعتقاد تو تھے ہی ڈوسے کہ کوئی بلا سے ناگہانی یا آفت آسمانی ہی۔ روئے شکر ہے ہوئے بدلہ حقرا گاہ تھا توں پھول گئے کشف کمال سب بھول گئے حواس بلا اجازت سپاؤ پر ہو رہے۔ ہوش فلا بازی کھانے لگے دفع بلا کی آئین پر بھنا شروع کیں۔ آخر میں آواز بلند چلا اٹھے کہ لیا منظر عجائب (ادھر یہ بول اٹھے) (نگی مع شاہ جی غائب) اب شاہ جی کی گھبراہٹ کا حال نہ پوچھئے کچھ چہرے پر مدنی بھاگتی چلا تو توہو نہیں بدن میں دم بخود۔ میان آزاد نے بھانپ لیا شاہ صاحب پر غیب چھا گیا۔ جھٹ نکل کر بتوں کو خوب پاؤں سے کھڑکھڑایا شاہ جی کانپ اٹھے کہ برتوں کا شکر کا شکر آن کھڑا ہوا اب گئے ہی گزرنے آزاد نے سخن داؤدی خاص اہل علم کے بعد میں ایک غزل بھی۔ گو شاہ جی صاف کے نام بھی نہیں جانتے تھے مگر رات خوب ہی بھگی تھی اور چاندنی نکھری تھی۔ بھاسے سردھو لوں کی بو بایں کو منتشر کر رہی تھی۔ آزاد نے ایسی سُر ملی آواز سے اس حقانی غزل کو گایا کہ کندہ تا تراش تک کو دھبایا۔ شاہ جی ہست ہو گئے۔ بکھے کہ کوئی دہریشی یا کمال آئے۔ ابو جان میں جان آئی۔ میان آزاد کے قدم پرے آنکھوں نے پیچھٹو ٹھوکی۔ شاہ جی اس وقت

دو آتش غریب آنکھ سے ہست تھے۔ فشت کے رنگ میں نیلا بندھ گیا کہ کوئی آسمان سے اترتا ہے۔ آزاد۔ کیستی داڑھی کا ہی رہا منت چکار سید۔ سکوت تاکے با اسک انت شیخ اسید۔ بلغنا المراد و نال العناد ملک الحمد والشکر یا ربنا۔ اصر ہیں باقی ہوس شاہ جی کے رہے سے حواس اور بھی غائب ہو گئے زبلن سمجھ میں نہ آئی بکھے کہ بیشک فرشتہ آسمان ہے۔ ہمارے روح قبض کرنے کو نازل ہوا ہے و انون فراتے کیا ہیں کہ میں علم سے ناخودم ہو گا۔ بھٹا نہیں ہو گا کہ آپ اس وقت کیا حکم دیتے ہیں ہم نے بہت گناہ کیے اب مات (مات) فراد کچھ دن اور جینے دو تو تو بہ کروں یہ ٹھگ بد یا چھوڑ دوں میں سمجھ گیا تھا کہ آپ فرشتے ہو روح قبض کرنے آئے ہو۔ آزاد۔ یہ پیرانہ سالی اور یہ بد اعمالی۔ یہ سن و سال اور چال ڈھال یا درکھ کہ قعر جہنم میں پڑے گا اور تار و تیغ میں جلا یا جائے گا سن فرشتہ آسمانی نہ ملک روحانی میں حکیم بنائیں کی روح پاک عالم ہوں حکیم ہوں خدا توں ہوں عجم ہوں ملکوت صفات ہوں صاحب طلسمات و تیرغبات ہوں۔ شہادت میں رستم سیستانی حکمت میں ارسطوے ثانی۔ مصوبی میں رشک بہزاد دانی۔ سکندر نامہ میں نظامی نے یہ شعر میری ہی شان میں کہا ہے۔ ۵

یہیناں فرزانہ را ہمیشہ شمس خواند

بزو یک جام جهان بین نشانہ

میری شریف و توصیف میں بڑے بڑے شعرا سے بلند پایہ سخن دان کو غلبہ طیب اللسان میں میرا مزاجی حکم بقلم تیرا جوتہ ہوا و جان تو ناپاک بہتا ہوا و شراب میں نہ تھا تا ہے

گیند بھکی بتائی کہ آئے حواس غائب ہو گئے۔ شراب کے نشہ نے
 سمندر وحشت پر ایک اور کوڑا بھایا کمزور کا سارا حال مہجور
 کہ سنایا۔ واثما چھاسہل نسخہ باقرا آیا۔ شاہ صاحب کی قلعی
 کھل گئی۔ سچ ہی ہر فرعون نے راموسے گاؤں بھر چرکھا یا تھا۔
 خوب دام تزدیر پھیلایا تھا۔ اب بچنے بچا۔ میان آزاد نے
 جب دیکھا کہ مارے بوکھلا ہٹ کے انکی جان پر بنائی ہو تو
 تشفی دی اور یوں بھایا۔ سنو شاہ جی سک سے سما اور تری
 شریاتک اپنا راج ہو لیکن ہماری بیعت لاؤ ہمیں اپنا پیر بناؤ
 تو چھوڑ دین اسوقت تو مزے سے پانوں پھیلا کر سور ہو کر تڑکے
 بگڑم گاؤں بھر میں غلطہ ڈال دو کہ ہمارے پیر قدس نے
 قدم رنجہ فرمایا ہے۔ مگر ہمارا سن دو سو گیارہ برس کا بتانا اور
 سب سے کہہ آنا کہ ابھی نام خدا سبزہ آغاز ہی اور جو ان طنازی
 معلوم ہوتے ہیں۔ شاہ جی کی ہاتھیں کھل گئیں کہ چلو کسی طرح
 جان تو بچے نور کے نشے کے تمام گاؤں میں اس سرے سے ہٹ
 سرے تک پکار آئے۔ کہ ہمارے پیر قدس نے ہمیں جسے بچنا ہو
 دیکھو۔ شاہ جی کی تو وہاں دھاک بندھی ہی تھی جب لوگوں
 نے سنا کہ انکے بھی دلی ٹھکرا آئے ہمیں تو شوق جزایا کہ زیارت
 کو چلیں دو دن اور دو رات میان آزاد نے کسی کو بخ تا بان
 نہ دکھایا۔ تیسرے دن فقیرانہ لباس پہن کر ہرے ہرے یون
 کے ٹھڈے ٹھڈے سائبے میں آن بیٹھے میان آزاد کا نام
 دنازک اندام حسین دہم ہیں تو تھے ہی شجونی نہ بخلا دیر میں
 نے آتش حسن کو ادب بھی بھر دیا دیکھتے کیا ہیں کہ پوچھتے ہی زن
 و غریب و امیر بڑا دیر زیارت کو آ رہے ہیں بھٹ کے بھٹ
 جمع ہندو و مسلمان کی عورتاں جو ان کو دیکھ کر ان کی آنکھوں
 سے خون ٹپکنے لگا۔ جو ان کم سن جادو جال زہر و مثال۔

شوخ و طناز خوش انداز سراپا ناز زیور سے مزین لباس
 گران بہار سے مشین چھا چھم کرتی چلی آتی ہیں دس دس کو سکا
 فینسون پر سوار بعد شوق زیارت کو آتی ہیں نگین طر حدار
 مہربان ساتھ بانگی اداسے فینس کے کونے پر ہاتھ۔ کوئی بٹھے
 ٹھٹھے سے ڈولی پر کوئی پیادہ پانچو کھلا ہوا ہے۔ میان آزاد نے
 دل ہی دل میں اُنکے درشا کو خوب صلواتیں سنائیں کہ فقیر اور
 باکمال کا نام سنتے ہی کیا بھٹ سے بھیج دیا۔ خدا کی مار۔ ان کو
 اتنی عقل بھی نہیں ہو کہ ذرا دل میں سوچیں کہ ہم بھتے کہاں ہیں
 انکی توبہ۔ انکی توبہ۔ میان آزاد نے نہایت جوش و خروش اور
 فصاحت و بلاغت کے ساتھ اشعار و آیات پڑھنا شروع کیں
 اور خوب ہی بنے۔ بھی و اللہ کیا بھر یا دھسان خلقت ہو میں نے
 پرے رنگ سے وہی خدا رسیدہ بن بیٹھا۔ دنیا بھر کے ٹکری
 فقیر کے لباس میں مال مارے ہیں۔ اور اکثر تہیت یافتہ تھا
 مسن تک اُنکے باکمال ہونے پر گنگا اور قرآن اُٹھاتے ہیں
 کوئی ذی عقل سمجھائے تو انکی آنیتیں گلے پڑیں۔

خیانت سے مکائد سے دغا سے
 خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے

صحبت ندان کا شام و مہوشان نازک اندام

گٹا کالی کالی جھنگل لال	گٹا کالی کالی جھنگل لال
گٹا اور بجلی میں گٹا چوٹ	گٹا اور بجلی میں گٹا چوٹ
گلستان عالم میں چھائی گٹا	گلستان عالم میں چھائی گٹا
سیہ ایرغرب سے ایسا لٹکا	سیہ ایرغرب سے ایسا لٹکا

آزاد خانہ برباد مستانہ دار چھوٹے چلے جاتے تھے کہ ایک
 کرے سے آواز آئی (اتنی ارج موری مان) ابھو ہر تھکا

بگم سچے سر پہانے دیو کا صندوق کھلتا سگر آوے
 ہم کو مالک زبانی کچا چٹا منی چکے تھے سگر کا جیوی کھٹکا
 فوراً صندوق کھٹکا اور دوسرے ساخی کو دیا کہ باہر ہو جائے
 پھر ایسا گھبراہٹ کیا کہ ایسے بولکھلا ہٹ کے کانپنے لگا اس کا زہری
 امارا کروم۔ دھماکے کی آواز سننے ہی فواب پر تک پڑے
 شہرچہ سر ہانے سے اٹھاپلنگ سے اٹھتیرے بل بند کر
 پھیکستی کے ہاتھ دکھانے لگے مین نے ایک چال کا ہاتھ دیا
 اور جھٹ کمرے سے نکل دیوار پر چڑھ چکا اڑے کو اور
 جو رچورچا رہا ہوا انا کے باہر وہ دونوں سر جھینے لگے تھے
 دھڑلے لگے۔ مگر واہ رے فواب دامد جری آئی ہی۔ دونوں
 کو گھیر لیا وہ تو جینی نہ گئے۔ بندہ تلوار بچا۔ اب ہم نے یہ پیشہ چھوڑا
 اور سفای کی ریکھ باندھی۔ ایک عینہ مین کئی خون کئے۔ پہلے
 ایک سوداگر کو گھر مین گھسکر چار پانی پر ڈھیر کر دیا۔ اور جھٹکا
 بجا سے باپ کی ہو گئی۔ پھر ریل پر ایک مالدار جو بہری کا گلا
 گھونٹ ڈالا اور جو اہرات صاف اڑا ایسے تیری دفعہ دو بجار
 سر اسے مین اترے تھے مین خبر ملی کہ اُنکے پاس سونے کی
 اینٹیں مین اُنکو سرا ہی مین انتہا فیض کرنا چاہا بھٹیاریں نے
 مین دیکھ لیا۔ غل بچا یا پکڑے گئے چالان ہوا مجسوریت سے
 قید خانہ دکھایا۔ وہاں اُنکو دن رہے تھے کہ نوین دن آزادی
 یاد آئی۔ حیات کو موع پاکر کمال کو ٹھہری کا دروازہ توڑا ایک
 کبھی جودار کا سر اینٹ سے پھوڑا پہرے کے کاشٹیل کو
 اسی بندگی سے شہید کیا۔ صاف نکل بھاگے۔ اب ہم سوچے
 کہ کوئی بنا پیشہ اختیار کریں۔ اس گائون مین آئے تو غیب
 شکر پڑے سے درویش باکمال بن گئے۔ فقیر مین کا مین
 بل کر ایک پورے چنے بستر چار پانچنے لگے تھک دیں

گائون کہ تھک کر کا پوکا پوکا ہوا۔ یہاں وہ سب تھک کر
 کہہ لگے ایک مل اٹھ کر ہاسے تھے پتے پادشاہ کر کے
 مین چہرے سے نور پرستہ کسی سے لیتے مین نہ دین
 ٹھکرے سننے ہی اپنے بھائی کو بھیجا ہم ساتھ گئے۔ چہرہ
 بشاش کہ آج بالا ہاسے باختر ہاؤز مین مین سے گزرے
 ہمارا ہونٹا تھا کہ سب اٹھ کھڑے ہوئے۔ ہم کسی سے
 ہوتے نہ جاسے (قدم درویشان رو بلا) یہ آواز بلند کر کے
 کے پاس بیٹھ گئے اور کچھ بڑا کر اٹھ کھڑے ہوئے دیکھا
 کہ لڑکے کا بڑا حلی ہے بچا حلی ہے تھا کہ قدموں پر گر پڑا
 ہم نے بیٹھ ٹھکی اور لمبے لمبے ڈگمگماتے چل دیے۔
 اُس دن حسن اتفاق سے ایک یورپین ڈاکٹر دورہ کرتے
 ہوئے اُس گائون مین آئے۔ اور اُنکے معالج سے مرض
 چھگا ہو گیا اب طبع دیکھیے کہ ڈاکٹر کا تو کوئی نام بھی نہیں
 لیتا سب ہماری تعریف کرتے مین۔ کوئی جیسے بنا تاہی کوئی
 خدار سیدہ کہتا ہے ٹھاکرے مین ایک باغی ہو نہزار رو رہ
 دیا۔ وہ ہم نے قبل دیکھا جو ان اللہ بھر تو ہوا بدھ گئی سب
 جو طرف ہم ہی ہم مین کوئی بیار ہو تو ہم پوچھے جائیں۔ کوئی کہے
 تو ہم بلائے جائیں۔ میان میو کی شکر بٹی مین ہم قاضی بنتے
 مین۔ باپ بیٹے کا جھگڑا ہم فیصل کرتے مین۔ صبح سے
 شام تک ڈائیون بڑا میان اور نعمتوں پر طیتیں ہمارے
 سانسے مین رہتی ہیں عورت مود غریب و امیر بر نادیر
 سب نصارت کو آتے مین۔ ہمارے آزاد مین بیابان
 پاکر مشرب حلی کو ہر خندا افر مغر و ممدت میان
 آزاد مین مین مین مین فونہ کی روح مین بیٹے۔ مین
 کیا کیا ٹھہرے مین۔ دھاروب دلا۔ مین مین

ایک آنگل بن فیض مکتوم سبحان اللہ چہ بلگرامی	پانچویں گنگوے عاشقان درکار شب جو شمش عشق ست لی ترک ادب
لیکن حضرات ہا وہ گسار اور عشاق زار کا وہان کال ہی گنگو فضل شاعر اکمل کی نکال ہی او وھر مین لکھنؤ کے جد چہ بلگرام ہی کا نمبر ہی۔	ہمارا اشعار و شمار ہو قیامانی طینت علی گوہر و راست کردار کا ہی عقیدت و حقیقت وجود و وحدت پر پختہ ہی ہم وحدت وجود کے قائل ہیں۔ رونے سے غرض نہ نماز سے سرو کار جو نقطہ وحدت
دوسرے۔ بندہ رئیس خجاب ہی جو تمام عالم میں انتخاب ہی	سے بجائے اسکی نجات ہی۔ ہم اُس واحد حقیقی کے افراد میں کسی وحدت
چہر خجاب انتخاب ہفت کشور نفسائے نشہ مستی ہوایش غبارش آب و رنگ چہرہ گل بہر جا سبزہ از خاکش دمیدہ خاکش سایہ پر ہائے بلبلیں بہر شہرش بتان گرم بازار	سے اس عالم افراد میں یہ کثرت ہی۔ سنو۔ یقین مانو وحدت میں کثرت اور کثرت میں وحدت ہی۔ عالم مشاہدہ میں ایک مثال اسکی دیتا ہوں جس سے اگر تم سمجھتے ہو کہ یہ مقولہ نظری ہے برہی ہو جائے۔ دیکھو ایک تخم خربزہ ہم نے بریا اُسے اپنی طبیعت سے اپنے کو ایک پردے اور چند پتوں میں ظاہر کیا۔ پھر بڑھتے بڑھتے چند عرصے میں اُسے اپنے تئیں پھر اپنی اُسی ذات خربزہ میں ظاہر کیا اور اُسی تخم میں اب دیکھو ایک تخم واحد نے جسمین وحدت ہی وحدت ہی کی قدر کثرت میں اپنے کو بتایا پھر وہی بیج کا بیج۔ چنانچہ ہمارے امام ہدایت اور پیوستہ رشادت نکتہ رس علی الاطلاق حکیم الاشراق مولوی صوری و معنوی قدس سرہ النخی و الجلی اپنی شہنوی میں اس مطلب کی طرف اشارہ بہ این اشعار فرماتے ہیں۔
تیسرے۔ خاکسار کا مسکن و مولد خطہ مینو سواد کشمیر حیرت نظیر ہی۔ جو باغ نیم سے بھی زیادہ دلچسپ و دلپذیر ہی۔ مغر از نیت پیر سب کو طرافت افزا۔ و اند عجیب گلزمین ہی با قدر کش ہشت بخت ہے۔	بشنواز نے چون حکایت میکند کز نستان تامل بریدہ اند نستان سے وہی وحدت حقیقی کا بن مراد جس سے کٹ کر ہم بانسریان ترانہ سنج ہیں۔
یہ سوختہ جانے کہ کبشیر درآید از بسکہ کند جذب طوبت خنجر آید این سب و این چشمہ این لارہ این گل بنگر کہ ز فیضش چہ شود گوشت آید	گر مرغ کباب است کہ باباں پڑد گر کاسہ چینی ز ہوا بر حجر آید آن شرح ندارد کہ بگنجا درآید جائیکہ خفت گردد آغا گرا آید
چوتھے۔ نسا رضوان بھی جس کا خوشہ چین ہے وہ ہیشک لکھنؤ کی سرزمین ہے	
سبحان اللہ کی لفظ تہود و خیر ہے۔ زبان اور طبع بیان کستانی اور ذہن و فانی اہل لکھنؤ کی خاصہ ہے جو شاعر و خطا ستان جو شاعر و خطا ستان	شب از سطرکے دلخوش باد ویرا چنان در جان میں سوزش ارطرا ہمیں کچھ ماکت و مجذوب سے مطلب نہیں ہم اپنی توانائی سے

<p>گویند بشت و حورو کو خرباشد و انجاسے ناب و شہر و شکر</p>	<p>غوری چو ہنجرہ نوید کی بہار نھی نھی نویدین۔ ابرو غریز نسیم حوی شک بیز تو کئے کا وقت اس صلیب خوش رنگ کے سننے ہی میلان آزاد سے اسی جگہ ایک کیاری میں بہرہ</p>
<p>شراب ایک ہو کو تری ہو کہ لندن کی اک اپنے واسطے زائد ملال کرتے ہیں</p>	<p>پھر آواز آئی (بیایا سے اتنی ارج موری مان) اہو ہو وہ وہ استاد تم تو اپنے وقت کے میان موری نکلتے۔ کیا تان سین کے قبر کے بیڑ میں ایک جی بھی باقی نہ رکھی جڑ سے ہنگامی</p>
<p>مگر بندہ محروم ہو۔ اب اس جلسہ احباب اولوالالباب باہر خا وے گسار بلا کوش ساغوش سرخوش و بد ہوش جنگیش و رش کی چل چل کا مال عبرت گل گوش ہوش سننے۔ فرار خود مع میدان میں ایک ایوان سپر لوہے۔ چو طرف سبزہ رویدہ کی ہمک اور گھما سے شک بیز کی ہمک۔ بقول غنایت احمد خرد آگاہ نمک ریزی سبز ہار و لشگری مرغان چین ناز ستار روے آب رو بار و قہقہہ تدر وان خوش رفتار و پاسے کو بی غزالان میناسم خنیاگری طاووسان حرص دم غرض کہ عجب لطفت بہار ہو۔ سرور بارچین کا چویدار ہی بستی کے باہر کوئی طر کے پٹے پر ہنسی کی ہر چار سمت جنگل اور رخ ہی۔ ایوان عائیشان کے چون پنج ایک سے سجائے کرے میں زمزم آراستہ اور محفل سرور پیراستہ ہو۔ چاندنی رہ صاف بھی ہے کہ چاندنی بھی شرمائے۔ اور ادھر کی گلابیان چینی ہونی ہیں صراحی گردن کشی کر رہی ہو۔ نعل آتشیں خالی جواہر ریح کے جام منتظر ہیں کہ لب سے لے۔ ہلے یا رط حدار میان آزاد نے کہا کہ حضرت ہم غریب الوطن آدمی ہیں۔ ہمیں شکر کا سے جلسہ کی مختصر کیفیت سے آگاہ کیجئے مالک مکان لولہ گٹھے کہ ہم سب اپنی اپنی تعریف آپ کہیں گے۔ درود و تلو پلنے دیجئے یہ کہ حضرت نے گردن شیشہ پانچ چوہاں کا در شراب لایا تھا اور ان کی مدد سے پلے گا۔ اب ہر زبان کا نہ سرور جا کہ سب سوخت ہو گئے</p>	<p>سب چٹ کر گئے۔ ہاں ذرا اپنے سروں میں پھڑپھڑے پھڑپھڑے (سیان بیایا سے اتنی ارج موری مان) لٹنے میں اس کمرے سے قہقہے کی آواز آئی۔ اور دس پانچ آدمیوں نے گردن نکال کر میان آزاد کو دیکھا کہ ایک تھامے میں دروازہ بچھے موجیں لے رہے ہیں۔ ایک۔ حضرت یہ فائدہ بے تکلف ہے بسم اللہ تشریف لائیے میان آزاد نے آؤ دیکھا نہ تاؤ دون سے کمرے میں داخل۔ السلام علیکم۔ دوسرا۔ وعلیکم السلام۔</p>
<p>تیسرا۔ وہ آئے گھر میں ہمارے خدا کی قدرت کبھی ہم انگو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں</p>	<p>چوتھا۔ بندہ نواز۔ ادھر تشریف رکھئے آپ تو کانٹوں میں گھسیٹے ہیں خیر۔ صدر ہر جا کہ شہید مدرست۔ پانچواں۔ گستاخی معاف۔ آپ کس طرقت میں ہیں آزاد۔ از غریب ہمیں نہ سوسن نہ کا فرم من رسم این دیار نہ ام مسافر چھٹا۔ کیلے بھی جا رہی دیکھا ہے۔ آزاد۔ اے حضرت یہ نہ پوچھیے۔ صبح الرزق ہوا و جام ہو۔ شراب شیراز ہو تو عمر دراز ہو۔</p>

میں سے ہے۔ یہ ہے۔
 حیات ان لوگوں کی زندگی کہ شہر باغی، ازلیلیں غافل، حریف زانے
 صحبت ازخاموشی است اگر با کسی اور آب روی تری در آتش آبی
 یہ شراب خانہ غراب نے لاکھوں گھر بٹائے۔ یہ ہزاروں تاجداروں
 کو گداسے بیٹھا بنائے۔ منہ لگائی اور منہ کی کھائی۔ ظلمت
 تاجروں کو اسٹے خاک میں ملا یا۔ مہاجروں کا دوا لہ لہے نکلوایا
 یا خدا دے یا خدا دے۔ ۵

از چوب تاک گویا خود در اسافت این مطرب
 کہ خوش مستان بیرون غمہ باز سازے آید

اُن یاران صادق و دوستان موافق یاران بادہ نوش و ہند
 سخاں عشرت کوش میں دن بھر تو وہ چہل پہل تھتھے اور چھپ
 رہے سر شام سے تلخ رنگ کی دھما چوڑی بھی سخاں بیچ میں
 جس کے درد دیوار سے صحرایت برستی تھی شامیانہ عیش کا شانہ
 بعد شمت شامانہ نصب ہوا یاران سر پہ بیٹھے رنگ ایا
 ساتے ہیں۔ مگر خان پری چہرہ شادیانے بچاتے ہیں۔ چلے پر
 تحاپ ہو۔ گھنچ رہی ہے۔ حاضرین جلسہ زیر و بم سے دانا
 چڑھاوا اُتار کے بکھے داسے خوش خوش خوش خوش گلو۔ کوئی
 تان نہیں بنا بیٹھا ہے کوئی۔ جو یاد لا گر دن سب کی بل رہی
 ہی لا لا۔ اہوا ہو ہو۔ واہ واہ۔ اسے سچاں اُتار دے
 قربان جادو کیا گلا ہو۔ یہ گلاب نگ توصیف و طنز تعریف
 ہر سمت بلند ہے۔ ایک بہت ہندار شوخ و شنگار نے یہ غزل
 محب طبع و اندازہ برنائی اور شان خود آرائی سے
 ادا کی۔ ۵

خدا جانے یہ اگر ایش کرے گی قتل کبریاں کو
 بلبلین ہوتا ہے شامانہ آنے کو یاد کرتے ہیں

آسپر کٹاؤتھے۔ سب بچو۔ بیوش۔ بچاؤ۔ بیل۔ بے ہوش
 سر و پا کی خبر نہیں ایک زند عالم سوڑا آزادہ غم بھی کے دلدادہ
 نے چوتھے کی فرمائش کی۔ کتنے بھر کی دیر بھی سارگی غضب
 دھاسے لگی اور بچھڑا بندہ یا لیکوود کی آواز خوش آنے لگی۔
 اندر مطرب کی ناخن بازی اور خوش الحانوں کی نازک بازی
 بیگردوں کی واہ واہ۔ الحمد۔ خدا کی پناہ۔ کسی سید جردہ شیریں
 حرکات نے خدیو مصر سخن واقف روز ہر فن عراقی آن جہان کی
 غزل گائی اور باغیوں ہاتھ داد پائی۔ ۵

منما و قلند ز دربار میں بنائی
 بطوان کعبہ رستم ز حرم ندا برآید
 کہ درانہ دور و دور ہم رہ رہ ہم پار پائی
 کہ بروں دھچک دی گدوں غنائی
 اور دیروں دم میں غزل ندا برآید
 کہ بیایا عراقی تو ز خانہ گلانی

اسکا مطلب تو وہی چار بکھے مگر تو بیان جو طرزا چھلنے لگیں مگر
 کاذب کے وقت جب پیہا بولنے لگا۔ اور سیم سوری شک و غم
 سے بھی ہوئی بہشتی لپٹیں لانے لگی تو کمرے کی فرمائش ہوئی
 زلفیں پریشان رست خوش الحان سب حاضرین جلسہ شادان
 فرحان مگر حضرت آزاد آزدہ و گریان۔ لا حول گویان یک اعتدالی
 اور بے عنوانی۔ بحر بچائی کی روانی و طغیانی و یکو کر کا دال میں
 فسق و فجور سے پھر گیا۔ چہرہ ماسے غصے کے لال بھبھکا بدن میں
 وحشہ۔ مزاج کبھی تو کبھی ماشہ۔ معلوم ہوتا ہی ایک دھوکہ چار کھانہ
 یا گھسن شی بتائینگے۔ چکت دیا ہی چاہتے ہیں۔ آٹھے ہاتھوں
 لیا ہی چاہتے ہیں۔ اتفاق سے اس ٹکٹے کی صحبت میں ایک اچھا
 صاحب کا بھی گذر ہوا تھا۔ اور وہ بیچا سے نکلے بھی تھے بیان
 آزاد کے بشرے سے تار لگے کہ اس صحبت سے حضرت بہت کچھ
 خاطر ہیں وہ بھی اُسے متفق ہوا سے تھے اندازہ دونوں میں
 سرگشی ہوئی۔

لگائے بیٹھے ہیں۔ فقہ و حدیث سے غرض نہیں۔

جام جم رکھتے طاق کسری پر | میرا چکر غریب سے بھرتے

بھلا انما انعموا لیسر جس من عمل الشیطان قرآن میں آیا ہو مگر

یہ ہم لوگوں کے واسطے نہیں ہو اچھا یہ صبح ہی صبح دانتھا

اکبر من نعمہا لیکن ہمارے پیر تقان اور ہادی ددران دیکھو کھر

جاتے ہیں۔

دوش از مسجد سو بجانہ آمد پیرا | حبیبیت یاران طریقت ازین پیرا

کامریان روکھو کعبہ چون آیم چلا | روکھو خانہ غار دارو پیرا

باقی رہا عذاب عقاب ہم چیم یہ نقطہ شرعی دھڑکا ۴۰۔

بہشت اک باغ ہو دوزخ بھی ایک شرعی دھڑکا ہی

چھتے کیا بادۂ گلگون سے سرور کیا دل کو

آباد رکھے داتا ساقی تری محفل کو

صوفی عالی مقام کو این جانب کا سلام حضرت آپ کی گھنگوے

عاشقانہ اور کلام صوفیانہ سے طبیعت کو سرور حاصل ہوا بیان

نہی دوزخ اور بہشت کو شرعی دھڑکا ہی سمجھتے ہیں۔

ہم کو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن

دل کے خوش کرے کو غالب خیال چھاپو

ان روزہ رکھنا اچھا ہے کشف رطوبات ہوتا ہے۔ عمل خام

و آتش لباس ہمارے مشرب زمانہ میں بھی جائز ہے۔

ساونین سے اگر بیا پید ملک الموت کہ جانم ہر د

بے دوسرے چھینا کشی روح رسید نہ ہم

واہ مولانا چوک گئے۔ مولوی معنی کے شعر کے معنی اچھے

حل کے۔

بہشتوں از دوزخوں حکایت می کنند

و سے مطلب بھی سمجھے خاک نہیں رہا ہی حضرت یہ چاندنی

و سے عبارت ہے چاندنی کی نوکی دلی تھنا ہو کہ لوگ ہر دم سے

منہ سے لگائے رہیں جب ہی کٹا ہو کہ۔

دزد جہانی ہاشکایت می کنند

انکھوین صوفی بیا کہ آئینہ صاف ست جام را

تا بنگری صفای موصل نسام را

لازدن پردہ زندان مست پر من

لیکن حال نیست صوفی عالی مقام را

یہ یاران سرپ کی بچک ہے۔ بیان زہاد اور صوفیان صافی کا

کیا کام۔ جام اور بادۂ گلغام کا ذکر چھڑے۔ یہ حقانی باتیں مر

کر کر اکیہ دیتی ہیں۔ دالہ دم جوم برٹے ہو قوت تھے۔ چہرہ خور کے

ہمیں مدد سے بھیجا اسپانگ بک بھی ہنوز نہ ختم کی تھی کہ ہم جاگ کھر

ہوے۔ سلیٹ کو کلوار کی بھی پرگرد رکھ خوب راسی اڑائی۔

انفرض صبح سے چار بجے تک ترزبانی اور شعر خوانی بادۂ انگور

عزیزوں کی چیلگونیان رہیں۔ لطیفے ہوا کیے۔ چار بجے کے بعد

حضرت آزاد نے زبان کھولی تو یہ سب بند ہو گئے۔

آزاد سے دن رات گھنگو ہے شراب و کباب کی

کیا سٹھ لگون نے یار کی صحبت خراب کی

اس صحبت اور مجلس پر خدائی مار۔ اور شراب خانے پر شیطان کی

بھکاری۔ لا حول و لا قوۃ۔ یار و اخلاق سیکو۔ آدمی بنو آدم کا

سہق لو منافع بنداجا و ابرار و مضار صحبت اشرار میں تیز کر د

یہ نہیں ترش کے سے بیٹھے تو بھور ہو گیا۔ شام تک سو

بیانہ دیخانہ کے کوئی چرچا ہی نہیں۔ ان بزدلوں کی صحبت

کے صدمے کہ اپنے باپ کو ہو قوت بناتے ہیں۔ گروہ

نکٹہ بیج میں۔ یہی تو انکی پوتنی ہے اتنی تو بہ۔ اتنی تو بہ

کیا اشغال فرخوت ہیں۔ خدا پناہ میں رکھے اور صحبت

جنگل اور چادریں شہر کے چاروں طرف پھیلنے لگیں۔ باغ و بہار بلند کیا۔
 نگار و آئینہ خوب چلو سیکڑہ کو ذوق | اچھوڑ دیکھیں فیض بہت بڑھ چکے
 ایک اور باد گھسارنے دیکھ کر وہ سب مری رہے ہم ہی چھڑی رہے
 جاتے ہیں فرمایا۔ ۵

فصل بہار آئی پیو پیو شراب | بس ہو چکی نماز مصلّا اٹھائے
 چلیے حضرت احمد میان پر احسان کر چکے۔ نماز پڑھی یا نہ پڑھی
 کر کے مستعد تو تھے۔ الاحمال بالنیات۔ پھر غوث کا ہی کا ہی اور بھی نماز
 پاس ایک ٹائین پاس بارہا ہو جائے۔ نماز ختم پڑھ لیں گے چلو
 پھٹی ہوئی میان اراد کی آنکھوں سے خون ٹپکنے لگا کہ یہ سوادا
 و جہنی الدنیا حضرت قاور ذوالجلال سے بھی نہیں چوکتا
 نماز میں بھی دل لگی عبادت میں مسخرہ ہیں۔ خاصے بچے ہیں یہ

ای نسق و بنور کار ہر روزہ ما | دیکھ کر حرام کا سد کو زہ ما
 ی خند و روزگار بھی کرید خلق | بر طاعت و بر نیاز و بر روزہ ما
 فواجہ۔ یہ دیکھئے وائے کہ یہ مرتد رحمت رب سے محروم ہیں
 پنے نور و نگے کھڑے ہوتے ہیں۔ یہ دیکھیے وائے کہ کون ہی
 ملی۔

زاو۔ بندہ پرور گستاخی معاف۔ یہ کیا کلام تو چھوڑیے آپ ایک
 بل بوتے ہیں تو تن سے بیٹھ کر یہ دیکھیے وائے کہ کون ہی غور کرے
 دیکھیے وائے کہ یہ سے خالی نہیں۔ یہ بڑی عادت ہو۔
 واجہ دیکھیے نہیں۔ تو بہت۔ مگر یہ دیکھیے وائے کہ ابھی
 قرہ کلام۔ گرو امداس جوڑ توڑ کے قربان ۳۶۵۔ کی بہت ہوئی
 جل میں ۳۶۵۔ ہی دن ہوتے ہیں۔

سایں احمد ہیں صحبت و زبان و اشام سے ایسے ناراض ہو کر بلا رحمت
 ایک گناہی حضرت ہی حضرت دیکھیے تو کسی نیسے تو کسی۔ دیکھیے
 دیکھیے کہ دیکھیے تو کتب کلاما جیہ دیکھیے کسی نہیں دیکھیے

برائت کی دھوم

ایک رئیس گردون مرادو امیر بلوچار کی ایک خیر خواہہ اختر تھی۔
 رئیس کو صوبہ کے حکو بہ ناز و نعم بالا۔ جب وہ کی کچھ سیانی ہوئی تو کسی
 شادی کی فکر پیدا ہوئی۔ بٹھے بٹھے نام پر آوردہ رؤسے ذوی الاقدار کے
 یہاں سے پیغام آنے لگے۔ دور دور تک اسکے حسن و جمال کی شہرت
 ہوئی آخر کار ایک رئیس الا تبار و جمہ اقتدار کے ساتھ نسبت قرابانی
 پھر کیا تھا طرفین سے تیاریاں ہونے لگیں۔ اشق کی سہولت فرمائش
 کی گئی چاہتا ہی سب جمع تھا لٹا وین۔ آنکھ بند کر کے خرچے لگیں ایک
 نے اسی ہزار روپیہ قرض یہ دوسرے نے قلعے کے کوٹے کیے ورنہ
 لنگوٹی میں بھاگ کھیلنے لگے۔ جوڑے بنے۔ خدنگاروں، ماموں، صلیو
 نوکروں چاکروں نے پیش ہوا جوڑے پھر کالے۔ خوب نام خلعت پابرات
 کے دن بٹھے کر دفر سے برات بھی گئی دونوں طرف خوب ٹھاٹھ تھے۔ ۵

الاس کھوان تھے بھاڑ خانوس | یان جلوہ فروش غنت طادس
 متا سب چاندانی کا دان فرش | یان جرنی سے چرخ میں سرخس
 گلگون تھا کسی کا باد رفتار | گل رنگ کسی کا تھا ہوا دار
 با تھی تھے توستیوں کی صحت بھی | لگوڑے تھے تو جاہلی کی لت بھی
 وہ ماہ کہ تھا سوار شہدینز | تھا بابر کا ب شوق بھی سبز

سب سے پہلے نشان کا با تھی شب بنگ مسرت صورت دیکھ کر اس نے
 اسکے بعد بڑی دور تک جلوس کی بہار اور ساندیوں کی قطار تھی عربی
 ترکی۔ تارسی۔ دیلا۔ کیپ۔ انواع و اقسام کے رہوار باد رفتار
 خوشنغم دینز گام ساز دار چٹے سجائے کسے کے سجائے چاندی کا
 پینے دھن کی ایسی صورت بنائے جھم جھم کرتے چمکتے جاتے ہیں آئینہ
 تحت کسے ستار مان چاکر سب کے سجائے کسے بطن جلوس دھوا کرتے
 تھے سلام ہو تھا گوارا دم کے بھول جھلے ہیں سو نہایا تو قتل کو قتل
 کر دیکھا یاد چاند بادن کا تخت قابل دید تھا کوئی تھے میں جہرم

خواجہ۔ یا حضرت مجرا عرض ہے۔

آزاد۔ سبحان اللہ۔ اے وقت تو خوش کدقت ماخوش کرکا
پریش سفید بکشت دہانزدہ انگشت۔ اور پشستہ قریب چیم
دستار اور یہ شعار کہنے لگے مجرا عرض ہی تسلیم آداب کو ریشہ کی
اسلام علیکم بالاسے طاق۔ تلخ رنگ کا ضلع حفظہ ہی۔ واہ کی
جگت بازی استغفر اللہ۔

خواجہ۔ قبلہ یہ دیکھئے دانشمندی کہ میں بھی گھبرا اٹھا۔ یہ بیانی دیکھی
نہیں جانی جو ہو مست۔ چہرہ رند خرابات۔ جو ہو چکریہ دیکھئے
ہی کہ آپ کے چہرے کی رنگت سے بھانپ لیا کاتنی محفل میں ایک
یہ ہمدرد میں۔ یہ دیکھئے دانشمندی کہ یار لوگوں نے ترکا کو یا اگر
آنکھ تک نہ چھپکی۔ ویدے بھاڑ کر دیکھو ہے میں۔

آزاد۔ جی ہاں اور ابھی کوئی نیک کام کرنے ہونے تو چراغ جلدی
سے پڑ رہے۔ ایک جوسکتا۔ مگر اس تھرکنے اور چپکے
قرآن کہ چار پر پٹھے ہی بیٹھے کاٹ دیے۔ اٹھا دوہرے تھنے تک کی
قسم ہی۔ ستم ستم ہی۔ ویدم مقام چلم چلم بھری جاتی ہی۔ خیرا دوسرا
مشکوہ دھوان دھارا ڈر رہا ہی۔ گلو ریوں پر گلو ریاں چلی آتی ہیں غل
کی شیشیاں نہ دھانی جاتی ہیں۔ سچ کون حضرت پہلے تو
آپ مجرا ایسا بجالا لے کہ میں سمجھا کہ آپ بھی اس چٹھی ہوئی محفل
کے چھٹے ہوئے ہیں مگر آپ تو بندے کے ہمدرد تھے۔

خواجہ۔ یہ دیکھئے دانشمندی کہ یہ جتنے حضرات نظر آتے ہیں سب
شراف کے صاحبزادے ہیں۔ نصف تو امر کے لوگ ہیں ڈال ٹٹی
سے خوش۔ باقی ماندہ محفل کا کفن کو یا میں مگر تا کہیں پر
جان بچتے ہیں۔ مگر میں فاقہ ہی۔ رمضان شریف در پیکر میں
ہر مینے مردوں کی طرح ارٹھے میں۔ ٹوپی ہی تو جو تا غائب غل
ہی تو ٹوپی ندارد۔ لیکن کرتے بکلتے ہیں۔ پڑھنا لکھنا لاشعش

سب کی دم میں تھا۔ نگاہی میں بھاگ کبھی رنگ کبھی رنگ
ہو یا اور بھاگ اور آزادوں کو دیکھئے دانشمندی کیا قطع بنائی کبھی
وضع بھائی چکے پاس کوئی کھانے کو نہیں وہ تحصیل علم سے بلور میں
تو مضامین ملدہ دگر لے کوئی اتنا تو پوچھے کہ کیوں بھی تم پر کون ایسی
سختی پڑی تھی کہ کالج چھوڑ بیٹھے عربی پڑھی نہ انگریزی۔ سوچی گری
کر دے یا انگریزی جگت بونے میں سب طاق میں۔ ابھی
کوئی ضلع بوسے دیکھئے دانشمندی کہ سب کے سب طوطی کی طرح چر رہے
ہوتے ہیں یا نہیں۔ ہاں ذرا چھیرے تو آپ کو دانشمندی ایک
نقرہ چست کر کے چپکے ہو رہے وہ برسوں تک بکے جائیں گے۔
آزاد۔ حضرت مجھے تو انکی صورت سے نفرت ہو گئی میں چلے تو
کھڑے کھڑے شہر بدر کرادوں ابھی صبح دم عبور دریاے مشور
کا حکم نافذ کروں یہ رنگ خاندان پیدا ہوئے ہیں۔

زنان باردار اسے مرد شیار	اگر وقت ولادت مار زائید
ازان بہتر بہ نزدیک خردمند	کہ فرزند ان ناہموار زائید

جلسہ برخواست تا بچاشت۔ وقت درد ہنگام کاشت۔ پاس
مرات نگاہداشت۔ یہ بنے کی صدا ایک کونے سے آئی بلبلان
بنچہ سنبھالا۔ دھاریوں نے پوریا بندھنا اٹھایا۔ جانب فریون ناراد
سے قدم بڑھایا مینج کی نوبت بجنے کی مرغنے بانگ نکالی شوائے کا
لکھنا اٹھائیں بجنے لگا۔ مؤذن نے مسجد میں اٹھ کر کنا شروع کیا

منشی جو ہاتھ میں لے کر قلم زر	لکھنے لگا نغسوی بوسعدی شکر
لے فرد شیب کو کیا خارج دقرا	منصوب ہو اعمال روزاخی جگر
مستابہ جاری تھا قلم درخشا	پردا پیر اخون کو طابری خا

سمع گل پر دی غائب۔ رند جھٹ سے جاننا پچھا انہار چھٹے
ایک شخص نے اپنے تریک کا بارھا کر دھکیں یا تو نہ کہ میں
دوسرے نے ایک کی کو پڑا بہت جلدی تو نہ کہ میں

لکھنؤ کا محرم الحرام

میلو میں بگڑے تر غم چلتے ہیں۔ خساروں پاشک شمع سان جھلتے ہیں۔ کیوں قریب غلامین رہتی ہو زیادہ۔ دل بھی تو جاعون کی طرح جلتے ہیں۔

میان آناد سیلابی ندی سرسپاٹے پر اودھار کھائے ہوئے۔ شہر نشی کی دھن جو سہلی تو ریل کے انجن کی طرح چل کھڑے تھے اور سب سے کہہ چل کے محرم لکھنؤ کا دکھ لین۔ دیکھتے کیا ہیں کھڑے شہریوں و شہنشاہ گھر بکاو میں گریہ و زاری۔ شکباری جم غفیر جمع کثیر۔ ایک جلتے تھ بول اٹھے اور کیوں ہو مجالس عزائی دھوم دھام ہے۔ لکھنؤ کا محرم الحرام ہو۔ لکھنؤ کی سوز غرائی لکھنؤ کی خوش بیاہی۔ لکھنؤ کی عزاداری لکھنؤ کی سوگاری از شام تا دم مشہور ہر روز و ہر دم ہے تعزیر خافون میں دھوم امام باڑوں میں ہجوم ہواوران سب میں صبیح آباد مبارک کالیدرنی انجوم ہواں کے ساتھ ان کے ایک دست بجا ہوئے تھے انکی بقاری کا حال کچھ نہ بوجھیں وہ لکھنؤ سے واقف نہ تھے لکھنؤ سے باتے ہیں کہ شہید کو ملا کا واسطہ آں مصطفیٰ کا صدقہ۔ میں لکھنؤ کا محرم دکھا دو۔ مگر کوئی جگہ چھوٹے نہ پائے۔ ایک شخص نے ایک کاسرو بھینچ کر کہا کہ میان اب وہ لکھنؤ کمان۔ وہ لوگ کمان۔ وہ دل کمان لکھنؤ کا محرم رنگیلے پیا جان عالم کے وقت میں دیکھتا تو ارنی گئے وہ طرحی غش کر جاتا بالکون کی ہمیشہ دو پیکر جب پکھو میان سے ہوا گل باہر کسی نے ذرا تکی چتون کی اور انھوں نے کھٹک سردی کا تالا ہوا پتھر پڑا بھٹا کھل گیا۔ ایک ایک گھنٹوں میں میں میں مائے جنگیوں کی خبر آئی تھی دکاندار جو میان چھوڑ چھوڑ کر شکرتا تھے وہ دھکم دھکا وہ پھیر پھڑکا ہوتا تھا کہ دادی وہ انتظام کرنا خالہ جی کا لکھ رہا تھا۔ اب کوئی چلن بھی نہیں کرتا دنی ادنی آدمی ہزاروں لکھاتا تھا۔ اب کوئی بھی نہ دیکھیں نہیں کا کا اب اس میں ہیں وہ دیر

فیس میں شہر غریب نہ دیکھ رہے۔

پنوں جھانک دست کی کیا دیکھیں۔ میں ٹائی ہے کیا بگل ہونا نہ سکے۔ تھکنا نفل جسے دیکھی نہ خزان۔ وہ کوئی لکھ جہر جان سکے۔

دیر ہوور کی تربت کو خدا عزیز کرے۔ وہ خدا سے سخن تھا سر ہرے۔ جب قتل دین بھلا جاہر سکے۔ گویا کہ زبان کلید گنجینہ سے ایک ہی رباعی پڑھی اور سامعین جا رہے بھرت میں غرق ہو گئے۔

اللہ اللہ یہ نصاحت یہ بلاغت۔

دراچ امیر ابن امیر آتا ہے۔ دربار میں شاہوکی غیر آتا ہے۔ شتاق سخن خلق چلی آتی ہے۔ لومر تیرے پڑھنے کو دیر آتا ہے۔

اور اسے مغفور کو خدا بخشے با اللہ اعظم کلام کیا جواہرات کے ٹکڑے۔ قند و نبات کے ریزے نور کے مرثیہ میں۔

جوہر شناس ہو تو انھیں موتوں میں تول

فضی سے خطہ پاک ایران تک کہتے ہیں کہ کجا انیس کجا فردوسی کجا گز مرصع کجا شال طوسی بزم میں وہ دھنگ رزم میں وہ رنگ کہہ۔

مضمون انیس کا نہ جبریا کرتا۔ آزا بھی تو کچھ بگرد کے نقش اُترا۔ نقاش نے سوط کی خفت کھینچی۔ تصویر نہ کھینچ سکی تو چہر اُترا۔

لیکن باہمی لئے گا بھی تو کمان تک اب بھی اس شہر کی سی عزاداری بہشت اقلیم میں نہیں ہوتی۔ اب کیسے کمان کی سدھیاں بن غنیمت اشرف۔ کہلا کا نہیں۔ میر باقر کے امام باٹے۔ چویشان۔ جہان جلو داخل منات ہو۔ واللہ بہشت کی بھی کیا سیدھی راہ ہے۔

در بار حباب مصطفیٰ کو دیکھا۔ ان آنکھوں سے شان کبریا کو دکھا۔ فردوس میں پونچے جو بعد میں پونچا۔ جنت دیکھی جو کہلا کو دیکھا۔

رنگ بیان مناتے پوندے چلے جاتے تھے راہ میں وہ جہیزہ کی لک کہ عیساؑ دا باللہ شانے سے شانہ پھلتا تھا۔ ہوا جب بدخالی بھرہ کہیں گندہ پائے تو ضیق نفس ہو جائے بانگے ترجمہ دیکھے قاتل خود کو۔

پاکس غریب امیر بزاویر اٹھے چلے آتے ہیں۔ جہر کھوڑا لکھی

راہ کوئی کوئی کوئی رہا ہی۔ کوئی گریست تھا ہے نہیں ہی۔ کوئی کنارا
 پوچھا ہی نہیں چاندو خانہ کی تصویر کھینچی خبر نہ کاتلی کاغذ
 برس منڈل دیکھنے سے دلوں سرور ہوتا تھا سوار کاغذ تم
 ڈھاتا تھا سوار خاکی دریاں پہنے کچ نکاسے ٹکڑے کی باگ
 اٹھائے دعا دلا بولا ہی چاہتے ہیں۔ قدم قدم پر آتش بازی چوٹ
 رہی ہی نار آسمان کی خبر لاتے ہیں پچھڑی کی تعریف میں اچھے
 اچھے آتش زبانون کی زبان لال ہی چرخ کا بیج دیکھ کر عقل حرج
 تھی۔ کامل فن آتش بازوں نے بڑی دلسوزی سے آتش بازی بنائی
 تھی انار سے تختہ نہ مریں نظر آتا تھا۔ باجے والوں کی جماعت ہل
 کی دھوم۔ تماشا گاہوں کا ہجوم۔ گودنکی لال لال وردیوں سے
 اگل لال کھلا تھا۔ تلنگونکی کالی کالی کرتوں سے حارسہ نکاسے کا لٹکا
 ایک سمت چوہدار عسائے تقری نے بگڑیاں جمائے گھوم رہے تھے
 دوسرے سمت خاص بردار رنگین جھنڈیاں اٹھائے پھرتے تھے
 رئیس شریف حامد لا تعداد غیر محدود تھے جملہ سامان لطیف مذاق
 موجود تھے۔ نوشہ حسین جیسے خلعت پیش بہار زیب تن کیے بعد
 و دبدب بگلوں خوش عنان پر سوار تھا گھوڑا ایسا شالیتہ کو دودھ شیا
 بچہ تک سوار مچائے۔ پائون کی منھدی نے دلہن بنا دیا تھا۔ سہ

اسپت کہ خازن کی تن اوست کوہیت کہ لالہ زار و دامن اوست
 زنی غلط کہ آسمان دگرست در رنگ حنا شفق بہر بہر اوست
 نوشہ کے ٹکڑے کے بعد کئی نا تھی تھے مکنادراک دتا اور دم کتا
 اور پاٹھا۔ اپنر دست و دل بارہ بارہ چودہ چودہ برس کے رشکے سوار
 بیٹھے تھے پر ہی مگر نظر کر دن بر ہی۔ دو دو چرخیں رٹتے چلتے آتے
 ہیں انھیں خوب چکر کھرا دے سوتوں کو جگا کر بات دھن کے مکان سے
 تھوڑی ہی دیر پہلی کہ آتش بازی سے ایک اٹھی بھر کا دوسرے
 اسکا ساتھ دیا۔ نیلہ بان لاکھ تیرہ ہیں کرتا ہی۔ آکس ہلکے گاہ

لکڑہری دھندل ایک بین سنتے تھیں اٹھی پکا لڑک بھیا
 گیل گئی۔ ایک ہنسا خدو الایس گیا۔ اس جکانین نہ دہلا
 ہر گیس گھڑا ہٹ اور بھاسی سے ہندو میں آدمی زخمی تھے
 نعر من آرائش لٹنے لگی لڑو ہو گیا۔ برقدار دن کی ایک نہیں جلتی
 آدھے تخت لٹ گئے چوٹو بیان اتر گئیں۔ تین لوگوں کا زیور
 اچکوتی نے پھیلا دیا ایک کا کان کٹ گیا۔ جلوناک تو بچی مبارک
 باسے خدا خدا کر کے دھن کے مکان پر رات ہوئی۔ سہ

در تک جو رات ادھر سے آئی	کی سب نے ادھر سے بیٹھ لی
باران گلاب و بارش گل	ہو کر بڑھے آگے باجمل
قلیان پہے مشکبود و حوران	برٹے چکے پان کے مزے دار
جب عقد کی آغی ساعت آئی	دورشتوں میں اک گرہ لگائی
زلفین ہوئیں ہیر سے کی ہلاہل	ٹونا وہ نگاہیں سحر آگین

میان آزاد گھنٹوں یہ کیفیت چپکے چپکے دیکھا کیے اور یہ سوچنے لگے
 کہ ہقدر زند کثیر بیوج بلا سب مفت یکا ضلع ہوا اور ہزاروں
 روپیہ غارت کیے اگر ہی زلفیہ امور فاد عام اور فادہ انام میں
 صرف ہوتا تو سبحان اللہ۔ افسوس صد افسوس کہ ہندی اس
 آرائش پر لٹو ہیں۔ ہم نے کہیں سنا ہی نہیں کہ اس فضول
 دھوم دھام سے کسی ملک کو فائدہ پہنچا ہو۔ سہ

ادبار کا کھکا حشم و جاد میں ہی	بھاگو بھاگو کہ خداس راہ میں ہی
جاگو جاگو یہ خواب فطرت کیسا	دیکھ دیکھو اہل کینگاہ میں ہی

یہ تھکے کی برائیں یہ صوم یہ صوم مذموم دنیا گیر حسرت خیر میں
 اہل ہندان ہی کے ہاتھ بک گئے ہیں۔ وہ ہی کہ بڑا عجب سمجھتے ہیں
 کہ تمام عمر کی آمدنی ایک رات کی بندہ کر دیں۔ دنگری کی عدا
 اس کے بعد حال تباہ عیاذاً باللہ۔ شادی کو غم سے مہلک لگا
 دانا کی ہلاکت جو صحت کرانی اور یہ نظریہ نہیں جانتے

رہیں زادے عزیز مصاحبت کر رہے ہیں۔ ایک بڑے اداوار
 جو ہری صاحب شکتے ہوئے آئے۔ دس روپے کی کارچوں ٹپنی
 زیب سرفاسی اطلس کا فٹو بھرک دکھ زیب برسنہری میں ٹکی
 ہوئی یکنگ جوڑا خلع سے مرغ زرین بنے ہوئے۔ خدمتگار کے
 کانرے پر زنگاری دو شاہ۔ بد وضع یہ قلع۔ گریختے ہی ٹوکے
 گئے بیٹھے تو مززع کی طرف پشت کر کے صاحب خانہ نے ایک
 عجیب ادا۔ سے دربار سے جھڑک دیا۔ ادا وہ بڑے خوش قیصر ہو
 ضریع مبارک کی طرف پشت سیدھے بیٹھے ادیت کے ساتھ
 جوہری۔ ماجلا (معاذ اللہ) بوی مجھے بیٹھ نہیں آتا۔
 میان آزاد نے چپکے سے دوست کے کان میں کہا لاٹو
 اسے میان یہ باغیہ غم غم گھر کے گئے اور ذرا چین چین ہو
 پیشانی پر شکن تک نہ آئی۔

دوست سجائی جان۔ گوہر جان لکھنؤ شان لکھنؤ آن بان لکھنؤ
 روح روان لکھنؤ ہو رگ رگ میں شوخی۔ ۵

قد قامت آفت کا شکر دنام | اقامت کرے جسکو جھاک کر سلام
 ایسا خوش قسمت کوئی ہو تو ہے کہ اس بت عربہ جو کی گھر کی ہے
 حاضرین ادب گردن جھکائے بیٹھے ہیں جسے دیکھو دزدیدہ نگاہ
 سے محتاط بازی ہی لیکن رعش حسن سے بات کرتے کلیجہ لڑتا ہے
 غرض حسن اجازت گزرا دای گل | کہ پرستے مہنی عند سبب شیدا
 میان سے درد کیر طبع اٹھنے تو فزنی محل میں حیدر جان کے بیان پہنچے
 کچھ خیمہ سے جو ہتھیار لگائے عبا | پڑھ کے رہا رہ پیدائیں آئے عباس
 اس سوز کو ایسی نازک آواری سے ساز گسکی مانجھ میں ادا کیا کہ
 نسائیں لوٹن کو تر ہوئے جاتے تھے۔ رگ اور اگنی تو سبکی
 فزونی کا نام ہوا وہ ہو ہو ہو کی صدا ہر در و دیوار سے بلند تھی۔
 وہ کھینچا لایا یا ہی۔ میان آزاد کی دیکھیں کھلی جاتی تھیں اور

گردن تو گھڑی کا کھٹکا ہو گئی تھی۔

اب بھڑک کر بی بی بھوشری کے کمرے پر ہو چکے مکی غافل کی
 جادو طرازی مکی خوش بیانی مکی طرز سوز غانی کی دھوم ہے
 ارباب صافی مذاق کا وہ ہجوم ہو کہ تل رکھنے کی جگہ نہیں۔ ۵

خنجر جو بوسہ گاہ چیمبر پہ چل گیا

ہسکو چھوٹی کی دھن من اس لطف سے بڑھا کہ سامعین سر دھتے گئے
 دوست۔ کیوں یا کیا لکھنؤ میں زیور پہننے کی قسم ہے۔
 آزاد۔ لاول دلا تو ہم بالکل ہی گنوار ہو۔ ماتم میں زیور کا کیا
 گوئے گوئے کانوں میں کائے کائے کرن پھول۔ ماتم میں
 سیاہ سیلی بس کافی ہوئے

سیاہ سیلی بدست آن لگا سے | بشاخ صندلی پیچیدہ مائے

لیکن یہ سادگی بھی عجیب لطف دکھاتی ہو چلیے ذرا مجالس اکاذیب
 ڈھنگ بھی تو دیکھیں۔ نواب باقر حسین خان بہادر ارد داروغہ
 میر واجد علی صاحب مرحوم اور جناب سید العالمہ سر شریع و دیندار
 سید براہیم صاحب اور جناب غا علی خاں صاحب سابق ناظم کی
 مجلسوں میں گئے۔ ماتم داران جناب سید الشہداء علیہ تعظیہ و
 اور زائرین صاحب خاص آل عبا کی اشکباری اور گریہ و زاری
 یقین کامل ہو گیا کہ ماتم داری لکھنؤ پر ختم ہے۔ عاشور کی رات
 تو خیر کا دن تھا۔ آزاد نے لکھنؤ کے محرم کا خوب لطف اٹھایا۔

الوداع ای اشکبار والوداع | آخری یہ شب ہی یار والوداع

عشرہ ماہ عزاکا ختم ہے | سر کو بیٹو اور پکارو الوداع

جبر جاتے ہیں آواز گریہ و زاری جسے دیکھتے ہیں صرخت اشکباری
 رات تو زیارت میں بسر ہوئی۔ ۵

پیدا شعاع مہر کی مفرض جیگنی | پیمان درازی برطاؤں سبکی

اور قلع زینت یلی زیرہ قتبانی | جبر جاتے تھے سوجا کھجانی

مومن پاک مثل کعبہ سیاہ پوش۔ کوئی نام حسین میں رہنے سہا جاتا
 ہے کوئی ملک پوشان ہشت کی طرح ہر اہل جہان پر کار کا ہوا حسینان جبرین
 اور جبینان قوس ابرو کی ستانہ چال اتنی پوشاک کھرے ہوئے
 بال۔ واہ واہ ناز۔ وہ نگاہ غلط انداز وہ چھپ چھپ کر کتر اجاتا
 کبھی بچانا کبھی مسکراتا بیگنوں کی سوسوچک پھیر پان تیا شایہ کی
 زور آزمایان عاشق تنوں کی گھاتین۔ رزم و کنایہ کی باتیں بیان
 گنوارین منیدی لگائے پھر یا پھر کائے گوند سے پشیمان جگائے
 حیرت سے باہم چہ میگویان کر رہی ہیں۔ ۵

سنہ الامحی چکنی ڈلی ہیشک کی زبان جس میں آباد سہاک میں چھپ
 سبحان اللہ سبحان اللہ یہ امام باڑہ ہی یا روضہ جنوں۔ انہی نے
 مکان ہی یا بیخ جنان۔ ہر درویش اور سے محمد علی شاہ فردوس لڑکا
 کا نام ہر دشن ہی۔ امام باڑہ سجا سجا یا دھن کا ایسا جو بن ہی۔ برجن
 خیل سے ہوئے۔ تو مار نور علی نور حیرت علی کہ یہ کوہ نور ہی یا شہ
 طور ہے۔ سرخ قندیل پر باقوت احمد میر اکھائے۔ چراغان کی تھار
 پر مہتاب پروانہ ہو جائے پھر نہ مصفا و نظر آئی تو آنکھوں نے
 عجب طراوت پائی۔ ۵

ازدی دیدی تنگ دکھا بتا ہے | یکند بلین جوشکت میں پیران
 حسین آباد پھر پھر ہی بیکند | ہر ہویان دیا لکرن کے گھران
 پیچھے آغا باقر کے امام ہائے میں کھٹ سے داخل۔ اور ہر ہر
 کی قدر محکم نظر آتی ہے۔ وہ میان باقر کیون نہو۔ نام کر گئے چکا
 کا عالم ہی لیکن گلی تنگ تماشا یون کی عقل دنگ۔ ۶۔ جاے
 تنگ ست مردمان بسیار | مگر خلقت گھس پیچ کر دیکھ ہی آتی جو
 ناک ٹوٹے یا سر پھوٹے آغا باقر کا امام باڑہ ضرور دیکھیں گے وہا
 جو طرارہ بھرا تو کچے پل پور پئے۔ دیکھتے کیا ہیں کہ ایک پیر فروت
 دقیا لونس کے محضر بیٹھے لگے وقتوں کے لوگوں کو روز رہے ہیں
 داند لکھنؤ کے کہار بڑے نادرہ کار میں ایسا بٹھا بنایا کہ معلوم ہوتا
 ہے پر پے منہ سے اب بولا اور اب بولا وہی سن کے سے بال۔ ہی
 فید بھیڑیں۔ وہی ہون وہی پیانی کی شکں وہی ہاتھوں کی ٹھہریان۔
 وہی کریم وہی سینہ کھکا ہوا۔ واہ سے کاریگر۔ تو ہی اپنے فن میں
 یکتا ہی۔ اور تیرا بھو اتوا قدری اللہ۔ وہاں سے جو چلے تو دار و درمیر
 و اجد علی صاحب مرحوم کے امام باڑہ میں گئے۔ یہاں سونے کھی پر
 وہ جو بن تھا کہ کتابا کر ایک نظر چھپا کر وہ نور چکا بناتا تو ایسے غیر
 ہر طرات میں غوطہ کھاتا بے تکلف کر سونے جادوئے ابکاراں

منور ہجو چشم تیز بینان | مصفا چون دل غلوت گزینان
 رسیدہ عمتی اوتاگا دماہی | نودہ ہجو مینک در سیاہی
 بے کسب طافت آب حیوان | درو کشتہ جودہ از تہ نشیدان
 بتوں کی گلی چھوڑ کر کون جاوے |
 یہیں سے ہی کعبہ کو سجدہ ہمارا |
 اب انکے دوست کو شوق چرایا کہ ارباب نشاط کے امام باڑوں
 کی زیارت کریں پہلے تو میان آزاد چھپکے۔ اوی حضرت خدا خدا
 کیجیے بندہ ایسی جگہ نہ جانے کا اپنی وضع کے خلاف ہی۔
 دوست۔ بھئی داند کتنے رد کھے پھیکے آدمی ہوا ہے میان
 کی ناز آؤزی مشری کی جادو طرازی۔ گوہر کی چمک دکھا دکھا
 کے رخ انور کی جھلک سے کانون کو سرد آکھوں کو نور حاصل
 ہوا تو لکھنؤ کا محرم کیا خاک دیکھا اور پیر و مرشد خدا اور خدا کا
 رسول آگاہ ہے کہ انھیں دس دن توڑے سے جہان چاہیے
 جائے رنگین کروں پردہ گال نہیں بول آئیے بچے اور بوڑھے
 سب پہنچتے ہیں۔ مضمون واحد ہی۔
 آزاد۔ یہ کیئے تو غیر۔ چلیے بندہ بھی مول کر شیر زمین داخل
 پہلے گوہر کے یہاں پہنچے احمد مدد ملے خوش بریں پری۔ اچھے

وہ دھرم دھڑ دھوب میں ملے جس مرگ پر چلتے ہیں
وہ میری طرف بارہا آتے ہیں۔ جی تمنا شا۔ ہر وقت حضرت آزاد
آپ میری طرف کھنکھاتی اور گلی اندام ہوا کیون کو دل سے دعا ہی
اور ہندوستان کے ادب پر لا حول پڑھتے ہوئے گھر آئے۔

امیر زادوں کو فکر معاش اور نوکری کی تلاش

<p>ساقیا مولا کے ٹھلایا ہے ساقیا تجھ سے اتجا یہ ہے کھول کر اک ذری پلا فیون نظ انٹایا بہت مسہری کا</p>	<p>سو ندھی مٹی کی بھر کے کلیا د سجیلو جھمے تو مدعا یہ ہے تا کہ پھر نشے میں گٹھے مضمون اب تماشا دکھا کچھری کا</p>
--	---

میان آزاد صبح منہ اندھیرے تارون کی چھاؤں میں
بستر راحت سے اٹھے عادل میں ٹھان لی چلو بھی اور دھڑک
دھڑک میرے پاٹے کئے اب ذری عدالت اور کچری کی بھی دھڑکی
سیر کر آئیں۔ پہنچے تو دیکھتے کیا ہیں کہ ایک حق ووق بارغ ہو
سہانی چھاؤں میں میلا سامع ہے۔ کوئی علوانی سے نہ تھی بھی
ایتن کتاب۔ کہیں خراپے والا بیٹھا ہو (گلابی علوان سہن) وار
تھے ایک سمت تانے کھاتے ہیں وہ شراق کہ واہ واہ میں آ
تا یہ آوہ آ۔ آدمیوں کا تاننا لگا ہوا ہے بیسیوں منشی قسیدی
ٹائیوں پر بیٹھے عرضیاں لکھ رہے ہیں۔ مستفیض ہیں کہ
ایک ایک کے پاس دس دس جھڑکیے بیٹھے قانون چھا
ہے میں (ارے منشی بیو کا انٹ سنٹ جگھٹیاں سی کہا
ہو۔ ہم تو آپن مجوں بناوت ہیں آدم اپنے اٹھالی جانوں
لگے جو رات ہوئے مور منشی بھی تنگ اس سوچ چار کر
لکھو تا کہ پھر یک ثانی کیا کہ نہ ڈھسے جالے تو بار
و نہ نہ ہو دوسری کہا اوہے لید) یہ زبان سننے ہی میں
نہہ میں شبہ کہہ کر کہ میں ہی کیلئے سہانی قسیدی

ہنس مانی اسی کو کہنے ہی پہنے نظر آتے ہیں۔ دکلا اور دھڑا
 سٹھنے مقدمے چکار ہے میں ہیں تو میر زامش لیکن چکر چکا۔
 اور دھڑا دیکھا۔ بار نہ غلگسار۔ نہ کوئی ابی ہوں سے شریک
 نہ کوئی پرسان حال اکیلا باؤلا مثل مشہور ہے پیچھے پھر کر دیکھا
 کہ ایک دوست کمرے گلوریان بنوار ہے تھے۔ جان میں جان
 آئی۔ اسے خوشی کے باچھین کھل گئیں۔ فطرتا ہتاج سے بول
 آئے کہ اے حضرت (ہم بھی ہیں پانچویں سوار دن میں) انہا
 آپ میں۔ آئیے۔ کہاں بھول پڑے۔ جی یون ہی چلا آیا دوست
 نے کہا آپ کے کپہری کے اندر چلیے دو قدم بڑھے تھے کہ چراسی نے
 کرک کر آواز لگائی (سینا گیگ حاضر ہے) ایک فیملی کے پانکون
 لو کھڑائے۔ بندھیوں سے رٹھکتے ہوئے دم سے پیچھے۔ باغی
 ایک ٹھٹھوں نے کہا واہ قبلہ دیکھیے یہ شرط نہ تھی گریے تو گریز
 درگاہ سے پوچھ نہ لیا اُسٹھے تو یار لوگرن نے گرد بھاڑ دی تھے
 میں ایک اپریٹس (اسید وار) اور آیا در کرسی پر ڈٹ گیا
 اسید وار۔ کہاں سے آنا ہوا۔

دوست :- جی اسی شہر میں رہتا ہوں۔

امیدوار۔ پکھری میں کھڑے رہنے کا حکم نہیں ہے۔ ہمارے کہے
میں سے آپ جائے در نہ چراسی کو آواز دیتا ہوں۔
دوست۔ بگڑے نہیں بس حرفت یہ تو بتا دیجئے کہ آپ کا
مہرہ کیا ہے۔

امیدوار۔ ہم امیداری کرتے ہیں۔ تین مہینے سے ہفتوں
کام کیے ہیں۔ اب فراٹے اڑا رہا ہوں۔ آٹھوں گاڑھ کیٹ ڈاکٹ
توڑے کھولوں۔ قحطی شکون میں بناؤں کسی کام میں نہیں
پندرہ روپیہ کی اسامی ہیں صبح و شام ملاہی جاسی ہو کر سہلے تو
وہ نہ کھائے چھینا مشکل معلوم ہوتا تھا اب بھرا ہوا گیا۔

یعنی عاشقہ کے دن پر پھٹنے کے وقت تفریق تھے۔ لاکھ کا
جو کا تفریق۔ موسم کا تفریق۔ کھیلوں کا تفریق۔ روٹی کا تفریق۔
بیوت کا تفریق۔ اندرون کا تفریق۔ لاکھ تفریق۔ لاکھوں تفریق
تاکٹوں سے کی کر ملازمین دفنائے جاتے ہیں۔ ارباب نشاد برہنہ
سر پہنہ یا۔ سیاہ مانتی پوشا کھانگہ بن کی آگ کو ادھی بھڑکھڑا لکھ
رو مال نہ شکون سے بھگوانے پلے | منہاج گھر سے بھی دھو پائے
کیا جلد ہوا ماہ محرم آخر | اسی بھر کے حسین کو نہ رونے پائے

تندرستی ہزار نعمت ہے

لکھنؤ کے محرم کی چہل پہل۔ علم اٹھانے والوں کا زرد اور۔ مل
امام باریوں کی تیار باریاں صناعتوں کی گھلکار باریاں نازک نمائش کی
جہاں روحانی صادق علیخان کی سوز خوانی ارباب نشاط کی بناوٹ
دکانوں کی سجادہ بنو بیوں کی سرخروئی دلیہ وہ فردش کی دجوری
تغریب خزانوں کی دھوم۔ تاکٹوں سے کی کر ملائے علی کا جوم سین آباد
سبارک کا نور۔ نعت اشرف کا لطف موزر۔ ماتم داران سید اشہد کی
گریہ دزاری موزون کی اشکباری دیکھ کر حضرت آزاد بادل شاد
طاؤس مست کی طرح جھومتے چوک میں آکھلے دیکھتے کیا ہیں کہ نہ پرہ
میں کم سن لڑکے جزدان دکھائے سلیسٹین دبائے بچے جہائے پودے
آتے ہیں۔ پندہ پندہ مین میں برس کا سن اٹھتی جوانی کے دن
گر کر ہنتر جگہ سے خم جیسے تیغ ریختہ دم۔ گانوں کے پل کے بد سے
کی طرح جھریاں۔ آکھٹیں۔ مین جھنی ہو لیں منہ پر ہوا سیاں چٹنا
محال ہے۔ یا اٹھی جھکا ہوا سینہ بہ شانے۔ یہ دندہ اور مین کا
اس شی جوانی مین قبلہ پیری و صد عیب بن بیٹھے بیراتہ سالیان
تو شاید اٹھ کر پانی پینا بھی وبال جان ہو جائے گا۔ جھوکر سے

پوچھا تم لوگ خیل کے خیل | آتے ہو کدھر سے صورت پیل

میان صاحبزادہ مین ہونٹ و اندھیرت پوچھو ان شباب

ادھر کز در کی۔
طاہر علم۔ ہر بچا پر سے طاقت تو لاتی اوکس بل کس کس
لائین زندہ کھانوہ نہیں کہ عطار کی دوکان بچائین۔ دعا نہیں
کسی شاہ جی سے رجوع لائین۔ انکی توجہ ان مہتاب میں ہو
برس کس سن میں تو بوی جھم جھم کرتی ہوئی گھر میں آئیں جیسے اسی رنگ
پڑھنا لکھنا چھپرہ سر کھانا لکھنا بازی کا سبق کو زبان کیا جب
دیکھے چاہتی ہوئی کے صحت رُخ پر نظر سے نکلا دھن ہی کچا دھن
ادھیڑ بن ہی۔ تیرھویں ہی برس ایک چھو کڑی کے باب یا چھو کڑی
کے ابا جان بھٹے فکر معاش نے دامن بچا اکھلائی دانی یا ما چھو کڑی
کی فکر ہوئی یہ دیکھتے تھے نہ ہوں تو کون ہو چھو کڑی جانے دیجیے
ورزش سے طبیعت نفوذ نڈنگد سے منزلوں دوستی سے
اجتناب۔ خدا مقوی نہیں طرز معاشرت بھونڈا۔

میان آزاد اس تقریر پر تنہا سے بار بار ہونگے دین
سوچنے لگے کہ ہلے انکی جوانی کیسی برباد جاتی ہے۔ ہر زمین
کہیں حضرت گنج و لکشا سکندر باغ کی طوطی لکھتے دیکھتے کیا ہیں
ایک فرخ بخش نازک اتھا دلکش خوشنما بگے مین دس دس بندہ
ہیں انکی انگریزوں کی روکیان اور انکے صاف ستھری پوشاک
زیب تر کئے ہوئے کھیل ہے مین سب سیم بدن غنچہ ہیں۔ ایک
چیر کی غنچی پھوٹتا ہوا سرد پوار کو ہوا رنڈے فریسی پھونڈتا
ہے ٹخ ٹخ ٹخ دس مین دودھیل سے رہ رہا کوٹے کتے
میں چار پانچ گیند کھیلنے پھو مین۔ ایک مقام پر دیکھا کہ سی کا
سرا ایک لڑکے نے ادا دھار دس دس دس دس دس دس دس دس
زمین سے بند کیا۔ اور ایک پیاری لڑکی بدن تول کر حیرت
اس یا ناچک گئی دوسری طرف سے لکھ دیکھتے لکھتے
دی سے اونچا کدو گیا کدو کدو کدو کدو کدو کدو کدو کدو

آواز دیکھ کر میان صاحبزادے تھمتے والے کھانے کو گھوم
 آمیندار۔ نوکر۔ تو بہ تو بہ کہیے وہ دس گلوں کے رسیا گرا
 آزاد کیا تلگوھر سے نکال دیا یا ملق کر دیا۔ یا کھٹ پٹ ہو
 آمیندار۔ ہم ہونا رشکے میں اس میں نوکری کی فکر ہوئی۔
 آزاد۔ حضرت جسے کھانے کو روٹیاں نہیں وہ ستوا نہ کر نوکری
 کے پیچھے پڑے تو مضائقہ نہ ارد۔ تم خدا کے فضل سے خوش
 خرم مرنے حال فارغ ابال۔ زمیندار رو پیہ دے ہو۔ تلگو
 کیا سوچی کہ دس پانچ کی نوکری کے لئے ایڑیاں رگڑتے ہو
 اسی سے تو ہندوستان خراب ہو۔ ہاے اسی سے ہندوستان
 خراب ہو۔ واہ سے ادبار جسے دیکھ نوکری پر ہزار جان سے عاشق
 میان صاحبزادے کہا مافوا اپنے گھر جانا اپنا کام دیکھو اس پیر میں
 نہ پڑو۔ عمامہ باندھا اور کچہری میں جوتیاں بیچتے پھرتے میں
 محرمی پر لوٹ۔ امانت پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں رادر
 گھر میں سونے کی اینٹیں بھری ہیں۔ لا اول ولا ثلثہ ۔

دوسرے اُسیدوار کی نسبت معلوم ہوا کہ ایک صاحب لکھتی
کا بوا کا اُمید داری کرتا ہے۔ باپ کی کوٹھی چلتی ہے۔ لاکھون کا دارا بنا
میتا بارہ روپیہ کی نوکری کے لیے سو سو چکر لگاتا ہے۔ چوتھے درجہ
سے مدد سے چھوڑا۔ اوپر پرنسٹن سے کام خاک نہیں جانتے
میں ڈاکٹر میں کھتے انڈسٹر۔ باہر جاتے ہیں تو منظر ماحول
سے بوجھ کر مولوی صاحب گرا اجازت باشد۔ آب خورہ میاں
ہوئی جب سب دفتر لے اپنے اپنے گھر جانے لگے۔ تو منظر
یو چھتے کیا ہیں۔ کیون جی یہ سب چلتے جاتے ہیں تھوڑی چھٹی
کی گھنٹی تو جی ہی نہیں سکول کی گھنٹی یاد آگئی۔

سیان آزاد دل ہی دل میں سوچنے لگے کہ کس لئے حسین
 بیگم کی جوئیں۔ تو جوابی کہ یہ بھی گھر کا نام ہے۔

[illegible]

<p>مکمل ہو گیا ہے۔ ہمارے ہاں رنگ بیل کو کچھ گوشہ کی گلی</p>	<p>مکمل ہو گیا ہے۔ ہمارے ہاں رنگ بیل کو کچھ گوشہ کی گلی</p>	<p>مکمل ہو گیا ہے۔ ہمارے ہاں رنگ بیل کو کچھ گوشہ کی گلی</p>
<p>ہمارے باغ کا عالم گلاب کی طرح ہے۔ صوفیہ خراسان نور علی نور ہی۔ گلزار و بہستان میں کہ جنت کے چمن۔ حور و عریان ہیں یا نہر دسترن۔ فردوسی آئے تو گلچیں ہو جائے۔ عنوان دیکھ تو سر ٹھنڈی ٹھنڈی ہوئی ٹھنڈی۔ باد بھاری کے جھونکے بناسن بہرے کی ہلک گل جھری کی ہلک کلیوں کا چٹکنا۔ پھولوں کا دھنکنا۔ شاخ گل کی کج ادائی۔ سنبل کی شگفتگی۔ گلو کی دھانی دزدیدہ نگاہوں سے رنگس شہلا کی نظارہ بازی زبان حال سوسن کی زبان درازی۔ شاخ گل کا مستاندار جھومنا۔ اشجار پرمیوہ کا زمین کو بار بار چومنا۔ سنبل کی میستی۔ رنگس کی جام پرتی نور ہلال چمن کے ہاتھوں میں پھول کے جام جیسے زندان سے آشام نقار ہل ہل ہنسنے۔ نئے موسیقار ترانہ ریز طوطی کی خوش بیاں بھائی کی غزنی خواتی۔ کوئل کی کوکو۔ تری کا نعرہ حق سرہ سبحان اللہ سبحان</p>	<p>ہمارے باغ کا عالم گلاب کی طرح ہے۔ صوفیہ خراسان نور علی نور ہی۔ گلزار و بہستان میں کہ جنت کے چمن۔ حور و عریان ہیں یا نہر دسترن۔ فردوسی آئے تو گلچیں ہو جائے۔ عنوان دیکھ تو سر ٹھنڈی ٹھنڈی ہوئی ٹھنڈی۔ باد بھاری کے جھونکے بناسن بہرے کی ہلک گل جھری کی ہلک کلیوں کا چٹکنا۔ پھولوں کا دھنکنا۔ شاخ گل کی کج ادائی۔ سنبل کی شگفتگی۔ گلو کی دھانی دزدیدہ نگاہوں سے رنگس شہلا کی نظارہ بازی زبان حال سوسن کی زبان درازی۔ شاخ گل کا مستاندار جھومنا۔ اشجار پرمیوہ کا زمین کو بار بار چومنا۔ سنبل کی میستی۔ رنگس کی جام پرتی نور ہلال چمن کے ہاتھوں میں پھول کے جام جیسے زندان سے آشام نقار ہل ہل ہنسنے۔ نئے موسیقار ترانہ ریز طوطی کی خوش بیاں بھائی کی غزنی خواتی۔ کوئل کی کوکو۔ تری کا نعرہ حق سرہ سبحان اللہ سبحان</p>	<p>مکمل ہو گیا ہے۔ ہمارے ہاں رنگ بیل کو کچھ گوشہ کی گلی</p>
<p>ہمارے باغ کا عالم گلاب کی طرح ہے۔ صوفیہ خراسان نور علی نور</p>	<p>ہمارے باغ کا عالم گلاب کی طرح ہے۔ صوفیہ خراسان نور علی نور</p>	<p>مکمل ہو گیا ہے۔ ہمارے ہاں رنگ بیل کو کچھ گوشہ کی گلی</p>
<p>عنادل جوش سرت میں ہے پرک اُٹاتے ہیں۔ غنچہ گل جس سر زیر لب سکراتے ہیں شبنم کے قطرے ہرے ہرے تو پیر سطح غودار میں جیسے کسی سبز تھلکوں کے ہاتھ میں لائی آبا رہیں دخت پھوے پھلے۔ سرد سحر سا پچے میں ڈھلے نرسن نرسن احسن بے عیب و داغ۔ رنگس گل چمنستان کے چشم و چراغ۔</p>	<p>عنادل جوش سرت میں ہے پرک اُٹاتے ہیں۔ غنچہ گل جس سر زیر لب سکراتے ہیں شبنم کے قطرے ہرے ہرے تو پیر سطح غودار میں جیسے کسی سبز تھلکوں کے ہاتھ میں لائی آبا رہیں دخت پھوے پھلے۔ سرد سحر سا پچے میں ڈھلے نرسن نرسن احسن بے عیب و داغ۔ رنگس گل چمنستان کے چشم و چراغ۔</p>	<p>مکمل ہو گیا ہے۔ ہمارے ہاں رنگ بیل کو کچھ گوشہ کی گلی</p>
<p>وہ بہار آئی جیسے نغمہ سرامیہ میں جوش ہو زفرہ سخی میں سرخانی</p>	<p>وہ بہار آئی جیسے نغمہ سرامیہ میں جوش ہو زفرہ سخی میں سرخانی</p>	<p>مکمل ہو گیا ہے۔ ہمارے ہاں رنگ بیل کو کچھ گوشہ کی گلی</p>

ہمارے ہست جو فن زندگی زرد و زرد شک کا نقشہ ہر روز چھو
نزد پوشاک زیب تن ہو۔ زعفرانی جو چمن اور کسیری بنانا
پر عجب جو بن جو۔

ہے لطف مسینوں کی دورنگی کا امانت
دو چار گلابی ہیں تو دو چار بسنتی

وہاں سے طرارہ بھر کے چوک بیوی بچے۔ واہ بی واہ۔ جو ہر لونی
وکان پر ایسے خوش رنگ مہق ہیں کہ پھرا ج پری دیکھتی تو ایسے
غیرت کے سیر اٹھاتی۔ اور اندکا اکھاڑا بھول جاتی۔ دلبر
میوہ فروش زرد آلو۔ نارنگی زردک امروہ چکوتہ متابی کی بہار
دکھاتی ہو۔ چھپی ڈوپٹے چاترائی ہو۔ مالن گنبد ہزارہ زرد گلاب
کی بو باس سے دماغ کو طبلہ عطار بناتی ہو اور مداحے لیے کر
تھجاتی ہے کہ گیندے کی بہار ہی گئے کا ہار ہو۔ جلوائی کھورہ
کی زرد برفی۔ پستے کی زرد برفی۔ نان خٹائی۔ مسین کے لٹو خٹکی
کے لٹو۔ مونگ کے زرد لٹو۔ خاچے والے پاڑ۔ دال موٹو سیو
مونگ کی دال بچتے پھرتے ہیں۔ ایک ایک کے دس دس دس ہیں
انفرض دونوں دل بہلاتے چلے جاتے تھے تو دیکھتے کیا ہیں ایک
گلی کے نکرہ پر لاد بسنت لے کے کا ایک خوشنما مکان ہو۔ اور اس مکان

میں ایک دربار دالان ہو اور اس دالان میں عجیب سماں ہو۔
باغی ٹوپیاں جمائے بسنتی گلیا ہانڈے۔ زعفرانی لباس گلے
رنگیے جوان بیٹھے ہیں اور سائے موستان پری پیکر رشک
زیرین کرنازک بدن سیتن غنچہ دہن بسنتی چپا۔ زعفرانہ نوہار
کی دھن میں بسنت گاتی ہیں اور کٹنی انعام کھانکھن خرفیاں
پاتی ہیں زرد زرد قلیچے زرد جھت پوش زرد جھاڑ زرد
کنول۔ زرد جھار سے مکان سما سما یا ہو بسنت انجی نے
مدد ہوا رنگ کو رنگ پوش بنایا ہو مگر خلیں گلن کارو لباس

آسیر عرفت کی بو باس جسے دیکھو بسنت کا نام ہے ہر خوش
رنگی دھن آسیر نہ باس کوئی نازک آٹنی سے تلخ سے
کی روح کو شرماتی ہے اور چک دیک کر تاں لگتی ہے۔

ریت آئی بسنت عجب بہار
چٹا کو کٹم چھو لے لاگی سرسوں
ہر کے دوائے مالی کا چھو ہرا
ٹیسو چھو لے انبا بورائے
گرد آڈاسے استاد کے دوائے
چپا کے ردھ کلین کی بہار
جلو سب کھین کر کر سنگار

کوئی برق دوش انا برق کہتی ہوئی چمک جاتی ہے اور
میان امانت کی یہ غزل گاتی ہے۔

ہو جلوہ تن سے درد دیو بسنتی
کیا نفس بیمار سنی ٹنگو نے کھلا
گیندہ کھلا باغیں میدا میں
نمونہ دودھ پٹے کے نہ آبلے چھاپا
ریت چرگئی عالم میں چلی بلو برائی
مٹی نون کو سولتے ہیں میخو از سنی

مگر بر آئے تو میان آزاد نے ایک اخبار کے لیے مضمون
دکشا لکھا۔

بسنت کی بہار
دید برگ و نال طرب سیا را
ہر نو عروس چمن رقہ بہار آمد

اللہ اللہ کیا روح افزا ہلاک ہے جسٹون دیکھے زعفرانی ناز
صوفی صافی تک ہر یہ مٹھو ہاڈا فروش ہو۔ ہر سمت۔

بات اچھی ہو گیا یا اہا اسکا را

کا خروش ہو بہا بسنت کا وہ خوش ہو کہ ساقی اکسہ خوش
ہے اور کیوں خود۔

بھر کر آئے تھے۔ میں تم کو جو غزوہ و راز ہے سوتے جاگتے
بھرتے جاگتے راہ گامین سفر کا اندھا کنواں ارغین
ایتھوں سے ہائیں ابیل یک سٹیشن پھٹری اور خراٹک ایک
فوانچے داسے کو بکایا۔

خراٹک بکھیاں کتنے سیر۔ برنی کا کیا بھاؤ۔ نہ تو پیسے کے کئے
بود جھٹ بٹ ورنہ ریل چلی جائے گی۔

خونچے والا۔ آج سو دا تو نہیں ہو گیا ہی۔ آپ مٹھائی خریدتے ہیں
یا جھگڑا چکاتے ہیں۔ الغرض تین چار آنے کی مٹھائی لی میان
لو کھلائی۔ اور سٹے سے بانی بکایا۔ ریل بھرسن سے چل گھری ہوئی
خراٹک۔ بھائی اب سو رہو ہم اسباب تاکتے ہیں۔

اُسکے بعد میان آزاد سے ایسی میٹھی میٹھی باتیں کیں کہ وہ
بھی باغ باغ ہو گئے اور دوست صادق سمجھ کر سیٹ ہے
لیٹے تو ایسے سوئے کہ تن بدن کا ہوش نہ رہا۔

بھاگے جہان وہاں نہ بزن اور کٹاٹ پٹ کے گھر کو آئے تو گھر کا
نئی دن کے تھکے ماندے تو تھے ہی سوئے تو گھوٹے بچکے۔ سردی کی
خبر نہیں فردوں سے شرم کی تھی خراٹک وہ لغافل کی کہ آزاد
انشاپت ہو گئے وہ ایک کاٹیاں دنیا بھر کا نیار یا انکو غافل یا
تو بوریہ بدعنا اٹھایا اور چلتے ہوئے انھوں نے کوٹ تک
نہ برلی جاگے تو کب جب ہے

حرفانِ ادب! خردمند و رفتند | تھی خجائ نہ ہا کردند رفتند

بدحواسی کے عالم میں اترے تو سٹیشن کو سر پڑا اٹھایا۔ اور وہ
غل غبارا بھلا کدین کو زلزلہ لگیا۔ درود یار تھرا گئے انسا
دھواں کا نیپ گھے دہائی ہے سرکار کی۔ لوٹ گیا ابھی ٹکٹ
کے پاس جاتے ہیں کبھی کانسٹبل پھلاتے ہیں کبھی سٹیشن ماسٹر
کے کمرے میں غل جھانپتے ہیں۔ اچھا اچھا تلاش کیا مگر خراٹک

کہان نہ میان سے ۲۸۔ کوس پر تھے روپیٹ کر بیٹھ ہے
بابو نے ٹکٹ لیا۔ اور انکو سیدھا راستہ بتایا چلے تو سینہ بریان
دیدہ گریان یا آئی کدھر جاؤں۔ ہاں خدا چور سینہ نور کو کہان پاؤں
پاؤں تو کچا ہی کھائوں۔ یہ پردیس کا واسطہ نہ شہر اپنا نہ پرایا۔ غرض
نہ میکانہ۔ ایک قدم تک چلنا دو بھر تھا۔ مگر قہر و دیش برجان
در دیش۔ ناچار ٹھوکر بن کھاتے چلے جاتے تھے۔ ایک چور
پر کیا دیکھتے ہیں کہ سامنے سے ایک جوان طننا زور کا پشکی گھوڑا
پھسکتا چلا آتا ہی۔ اور مند و غا پسند ایسا سر پٹ جاتا ہی کہ ہوا
اُسکے غبار تک نہیں ہو پختی۔ ایک کونے میں دیکھ رہے کہ
ایسا انوکھیں جھپٹ میں آجائیں۔ اور وہ پشکی کھائی میں کہ
ہاتھ پاؤں ٹوٹے یا سر چھوٹے۔ اتنے میں سوار کے کچے پر
آن کھڑا ہوا۔ جھٹ گھوٹے کی باگ روکی۔ اور انکی طرف
نظر بھر کر دیکھنا شروع کیا۔ یہ چکر لے کر آئی خیر۔ یہ شخص تو
بے طور گھور رہا ہی۔ خدا بناہ میں رکھے اب ہنر دیا ہی جانتا ہے
موسے پر سو دتے۔ اُس سوار کی قطع وضع پر جو انھوں نے
نظر ڈالی تو دیکھا کہ آدمی شریف خوش پوش حسین و جمیل اور جری
ہے اور گھوڑے پر تو ایسا جتنا ہی کہ سبحان اللہ۔

جوان۔ کیوں حضرت آپ کسی کو پہچانتے بھی ہیں۔ اس بھل
کے قربان۔ خدا کی خان۔ آپ اور ہم کو بھول جائیں۔ یہ
معاملہ کیا ہے۔

آزاد۔ میان تمہیں دھکا ہوا ہوگا۔ میں صورت آشنا ہی
نہیں میں تو ایک غریب الوطن غمزدہ۔ دل شکستہ خستہ و
خراب مسافر پر دیشی ہوں۔

جوان۔ کیا غمزدہ! تمہارے دشمن۔ دل شکستہ! خدا
نہ کرے خواب دختہ! جو ہماری طرف دیکھ نہ سکے۔

کا ندھے پلھر سے کر کو بوج دیے (دُعا آئی بسنت عجب ببار)
کی تان اڑا رہی میں اشار دُن میں سامنے نکتہ سر پرست تاجی میں
ہر ایک تان جانتاں تان سین کی رقع چہر قر بان - نور کے گلے
نور کی آواز - بلا کا باز قہر کا انداز - مطرب کی ناخن بازی پر دل تو
ہی - ارباب نشاط کے رقص اور ٹھوکر سے کلیجے پر چوٹ ہو رقص
کا دہ سہاں بندھا کہ عاشقوں کا دل بھی گنگنا نے لگا -

آفتِ جن پر حرا آکر دُکھ اُڑا کر
جی اٹھے میرے ہزار دن شکر دُکھ کی

سازنکیان ہاں میں ہاں ملائے کو تیار - راہ بیوی اس خوش الحالی
کے شا طعلیہ نواز کر بستہ خد جگر دار - گرد اگر تو تاش مینوں کی قطار
دوسری جانب تو ال صفائی غزلین گاتے تصنیفوں کو جہد میں
لاستے ہیں کسی اہل دل کو حال آیا کوئی آنکھوں میں آنسو غم لایا
ہو حق کا غم نہ بند ہی - سرود و غنا کا لطف دو چند ہی - ایک سمت
ساقیوں کا گرم ہازار - دکان میں دھوان دھار - چلم پر چلم بھری
جاتی ہی - دم پر دم پڑتے ہیں - ناتوان نوجوان نشہ کے نور میں
عجیب بوج سے اکڑتے ہیں - بسنت نے بھی اچھا رنگ لایا ہو
چند بوز باندن تک زعفرانی بنایا ہو لباس در کنار جسم تک زعفرانی
ہیں - بیمار دھال گئے آئے تو وہ بھی یرقانی ہیں - گھیبوں کی
آمد رفت سے وہ دھول وہ خاک وہ گرد وہ غبار ہی کہ دم لینا
دشوار ہے - سانس باہر نکلتے جان چراتی ہی کیوں نہ خواہر ہوئی
خاک اُڑاتی آتی ہے - اتنی جس طرح بسنت آیا ہوئی بھی آئے
قلم جاوہر رقم جی کھو لکر خاک اُڑا لے - ہمارے رنگیے جواہر
کے سنگار دان میان آواز اور آنکے دوست بسنت کی ساز
بریون کے نکھار - جہیزوں کے سنگار میوؤں کے بنار
بادہ نوشوں کی تکرار - کہا روں اور کلا روں کی جتنی بزار -

نیم شک پر زعفرانی شیم ناف ہوشاں گلزار زعفرانی شکر
کی تکرار - جلسہ سرت آند - زعفرانی لباس ظہری ہو لباس
دکانوں کی بناوٹ مکروں کی سجادت - خاتون کی ناز کا انداز
مطربوں کی جاوہر ازبان - خوش گویوں کی لغایان عاشقوں
کی لظا رہ بازبان دیکھ کر چل کھڑے ہوئے تو ایک
نئی قطع نئی وضع کے بزرگوار سے مذہبیر ہوئی نئے عیار
بڑے تجربہ کار - بڑے جہان دیدہ - بڑے سن رسیدہ بزرگ
خرائٹ گرگ باران دیدہ -

خرائٹ - آئے آئے یوں آئے - ای حضرت تکلف سے
بندہ درگاہ کو نفرت ہی -

اگر رسم چشم من شیشی | نازت کبشم کہ ناز نیشی

خوب لے داند شریف کی صورت پر عاشق ہوں - چہن دما چہن
خون و خیتین - سمرقند اور خجند - تاتار اور سبزوار - لاسا اور
کوکانار ہند اور سندھ سپاہیہ اور نایہ روم و شام - طوس و جام
کوہ قاف اور موسیٰ بات - انقض ساری خدائی کی - بندہ
درگاہ نے خاک چھانی ہے اور تو یا دعا جانی ہے بفر کا حال
سنگار دیوے چھن دل خراش سینہ پاش پاش زودیل کی لائی
بھری برسات میں طغیانی -

شاہو کی وہ جاوہر تاجدارو کی ہی | لکھن پس مرگ ذی وقارو کی ہی
وان زین صا کا و صلا بر صا ہے | رنیت یہ مہر کے شاد رو کی ہی

یہ تقریر شکر آواز کے ہوش میرا مجھے کہ کوئی پاگل ہو چھ
کا ساتھ ہوا - وحشت دل کا علاج با تھون ہاتھ ہوا - یا کوئی
مقدس بندگوار میں - عمر و تجربہ کا زمین - گرجان کے ایسے
آثار میں اتنے میں خرائٹ نے چہرہ زعفرانی کی -

خفا خفا - سفویار - عرض خاکسار - ہم سہم میں تم جاگو

سوچے کہ یا رستہ کہیں یا چپکے سے چلے گی کسی کا نون کا
ہر نہ کہیں ہو یا بدھنا سمیت جنگل کی راہ لیں کہیں نہ کہیں اور
سفر ہی میں سر زمین گردل نے سمجھایا کہ جائیں ڈنگے کی چوٹ
کا بچکے۔ محلہ والوں کو بتا کے در نہ کہیں اڑوسی پڑوسی کہیں
کہا چھوٹیا چور تھے آئے تو اس طرح جیسے ہو چلا گئے تو اس طرح جیسے
سگ زرد برادر شغال۔ آخر کار دل میں ٹھان لی کہ جائیں گے
اور بیچ کھیت جائیں گے مگر راستے مانی انھیں نہ پھیلانگے۔

آزاد۔ حضرت سلامت لے لیں اب رخصت۔ ایک جگہ ٹھہرے
پھونڈی لگ گئی پانچو شتان دشت نور دی ہین بادہ سفر
تم کہہ دل میں جوش زن ہے گلگون خیال جو لا نگاہ بادیر پائی ہین
شک پو یہ ہے۔ غم نہ کہہ میں دو چار دن خوب کچھڑے اڑاے
پلاؤ اور زندے پر بڑھ بڑھ کر سنبھلے لگائے۔ مگر اب یہ محبت کا
کھاتی ہے طبیعت اچانک ہوتی جاتی ہے۔ یہاں شوق شراب خواہش
ساقی۔ یا زہرہ و محبت باقی۔ ۵

اب تو جاتے ہیں بنگہ سے تیرا پھر ملیں گے اگر خدا لایا
یار۔ نیارنگ لائی گلہری۔ کیا داغ پر گرمی چڑھ گئی۔ یا جنوں
نے زور کیا اب کی فصل بہار خیر سے گزرے تو تربت جنوں پر
پھولوں کی چادر چڑھانا نہیں مشت کا کیا ٹھکانا۔ ہوش کی باتیں کچھ
بہت دشت کی نہ لیجیے۔ جانا اور آنا اور ملنا اور ملنا کیا پھر
ہو سے البتہ ملتے ہیں۔ ہم تم تو آنے سامنے بیٹھے ہیں
آزاد۔ ہم تو اس طرح جائیں جیسے روح تن سے یا جوانی کا
بل پیردن کے بلبل سے۔ بابوے گل چمن سے یا زہرہ نور
کی رسم میں سے۔ ۵

در دیش روان ہے تو بہتر اب دریا سے تو بہتر
عقل اور جنوں کا سا نہ کیا مٹی میں ہوا کھٹکنا کیا

مگر شکر بیان خبریں چہرہ ہر کو سفر و جنگل کا سیرا مبارک خدا حافظ

کب سکدوش بہ تہری زندان وطن
لے گل بچاندنی ہر بارش کی دیواروں کو

جب بیان آزاد نے دیکھا کہ ان کے یار بھی دھن کے کپے
میں تو بات ٹال دی اور قہقہہ لگا کر کہا (لے واہ حضرت)
نہ جھانے میں) ۵

ابو سودا نے ترسے در پہ بچایا زانوا

ٹپٹے تو ایسے جیسے نقش قدم اٹھانا پر موقوف (الغرض تو
محبوب کو کہے آکو ٹالا۔ جب وہ خراٹے لینے لگے تو خدام بادب

مانگا کاغذ دود و خامسہ بھٹ پٹ موزوں کیا یہ نامہ

بگڑے دل کے خدنگار کو میان آزاد نے یہ نامہ منظوم دیا
اور جل کھڑے ہوئے۔ ۵

اکتایا ہی بیان سے بھائی
ایسی صد ہاپڑی ہین افتاد

گردش میں ہی اندنوں جو افرا
کیا تم سے کمون میں یا کیا ہوا

چھپرہ دھرا ہے عیش و آرام
بس جی ہی لطف زندگانی

چشمہ نہ سے تو آئین ہو آئین
اجسام میں دل چلے تو بہتر

گردش خون میں رہے تو بہتر
افزون ہو امروہ سے پایا

کھلتے ہیں کہیں وطن میں جی
ہر چند کہ مہربت سحر ہے

ہر رنگ کے گل کھلتے ہیں
جو عہد کہ خوشنما فطرت میں

پھر گلشن خندان سفر ہے
میون سے خود سے لے لے ہیں

بھر بھر کے وہ چھوٹیوں میں لے لے

یہ کہہ کر وہ جوان ملتانہ سمنہ بادریقتار سے اُتر پڑا اور میان آگاہ
 جھٹ گیا۔ میان آزاد دھرت میں؟ کہ اُٹھی کیا اسرار جوان
 مسکرا کر کہا کہ یار تم ہاں ہے ہم کتب ہو۔ یاد ہو کالج میں ہم تم
 ایک ہی درجے میں پڑھتے تھے۔ وہ کشتی پہ ہوا کھانے جاتا
 اور دریا کے منہ کو آتا۔ وہ مداری خواہنے والا وہ اقلیدس کے
 وقت اڑ بھاگتا۔ منطق سے جی چرانا۔ سب بھول گئے تب تو
 میان آزاد خوب ہنسی لگے اور بد دیے۔ یہ خوشی!

جوان۔ یقین یاد ہو گا کہ جب انٹرنس کا امتحان دینے کو تھا تو
 میرے پاس دس روپیہ کا ٹھکانا تھا نفیس بھیجتا۔ سرگوان
 پریشان ادھر ادھر تلاش زمین بھٹکتا پھرتا تھا کہ راہ میں اسپتال
 کے پاس تالاب پر تم سے ملے ہوئی اور تم نے میرے حال زار پر
 رحم کر کے دس روپیہ کی فکر کر دی۔ درجہ اول میں بندہ پاس
 اور پھر تھاری پرورش سے بی۔ لے تک پڑھا اور ڈگری پائی
 اب میں یہاں دوسو روپیہ ماہواری پاتا ہوں اور تھاری
 بدلت دھناتا ہوں لیکن تھاری صورت سے مایوسی اور
 برستی ہے اسکا کیا سبب ہے۔

آزاد نے اپنا سارا ڈکھرا کہہ سنایا اور کہا کہ بھی تو بیس کا ڈھک
 وقت پر آئے آیا۔

جوان۔ استعجاب ہو کہ ایسا تجربہ کار آدمی اور اتنا جھوٹا کلمہ
 کھائے اور ہر دن میں آجائے۔ اسے میان مسافر کا اعتبار کیا
 ریل پر پڑی ہوئی باری لائن ہے۔ مسافر خالہ جی کا گھر نہیں
 کاسٹ سے درست آٹھ گھنٹہ کیت ہونا چاہیے۔ اسے
 اب کان پکڑو کہ پھر کسی مسافر کی دوستی کا اعتبار کر لے لامل
 قہ۔ دامت موت تھاری حالت دیکھ کر ایسا رخ ہوا جو کسی
 باہر۔ تم تو ساری خدائی کے نیارے تھے۔ ایسا بھٹکا کھائے ہو

انکسین میں نہ تھا تو خدا ہاں تھا ہی کیا حالت ہوئی چلو
 اندھ نے پڑی غیری۔ کپڑے تک اتارے گیا۔ اور آپ کو
 ہوش ہی نہیں ہے غیری۔

یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ ایک شخص نے میان آزاد سے انکو
 بوجھا کیون قبلہ اولہ تمام کو خالی پیتے ہیں یا سوڈا اور ملاکر
 اکشاہرون میں تو ہم نے منیڈ لایا ہو۔ گراؤڈ ٹام کا حال نہیں
 معلوم) خراب کامال سننا تھا کہ آزاد کے بدن پر دو ٹکڑے کپڑے
 ہو گئے اور رچی دیر تک حضرت کچر دیا کیے کہ خبردار شراب پینا
 ورنہ دھوبن کان پکڑے گی کلوارن دھوبن جڑی گی۔ آبرو خاک
 میں مل جائے گی شراب خواری ستم ڈھالے گی۔ انھیں وہ جوان اپنے
 محسن میان آزاد کو اپنے گھر لے گیا۔

نہ تو شیشہ ہی ملا اور نہ ساغر پایا
ساقیا لے تری محفل سے چلے بھر پایا

میان آزاد اور کہیں وہ دن جم کر ٹک دیا۔ معاذ اللہ کیا
 مجال ایسے سیلائی اور کسی خاص مقام پر بستر مایا میں استغفر اللہ
 انکے پاؤں میں تو پرکار کی گردش تھی۔ چلتے پیر کی بیعت لاسے
 تھے۔ سیر ہو پانا ہو۔ سفر ہو رہا تھا جو تو چین آئے ورنہ
 پاؤں سوچ کر پتا ہو جائے۔ بھی دامت کیا اُنہی بات سے
 ایک دن اپنے لنگوٹے یار کے ساتھ رنگ ریمان منار ہے
 تھے اور خوشی کے شادمانے بجا رہے تھے کہ دفعہ ان کے
 پاؤں پر سیر سوار ہو اچھ کیا تھا عقل کو روٹھے اب تو شیطان
 دور سے اُٹکی دکھائی پل چلاؤ لگ رہا ہو۔ لمحے کھجھونے لگے
 جوتے پر جو تا سوار ہو گیا سفر کا جھٹنا سر پہنچا باور پائی کی
 دھن سالی اندری لاش۔

دھن آؤں جنون غیری کھائی، غریب خانہ شرف پھر تو ام ہو گیا

بھٹیاریں۔ میان کچھ بدیتے تو نہیں ہوتے ہو جیانی
 ناگہ کرکھڑے چلے گئے۔ یہ لام کاٹ ڈری زبان سے
 نہ نکالو۔ ہون چھوٹی تو کیا ہوا پر بس کی کاٹھ ہون میرے
 کاٹے کا متر نہیں۔

میان جواد آدمی تھے صلح کل جب انھوں نے دیکھا کہ
 میں دھڑے گئے تو کہا بھی تم باچون جاؤ ہم بیان بی ہترانی
 کی تشفی کے لئے بیٹھے ہیں اور اسی بہانے پر بھی جیتے
 جائیں گے تم لوگ پنٹ آؤ۔ خیر وہ سب تو اُدھر چلے اور جواد
 سراہی میں زیرِ جرات بی بھٹیاری رہے دو چار منٹ بعد
 پکارتے ہیں کہ بی ہترانی۔ بی ہترانی۔ میں لیٹا ہوں کہیں ایسا
 ہو۔ پیٹ میں چوہے دوڑیں کہ روچکر ہوے پھر تین منٹ
 کے بعد گلا پھاڑ پھاڑ کر چلانے لگے۔ بھٹیاریں بھٹیاریں۔ ہم
 بھاگنے والے اسامی نہیں تم بھگاری سے دل بکھا رو جب
 بار بار انھوں نے چھیرنا شروع کیا تو وہ آگ بھجھو کا ہو گئی۔

بھٹیاریں۔ میان میں ایسے دو پیسے سے درگزی۔
 ملی غصے چوہا اندھو رہی جیے گا۔ تم نے تو غل میاچی کر مریا کلجہ
 پکا دیا نا کون دم آگیا۔ آپ جائیں بلکہ کھٹیا سمیت دفان ہوں
 تو میں خوش میرا اندھ خوش۔ یہ بات وہ بات کالام سے ہاتھ
 اندھا دیکھی تیری کالی اور باون پیسے آجاؤ میان ہوں
 ابھی جب جمعہ سات واٹھ دن کی پیدائش۔ مجھے تو نگوری گئی
 بھی نہیں آئی مکی فاک پر تو کھی بیٹھنے دیتی نہیں۔

ادھر تو میان جواد سادہ ولی سے بی بھٹیاریں سے
 چل کر رہے تھے ادھر بھینے وہ باچون سرا سے چلے تو
 راہ میں سناٹا۔ آدمی نہ آدمی چلتے چلتے ایک مردھس
 باریش خضب سے دو چار ہوے۔

بھٹیاریں۔ اس دم میں بندی نہ آئے گی۔ ایسی بات
 میں نہ آنے کی ایسے بڑے سا ہو کارکھرے اسامی ہوں
 ایک گنڈا چپکے سے نکال دوں۔ اسے واہ میان۔ بڑا کھرا
 دن دکھا گئے ہیں۔ بیان اس ۱۹۔ برس کی عمر میں ہزار دن
 ہی چراڈا لے ہو گئے۔

وٹھاد۔ بہ ٹرٹی ہی بھٹیاریں۔ عورت ہی پاؤں باری
 ساری صاحب خدا اس سے چھپا چھوڑاؤ ورنہ ریش مبارک
 پر ہاتھ ڈالا ہی چاہی ہو بھی ایسی بھٹیاریں دیکھی نہ ہستی

بھٹیاریں۔ میان کچھ بدیتے تو نہیں ہوتے ہو جیانی
 ناگہ کرکھڑے چلے گئے۔ یہ لام کاٹ ڈری زبان سے
 نہ نکالو۔ ہون چھوٹی تو کیا ہوا پر بس کی کاٹھ ہون میرے
 کاٹے کا متر نہیں۔

میان جواد آدمی تھے صلح کل جب انھوں نے دیکھا کہ
 میں دھڑے گئے تو کہا بھی تم باچون جاؤ ہم بیان بی ہترانی
 کی تشفی کے لئے بیٹھے ہیں اور اسی بہانے پر بھی جیتے
 جائیں گے تم لوگ پنٹ آؤ۔ خیر وہ سب تو اُدھر چلے اور جواد
 سراہی میں زیرِ جرات بی بھٹیاری رہے دو چار منٹ بعد
 پکارتے ہیں کہ بی ہترانی۔ بی ہترانی۔ میں لیٹا ہوں کہیں ایسا
 ہو۔ پیٹ میں چوہے دوڑیں کہ روچکر ہوے پھر تین منٹ
 کے بعد گلا پھاڑ پھاڑ کر چلانے لگے۔ بھٹیاریں بھٹیاریں۔ ہم
 بھاگنے والے اسامی نہیں تم بھگاری سے دل بکھا رو جب
 بار بار انھوں نے چھیرنا شروع کیا تو وہ آگ بھجھو کا ہو گئی۔

بھٹیاریں۔ میان میں ایسے دو پیسے سے درگزی۔
 ملی غصے چوہا اندھو رہی جیے گا۔ تم نے تو غل میاچی کر مریا کلجہ
 پکا دیا نا کون دم آگیا۔ آپ جائیں بلکہ کھٹیا سمیت دفان ہوں
 تو میں خوش میرا اندھ خوش۔ یہ بات وہ بات کالام سے ہاتھ
 اندھا دیکھی تیری کالی اور باون پیسے آجاؤ میان ہوں
 ابھی جب جمعہ سات واٹھ دن کی پیدائش۔ مجھے تو نگوری گئی
 بھی نہیں آئی مکی فاک پر تو کھی بیٹھنے دیتی نہیں۔

ادھر تو میان جواد سادہ ولی سے بی بھٹیاریں سے
 چل کر رہے تھے ادھر بھینے وہ باچون سرا سے چلے تو
 راہ میں سناٹا۔ آدمی نہ آدمی چلتے چلتے ایک مردھس
 باریش خضب سے دو چار ہوے۔

بھٹیاریں۔ اس دم میں بندی نہ آئے گی۔ ایسی بات
 میں نہ آنے کی ایسے بڑے سا ہو کارکھرے اسامی ہوں
 ایک گنڈا چپکے سے نکال دوں۔ اسے واہ میان۔ بڑا کھرا
 دن دکھا گئے ہیں۔ بیان اس ۱۹۔ برس کی عمر میں ہزار دن
 ہی چراڈا لے ہو گئے۔

وٹھاد۔ بہ ٹرٹی ہی بھٹیاریں۔ عورت ہی پاؤں باری
 ساری صاحب خدا اس سے چھپا چھوڑاؤ ورنہ ریش مبارک
 پر ہاتھ ڈالا ہی چاہی ہو بھی ایسی بھٹیاریں دیکھی نہ ہستی

پہلے طہیت دل کو جانیں
کُل سے تو مراد بان ہو
تا فہم کرے سفر کو مہون
لیتے ہیں خبر اصرار کی
بھر سیر کی ٹھن گئی ہے جی میں
سیٹی بجی بل کی مری جان
اب تو اپنی جگہ سے اٹھتے

کھائیں خود غیر کو کھلا میں
میوؤں سے غرض ہی علم ادا
جانے کیا شیخ نزع صابون
اب بھرتے ہیں سیدھیان سفر کی
ہم کو تو فرہ ہے دل لگی میں
لو جاتے ہیں اب خدا نگہبان
جیتے ہیں تو پھر ملین گے تم سے

یہ لکھ کر خدا نگار کو دید یا اور کما جب میان جا گین اُنکو دیرینا
اور عمامہ باخدا کپڑے پہن کر گس۔ چوکس ہو گئے یہ جاہ جا۔

نچر یہ شاعری

میان آزاد ایک مرتبہ سیر کرتے ہوئے ایک شہر میں داخل
اور ہوٹل میں فروکش ہوئے چھپٹے وقت ہوا کھانے چلے تو دیکھا
سر کی ایک کوٹھری کے برابر سے چار پانچ سفید پوش فرشتے
مکلف بریشے عظیم اُردھانی تھے مشکبہ دھوان دھار اُڑا رہے
ہیں اور گلوری جبا پہنے ہیں۔ مگر سب موزوں طبع شعرا
نازک خیال و شیرین مقال۔ حامی۔ ملائی۔ فہامی۔ قحطاک
جواد۔ ایک شاعر نے کہا کہ جی ہمتیوں کے غلص کا وزن
ایک ہے۔ ملائی۔ فہامی۔ اور حامی۔ مگر تم دو ہی ہو۔ وقاد جواد
ایک شاعر اور آجائے توجہ گدھ کی خوب ٹھہرے۔ اتنے میں
میان آزاد تڑپے ہو بیچ گئے۔ این! آپ کون شاعر غرا
پوچھا۔ آپ تخلص کیا کرتے ہیں۔ فرمایا آزاد۔ تب تو ان سے کہی
باچھین کھل گئیں کہ اچھا قافیہ ملا دو صاحب۔ اب جواد۔ وقاد
اور آزاد۔ میں شعر بھی ہم قافیہ تخلص لے لے جمع ہو گئے ابھی
خوب آئے دامت آپ ہی کی کسر تھی۔ اب شعر خوانی ہو گئے لگی
ایک شعر پڑھتا ہے بلقی داد پتے ہیں۔ ای سجان اٹھا

میر صاحب۔ یہ حضور ہی کا مہم تھا حاصل زمین۔ بارگاہ
کیا خدا او طبیعت پائی ہے۔ دامت کیا دہن کی رہائی ہو پھر
فرمائیے گا حضرت خدا کی قسم قلم توڑ دیے کیا روز بروز
اس بولی چال کے صدمے۔ دامت کیا خوب قسم ہے۔ ثریا بان
اچھل رہی ہیں۔ کوئی جھوٹا ہی کوئی دجہ کرتا ہے۔

آزاد۔ میان سنو۔ اب جانب اس شاعری کے قائل ہیں میں
ہمیں نچر یہ کلام پسند ہے۔ یہاں اس شاعری کے معنی ہی سمجھ میں
نہیں آتے آپ لوگ تو زبان پر مرتے ہیں اور ہم خیالات پر
جان دیتے ہیں۔ اسے شاعری تو انگریزی بخت ہے۔ نچر یہ
نچر داسے نچر نچر کہاں پاسے۔ گل و بلبل کا وطن دان پاسے
کے قد کو تار بنایا اور در پردہ گل طویل رنج کی چھتی سنا

فہامی۔ اٹھا آپ نچر یہ میں ایسے اور دیرینے
سننے تھے اب نچر یہ پیدا ہوئے غضب خدا کا ایسا کلام دش
پسند نہیں یہ اُن شعرا کا کلام فصاحت الیام ہے جو غیر شعور کو
تھے۔ جنکا سب کلمہ پڑھتے ہیں بلکہ خدا سے سخن تھے۔
آزاد۔ ہندو صاف گوصات باطن آدمی ہی لگی نہیں رہتا
یہ شاعری نہیں خطا ہے بے تکاپن ہے مبالغہ بھی تو کتنا کچھ کھانا
ہے جھوٹ کے چھپاڑا دیے لے اب کان کھو لکھو نچر یہ کلام
اسپر وہ فراموشی قہقہہ پڑا کہ سر اچھر گونج اٹھی۔ پیٹ میں
بل پڑ پڑ گئے۔ بڑی دیر تک ہنسی ضبط نہو سکی۔

فہامی۔ دامت بلواہ۔ ابھی نچریت کے صدمے اچھی گزری ہیں
آزاد۔ حضرت شیخ کیا جانیں صابون کا بھاؤ حاد سے کے آگے
رہا اپنی آنکھیں کھنا بھینس کے آگے میں بجائے بھینس کھڑی پگڑائے
میان آزاد نے اپنی نچر شاعری کی تعریف کے وہ بل باندھے
کہ جھطللات پٹ جائے۔ تعریف کیا ایک سمندر کا سمندر تھا

حامی - السلام علیکم۔

مقدس - وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

حامی - یا حضرت مولانا ایک مسئلہ حل کیجئے تو احسان ہوگا
مقدس - عرض کریں پیر و مرشد فاسار ایک ذرا ہمتدار
اصناف العباد یحییٰ زہیران دبستان نادانی کا ایچہ خوان خاکیا
سخنوران نامی زور با سے خوان مسجدی دجامی - خاک زیر کوب
نکاحی ہو - پس غلام بخلاب مولانا فرما نا صنف العباد ذہنیا
تنگ انام رد خلائی مستہلام کو صریح بنا نا ہو مولانا ہونا ایک امر
ہر ایس دشوار - فاحشو ایا اولی انا بصار۔

حامی - آج خدا ہی ہمارا حافظ و ناصر و حکم بھی ہے تو ایسے
واہ ری قہمت کی غلبی - قبلہ اگر اسی طرح دو چار بار انکسار کی
باتیں کیجئے گا تو بھور ہو جائے گا اور آدھ حجاب سے کو ہٹیاں
نحاس دکھائے تو عجب نہیں - ہم دو چہی بات کے عاشق ہیں
سنئے آپ باسوقت قاضی اور آپ کا گھر کے چوہے سیانے
آپ ایک امر متلاع فیہ کا فیصلہ کر دیجیے اور دوست خانہ کا راستہ لیجئے
اور ہم سب کے جد امجد کے جد امجد اور انکے نانا جان کے جد امجد
پر احسان کیجیے - وہ یہ کہ یہ حضرت آزاد پر خیر شاعری
کا جذبہ کرتے ہیں اور ہم چاروں اردو شاعری پر
جان دیتے ہیں۔

مقدس - یہ تو کوئی غور طلب مسئلہ اوق نہیں کہ غور و تحقیق
کا محتاج ہو - آپ چاروں کا کل بحث ہو آپ سیدھے دار الشفا
جائے اور قصہ کھلوایے شاعری پر جان دنیا کا عقل سے دہر نہیں
غلل حق سے رزگار ہو - جان علیہ حضرت ایزد کردگار ہے
اسکو اسی کی راہ میں صفت کرنا فرامض انسانی ہر ذرہ شعر و سخن
پر جان دینا خیریت اور عاقبت کی نشانی ہو - باقی رہی سہی

نوع کی شاعری - اس کے نام سے اس نابکار و غلامی رسید
کے کان آشنا نہیں - یہ خیر شاعری کس عالم اجل
اور محقق کی تحقیق ایتق ہے - یہ قسم جدید ہے - یا قیقہ و
مینوا تو جبروا۔

اس مینوا جبروا پر پانچوں ہنس پڑے اور اس زور سے قہقہہ
لگا یا کہ مولانا صاحب کفش کو شریٹر کرتے جیہ و دستار کو سنبھا
چلتے ہوئے اب سر ایا د آئی اپنا سامنہ لیکر ناک کی سیدھی
نوک دم بھاگے راہ میں آزاد نے کہا کہ بھی سنو غزل سلسلہ زندہ گئی
کو البتہ پسند ہے یہ نہیں کہ پہلے مصرع میں شہید ہو گئے دوسرے
میں بوئیں گل شکو خا کے خواستگار ہیں مطلع میں معشوق کے
خط آنے کا دکھ اڑا دیا - قطع میں محرم آب روان کی تقریب کی
اب غزل سلسلہ نیسے۔

شب وصل تھی چاندنی کا سماں تھا	بغل میں صنم تھا خدا مر بان تھا
مبارک شب سے بھی شب بھی	سحر تک مرد شری کا قران تھا
وہ شب بھی کتنی روغنی جہنم کی	زمین پر سے اک نور تا آسمان تھا
مکائے تھے دو چاند لسنے مقابل	وہ شب صبح جنت کا جہان تھا
عروسی کی شب کی ملا تھی وصل	فرخاک تھی ریح دل شادمان تھا
مشاہد جمال پری کی تھیں آنکھیں	مکان وصل کا اسطیسی مکان تھا
حنوری گاموں کو دیار سے بھی	کھلا تھا وہ پردہ کہ جود میان تھا
کیا تھا اسے بوسہ بازی نے پیدا	کمر کی طرح سے جو غائب ہوا تھا
حقیقت دکھاتا تھا حسن مجازی	نہان جسکو سمجھے ہوئے عیان تھا

بیان خواب کی طرح جو کر رہا ہے
یہ نقشہ ہے جب کا کہ آتش جوان تھا

اہو ہو ہو وہ اند کیا غزل ہے - پھر کا دیا - روح شاد ہوئی
القصہ وہ سب مرا گئے اور آزاد ہوئی ہو پنے مر میں اعلیٰ ہو

وہ ہم گز بد خویش آہنگ ہاک من کند پس قول حکم را
کار بستہ کہ گھنٹہ اند قلعہ

انسان کو تو ترسید تیرا دی حکیم | وگر با چو صد برائی بجنگ
اولن مار بر پاسے راعی زند | کہ تو سرش را بکوبد بہ سنگ

مولوی صاحب بھی ساتھ ساتھ بڑھتے جاتے ہیں اور جھوٹا گواہ
جاتے ہیں اب ترجمہ سنئے۔ ہرز کے تین کہتے ہیں کہ دیرین سے
کہا خطا دیکھی تو نے کہ بندہ فرمایا تو نے گفت کہا گناہ ایک علوم
نہ کیا میں نے ولیکن اور لیکن یہ یقین ساتھ یقین کے دانستم
کہا تا میں نے خوف میرا بیج دال ٹھون کے بہت ہی اولہ پرورد
میرے کے پورا نہ رکھا۔ ڈرتا ہوں کہ خوف اپنے کے ڈر سے
تصدار ڈالنے میرے کا کرین پس قول حکم کے تین کام بانہ جاتا
کہ کہا ہر قطعہ اُس سے جو کہ تھو سے ڈرے ڈرتو لے حکیم۔ جو ساتھ جڑ
شکار میں بیج ڈالنے کے اُس سے سانپ اور پالٹن راعی کے
مارتا ہی۔ کہ ڈرتا ہے سراسر کے کوٹھو کے ساتھ پھر کے۔

ماخرا آمد کیا ترجمہ ہے اور کیا روز مرہ ہی راعی کے معنی ہیں
کے تین کیا صاحت ہے ۶۔ وگر با چو صد برائی بجنگ کے معنی
یہ بتائے گئے کہ اور جو ساتھ جڑ کے بیج ڈالنے کے درمیں ان تمام
کلی نہ اند کا ترجمہ بھی سننے کے قابل ہوگا اور بعد میرے کے
پورا نہ رکھا۔ اسی طرح نصف طلبہ نے مولوی صاحب کو سن
سنایا اور نصف نے خلیفہ جی کو خلیفہ جی نے مولوی صاحب کے
بھی کان کاٹے۔ مولانا غت بعد سے بھی بڑھ گئے سہ فریق
حضرت لا جو تیمم کہ ہر دو گنج اسراریم کا ترجمہ بھی بتایا
مرغاشام کے وقت شنی بیڑو گرزدن کرتا ہے اور ادا ہے
ہو تا گنج کا اسرار ہے۔ اسی علی علی کن ہو۔

گن میں کتب ست میں مل | کہ مظلومان تلم خوا ہد شد

دو پہر کے وقت دیکھتے تھے بے کر بیٹھے۔ کوئی گندے کی پتی تھی پر
لتا ہو کوئی مہرے یا کوڑی سے تھی کو چکنا تار ہی۔ کوئی دوات من
فرما ہو کئی تم پر جا کو تیز کرتا ہے اغرض آدھ گھنٹے تک یہی ہو گیا
بعد ازاں دیکھتے بیٹھے۔ مولوی صاحب کوٹھری سے کھڑے ہو
کالا اور دروازہ بند کر کے سو رہے۔ یہاں خوب باتوں کی ہوئی
دو گھنٹے کے بعد مولوی صاحب چونکے کوٹھری کھولتے ہیں تو
یہاں دو لڑکوں میں چتا پت ہو رہی ہے دونوں گتھے پڑے
میں نکلتے ہی ایک برقد شکر گانا شروع کئے۔ اب سنئے کہ
کہ جو ڈنڈ میل روکا بانی شریعت اُس سے تو مولوی صاحب نے
بوسے گرد بے پہلے بچا ہے پر خوب اٹھ مٹا کیا دو چار کی تھپتھا
دیکھیں میر سبق سنا۔ چلیے چھی۔

یا مظهر العجائب ہاتھی مع ہودا غائب

میان آزاد مکتب خانہ کی بگڑتے بڑا نقل ہی دل میں گایا
دیتے جاتے تھے کہ وہ یہ مکتب ہی یا منڈی لٹے میں ایک
رئیس باوقر کی مالیشان کوٹھی کی طرف گز سے تو حسن خاق
سے ہوت رئیس ہو صوف عالمگیر کا یہ فقرہ پڑھ رہے تھے۔
(آدم خوب بدست بنی آید کشمیری درین صوبہ نیست کہ مقرر کشم
میان آزاد سے بول اٹھے آدمی تو کھا پھین میں گھر دوان
کمریٹا حرم کا حکم رکھتا ہے۔ دو کیوں جاسے ایک بندہ دگا
موجود ہیں۔ رئیس نے اشارے سے بلایا اور کہا۔

واچھا آؤ ادھر)

آزاد ۶۔ آتا ہوں تیجے کو چڑھائے بکے کل پر۔

رئیس۔ ماشا اللہ آپ شاعر بھی ہیں۔

آزاد۔ جی اور شیم بعد از پنجاب ساحر بھی ہیں۔

رئیس۔ ہم سحر کے کبھی قائل ہی نہیں ہوتے۔

احسان کیا ہم یہ تم نے جاننا
اب مال نہ مالو تم ہو محتاج
یہ کیا روش اختیار کی ہے
کیا لطف نہ آؤ تاؤ دیدن
چاندو کی قسم تھیں پلٹ آؤ
ایمان ہی کرکھاؤ گرد آؤ
آئے نہ تو جیلہ ہی کو بیٹے
سو گند تھیں مک کی آزاد
لوٹ آؤ کہیں بیان خدار
اب بھی لوٹ آؤ بات مانو
پھٹاؤ گے یا ر ا خکار
دانشدہ یہ کون سی ہی
نزداد دن وورد سرخریل
بانو کی قسم تھیں پلٹ آؤ
گمانے کو جلاؤ گرد آؤ
گشتون ہی کی لاش کو گھسیٹ
ہے تم کو قسم شک کی آزاد
مکلیف کرد ذری گوارا

رکنا ہے اسی دعا پر خامہ
بن جاؤ تھیں جواب نامہ

ایک دن بازار کی طرف جانے تو ایک کتب خانہ نظر سے
گزرنا تو بھیجھا مکان۔ بڑا ناودھرا ناوالان۔ دیوہرین بابا آدم کے
دوت کی ایک مولوی صاحب تھانوس کے معمر بیٹھے ہل ہل کر
پڑھا ہے میں اور میں عیس کم سن رکے رٹل قافیہ اڑا ہے میں
ایک رکے نے دوسرے کی چاند پر تر سے دھب جانی کسی
چیت گاہ پر زندے سے دھول لگائی۔ مولوی صاحب پوچھتے
ہیں ابے یہ کیا ہوا۔ جی کچھ نہیں مولوی صاحب بھی گریختی ہا
یہ بھی کی آواز تھی۔ جی ہاں اور نہیں تو کیا۔ اتنے میں دھول
شہر ہر کون نے آپس میں پھوڑ پھاننا شروع کیا۔ دیکھے مولوی
یہ پھوڑ پھاننا ہے۔ نہیں مولوی صاحب یہ جھک مارتا ہے
ہاں ہاں مولوی صاحب میں بھی دیکھتا تھا۔ نہیں مولوی صاحب
بتو بارگیا تھا وہ جانے دے کی ایسی تھی۔ مولوی صاحب
نے کیا خوب فیصلہ کیا کہ چپ رہو یکب یکب یکب کتاب
کی طرف دیکھ۔ اچھا تنیدہ کیا۔ غل غیاٹے کی آواز سی

بلند ہو کہ آسمان کی خبر لاتی ہو کان چری آواز نہیں سنائی دیتی
دیکھو مل پون کاؤ کاؤ دھول دھپا پٹاؤ گی۔ جوتی پیر اور جھکڑ
تکرار کر سب کے سب ہل ہل کر بڑبڑاتے جاتے ہیں کتاب
تو وہی چار پڑھ رہے ہیں۔ گردا ہی تھا ہی آنا پٹا پ
بتون کی زبان پر ہے۔

ایک۔ آج شام کو میں بانے کی کنکلیان ضرور اٹھکا
دوسرا۔ آغا تھی کے باغ میں کو آلال ہے
تیسرا۔ ارے ملی تجھے گل بوٹے کی پہچان رہے۔
چوتھا۔ مولوی صاحب گو میر ہوے نادان رہے۔

پانچواں۔ بڑھو گے لکھو گے تو ہو گے خراب
چھٹا۔ بڑھیلو گے کو دو گے ہو گے نواب

الغرض دس پندرہ رکے غل عیب اگر ہیودہ بک رہی ہیں
سب کی وار مل مار کر خاک کچھ میں نہیں آتا کیا خرافات کہتے
ورنہ مولوی صاحب پتی سے ضرور خبر لیتے ادھر لوندے یہ غل
اڑا رہے ہیں ادھر مولوی صاحب نہ سے آدھکتے ملن رکے
کے خلیفہ جی سونی تاکا لے لے لے اگر کھ میں بیونگا ہے میں
پوسے خلیفہ ہو گئے۔ آخر کار جب مولوی صاحب خراب ہو کر
سے سیدار ہوے تو ایک رکے کو بلایا۔ آؤ کتاب لاؤ سبتو
پڑھ لو وہ سر کھلا ہوا گلستان گل میں داب مولوی صاحب
قریب جایٹھا اور سبق شروع ہوا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم
مولوی صاحب سچیدا ذری علم تو بھلا۔ شاباش شیا کا
وہ تب کو دھریو رکے نے پھر کہا بسم اللہ الرحمن الرحیم ہر فرزا
از دیران پر چہ خطا دیدی کہ بعد فرمودی گفت گنا ہے
معلوم نکردم دیکھن یہ یقین دانشم کہ ہما بت میں دہدا
ایشان بیکران سیدو برہم میں اچھا دکی نوازندہ تر

نظر۔ میرے کھوسٹ شو پر خدا سے مجھے سکند غلامت
یا سا آیا کرتے اب حیات کے دو چار قطرے مہر پرانی
ہیں جب ہی امر نے کام نہیں لیتے کچھ اور سو برس کے تو مجھے
بے خبر کیا عاقبت کے بورے بٹورے۔ ذریعہ میں شرارت
نارین نجران نوخیز کفن پوش ہوتے جاتے ہیں اور تم تیار سے
ہو نہ کوئی بھی آیا کرتے مچھون پر تلو ہی جیتے رہے یہ سب
لہو کا آدمی چٹ کے مگر حوض و عیانی کی بلا دور مہر کے باب کے
پٹ کر جائیں اور دکا ترک نہ لیں۔ بخار میں ہزاروں حیات
لے بسے مگر تم اور بھی موتے ہو گئے تم پر فالج تک نہیں کرتا
توہ بھی نہیں مارتا۔ لون کے جھونکے بھی پھینک نہیں کھلسا
بامیں بھی تم پھیل نہیں جاتے۔ اور سو بات کی ایک بات
ہو کہ اگر حیات ارمے تو ایک چلو کافی تھا۔ مگر وہ چلنے
پر ہے ہو کہ عرق انفال کے تم پر ہزاروں ہی گھر سے پڑیں
لیکن ایک قطرہ نہ تم کے۔ دانتھے۔ کیوں نہ ہو۔ بس
نئے دھتھے ہی ہو۔ ہر کس ساعت میں تھا ہے ٹپے پڑا
بس بری گھڑی تھا ہے ساتھ یہاں ہوا۔ ان باپ کو کیا کہوں
رہی گردن تو کند چھری سے ریت ڈالی۔ اس سے تو کسی
نورین ہی بن ڈھکیل جیتے نصائی ہی کے واسے کرتے تو یہ
دور روز کا کوٹنا تو نہ ہوتا۔ تم خود ہی انصاف کرو کہ تمہارے
بوجھ سے مجھ پر کیا گاج پڑی۔ ہاتھوں میں تو آپ کے
بشمہ ہاتھوں میں سکت نہیں۔ منہ میں دانت نہ بیٹھیں
نت۔ مگر کمان کی طرح خم۔ بینائی کی یہ کیفیت کہ دن کو اونٹ
نہیں سو جھتا چرب ٹیک کر دس قدم چلے بھی تو سانس چھوٹی
ہم ٹوٹ گیا۔ سست سست سے نیچے تو نقش قدم بن گئے
چو کوئی غمی دیکھتا ہوں کھالیں تو منہ تک کھٹی دکھائی ہی

ہیں۔ گر گری ہو گئی۔ تو نہ بھر سکھیں کاستیا ناس کیا اگر بھیم
کی نکایت بدستور۔ ملاحظے کا یہ حال کہ اپنے آپ کا نام بھی یاد
نہیں۔ پھر آؤ سوچو تو یہ یاد کرنے کا شوق کیوں جڑ آیا ایک
ہاتھوں تو قبر میں لٹکا یا ہے اور خیال یہ گد گدا یا ہے کہ دو تھان
دھن لائیں۔ نوشہ کھلائیں۔ اندھ سون جوت تھارا پو پلانہ
سفید بھون اور گالوں کی بھڑیان اور دہری کمر اور گچی چاند اور
منہ سے صدمت یاد آتی ہے۔ کھانا حرام ہو جاتا ہے واہ شے میان
واہ اچھا جھوٹ نہ بلائے تو ہائے آبا جان سے چاس ساٹھ
برس بٹے ہو گئے۔ اور ان جان کو تم نے گود میں کھلا یا ہو نہ
نہیں ضاہ گواہ ہے تم میرے دادا کے بھی باپ سے بڑے ہو
مگر واہ ری قسمت کہ آپ اور میرے شوہر۔ زمین خن ہو تو
دھس جائیں۔

آزاد۔ قبلہ کعبہ۔ اسکا جواب کسی منشی بے ہل سے کھوایا
پیر مرد۔ بٹھاپے میں اب کبھی شادی نہ کریں گے۔

آزاد۔ کیا خوب کیا ابھی شادی کرنے کی ہوس باقی ہے ابھی پٹ نہیں
پیر مرد۔ اچھا اسکا جواب کل سوچ کر دیں گے۔

میان آزاد دوسرے روز اٹھے اور سویرے ہی چل کھڑے
تھے جو طرہ سناتا پڑا ہوا۔ مگر ہر سمت لطف اتم جو نور عالم ہے
جام گل قطرہ شبنم سے بہرہ نسیم سحری مشکبار و عنبر پڑھیں زمان
ساغر نوش کا جوش و غل۔ کہیں صراحی و بادہ گلگون کا قلع
ادھر فاختہ و شک زمان۔ ادھر قمری کو کوکناں۔ پیچیدوں کی
بکار و سیرتوں کی جھکار جس شجر کو دیکھو نہال۔ ہر چھوگل زر
سے مالا مال کہیں لیل چمک رہے ہیں اور پھول ملک
رہے ہیں کہیں قطرہ ہائے شبنم جھلک رہے ہیں اور تالہ کی
دوشنی سے چمک رہے ہیں۔

آزاد - بس معلوم ہو گیا کہ آپ کسی قوس ابرو کی تیج لگا
کے گھائلی ہی نہیں ہوئے۔

رئیس - بھئی دائد کتنے حاضر جواب ہو۔

آزاد - تم بھی سب تکہ پن میں انتخاب ہو۔

رئیس - تم تو گایان دینے لگے تو زکری کر چکے ہیں ہوا کھائیے

آزاد - بہت بڑھ بڑھ کر باتیں نہ بنا کے یہاں ہی بات کے

لاکھوں پاتے ہیں کہ ہر بات میں تک ملاتے ہیں۔

رئیس - اچھا آج سے آپ ہمارے معاصب بھی مگر سوتے

جا گئے ہمیشہ قافیہ ہی میں جواب لیں گے۔

آزاد - دینگے اور پیچ کھیت دینگے۔

بھوڑی دیر کے بعد رئیس نے بلایا۔ آزاد

آزاد - خانہ احسان آباد۔

رئیس - اخا آپ ہیں۔

آزاد - جی اور نہیں تو کیا آپ کے باپ ہیں۔

رئیس - ست ایک ضرور:

آزاد - چونکہ سنبھالنا محمول۔

اب سنبے کہ رئیس محمود المکان پٹے دھوم دھوم کے سے

بھئی پر وار کے اور سیرور یا کر چلے۔ میان آزاد خواہی میں

نیچے جن بھئی دیکھا ست کتا جیسے ہی دریا میں بھئی ڈالا

اُسے سوز دے پانی اُچھالا۔ ہودا ڈانواں ڈول ہونے لگا

اب گرے اور اب گرے۔

رئیس - خدا بچائیو۔

آزاد - یا خدا ڈوبائیو۔

رئیس - امام خاص کی دوائی

آزاد - آج پوری شامت آئی۔

رئیس - یا علی مشکل کشا مشکل کشائی کیجیے۔

آزاد - خواہ مخواہ تو پھسلادیتجیے۔

رئیس - یا منظر العجائب۔

آزاد - یا بھئی مع ہودا غائب۔

اتنے میں فیلبان بھئی کو کمال لایا اور رئیس نے اُسے غصے

کے آزاد کو دھتا بتایا ڈھکیلا تو زمین پر آ رہے بھا۔ تک ملاقات

وہ تو کہنے ریت ہوتی تو قافیہ تنگ ہو جاتا ہاتھ کے ہاتھ جاتی

یا پاؤں تنگ ہو جاتا۔ رئیس بھی سوچے کا مجھے فقرہ باز ہے

وقت پر وقت تک ہی ملے سے مطلب ہی۔ ہم کہتے ہیں بھائی

وہ دہاتے ہیں یا بھئی مع ہودا غائب۔

کھوسٹ شوہر کے نام نو خیز بیوی کا خط

ایک روز میان آزاد فرخ نداد سیر کر رہے تھے کہ ایک سیر مرد

ٹھہراٹھتے کانٹھے کو نکلتے آن کھڑے ہوئے اور میان آزاد سے

کہا کہ میان دُری یہ خط تو پڑھ دیجئے اور اسکا جواب لکھ دیجئے

میان آزاد نے خط لیا کھولا اور پڑھ کر سنائے لگے۔

خط - میرے کھوسٹ شوہر خدا تم سے بچھے۔

آزاد - این ایہ نرالا القاب الٹھا اد اب ہو دعا پھر ہو۔

مزاج پر سی بالاب طاق لیم اللہ ہی غلط۔ اجد اہی سے

کوت شروع کیا۔ انہی فیر۔

پیر مرد - حضرت آپ خط پڑھتے ہیں یا میرے گھر کا قافیہ چاہتے

ہیں پر سب جھگڑے سے بچو واسطہ جب میان بیوی راضی ہیں

تو آپ کوئی غاضی ہیں لے خدا کے لئے آپ لکھ پڑھ کر دیتے

مگر اس جھگڑے میں نہ پڑیے۔

آزاد - ایا ہا ہا۔ تو یہ کہئے آپ کی زوجہ مقدسہ کا خط پڑھنا

خیر صاحب میان بیوی کے جھگڑے سے کیا مراد ہے دیتا ہوں

غمنا پلار پلار لکھو۔ سبے نیتان۔ نیشلی۔ کھروان
 گوری گوری بیتان جھوٹ یاد آتی ہیں کیجے پرسان
 ہوئے گھٹا ہے۔ وہ غمنا شکر آئیز۔ وہ رخت غبریزہ وہ حال
 مشکین وہ صل نگارین۔ وہ ابر کی ایسی مستانہ جال وہ خطہ
 خال چندے آفتاب چندے مقاب۔ وہ چاندنی رات میں کھر
 کھٹا کبھی مسکرا نا کبھی کھلکھلا نا۔ کسکا شرمانا کیسا لجا نا۔ اور تو
 اور بخاری بھرتی سے دل لوٹ بوٹ ہی۔ کیجے پر جوت پھین
 سے جو طرارہ بھرا تو تر سے بام پر۔ یچل پلارین۔ اور وہاں سے
 ایک ذوق میں متابی پر ہو رہیں اور وہاں سے پھلانگ مای
 تو دن سے پھر صحن میں ابر کی طرح اشک بلیان کر رہی ہیں بھر کی
 کے مثل چوڑے گھونٹا غاؤس وار جھوٹا کبھی کھیلے کھیلے میری
 پیت گاہ پر پپ جالی کبھی شوخی سے وہ ڈانٹ بتائی کہ کیجے
 لرز گیا کبھی آپ ہی آپ رونا کبھی دن دن بھر سونا لہروں
 کے دن۔ بارہ برس کا سن۔ پترے میسا ختر پن کے قربان
 ہوئی جان۔ بے کہا مانو۔ ہمیں غنیمت جانو۔ میں چراغ سحر
 ہوں ہوا چلے یا نہ چلے۔ اب گل ہوا اب گل ہوا میں آفتاب
 لب بام ہوں اب غروب ہوا اب غروب ہوا میں کشتی
 ہوں جو ڈکاؤ کا میثود مجھے سنا موسے پر سوئے۔ تم خوابانی
 ہو کہ میں شیریں بیان ہوں۔ ستر برس ہے کہ دانت چو ہے کی
 تندر کے تے سے طوے پر بسر ہو پھر جو روز طوا کھا ایگا کسکا
 زبان تنگ شکو کون نہ بن جائے وہ بھی میٹھی باتیں کر دن کہ لب
 مند ہو جائیں مگر تم بھی تصویر ہو تمھارے گوہ میں کھیلنے کے دن
 ہمارا کچھ اور سو برس کا سن۔ تم طراز بیان کر خم۔ تم سرو بلند
 اقبال بیان بیختہ دم۔ تم غمنا در باغ و بہار ہم ضعیف و خستہ
 گمراہ عشق مجاہد کا عشق ہے جے

صبح بہ فرغ دکھائی
رہن جو بہیں صبح فیران
افشا نہ نقشہ دگل از دور
آن گل کہ اند بروز گاران
می جست نسیم نوبهاران
چون دیدہ در انتظار یاران

اس سہانے وقت کا سامان دیکھ کر آزاد مسرور ہوئے خوش
خندان مست و غرور خان دل شا در روح فرخناک شعلہ ایران
زمین کے ساتھ و ساز لب پر شعر حافظ شیراز۔ ۵

نسیم صبح کہ مستانہ در میگزری | ندانست ز کدامی دیار میگزری
کھڑکی دیر بکا نون میں بھٹک پڑی کہ انکو کوئی پکارتا ہو کہ ۶

ادھر دیکھنا اُدھر جانے والے

ازین ایرغیب کی آواز کسی پیچھے پھر کے دیکھتے ہیں تو وہی
پیر فرقت جسکو اُسکی بیوی نے کھوسٹ شوہر کے انقاب سے
یا دیکھا تھا۔ اور خط میں خوب آٹے با بھڑن لیا تھا
آزاد۔ افادہ۔ مزاج شریف۔ کیسے اور کوئی خط تو نہیں آیا
پیر مرد۔ اُسے تو ہر ناک میں دم گرد یا اور سیچ پوچھو تو جسدن سے
اُسکو بیاہ لائے ناک ہی کٹ گئی۔ اسی ناک مزاج دیکھی نہ تھی
مجال کیا کہ ناک پر کبھی تو بیٹھ جائے فوراً بری ناک اڑا لے فیذا
کوئی خلاف بات ہوئی اور تنک گئیں۔

میاں آزاد نے وہ چکنی چٹری باتیں کہیں کہہ کر جان بچا لی
پھل گیا سوا سو برس کا تجربہ چٹکیوں میں بھول گیا گانوں کا نام
مکان کا پتا صاف صاف بتایا اور ایسا دم میں آیا کہ بیوی کا کچا
چھٹا کہ سنایا میاں آزاد نے جیکے سے سب کچھ لیا جھٹ دیا
ظلم کاغذ سے گلگون صبارتار خامہ کو صفحہ قرطاس پر رکھ کر ادا کیا
کھوسٹ شوہر کی طرف سے کسی بیوی کے نام جواب

خط لکھا۔ گریبان سرک ایک اُستاد کسی جھانے سے
کی نقل آراہی لائے زوری نہیں لگے گا۔

جواب خط میری ایللی جیلن جیلن تنک خلیج ناز کبدی
منلوب اغیظ غنچہ دہن آگ بھوکا سینن نور و نہان کم سن
نادان بیوی متوالی بیوی کو اُسکے سن رسیدہ گرگ ہاران یہ
کمر خیدہ بنجیدہ۔ دفعہ بدہ شوہر کی اُٹھی جوانی دیکھنا نصیب ہو
ای وہ جم جم جے اور تم پوتوں پھلو دودھون نہاد۔ اٹھا
لٹکے ہون۔ اور اٹھا رہ دوتی پھیتس جھو کر یان جب میں ملتا
میں قدم رکھوں تو سب بچے آبا آئے آبا آئے کھلو نالائے بچے
لائے۔ کہ کہہ دو ڈر پڑیں۔ گڑبڑ ہو کہ تم بھی اچھی کھسن ہو انکی
دیکھا دیکھی کہیں مجھے آبا نہ کہہ اٹھنا کہ اس پڑوس کی عورتیں
ہنگلیوں پر پچائیں اور آتو بنائیں مجھے تم سے اتنی ہی محبت ہو
جتنی کسی کو اپنے جگر گوشہ کی ہوتی ہے۔ بیوی نانی کو میں ایسا
بیارانتھا جتنی تم مجھے پیاری ہو اور رکبوں ہو تمھاری پردادی کو
میں نے گودیوں میں کھلایا ہے اور میری بہن نے اُسے دودھ
پلایا ہے مجھے تمھاری دادی کی خالہ کا گویاں کھیلنا سطرچ پڑی
جیسے کسی صبح کا کھانا یاد ہو۔ مگر تمھارے خط نے میرے
دل کے ساتھ وہ کیا بوخراں چھین اور برق خرمی کے ساتھ
کرتی ہے لیکن مجھ میں ایک بڑا صفت یہ ہے کہ اُسے سے
کا بیجا ہوں اور کہیں نہ شرم دھن کے لئے رہا ہوں۔ بندہ تو
ہکتا مگر داہی۔ انا کہ آنکھوں میں نور نہیں مگر غم نگران ست
وقت سامنے سے بے بہرہ ہی سی لیکن گوش برآوز زن جان
ست پیر یون گر بے پیر نہیں ہاتھ میں دھتے سخی گر حاجت
دستگیر نہیں تم عصا سے پیری ہو مگر خاص انخاص میری ہو
کوصفت کے اُسے مرنہا ہوں مگر تمھاری محبت کا دم بھرتا ہوں

ہوا میں مچنے لگے اگلے آگے لڑ رہے تھے کہ بیچ میں ایک شخص نے اسی کی طرف

[illegible]

سیرِ بحرِ حلوا سوہن یا یہ چمکایا دو کرک کر پالٹ کا بھر پور ہاتھ لگایا
وہ اُستاد اس صفائی کے قربان کیوں نہ وہ پہلوان پھر لکھ قہم ہی
تین کی دوہری صاف کی تو پرے کے پرے صاف بھیج گھیت
گما رہا تے ہین گھگھکے پر گھگھکے پڑتے ہین۔ اب نام داروں کا نام لیا
تو کروہیوں نے عرشِ برین کو ختم کیا زمین کا گہوارہ ڈالوا ڈال
تھا ہزاروں کا غول تھا اور صن اور حسین کی صدائے کرسی آسمان کی
بلند تھی۔ گر یہ وزاری بکا ڈانکساری اور برسوں سے دو چند بھی
ہزار ہا عزا دار خربک نام سینہ مجروح آنکھیں نیم مرثیہ خوان خوش گلان
گر یہ کنان جان جان جا رہے ہین

اور جہلم امام دود عالم گزر گیا	داحسرتاکہ ماہ محرم گزر گیا
ماتم رہا یہ موسم ماتم گزر گیا	قبس مصرع غل بن سن نہ سکے

اک دن اس طرح سے یہ دنیا تمام ہے
پر شاہ کر بلا کی عزت نامتو ہے

اور یوں بیان کرتے تھے سجاختہ حال سرنگے بال کھولے مرا کاروان تھا	بندی بنا کے لیچلے دیکھو یہ خیال سب منٹ پر سوار تھے میں سارن تھا
--	--

اتنے میں رہا آیا تو ٹپ کا شعر سننا محال ہو گیا اسکے بعد کوئی
۳۵ تغریب آئے۔ ایک سے ایک خوشنما ہر ایک ضرب مبارک قابل دید
تھی بلکہ دید بھی نہ شنید تھی چہ طرہ علم اور سونے کے پنجے اور سر اور
انین گوہر شاہوار لٹکتے اور دیریم وابدار بھٹکتے۔ پھولوں کی لباس
سے دماغ طبلہ عطار بن گیا۔ دل دل سجان اللہ سجان اللہ شہب
آہو شکار تیز خور ہمارہ سمند دغا پسند۔ گز رنگ نقرہ خگ جو یا
خگ ریت اور ہرنگ سونے کی دچی۔ گنگا جمنی لٹو ڈھال
نڈھال۔ اسکے برابر شمشیر خارا سگات و خوش غلات نکلتی
چوٹی۔ چاہدہ میں خون کے ایسے دھبے جسے غزا دارون کو خون
نہ لایا۔ ہر دھبہ پاک آنسو بھر لایا۔ بس یہی معلوم ہوتا تھا

شعلہ گل پزل برغیر سرگرم شکفتن خلاستہ بہرہ ز کشتن

بدقت بہت کہ گل برنگند ہر وہ نینج باد
و ان سان کہ ز قانون جبراعی برآید

میاں آواز اولیٰ اسطرح نکل گئے زن سے جیسے روج تن سے
بابوے گل چمن سے۔ با بزدل سپاہی رن سے شوق جرایا کہ اُنس
بیر فرقت قیلہ پیری و صد عیب کھوٹ شہر کی ہوئی مگر ڈھوٹ
کالین خط دین اور جواب لین سا در دل لگی کھین شوق نے ایسا
کہ گدایا کہ شہ کام جانے لگے اور ڈھوٹا ڈھک کر قدم بڑھانے لگے و پیر
کو ایک ہرے بھرے دشت کے ساپین ستر جا یا روغنی روٹی اور
گوشت ادا یا جب اٹھے ہوئے نو پھر کمر کسی اور چلتا دھند کیا بار
خدا خدا کر کے کافر سفر سے اُترا اور حضرت کذا در اہل منزل مقصود
ہوے گو بڑے گاوری کو چھانے لے دیکر ٹھیک چنپوچ آئے
نھے مگر پردیسی کو می جھٹ پٹا وقت گلی کو چون سے ناواقف
اجنبی غریب لوطن۔ یا شہر جائین تو کمان جائین اور پتا پائین تو
کیونکر پائین تھوری دیر تک دھڑ دھڑکے بھرے آخر کار ہر امین
دھنسے رات بھر وہاں سیر کیا۔ نور کے بڑے مکان کی تلاش میں
چل کھڑے ہوئے۔ اب سنیے کہ بیر نا بالغ کا مکان نیب قلم میں تھا
ہن حضرت کو الی محلہ بادرا چلے مکان کھٹائی میں پڑ گیا اب ایک
ایک سے گد گد کر پوچھتے ہیں کہ حضرت الی محلہ کدھر کی کوئی دل لگی
لگی کے اشارے بتاتا ہو کہ ادھر ہو کوئی کہتا ہو کہ ادھر ہو ایک
نے کہا کہ ایک سید پر چلے جاوے پھر دھنسے محلہ کدھر کی
موت تھو پھیلایے سنا الی محلہ ہو۔ لیجئے ایک تو گد گد کر لگا دوسرے
جب پڑا محلہ ایک تو پردیسی آدمی دوسرے ٹھٹھلی فقرہ مانڈی
فقرے پنے شروع کیے چلتے چلتے ایک کتب خانہ بیان بھی نظر
آئی تو ایک کتب خانہ میں پڑے پڑے کتب خانہ کو جان دیدہ کھیا پر

دو دن لڑ پٹھے پڑھا ہے ہن ریش ٹھٹھیا پاف سربارک کو قاف
گول گول سے کھڑی کھٹی کھٹائی اسیر کلاہ تری خوب جی جالی
باتھ میں تسبیح لئے کھٹ کھٹا رہے ہن لڑکے ارد گرد غل چارے
ہن ہونہ کی آواز بلند منڈی سے بھی غل چھاڑا وہ چند تہذیب
منزلوں دور ادب کا نور مگر مولوی صاحب سے اسطرح ڈوٹے ہن
جیسے چربا بلاؤسے یا ایفونی ناؤسے ذری جیون تھکی ہوئی اور
کھل ملی چٹکی سب کتابیں کھولے جھوم جھوم کر مولوی صاحب کو
پھسلا رہے ہن ایک شعر جو بڑا شہرے کیا تو بلا کی طرح ہکو جھپٹ
گئے مطلب تو یہ ہو کہ مولوی صاحب منہ کا کھلنا اور زبان کا ہلنا
اور اٹکا جھوننا کھین سکونی ٹپھے یا نہ پڑھے اس سے سرکار
نہیں طرز تعلیم سے مولانا بالعلم و الفضل اولن محض نا واقف چرچے
کھے بھی دجی ہی دجی تھے کچھ شدید جانتے تھے ایک شاعر
چلم بھردائی دوسرے سے حقہ تازہ کرایا۔ دم دھانگے ہن کام
لیا حقہ گد گدایا اور دھوان ادا یا فاست اعمال سے کہیں حضرت
ایفون کے بھی عادی تھے چینی کی پیالی آئی۔ ایفون گھولی اور
نوش زمائی ایک ہماجن کے لڑکے نے برنی سنگولی آپ کے خوب دھڑک
چکوتیاں گین جب ٹھیکار چکے تو پینکے آوہ چا۔ انکے حقہ خرم ہو گیا
ہاک میں دم ہو گیا گردن ابے بن پرانی اور اب زمین پرانی حقہ
یہ گرا دگر۔ چل چل چل دم چلے حقہ تو جکنا چو ہو گیا۔ ایک بکونکی
کتا بون پر ٹھیکار زبان گرین اب پینک سے چونکے تو دو چار شاگرد
دو ہتھ پینا شروع کیا ایسے مھلائے کہ کسی کو چپ لگائی کسی کی
کھوٹری پر دھب جانی ایک کے کان گرلے دوسرے کو چپین
لگائیں ماشا اللہ اس دشت کے صحنے پینک میں آکر خود تو
حقہ گرایا اور شاگرد دن پر بقصور تھجیان پڑے لیکن خیر تھے ہن ایک
لڑکا غنڈہ لڑکے قریب آیا رہا سیر دھیم بالآخر با قلعہ پڑا صاحب

کہ دہلی سوار تھا بھی زخم کھایا ہو سوار فرس طریقہ تھا باریکی
 ہوش بیا کی خبر لایا ہو اور میدان کارزار سے سیدھا چلا آیا ہو۔
 باگ ایک طرف کٹی ہوئی ہو اسے وہ تو بھی کیسا جگر خراش ہو
 ہو ہر سینہ پاش پاش ہو اور تیرا جگر کمان اور استاد کو مٹھا ہو
 حضرت فردوسی شیان فخر زمین و زمان ہل پر جمع حاصل عام
 تھا خاتونان بقیس نزالت اور بیگمات کھنڈ کا بند گا دیوں میں ڈھم
 تھا۔ لوگ پلے پڑتے تھے چپے چپے پر پڑتے تھے یہاں تو مکی درکان
 دھوان دھار ایک دھن نو آسمان کے پار میان آواز وہاں سے
 بھاگے تو اتقان و خیران کر بلا میں دم لیا۔ کیوں میان بہ قبر کسی
 ہو ایک جوان طنز با سینہ بریان و دیدہ گریان بول اٹھا کہ یہ مقام
 تشار ہو تیر غم جگر کے پار ہو اسے نادان چھو جان کا مزار ہو ہر طرف
 دلفگار ہو چشم اشکبار ہو اور اور ہر گلاس اور ہانڈیوں کی نظار
 پنج میں مرد گون کی بہار قبر پر زلفیت کی چادر و مقبش کی مہال
 چو طرفہ کرن قبر ہو یا دھن ہمسرہ جن مر یوں کی مرد گون ٹھنڈیان
 لگی ہیں ان سب پر زلفیت کا نگیر استم ڈھاتا ہو۔ دل ہو کہ اٹھا
 آتا ہو اچھے اچھے و خندار از دگر دکھڑے آٹھ آٹھ آنسوئے ہیں
 ایک جلسہ یاران سر بل کی طرف سے گزر رہا تو عجب گفتگو سننے
 میں آئی ایک صاحب نے اپنی جتنی واردات یوں فی بھی
 قسم ہو خدا کی جیسے ہی ٹگل میں ہو پنا ہوں عجب تماشا کھیا۔
 واللہ اللہ تم باللہ دیکھنا کیا ہوں کہ ایک شیر بردم پھلاتا درخت کے
 سایے میں کھڑا کار رہا ہو اور ابا جان کی قسم یہ دیکھنے والہ کہ
 مجھ سے اور اس سے کوئی چار ہی پانچ قدم کا فاصلہ ہو گا حضرت
 میری آٹھنی جوانی اور گنڈا بنا ہوا ہو اور طبعی اٹھ گواہ ہو کہ میں
 اپنی طاقت آزمائی بھی کر چکا تھا ایک دیکھنا ہاتھیں کوڑھکر
 چلا پھر مارتا ہوں تو دم و باکرہ چھا گا وہ جھاگا پھر میرا زعم

بیاد تو تھا نہیں میں نے آٹھ کھانا کھا دین میں کوڑھکر
 ڈبٹ دیا بھلا بے آگے قدم بڑھایا اور میں نے پھر پڑھ
 تب تو شیر اور بھی غرایا بس اس پر کھے بھی غصہ آگیا پھر تو حضرت
 ہو جناب باری کی بندہ درگا وہ بھی جھم گئے اور زلزلے سے بد
 تول کر دلائی کا ہاتھ جو چھوڑا تو شیر نے نوراکر منہ مڑا میر
 کہا او گیدی نامستقل تو شیر ہو یا بھیر ہو یا ککر میں بھیش ہو
 اور بھٹتے ہی میان کی دم جو دہائی تو ہاتھ میں بھی پھر تھا
 میں نے غل بچایا کہ ابے اولڈ ورے (سوچنے لگے) واللہ
 بڑھ کر ایک ہاتھ دلائی کا دیا کاسٹہ سکاٹتی ہوئی پر کے بر
 پہونچ گئی۔ اتنے میں بھگے خیال آیا کہ این بار خدا میں
 وہ تھا۔ یہ بھگے شجاعت نہیں مٹا خدا گواہ ہو تو اور چھیک
 چمٹ گیا (پھر سوچنے لگے) ہاتھوں ہاتھ دستی کھینچی اور کولے
 لا کر دھم سے زمین پر دے ٹپکا چاروں شانے چت وہ کھیا
 تین دھندال ٹھونک با علی ککر اٹھا مگر اپنی جان کی قسم سرت
 داد دینے والا کوئی نہیں اور اور دھند کھاتا اتنے میں ٹگل
 بھورے ریچھ نے آکر ڈنڈ مل دیے۔

میان آزاد چکے چکے بیٹھے سن رہے تھے جب داستان ختم ہو
 تو انکی گپ پر دل کھال میں مہنتے ہوئے چلے کہ اتنا جھوٹا پکا
 ڈنڈ لٹا کیا معنی ریچھ بھی انکا کوئی چچا تھا اور اٹھا لٹا پکا
 کر اسے ہیں کہ شیر برے مقابل کیا اسیر بات بات میں فہم کہ
 اور جناب باری کو در میان میں لا لالاول و لا لالاول

کتاب حیات
 اور آثار جاوگندہ دار سے پیدا ہوئے کون میان کوڑھکر
 نو شین سے پیدا ہوئے نور کھڑا جلیہ آئینہ باد شمال عظیم و زیب
 آواز نہروم لٹا لٹا لٹا جان نواہ دولی پستہ و خان

زلف واکل سنبھل کر اظہارِ اساق و سادہا ہی دیکھتے تھے۔

انور تو چوتھوں سے تارنگے تھے کہ کسی ترک زہین مگر کے
سیرنگہ نے نگاہ اُل کر دیا۔ اب ان اشعار سے اور بھی یقین کامل ہو گیا
کہ کسی نگار تہذیب و آتشین روی کی نظر غلط انداز تیر کی طرح کلجے کے پار
سو گئی اور یہ عشق وہ سم قاتل ہو کہ تریاق الکر کو بھی مسموم کر دے
ادھی تھے وانا دور اندیش۔ سوچے کہ فہائش الکی آتش عشق پر
روغن کا کام کرے گی۔ انکو نصیحت کرنا گویا سمند جنوں پر
نارِ یانہ لگانا ہے اودھر اودھر کے سیر پہاڑ سے انکا دل ہلایا
باتوں میں لگائیں۔ پوچھا انکو کہیں بھی چلنے کا قصد ہے۔

سیرا دی آزاد تو مگر گشتی پر اُدھر اُدھر کھائے ہی بیٹھے تھے جب پامنی ہو گئی
ایک پالون میں ادھوڑی استر کا گنوار دوتا دوسرے میں
ستھرا گھٹیل۔ اس وحشت کو دیکھے گایارن سر مل آواز سے
کنے لگے۔ زری کے جوتے کا چور ہے۔ ماشا اللہ کیا دورنگی
ہو چلتے چلتے انور نے کہا لادوب یاد آیا۔ اس پھاٹک میں ایک
بانکے رہتے ہیں ذری میں آنے مل لون۔ میان آزاد اور
انور دونوں پھاٹک میں ہوئے۔ تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک
کس بل کے جوان رونا ادھیر مگر جری اور دلیر نبوت پٹے
میں طاق۔ بانک لکڑی میں مشاق کرسی پر بیٹھے ہیں گھٹنا
پر جوڑی دائرہ چست۔ ذرا فکرنہن چنت دارا لکھا ایڑی تک
پچھا تا گول کشا ہو چلی اونچی۔ نکتے دارا شہ بھر کی کٹی ہوئی
لوٹلی۔ چیت گاہ کے ایک کونے پر بانک نکلی ہوئی۔ سردی
سامنے رکھی ہے۔ اور جابجا قوی قرابہ چو کٹا رکھا تہا اتلوار
پتھر خدائی کے ہتھیار چنے ہوئے ہیں۔ علیک سلیک کے
بعد انور نے کہا حضور وہ بندوق آپ نے پچاس روپیہ کو
خریدنا تھی دین کا دوسرا محتاج ہے چھ مہینے ہو گئے مگر آپ

سانس جھکا تک نہیں لیتے۔ بندوق ہنم کی توصات صاف
کہہ دیجیے۔ روز روز کی ٹھائیں ٹھائیں سے کیا فائدہ؟ ہاں بانک
نے مسکرا کر کہا ہنوش کی دوا کچھ عقل کے ناخن سے بچے۔ کیسا
صندوق کی کسی بندوق۔ اپنا کام کرو میرے منہ نہ چڑھو۔ بیان
ہم بانکے لوگ ہیں سیکڑوں کو بچتے۔ ہزار دن کو بھانے دیے
آپ بچا ہے کس کھیت کی مولی ہیں۔ یہاں تلو پشت سے
سپہ گری ہوئی آئی ہے۔ ہم اور دام دین۔ خدا خدا کیجیے۔
مقول؟ یو حضرت یہ اچھا بانگین ہو۔ واہ اچھے بانکے ہیں کہ
آنکھ چوکی اور کپڑے غائب۔ کمل ڈالا اور لوٹ لیا۔ اور کہنے
لگے ہم بانکے ہیں۔ نقون پچون۔ شہدوں پچون کا کام ہے کیا
بانگین اسی کا نام ہے کہ فرض خواہ کو آنکھیں دکھائے اور
گیدڑ بھیکیان بتائے۔ آج کے ساتویں دن چہرہ شاہی بائیں
سے گن دیکھے گا۔ ورنہ خیر نظر نہیں آتی۔ انور بکتے ہی رہے اور
وہ مونچھوں پر بناؤ ہی دیا کہے۔ کہا تو یہ کہا کہ معلوم ہوتا ہے
زندگی اجیرن ہو گئی۔ ہمارے ہاتھ تھاری سوت بدی ہو بہت
جرم بڑھ کر باتیں نہ بناؤ۔ پہلے اپنا منہ تو دیکھو آپ اور
ہم سے رائیں۔ آپ اور بانکوں سے برائیں۔ اسے
تری قدرت۔ اسپر انور آگ بھجھو کا ہو گئے۔ لے زون
ہو اس بانکین پر۔ سینہ لگائیں اور بانکے کہلا لیں۔ آخر کار
اس تکرار اور تو تین میں کے بعد میان آزاد کے ساتھ ساتھ
گھر کی طرف رخ کیا۔

اب سنے کہ انور اور میان آزاد ادھر راہی تھے۔ اُدھر
اُس بانکے کا بھانجا جو گھر میں گیا تو دیکھتا کیا ہو سب عورتیں
ناک بھونچو دھائے منہ بنائے غصے میں بھری بیٹھی ہیں
۶ این کہوں کہوں خیر تو ہو۔ یہ آج سب چپ چاپ کیوں

مونی چھینٹ اور فلائین کی بہار۔ ایک جانب گرنٹ اور
سلسلیٹ دوسری جانب چکن یا کچل ٹیٹ لکٹی یا کھنٹی پر
رومال تھینے سے لٹکے ہوئے سرخ سرخ۔ لال بھوکا یا سیخ
جیسے بگھے کے پر۔ ہرے ہرے دھانی۔ جیسے ہرے دروازہ
لال رنگا ہوا اپنی سے منڈھا ہوا دیوار پر صد ہا چھپان میان
اور انکے پار جا کر دکان پر ڈٹ گئے۔
انور بھی سیاہ مٹل دکھانا۔

نراز۔ بدلو بدلو جری کھان صاحب کو کالی کھل کے تھان دکھا دیا
لالہ بدلوئی تھان تڑے اٹھا لائے۔ سوئی کا شانی
ہونی دار۔ بارخ دہارا انور نے کئی تھان دیکھے۔ خوب
دیکھ بھال پوچھا دام۔

لالہ۔ بچوں کے حساب بتاؤں یا تھان کے دام۔

بھئی گزوں کے حساب بتاؤ۔ مگر لالہ جھوٹ کم بولنا۔ لالہ نے
تہقہ اڑایا۔ ہجر ہماری دکان میں ایک باسک سواد سری نہیں کتے
کون میل پر بند ہو۔ انور نے ایک تھان پسند کیا اسکی قیمت بتاؤ
سینے کھاد بند۔ جی جے پیجے جی جے نہ پیجے۔ جی اکھتار ہو مل
دن روپیہ گج سے کم نہ ہوگی این! دس روپیہ گز میان خدا کے
ڈرہ۔ اتنا جھوٹ۔ الٹی توبہ۔ یار عزیز! آفرخون خدا بھی کچھ چیز
ہو۔ اچھا تو پھر آپ بھی کچھ بھراؤ۔ ہم چار روپیہ گرنے کا زیادہ
بہ دینے میان آزاد کیلئے تھے ہن۔ برادر! دل بہا شک بہا
انور نے جھڑک کر کہا بس آپ چپکے بیٹھے رہیں کہ کو ان باتوں
میں ذرا بھی دخل نہیں۔ شیخ کیا جانے صابون کا بھاؤ۔

لالہ۔ تو چار روپیہ گج تو بجا رہے ہیں نہ لے گی۔ اچھا آپ کا
دام دیجیے۔ بولے کتنی کھریداری منور ہے۔ دس گج اتار دن
کیا خوب دام چکائے ہی نہیں اور گز دن کی فکر رکھتی یا اچھی

بتاؤ حاجی۔ چکن کسی اپنے کو دے پیچے گا۔ ہم ایک گھاگ ہن اچھا
صاحب! پنج روپیہ گج پیچے گا یا اب بھی چکا ہو۔ نامیان بڑی
منگی ہو۔ غیر خاطر ہو سوا چار سو سے بس پنج گز اتار دو لالہ
نے ناک بھون چڑھا کر پنج گز مٹل اتار دی اور کہا آپ
بٹے کٹے کھریداری ہن ہن گھاٹا ہوا۔ کچھ کھانی ہاتھ آپ کو
کیا۔ بھجئے مل ان داموں میں شہر بھر میں نہ پائے گا۔

آزاد۔ بھی قسم ہو خدکی میرا ایسا ایلا تو پھنس ہی جائے گا
وہ غپا کھائے کہ عمر بھر نہ بھوے۔

انور۔ اچی ابھی آپ نے دیکھا کیا ہو۔ آج تو شام ہو گئی۔ کل
سہ پہر کو ہم آپ کو بازار کی سیر کرائیں گے۔ دیکھیے گا کیا دل لگی
ہوتی ہے یہ مکر انور اپنے شفیق با تحقیق کو اپنے گھر لے گئے۔

اتھاری تیغ کا منہ چڑھ کے لے لیا بوسہ

کبھی نہ آپ سے ہم دیکے بانگین میں رہے

میان آزاد کے تنور سینے میں تو مسرت کا داغ تھا اور خنما
دل دریاغ تھا۔ چہرے سے دشت آشکار بہرے پر
جنون کے آثار۔ چشم خون چکان سینہ بریان۔ دن کو
گریہ و زاری شب کو آخر شماری۔

انور نے جو اپنے لنگوٹے پار کی یہ حالت زار دیکھی تو بکرائے
کہ یہ ماجرا کیا ہے۔ ۶۔ دربان ہو کہ دلا دلا دہاوی ۴ آزاد نے ایک
آہ سرد کھینچ کر کہا۔ ۵

دہرے برد از دم صبر و قرار
فتنہ جوئے آفت صبر و شکیب
ننگے چشم خرابش عند لب
نہ لب پرچین کردہ مردان
طوق گردن مشرق صبح ہو رہ
بند برقع طرہ گیسوے ہو رہ
چشم جادویش کہ تیغ جان
درنگ ساز و قسم را حیان

دشمن کی محبت۔ ادھر اُس شقی القلب سے مقابلہ جسم میں
سکت نہیں زمین طاقت نہیں بھاگن قدم نہیں اٹھتے
مٹھ رہیں تو پاؤں نہیں جتنے نہ باسے اندر نہ پاسے رفتن۔
ادھر گروہٹ کے کھٹ جمع ہیں۔ سب بکھاتے ہیں کہ آپ ہانکے
جوان۔ یہ دُجے چلے آئی۔ آپ شیر غریب یہ گئے مسکین۔

بہ بازخان تو انا وقت سوت
خلاست غم مسکین نا اسی
نرسد اگر برائے دکان نہ نشاید
کہ گریباںی در آید کشش نگرود

انور نے بادیدہ مطلق خلق خدا سے کہا کہ بھائی اس وقت
میرا معصوم بچہ جان بلبہ ہی۔ مائے کیا ہائے ہوت کیا ہوگا
میں اُسکو نہ جان چھوڑ کر آیا ہوں۔ ڈاکو کو بلانے جاتا تھا کہ
راہ میں اُنھوں نے گھرا۔ اب کسی صورت سے بچے بچاؤ
اگر رقیق القلب آدمی یہ رقت انگیز فقر و شکر دے دیے۔ اور سب
سب دست تاسف ملنے لگے۔ گراؤں دھن کے پتے نے
ایک کی نہ مانی۔ خدنگار سے کہا ایک دلائی ہمیں جسے دھری
اُنکے حوالے کر۔ اُنھوں نے پھر مگر یہ دزاری سے کہا کہ مرد خدا
میرا بیاراجہ میرے خاندان بھر کا چشم چراغ میری آنکھوں کا نور
میرے دل کا جین ہوت حالت نزع میں تھا ہائے ہائے
خدا جانے شیراب کیا گذرتی ہوگی۔ بھائی مجھ پر رحم نہ کر دے
معصوم پر تو رحم کی جا ہے وہ سر دہی لے پتیرا بدل کر سامنے
آن کھڑا ہوا اور پھر خوب ڈکار کر کہا چپ بزدل زنان شری
آچوٹ کے سامنے۔

اتنے میں کسی نے انور کے گھر پر خبر پہنچائی کہ میان سے
خاندان جنگی ہو گئی تو اور چل گئی۔ آپ جانیں جتنے آدمی اتنی ہی
زباہینی کسی نے کہا کہ چکا کھا یا لور گردن کھٹ سے لگ
چو گئی۔ یہ سن کر ہی ان کی دل میں ہنسی بھنگی لگے۔

لوگو دوڑو اسے بچھڑ بکلی گری۔ مائے میں جیسے ہی مری ہو سکے
سرتج کا سر خاک میں ٹوٹا ہے۔ جو ہر اسکی گردن سے خون
کے شرابے بہ رہے ہیں یہ مکہ میں حالت بدھ اسی میں لکھ
سے چٹ کر خوب چٹا چٹا کر دئی اسے سر سے ہٹے اب تو خیر ہو گیا
اسے بڑا باپ دل غم سے گیا۔ ہائے میں اب کہاں جاؤں
اُس اٹھے کو کہاں پاؤں۔ ہائے میرا سہاگ لٹ گیا۔

یہ جواری عقیقہ دیوانی کی طرح سر مگر داتی پھرتی تھی مادہ
تمام علم اسکی نظروں میں تیرہ دنا تھا۔

میان آزاد یہ خبر پانے ہی تیر کی طرح زن سے دوڑ گئے
دیکھا تو وہ شقی شمشیر اسمانی یلیفیل مست کی طع جگھا ڈرا ہوا۔
میان آزاد خود بڑے بوٹے تھے۔ جھٹ سے جھپٹ کر وہ دھری
سر دہی اپنے قبضہ میں کی در انور کو ہٹا کر یہ بھی پتیرا بدل تھا جسے
سلسلے ہاڑے وہ نوجوش جوانی اور عوی ہمدانی کے نشہ
میں سرشار تھا اپنے ہتھکڑی کا ہاتھ لگا تاچا ہاگر آزاد نے نکالی
وہ پھر ڈنٹا اور چاہا کہ چاکی کا ہاتھ جائے گریہ آئے ہو گئے وہ پھر
جھپٹا چاہا کہ ان کی چوٹ دے مگر یہ ہتھکڑی کی طرف بھٹکے تو ہٹکا
ہاتھ آگے نہ بٹھا۔

آزاد۔ چڑا گئی کسی اپنے گوار کو یہ اُڑن گھائی ان بتانا میرے
مقابل میں چھٹے چھوٹ جائیں تو سہی۔ ہاں ان کو چوٹ میرے
سستائے کی سند نہیں۔ مٹے گھس کے ہاتھ۔ وہ رنجک چٹ
گئی اتنے میں وہ ہانکا جھپٹا اور گھٹنا ٹیک کر لٹ کا ہاتھ
لگائے ہی کو تھا کہ آزاد نے پتیرا بدلا اور توڑ کیا۔ موندھا حامنہ تھا
تو اسے چاہا کہ آزاد نے ساتھ ہی مینو کا وہ تلا ہوا بھر لور ہاتھ
جھپٹا کہ اس کا فرشتی کا جھنڈا لٹک کھل گیا۔ اور ذیل تن رارا
کہ ہم سے زمین پر آ رہا۔ میان آزاد کو سب نے گھیر لیا

بیٹھے ہیں مگر ہے یا شہر خوشان۔ مکان ہو یا گنج مشیدان آتے
 تین انکی مانی کروک کر لیں اب چڑیان ہنو۔ چڑیان اور
 ہو بیٹوں میں دب کر بیٹھ رہو۔ وہ مو اور گور کر دردن یا تین
 سنا گیا اور پکے پر بھرتک اول فول بکا کیا اور تمھارے
 مامون بیٹھے سب سنا کیے۔ دیکھی تیری کالی اور بادون پور
 اجاڑ۔ پس بس۔ پھیری منھ پر ہوئی تو کر گیا کوئی۔ جب
 شرم ہی گورڑی بھون کھائی تو پھر کیا۔ بڑے مردے بنے ہیں
 یہ نہ ہوا کہ موسے گلجھے کی زبان دست پناہ سے نکال لیں
 انکی خیر انھوں نے تو باکون کے بھی کان کاٹے۔ بلا کی عورت
 ہی۔ یہ خم دوم۔ بانکے کے بجائے کو جانی کا زعم طاقت کا غور
 شیر خشکین کی طرح بھرا ہوا باہر آیا۔ مامون جان یہ آج آپکا
 کس سے گلخپ ہوئی جلد بتائیے در نہ میں میرے کی کنی
 کھا لون گا ہا سے بانکین میں بٹ لگ گیا۔ عورتوں تک
 کی رگ حمیت جوش زن ہوئی اور آپ چپکے بیٹھے سنا کیے
 و اللہ عزت و دہ گئی سے از برے خدا اسکا نام تو بتائیے
 قسم جناب بیٹر کی ابھی آنتوں کا ڈھیر ہو۔

مامون صاحب۔ بھائی وہ ایک شریف زادہ ہی میں اسکا
 قرضدار ہوں۔ اگر دو باتیں اسنے سنائیں بھی تو کیا اور وہ
 ہے ہی بیچارہ کیا۔ وہ پدی میں شہباز۔ وہ دہلا پلا آدمی میں
 جوان طناز۔ لوٹنے کا موقع ہوتا تو اسوقت اسکی لاش نہ پھرتی
 ہوتی مجھے جانتے نہیں کیسا محروم المزاج مخلوبہ اغیظ ہوں
 کبھی تو ناک پر بیٹھنے نہیں ہاتی۔ لے غصہ تھوک دور جاؤ
 کھا نا کھاؤ۔ آج بیٹھے ٹکڑے پکے ہیں قسم خدا کی جبک
 اس شمر کا خون نہ پی لون تب تک کھا، حرام ہے۔ بیٹھے گورڈ پر
 آپ ہتھ لگائیے یہاں زندگی تلخ ہی۔ الغرض بیٹھے

میں آئے کہ جل ہی کھوٹے ہوئے۔ مامون نے لاکھ بکھایا۔
 گریہ ہوا کہ کھوٹے پر سوار تھے۔

اب ادھر کا حال سنئے کہ انور جو اپنے گھر پر پہنچے تو دیکھتے
 کیا میں کہ انکار کا تڑپ رہا ہے۔ امین! یہ کیا! خیریت ہے۔
 نو بدی نے کہا میان کیا بتاؤں۔ بیٹیا یہاں کھیل رہے تھے کہ
 اک کا لفظ اکر وہ کچھ اور کہنے کو تھی کہ انور نے جلا کہ کسا
 آف غضب ہو گیا۔ معلوم ہوتا ہے وہ سفاک طیش کھا کر آیا
 جب مجکو نہ پایا تو اس معصوم بچے پر ہاتھ صاف کیا۔ آزاد کے
 حواس غائب اری۔ تکبخت جلد بتا۔ خیر تو ہے۔ ہاں ہاں سنئے
 تو سہی۔ بیٹیا یہاں کھیل رہے تھے۔ چچی نے کاٹا بڑی دیر سے
 بچہ تڑپ تڑپ کر روٹ رہا ہے۔ اتنے میں میلان انور کا زائے
 مجھڑہ نے اپنے شوہر کو سب حال بتایا اور آنسو بھر لالی ہاتھ
 جوڑ کر گڑ گڑاتے کہا کہ ڈاکٹر کو پک کے بلا انہیں لائے
 آزاد کو رشکے کے پاس بٹھا کر میان انور ہسپتال چلے کہ
 جھٹ پٹ ڈاکٹر کو بلا لیں۔

اب سنئے کہ راستہ میں نیا گل کھلا۔ پچاس قدم بھی انور نہ گئے ہوئے
 کہ سانے سے اس بانکے کا بانکا بھانجا آ نکلا۔ آنکھیں چار ہوئیں
 دیکھتے ہی شیر بر کی طرح ڈکارا۔ پس اتار ڈی بس۔ تیری ٹکا
 بیانہ بھڑ ہو گیا۔ ابھی ابھی کا سہ سر خاک دفن میں لوٹ رہا ہوگا
 ہمارے مامون کو صلواتیں سنا نا بڑھ بڑھ کر باتیں بنانا۔ بالکون
 مخرج صنا آستادوں سے بھر بڑنا خالہ ہی کا گھر نہیں ہو۔ ہلا اور
 میں نے ہاتھ دیا۔ بٹھا اور میں نے کوپے کاٹے انور یہی اسے کی
 حیرانی و پریشانی ناگفتہ بہ۔ ادھر نور بصر اور سخت جگر کی وہ است
 سقیم یہاں سے معصوم بچے کا تڑپنا لیلیلا نا۔ بیوی کا رونا تیلیلا نا
 انرا مارا کا کیا دین۔ ارہ سچوں ہوسوں کا شہر شہن



کوئی یہ نہ ہو کہ کوئی ڈنڈا نہ ہو۔ انور کہتے ہوئے مگر مجھے
 بی بی کی باجیس کھل گئیں گو یا مردہ جی اٹھا رکے کو بھی افاقہ تھا
 ہمارے حبیب حبیب ادیب۔ ارب۔ شوریخت بد نصیب
 دشت رہ نور ہی کے گرد باد میان آزاد کو وہ پیاری پیاری صورت
 گورا گورا کھڑا۔ زلف چلیا لب لعل شکر خا جو یاد آیا تو کھجور و مٹھور
 کرنے لگا۔ دل مثل بہاب بقرار آکھیں چہار کی طرح آتش بار
 درد دل کی چمک غضب ڈھاتی تھی وہ نور کی صورت ہر دم
 آنکھوں میں پھر جاتی تھی۔ سہ

بڑھتی جب دل کی بقیہ داری
 بڑھتا یہ غزل بہ آہ و زاری

کیا حال ہو گیا ہو دل تیرا کا آزار ہو کسی کو انہی نہ پیار کا
 ستوری جو ہر ذرات جہان میں پہلا پہری میری شب انتظار کا
 اسل و یک ناری ہو کے دلوں آیا ہو دھوم دھام سے سویر ہمار کا
 راہ انکی تکتے تکتے بہر کد گزرتی آنکھوں کو حوصلہ نہ رہا انتظار کا

قطع ہنوز پڑھنے نہ پائے تھے کہ انور نے بات کا دی بیان اس
 عشق کا بڑا جو چہ تم کو دین و دنیا ایک کا بھی نہ رکھا۔ آزاد نے
 کہا حضرت اس کو چہ سے حضور واقع ہی نہیں۔ کوئی میرے
 ہی سے پوچھے کہ بھر گیا گزرتی ہی میں عاشقوں میں لا جواب دہ
 حسن و جمال میں انتخاب اور اس پر طرہ شباب۔ سہ

یا ذر لے سوخت خون و یکیم ابو سے غیر سید بد خاک سترم
 گو ایک دفعہ پہلے ہی ایک بت شیخ و شنگ کے طرہ شہرنگ
 اور ریلۃ المعراج کیسوں میں دل ٹک رہا تھا مگر۔ سہ

تازہ در مغزم شرابی ریختی رخنم با شعلہ آبیخت عشق
 انور نے دیکھا کہ بالکل یوں ہی ہو رہے ہیں کہ چہ چلو دیا ہوا
 کلاؤں یا جیتے دل و در اندر شیشہ خنجر چکنا چود ہو دل میں

ٹھان لی کہ اس کے سوا کوئی علاج ہی نہیں اور اٹھا گیا کی سوا لی
 مزاج ہی نہیں غیر مل ٹول کرے چلے تو چلتے چلتے ایک بیخ
 میں ہوئے یہ دونوں دن سے چھانک میں داخل دیکھتے کیا
 میں کہ ایک شامیانہ بھد رنگ و اقسام نصب ہی اور اس میں
 بارہ نوجوان بیٹھے رنگ رلیاں منارہے ہیں مگر غلے کی صحبت
 ہو انور نے کہا یا رانکے غل نہو۔ نظر سے ادھل کیفیت دیکھنے
 لگے داد داداہ عجیب لطیف ہے ہندو بھی ہیں مسلمان بھی
 ہیں۔ مگر شراب بے تکلف لڑھکی جا رہی ہے۔ آزاد کو دن کو
 نوٹ نہیں سوچتا تھا مگر میان انور نے اتنی دور سے جوتوں کے
 بیل کو بڑھنا شروع کیا۔ دیر لگا گئی۔ اولاد کام میں شام میں
 ارش۔ ہو سکی۔ کیا خوب بیان تو دور چل رہا ہے بڑے بڑے باجی
 اور شیخ شراب تاب کی ہسکی لگا ہے ہیں۔ ایک ہندو بیچارہ بیٹھا
 تھا پہلے تو جام شراب لیتے چھوٹا گرا ایک اور ہندو نے جو بوقت
 ساتی بلکہ یہ معان تھے کہ ایک کچھ سوداگی سے ہوا ہے یہ نزل گنگا جل
 ہی پیتے ہی سیدھا کیٹھ ہو جی جا لیکا چلے وہ غٹ سے نکل گئے
 ایک مسلمان تو آگوز تھے ڈرتے ڈرتے ایک ایک گھونٹ پیتے تھے
 مگر ایک خفیج صاحب نے ٹوکا دیا۔ اور کہا پی بھی جاؤ میان۔ سہ
 شراب ایک ہی لہر کی ہو کہ کدنی اک اپنے واسطے زائد حلال کرتا ہے
 بیجے وہ بھی کھٹ سے اڑا لے بڑی دیر تک دھڑکا کیا جب سب
 سب نشے میں چر رہے تھے و غمور ہوئے تو ایک پری دس کو بلایا
 کچھ دیر تک چل کی باتیں ہوا کہ میں جہاز ان اسے یہ غزل گائی اور
 محفل بھر کو جدیدین لالی۔ سہ

موت شنی خاک گون گون لایا کیست جہنم زلف پریشانی کیست
 شہ غم نہ غم نہ لایا کیست مریم شنگان شنگان کیست
 شب ہرگز گندہ نہ لایا کیست علی و علی و علی و علی کیست

ہو کہ خدایت میں ملکہ شجاعت میں رسم حسن میں دوست ثانی
 حکمت میں اسلوبے یمنانی شاہی میں لاجواب۔ شاری میں
 انتخاب بنائے نہ پڑنا کہ حضور ایسے اور حضور کے باب ایسے مگر
 بیچارہ کی گلیاں دے کہ اس ان پڑھ بھائی کا کو میں نے خوب ہی کیا
 سیکرے اعلان کریں کہ ضرورت ہی ایک شیر کی جو بڑھ بھڑکتا
 لگتا ہوا اور اچھے اچھے شیروں کو پانی سے نو کہ مہنگا تا ہو۔
 (ضرورت ہی) ایک مرغ کی۔ گردن ڈھیل ہو۔ تنا ہوا چوڑا بھاتا
 گھوڑا لے تو حریف کو پیٹ نہ دکھائے۔ بلکہ خون رلائے اور
 ہتھکڑا لے۔ سوا یا مارے۔ ڈیو بھانارے (ضرورت ہی)
 ایک مینڈے کی جو پھار سے ٹکرانے میں بند خواہ پھر
 تو دس برس پہلوانوں سے بھی نہ رگ سکے (ضرورت ہی) طیلے
 کے لیے ایک جاہری بند کی۔ گرائیٹھا سنگھ ہوں۔ لال قندیل
 (خاصہ محمد) حضرت اور تو باتیں ہیں لیکن ہمیں سوقت اپنی
 ضرورت یاد آگئی بھائی از براے خدا چھو انہیں دیتے ضرورت ہی
 ایک جو رو کی چالاک اور حست۔ خط و خال۔ نک سکے
 درست شیخ و زبان دراز ہو۔ جوان ہو طائر ہو خواروں میں انتخاب
 لاکھوں میں لاجواب۔ اٹھی جانی عقلمان شباب ہو مگو ملک
 چنچلی ہو کبھی ہنسی ہنسی میں اجانب کی چپ گاہ پوچھوں جا
 کبھی بعد ناز ٹوپی چھین کر چپا جوڑے۔ کبھی روٹو جائے
 کبھی گدگدائے۔ بھیل ہو در نہ ہم سے ہیزان نہ پٹنگی۔ گادوہ
 نہ ہوس۔ سید نہ ہو۔ شجرنی چہرہ ہو بہت کے ایسے ہاتھ پاؤں
 ہر کی ایسی آنکھ۔ لیکن تھناٹے کے برابر نہ ہو کہ ہکو پاڑا نہ دھنے
 کے لیے مزید بلواسے پڑیں۔ بندہ پست تھا آدمی ہو اور شہر
 یہ ہو کہ کانا بکائے میں استاد۔ سینہ پر سے گل بوٹے بنائے
 میں ہنسا۔ لیکن سو دھنک رہا شکایت نہ رہے اور نہ

سعد کا عارضہ مزید ہو۔ ہلکی پھلکی دو چپا تپان کھائے تو میں میں
 ہنم ہوں۔ سلوہ مزاج ایسی ہو کہ زیور گھنے پائے سے مطلب کیا
 نہ رکھے سادگی ہی جو بن دکھائے اور یہی شہر ہے کہ مذہب کے
 ہاتھ نہ ہک لگی ہو خدا کو واجب ہی واجب مانتی ہو سگر براندازی
 کی تاک میں ہر دم رہے۔ غنائف جام شراب پئے اور
 ہم پیلے ٹھیلے بھی بنائے دینگے۔ اور محلے کی کسی عورت کو بھی
 نہ آنے دینگے اندر بھی یا دیو ہے کہ پھر برا بدلتا ہو۔ نزاکت
 آغل کا بوجھ نہ اٹھ سکے کر چک جائے کر درون بل کھائے۔
 ہنس کچھ بھی ضرور ہو روتے کو ہنسائے۔ مگر یہ انہیں کہ پھی جونی
 کی طرح موقع میون محل بے محل دانت کھول دیے۔ ہان اور ہان
 نہو۔ در نہ اجیرن ہو جائے گی مکار ہو۔ مکار ہو۔ عیار ہو۔ بتمکار ہو
 طرہ دار ہو۔ بلوغ و بہار ہو۔ وہ بھی جوتوں۔ وہ بالکی ادا کہ
 سیاختہ زبان سے کل جایا کرے (تیری بالکی ادا نے مجھے مارا)
 گائے بجائے کو عیب نہ سمجھتی ہو بلکہ وقت بے وقت تھرکتے میں
 عار نہو۔ لیکن چال بھونڈی نہو بھڑے پانوں نہ پڑیں جب چلے
 اٹھلا اٹھلا کر در خواستیں کھٹا کھٹ بندہ درگاہ کے پاس
 آئیں مگر ٹکٹ چسپان نہو گی تو بزرگ واپس۔ کرریہ کہل مہک
 کے رخ انور پر ریش مبارک نہو۔
 آزاد۔ اور تو خیر۔ مگر یہ ڈارسی کی بڑی کڑی شہر و بھلا کیوں
 صاحب عورتیں بھی ریشائیل یا بھاکر ایاگ ہو اکت میں
 یہ انوکھی بات بتائی اچھی قید لگائی۔
 ہمار۔ وہ عقول۔ آپ کیا جانیں۔ اچھی قبلہ یہ نکلی کی خطیں
 ہیں احتیاط شہر۔ جب شہر میں ہی کر رہے ہائے تو کوئی بات
 آٹھا کیوں دیکھیں کہ چھ ہاتھ ہو چائے کے ہاتھ اسکی داری
 ہائے ہاتھ میں ہو۔

تو ہم ضرورت پر ایک عربی پرنس کی نظیر پر کلج کے لیے
تخواہ دوسورہ یہ ہوا رہی۔ اسکی نسبت کچھ دریافت کرتا
ہو پرنسپل سے دریافت کیا جائے۔
ہمارے ہم کچھ کچھ دیکھے خاک بھی نہیں۔ آخر اس سے مطلب کیا
آزاد۔ اسے صاحب ایک عربی پرنس پر نظر پر کلج کے لئے چاہیے
دوسورہ یہ تخواہ لے گی میان انور و خواست واسنے دے ہیں۔
ہمارے خدا کا میاں کرے لیکن نیچے نوسی۔ یہ تو انا ہمارے۔
اسمین غلو سے عمدہ اور تخواہ اور خواست کا کیسا بھگوا۔
اسمین ہمارے کا حال۔ یا جنگ جبال علی اور کل کل کل
چاہیے یا برجنال۔

آزاد۔ تو قبل آپے اخبار پڑھا ہی نہیں۔ یہ سوشل اخبار
مجموعہ ہو۔ راکون کا انلیق۔ جوائن کا ناس شیفق۔ بھون کے
بجری ہکی کسوتی۔ رکن رکن سلطنت۔ تجار کا دوست ہناون کا
یار غار۔ رعایا کا دکیل جمہور نام کا سیفر۔ مدبرون کا شیر کسی
کالمین کی چیر چھاڑ۔ کہیں شوشل سورمین تکرار کہیں شہار آباد
کہیں نوش اور اشتہار۔ انگریزی اخبار دن میں طرح طرح کی باتیں
چھپ جاتی ہیں اور ایسی اخبار بھی انکا تتبع کرتے ہیں۔ شطرنج کھل
نقشے۔ قرضہ قومی کارنغ۔ ٹھوڑا کا نہ کر رہے ہیں کچھ ہوتا ہو اور
جب کبھی کوئی عمدہ خالی ہوا اور اچھا اہلکار نہ لائو حکام غلو سے عمدہ
کا حال شہر کرتے ہیں لوگوں نے پڑھا اور درخواست داندی
ہمان اشتہار کے صفینے میں دیکھا کہ ضرورت ہی ضرورت ہوگی کہ کسی
ضرورت پر بعض وقایع بڑی دل لگی ہوتی ہو (ضرورت ہی) پھر شوق
چرا یا کہ دیکھیں شاید ہمارے مذاق کے موافق ہو تو آج کے کاغذ
کو سن گئے تو یہ نہیں نکال پڑھتے ہیں تو وہ ان کی ہر رنگ سے
ضرورت ہی ایک ایسا کی بورسی خزانہ ہو شریف ہوتا آواز ہو

انکھیں چون دکائی ٹوٹا لا اول علاقہ کچھ تھے کسی کلج کا
اکونٹ یا سترہم کی ضرورت ہوگی وہ آئی ٹوٹا لا اول علاقہ کچھ تھے کسی کلج کا
میں بھی اسکا کھدہ دلچ ہو تو کچھ مرنے ہوں جس راجہ جلال
نواب رئیس کو اہلکار کی ضرورت ہو کسی نامی گرامی اخبار میں
چھپا دے تاکہ شرفا علما وغیرہ کو درخواست بھیجے کا سوتے۔
ہمارے لیکن حضرت۔ پھر طرح طرح کی ضرورتیں بھیجے گئیں جانتے
چھاپہ میں کہ ضرورت ہی ایک مہوکی مسین دقیا اس کے وقت
چاند پیا گیا ہوا اور چھوٹے کیٹ جی ہو) کوئی نیا گنج آباد کرے
تو اسکو لا آتا رہے نوش چھپو انا پڑے (ضرورت ہی) ایک جوانی میں
کی نئے گنج میں دکان جانے کے لیے کیونکہ جیتک دھواں دھلا رہا
شاڈین چرس کی کو آسمان کی خبر نہ لائے۔ گوشت دل دھونکی خبر
نہ سنائیں دوسورہ ہم بدہم نہ لگائیں تب تک گنج کی رونق نہیں
افیونی اپنے رنگ کے موافق شہر کریں کہ (ضرورت ہی) ایک ایسے
شخص کی جو افیون گھونسنے میں طاق ہوں دن رات پیٹک میں رہی
مگر افیون گھونسنے کے وقت شہر نیم باز سے جینی کی بولی پڑھو آئے
آرام طلب لوگ چھپو این کا ضرورت ہی) ایک داستان گوئی
جسکی زبان کترنی کی طرح چلی جائے جسکو امیر عمرہ کی داستان
توک زبان ہو۔ بدریہ اور رگزار نسیم خط ہوا بات بات میں قافیہ کا
قافیہ تنگ کرے خلع جگت میں برت ہو۔ اور زمین دھلا کے
قلا بے طائے بھوٹ کے چھپر کر آئے شام سے جو کینا شروع
کرے تو توکا کرے سننے والوں کا ہر ہوا ہے۔ مگر یہ طوطی
کہ سامعین (ہوں ہوں) کرتے جائیں تب وہ داستان سنائے
ہم چاہے خراشے ہی لیتے ہوں لیکن وہ تو ٹوٹ کر لکھتا ہی جا
خوشا پند حضرت یہ خراش ظاہر نہیں کہ (ضرورت ہی) ایک
صاحب کی مشورہ کا ٹکیت ہو۔ ان میں ان میں

میں۔ آپ کے منہ میں کھی شکر اچھی کھڑی پک رہی ہو کچھ دال
میں کالا کالا نظر آکر ہو۔ جٹو ہنڈ یا چڑھاؤ۔ آج تو بیاہون گئی
میں میں اور مگر کھائی میں۔ ہمیں پوری نہ پڑے گی۔ اب مگر گشتی
کیجیے۔ اب کی ہولی میں بشر میں کھائی تھیں پاؤں تو تھادی
ہو زبان ہی چبا جاؤں۔

میاں آزاد نے جو دیکھا کہ اب یہ سب سب جھک مارے
لگے تو وہ ان سے چل کرٹے ہوئے اچھی حضرت جی حضرت دیر
تو سی۔ بس اگر ہوس ست مہین قدریں ست لاولا لافہ۔ پس
اوقات سے فائدہ ایک کہتا ہی چل شک دوسرا کہتا ہی تیرا سر
کڑھائی میں مفت میں ہو وہ کہنے سے فائدہ قبلہ یہ تو دل گئی کا
وقت ہی ہو علما فضلا شرا کلا کے سامنے تھوٹے ہی یہ باتیں
ہونگی۔ ہونہر ہلو کوئی گھس گھرا گھس میں بس رخصت۔

میاں آزاد ایک روز مگر گشت کرتے ہوئے ایک محلے میں
جانکے تو سنتے کیا ہیں کہ ایک شخص کراہتا اور غل مچا کر چلا تا ہی
اے مرا اے مرا۔ اے جان گئی۔ ہا پ اے ہا پ یا خدا یا یو
اُن اُن لمے لمے۔ اے کوئی دو ڈھنڈا نہ موت سے۔ یا آکھی
میری سنے اُن ان اور ان کے کان میں جو جھنک پڑی تو آواز کی
سیدھ پچھل ہی تو کھڑے تھے۔ دیکھتے کیا ہیں کہ ایک ضیعت
آدھی فقیانوس کا ہنجر چھوٹ کر پڑا ہوا سسک رہا ہے
مگر چہرے سے موت کے آثار رہائے جاتے ہیں آنکھوں سے جو
اشک ددان ہوا تھون نے نہیں پر ہاتھ ڈالا تو پتا ہی نہیں
سنے پر ہاتھ سے گئے تو کلیہہ مڑ مڑ کر رہا۔ پوچھا مزاج کیسا ہی
مدا سے برقا ست۔ اشیاء سے دریافت کیا کیجیے ہو۔ گھونڈ
کری دیکھتے تھے سسک رہا بعد ازاں کھڑا لگا اور لاپرواہی سے
بھرتے گئے اور گاٹا ٹائمن میں رہتے تھیں کسی سے پتہ نہ لگتا

کی طرح چلا تھا۔ اس کا منہ کھلے ہوئے تھا۔ کل تک تو کھڑی گئی
تھوٹے تھوٹے تھوٹے کچ باتیں بناتے ہوئے اب برت کی فصلی
کھائیے یہ ایک سر ہو یا مٹھو کا سر پوش بہت ٹرائیے نہ وہ نہ
بچے لم کھائیے۔ محسوس کیا ہے کی اڑائی۔ واہ چمکاتا نہ تو رہا
تھا اب اسکو چھوڑیے اب بے تکی ہونے لگی چل شک۔ کیے جان کا
تلاش ہو بھی داند کیا خوب بنگلہ ہو۔ دسا اور سے مل آیا ہے۔
میرے جوتے کا پاؤں خوب چمکتا ہی بہت چبا چا کر باتیں نہ کیجیے
آج تو میں سرخرو ہا۔ آپ سبز خجست میں۔ ذری کھوری سنگھ کو
تو بلانا۔ برگ سبز ست تھوٹے درویش ہا آپ کے پاؤں کا پناہ
کیا ہو کیا چکنی چیر دی باتیں ہیں۔ میں تیرا بار کھتا۔ این ایہ کیا
حضرت یہ کہتے کا تلازمہ ہو۔ لاول و لا۔ بس لگے بے تکی اڑا
آئیے گانے بجائے کا تلازمہ ہو واہ بندہ نواز کبیر آج تار برقی
کیا ہو۔ طبیعت ناساز ہو۔ آپ مستان شاہ میں دنیا کے پرے
برایا گھسی نہ ہوگا۔ کیا بوقت کی شنائی بجائی ہو۔ ہتیاں عجیبی
پڑھے بھی بھین قسم ہے آپ کے گلے میں توڑا ڈال دو۔
دیکھیے دل بجائیے گا اب لایا تب لا ہم پنا دیں بھول گئے۔
جھک کی دھن ہو یہ سر ہو یا تو بنی۔ اب میں کہیں کان نہ میٹھوں
اچھا راگ لائے بھی اپنی اپنی دفلی اپنا اپنا راگ۔ بس بس
ناست باہی اور راگ بوجھا۔ بوقت کی شنائی ہو۔ اور ہوگی
ہو۔ جلو خوشی کے شادیاں بجاؤ کہیں لوڑے تا یہاں نہ بجا میں
وہ تلخ چلاؤں کہ چھوڑا کرو بے بھلا کی پڑے گی گلی گدی ہے
یا گھنیر۔ اپنا تو کیا میں ہو گیا۔ آئیے اب کھانے کا مسلح ہو
بھی ہو جائوں گے آٹھام چھٹا پاس کا آپ کی دال نہ گھنے کی
ہی چیر دی ہو۔ نرا نرا آپ کے غیر میں ہو۔ تم تو ماش کا
آٹھام چھٹا میں ہو۔ حق دیکھتے ہو جانل گاتے

آزاد۔ اہی بندہ نواز عورت کی ڈارھی چھوٹی دارہ۔
 ہمارے معنی سے کیا مطلب۔ یہاں تو صورت کا ذکر ہے بھی کیا
 جو ہو۔ یہ تیغ ہم ضرور لگائیں گے کہی صاحب زن بروتی ہوں
 احتیاط شرطی۔ ۶۰۔ مرد آخر میں مبارک بندہ ایست۔
 انور۔ قبلہ سینے جوہر کی تو بیچھے فکر کیجیے گا پہلے دماغ کی فکر کیجیے
 شری سید الی کو شادی سے کیا کام۔
 ہمارے جی تو دماغ کی آپ جیسے زہاد خشک فکر کریں بندے کا
 دماغ خوب چاق ہو۔ دیکھیے آج کے آٹھویں ہی دن کسی شوخ و خشک
 سے بیاہ نہ رہے تو سہی گرہ یار شریں بڑی کر دی ہیں۔
 آزاد۔ اور خصوصاً یہ ڈارھی والی۔

ضلع جگت

ایک اٹھارے میں انور عربی برو فیئر ہو گئے۔ سمجھے تھے کہ
 اٹھارے سا جواب آئیگا مگر کھٹ سے درخواست منظور اور نادری حکم
 کہ بقیم پنہال کر تریسے دھردھکو۔ ذری دیر ہوئی اور عمدہ فٹ بلڈ
 انور تو نوکری پر ادھار کھائے بیٹھے ہی تھے پچھلے پر کر کس بس ہو
 بور یا بدھنا اٹھا رہی تھیں اور گوشت دسترخوان میں باندھ رکھا
 کوچم بیوی سے مل چلے ڈانٹنے۔ میان آزاد سلفہ جب شکم
 پر سوار ہوئے تو آزاد نے کہا۔ سہ

تو عزم سفر کر دی درفتی زبر میں | بستی کر خویش و شکستی کر میں
 انور نے کہا بھائی کر میں برسوں بیٹھے بیٹھے چھوٹی لگا
 زبان حال بقال سے ہی شعر در زبان تھا۔ سہ

سفر چکو نہ گزیم ز آستانہ خویش | کہ مجھ مردم نیم چراغ خانہ خویش
 آزاد۔ غیر المکتوب نصرت ملاقات۔ یار زندہ گاہت لاتی
 دھون نے صافہ کیا ہنگیر ہوئے۔ شکم مگر مگر کر رہی تھی
 انور نے کہا۔ اوداع۔ آزاد نے فی الحال اس قدر جب تک مگر

نظر آئی میرے ساتھ میان آزاد دیکھا کچھ بہ نظر سے۔ جس
 ہوئی تو یہ بھی کھسکے چلے تو کیا دیکھتے ہیں کہ انور میں پانچ
 نوجوان سفید پوش شریف و غیب سرک پر جا رہے ہیں مگر سب
 خوش رہ رہو شو۔ میان آزاد نے پوچھا یا حضرت کہاں کی تھاکر
 ہیں۔ کہیں مشاعرہ ہے۔ یا تلخ رنگ کا جلسہ جی نہیں جلسہ
 نہ مشاعرہ۔ مگر جان چار آدمی بیٹھ گئے وہیں جلسہ ہی۔ بہت
 چاندنی خوب گھری ہی جی چاہتا ہی دیک کر چاند کا کھڑا چمکوں
 ہم یاران بدلمرغ مرغیان مرغی نے تھان لی کاکلگشت میں اور
 تاشا سے سرسبز و سترن کوٹن زعفران چمن کا جوبن لوٹیں گوں
 شمس سے آنکھیں لڑائیں شادیلے بیامین دھما چکری طلائیں ہو
 مرے اورائیں شب بامہ کے طلع اٹھائیں کیئے آپ بھی شریف
 لائے۔ باغ میں قدم رنجہ فرمائے عزت بخشے رہتے بھائی میان
 آزاد تو ایک ہی بیٹھ کرے منبر اول کے کوچہ گرد جس کے راضی
 ہو گئے چلیے بسم اعدا لامر فوق الادب باغ میں پہنچے تو ایک
 ریش میں چوتھے پر جا ڈالے پہلے کچھ غصے تک شعر خوان رہی
 بعد ازاں ضلع جگت کی مٹری جو ہر ضلع میں طاق جگت بازی
 مشاق۔ پہلے حقے کا ضلع شروع ہوا۔ میان تم گندن کی دیتے
 ہو۔ ایک قش مجھ بھی تو ہیں اصل و جل۔ قش کے کیا سنتی
 حضرت۔ جی یہ فیضان سے ہی ہیں بہت دم نہ دیتے ڈانٹ کیا
 گرا گرم آدمی ہو بندے کا مکان منال دہانے میں ہے دارہ
 ہمارا مسکن تو جرم خیر میں ہے۔ یہ آدمی ہی یا آٹا تو تبا کھنڈ
 یہ حقہ بازی ہم خوب سمجھتے ہیں جی ایسے دارہ ہم نے بہت
 چنگے کیے اسکو کوئی لے کر کرے کیا ہے بہت چٹخند۔ آپ تو کیا
 باتوں سے موت ہوتے جاتے ہیں۔ بندہ نامہ دم و دانی کا
 کے قریب ہوا۔ دانتا کھانڈو چھوٹی یا مارلی جو۔ یا لفظ بہت

میں بہن۔ ایسے غوغا میں تنہا۔ یہ صبح اور
 جگمگاتے ہیں۔ منہ سے گویا برقیے رنگت بیان نہایت
 میں اور خبر ہی نہیں کہ گاؤں بھر کے لوندے دھجے تالیان بیا
 ہے میں وہ ایک لوندے نہایت جمایا کا قصد کیا۔ گراؤ کھینچ لیا
 دوسرے نے پڑکی آڑ سے دھنکری لگائی تیسرے نے ریش مبارک
 بنگا افسانہ کی چوٹے نے کہا میان تھاری وارسی میں نکال کر
 شیرازہ نکا۔ اب سینے کے گویا سے اٹھے تو دور کی سو بھی
 جھپ سے ایک بیڑ پر چڑھ گئے اور ہنگی پر جھانپے اور بندر
 کی طرح گئے اچکنے۔ اُس شہی سے اچکے تو دوسری شاخ پر چڑھ کر
 رہے اور ایسا ہلایا کہ درخت پر یہ عجوز کا دھوکا ہوتے نگاہ کی
 رو کوں کو بھی ہدایت کرنے جاتے ہیں کہ آؤ درخت پر آؤ
 اہلی کا درخت۔ ۵

شاخ کی بسدرہ سرکشیدہ | سیلے برج قر کشیدہ
 بلند ایسا کہ گویا آسمان سے باتیں کرتا تھا۔ حضرت منہ سے
 بنے کاف یٹھے ہوئے اہلی کھاتے ہیں اور میں لوندوں پر تان تاک
 بھینکتے جاتے ہیں۔ اور وہ غل جاتے ہیں کہ ایک چیان ہو کہ وہ ادھر ادھر
 ہاتھ ہی ڈھنچے جو ادھر چھپکے خدا سمجھے کیا منہ سے غیر فخر کرتے
 کھاتے جاتے ہیں ادھر ایک چیان بھی نہیں بھینکتے اونچیل لے کھوس
 او مسک۔ او بندر۔ او چندر۔ ایک ادھر ایک ادھر کیا خوب
 گویا شہدے کسی رئیس سے مانگ رہے ہیں۔ عورتی دیر میں کھٹک
 کرتے درخت سے اترے اتفاق سے کسر پٹ کے تین چار ہاتھی سوار
 کی دھت میں جھومتے ہوئے جا رہے تھے گر سب چاہے اور گئے
 سے لہے ہوئے۔ آپنے لوندوں کو سکھایا کہ اپنے غل چا کر کہو کہ
 ہاتھی اتنی گنا دے تو چندن نے جاتی شہیلی تو آسمان سر پر چلایا
 ہاتھی اتنی گنا دے ہاتھی اتنی گنا دے۔ اتنے میں ایک رکھو لا

نسا کا گلا میں نے جھٹ رچھکی گردن دبا کی اور پتھر پر ہور ہے
 ٹنچ ٹنچ ٹنچ۔ معقول! اچھا ٹوٹا ہو۔ رچھو لاجل پون بچا ہی کیا
 انھوں نے دیر میں رو کوں کو آگے دھجے غل غل مٹھا ہی لیا۔ مز
 سے اکرے تے بیٹھے ہیں گویا اپنے وقت کے نفیر میں ہیں۔ عورتی
 دیر کے بعد رو کوں کو زمین پر پٹکا۔ اور خود بدلت ہی دھم سے
 کو دپڑے گویا اپنے حساب اور ٹ پر سے اترے تھے اور جھٹ لنگر
 کس خم ٹھوک کر دھجے سے کشتی پر آ رہے ہو گئے تب تو رچھو والا کفن
 بھاڑ کر بیچ اٹھا۔ میان کیوں جان کے دشمن ہوئے ہو چاہی
 ڈالے گا یہ تو ہوا کے گھوڑے پر سوار تھے۔ آؤ دیکھا نہ تاو جھٹ ہی
 تو گئے اور ایک آنٹی بتائی تو رچھو چاروں شاخے جیت وہ مارا۔
 لوندوں نے وہ غل بچا یا کہ رچھو پورب اور رچھو والا بچھ کی طرف
 بھاگا مچلے بھڑکے تھوڑے لگا۔ چند ہی لمحے گزرتے تھے کہ ایک
 بھڑکی کی شامت اعمال اسکو کشان کشان سطرف لے آئی
 ساعت چارین۔ خنگن چارین دھوتی باندھے پو بھی بھٹک
 دباے۔ اور لاج کا والا پہنے باواز بلند ہانک لگا تا جاتا ہو۔ شیاہل
 کے قریب آگلا تو آگوشکار ہاتھ آیا بھی ادھر آنا کسی باچھین میں
 کہ گھرے ہیں۔ پر بارہ میں۔ (بھی بونہی ہوئی۔ ریشاہل نے ہاتھ
 دکھایا اور پوچھا کہ ہماری کتنی شادیاں ہوئی اُسے کنیا۔ بچک۔
 مگر سنگھ کر کے ہت خوش اور فکر کے بعد کہا کہ پانچ۔ آپنے آؤ دیکھا
 نہ تاو کسی گردی اچھا دی۔ ۶۔ رو کوں کو شکوہ ہاتھ آیا کسی
 سر سٹلا یا کسی نے چپا جھایا۔ واہ اچھی بونہی ہوئی۔ ریشاہل نے
 کہا واہ اچھی ساعت بچا تے ہو اپنی ساعت بھی دیکھتی ہو یا اور
 ہی کو راہ بتانے ہو۔ سچ کہنا آج ساعت دیکھ کر چلے تھے یا یوں ہی۔
 میان ہم سچ بتائیں کہ ہم کیوں جھٹ لگے۔ وجہ یہ کہ ہماری چاہتی ہوئی
 کو تھے کو سائیں مزاج کا بارہ کیسویں صبح پر پہنچ گیا۔ اچھا خیر تاو

انٹھروانا الیہ راجون۔ میان آزاد کا دل بھر گیا اور رقیں آتے تو تھے ہی آتے آتے اسور نے ایک مرد آدمی سے جو قریب تھے تھے پوچھا کہ یا حضرت۔ بھلا یہ یہ مرد کس عارضہ میں مبتلا تھے اسنے آہ سرد کھینچ کر کہا کہ یہ نہ پوچھو حق کا مار نہ تھا کیا حق! یہ کون عارضہ ہو۔ صاحب قانون نے میں اسکا کہیں بتا نہیں سب اکبر میں اسکا ذکر بھی نہیں یہ نیا عارضہ ہو۔ جی علم خواہ ہے ذرا اسکے علامات تو بتائیے اچھی حضرت کیا بتاؤن عقل کی مار اسکا خاص باعث ہو۔ عرض کردن کہ یہ یہ مرد انسی برحق تھے۔ مگر عقل کے پوسے تیز چھو نہیں گئی خدا جانے دھوپاں بال سفید کیے تھے یا نزلہ سے یہ عارضہ ہو گیا تھا۔

اب سینے کے شامت اعمال سے حضرت کی پیٹھ پر ایک پھوڑا نکلا دس دن تک علاج نادر۔ دسویں دن کسی گوارے نے کہہ دیا کہ اگل عباس کے بچے اور سرکہ بانڈو۔ جھپ رہنی ہو گئے۔ سرکہ مارا سے خریدو۔ اگل عباس کے بچے بلخ سے توڑ لائے اور سرکہ میں تون کو خوب تر کر کے پیٹھ پر بانڈو دوسرے روز پھوڑا اگل بڑھ گیا کسی اور گرکھے نے کہہ یا کہ بھٹکیا اور رنگ بانڈو ہوسا سرکہ آپنے دھبی کیا۔ لوگوں نے سمجھا یا کہ بڑھ چکے گھاس تو نہیں کھا گیا ہوا ہے پھوڑے کو بھٹکیا سے کیا واسطہ۔ فرمایا کہ اب آپ کیا جانیں یہ کچھ علاج غور فرمائیے تو تو کھا ہو غیر صاحب لوشکا سہی۔ خدا کرے اس چھوٹسی کالی بٹی سے آپ چکے ہو جائیں مگر یہ غیر۔ درد اور زیادہ شروع ہو گیا کسی نے بتایا املی کی تھی اور غور اور گور بانڈو وہاں کیا تھا فوراً منظور۔ اب ٹپنے لگے اُن اُن اُن اُن لگے تپلانے اب ہش دھاس باختر۔ اگل لگ گئی۔

محل کی ایک عورت کا میں تھا فتن مجھ سے کیون پوچھا سہل ترکیب سولی کا اچار نہ نہ دیکھتے تھے ہوں۔ اور متا کر کمال اور متا کر کین

میں اللہ اور اپنے ہاتھ سے پانی بھرو۔ کچھ چکے دھو جاؤ رنگ کٹا ڈالو ن سوچکے بھی شرط سے بڑی کڑی کی ہو۔ کچھ تو جو رنگ جھپ لی کے تپلے دن کیے اور پھر نکالے کونین میں یہ تونین تپکے غراب داخل لگے باقی بھرنے۔ ڈول تھا دن تھا۔ اور اسپر طویہ کہ مارے درد کے تپ رہے تھے رسی ہاتھ سے چھوٹ گئی اور حضرت دم سے گرے پھوڑا تو آپ جانے شیشے کی مثل ٹھیس لگی اور بھی درد بڑھا لگے تپلانے آخر کار دم توڑا۔

آزاد۔ فسوس صد افسوس ان مدعیان عقل سے کوئی اتنا تو پوچھے کہ ہر کس ناکس کی راسے پر علاج کیوں کر بیٹھے ہو جسے بتایا آتا صدقنا منظور۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ یا تو عارضہ بڑھ جاتا ہی یا جان سن سے نکل جاتی ہے۔

وحشی مگر خدا ترس ریشائیل

میان آزاد ایک دن چلے جاتے تھے تو کیا دیکھتے ہیں کہ کسی پرانی دھرائی گڑھیا کے کنارے ایک ریشائیل بیٹھے کائی کی کیفیت دیکھ رہے تھے کبھی ڈھیلٹا اٹھا کر دھپکا جھپ۔ اشارہ اس شرمیل چل وشمش نازم باین ریش وشمش یسن آدمی اور لٹو نڈے بنے جاتے ہیں۔ اس وار می کا ہی خیال نہیں اور لطف یہ کہ محلہ جہر کے نونڈے لارڈیے ارد گرد رج تالیان یا ہے ہیں اور انونڈے ہیں لیکن آپ گڑھیا کی ہون ہی پر لٹو ہیں کیڑھکھکائے ہوئے چھوٹے ڈھیلے اور ٹھیکرے ڈھونڈتے پھرتے ہیں ایک دفعہ ہی کیڑھکھکائے اٹھا کر حضرت کا گڑھیا میں پھینکے جھپ جھپ جھپ جھپ اور سے ایک مرد آدمی بھی چلے آئے تھے۔ آپ کو دیکھا تو نکر سے اوچھل ڈرا ٹھٹک کر لے سیرو کھینے دل ہی دلیں سوچتے ہیں کہ

ماشا اللہ! گو سالہ ماہ پر شنگا و نہ شد۔ یہ سن و سال اور حال چل سال عمر عزیزت کوشتی۔ مزاج تو نعل غلی نہ گشت

اور چوہار کے جانوروں کو سخت پکڑی ہے وہاں سترہ کوشے کا سبب خاص ہے ہر کج بھم جانوروں کو ایذا یا تکلیف کی حالت میں دیکھتے ہیں تو کچھ پر سانپوٹے لگتا ہے اور ان چوہاروں کا تو بندہ جانی دشمن ہوا خدا پانوں تو کالے پانی بھراؤن جہان دیکھا کہ دوچار سفید پوش کھڑے ہیں لگے جانوروں کو نور سے دبانے تاکہ وہ بیزبان ایذا کے سبب سے محشر بپا کریں اور لوگ انکی حالت دیکھ کر کچھ نہ کلیں۔ انکی ہنڈ یا پٹھو جائے۔ مردہ دوزخ میں جائے یا بہشت میں۔ ۵

تو لے کھو تر بام حرم چہ میدانی | طہیدن دل مرغان رشتہ بریار
اُنکے درد و دل کا حال کوئی کیا جانے کھیرے ایسے ٹھیا
میں چنکوا دیے کہ آجکل ہوا خراب ہے۔ کھیرے کھانے سے مرانا
تو انسان مر جائے مگر ان کچھروں کبڑوں کو ان امور سے کیا واسطہ
انکو اپنی بکری سے مطلب۔ ہم تو بنی نوع انسان کے ہمدرد ہیں
ایک کبڑے کا نقصان ہو بیزار سے پچا سون ہنگام خدا کی توجہ
بچے گی دیکھو جو اپنے واسے کو ہم نے اپنے پاس سے دور دیکھنا کھیں
گن دیے بیان ہم خدا ترس ہیں۔ مزم آزار نہیں۔

نشدہ بُری چیز ہے

ایک دن میان آزاد صاحب محول کوٹ پتلون پہنے ترکی ٹوپی
زیب سر کئے پھرتی کے ساتھ کسی طرف جاتے تھے اور سامنے سے
ایک صاحب آتے تھے۔ جب دونوں قریب پہنچے تو اُس نے پوچھا
حضرت آپ فیون تو نہیں کھاتے۔ خدا کی مار فیون پر شیطان کی
چھکار کسی ملعون نے اب تک ہاتھ نہ بھی چھوئی ہو۔ اس سیاہ کا دلی
سے بندہ اب تک تو چار ہا آئندہ خدا مالک ہوا خدا فیون کو نام
غزت ہی بجانب کو۔ فیون کی صورت دیکھو تو لاولی فرعون
نشدہ کہیں فیون بد باتہ پچھا ہے تو اب ہرے ہاتھ دھوئی ہوتی

وہی کالی ہلا کا نام نہ بان پر آیا بس ہی چاہتا ہو کہ پونے دو سو گھروں
زبان پاک کر دیں۔ یہ کھر میان آزاد ندی کے کنارے جانیٹھ
وہاں سے پلٹ کر وائے ہیں تو کچھ اور ہی گل کھلا ہوا دیکھتے کیا
ہیں کہ وہ ذات شریف ٹھے آنکھیں مالٹے ہیں اور کراہتے ہیں
صورت پر مدنی چھائی ہے۔ لب خشک چشم تر۔ سر کی فکر نہ پانوں کی خبر
تب تو میان آزاد دیکھائے کہ با ائی کیا اسرار ہے۔ پوچھا کیون بھی خبر تو
ابھی تو خاصے بھلے چنگے تھے۔ یا تھی جلد کا یا پلٹ کسی جو کئی۔ کچھ ہنڈ
سے بوسہ سے کھیلو۔ ۴۔ ۵۔ ۶۔ ۷۔ ۸۔ ۹۔ ۱۰۔ ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔ ۱۰۱۔ ۱۰۲۔ ۱۰۳۔ ۱۰۴۔ ۱۰۵۔ ۱۰۶۔ ۱۰۷۔ ۱۰۸۔ ۱۰۹۔ ۱۱۰۔ ۱۱۱۔ ۱۱۲۔ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔ ۱۱۵۔ ۱۱۶۔ ۱۱۷۔ ۱۱۸۔ ۱۱۹۔ ۱۲۰۔ ۱۲۱۔ ۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۱۲۶۔ ۱۲۷۔ ۱۲۸۔ ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔ ۱۳۹۔ ۱۴۰۔ ۱۴۱۔ ۱۴۲۔ ۱۴۳۔ ۱۴۴۔ ۱۴۵۔ ۱۴۶۔ ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ ۱۴۹۔ ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ ۱۵۴۔ ۱۵۵۔ ۱۵۶۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔ ۱۶۱۔ ۱۶۲۔ ۱۶۳۔ ۱۶۴۔ ۱۶۵۔ ۱۶۶۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔ ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ ۵۰۶۔ ۵۰۷۔ ۵۰۸۔ ۵۰۹۔ ۵۱۰۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ۵۱۸۔ ۵۱۹۔ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴۔ ۵۲۵۔ ۵۲۶۔ ۵۲۷۔ ۵۲۸۔ ۵۲۹۔ ۵۳۰۔ ۵۳۱۔ ۵۳۲۔ ۵۳۳۔ ۵۳۴۔ ۵۳۵۔ ۵۳۶۔ ۵۳۷۔ ۵۳۸۔ ۵۳۹۔ ۵۴۰۔ ۵۴۱۔ ۵۴۲۔ ۵۴۳۔ ۵۴۴۔ ۵۴۵۔ ۵۴۶۔ ۵۴۷۔ ۵۴۸۔ ۵۴۹۔ ۵۵۰۔ ۵۵۱۔ ۵۵۲۔ ۵۵۳۔ ۵۵۴۔ ۵۵۵۔ ۵۵۶۔ ۵۵۷۔ ۵۵۸۔ ۵۵۹۔ ۵۶۰۔ ۵۶۱۔ ۵۶۲۔ ۵۶۳۔ ۵۶۴۔ ۵۶۵۔ ۵۶۶۔ ۵۶۷۔ ۵۶۸۔ ۵۶۹۔ ۵۷۰۔ ۵۷۱۔ ۵۷۲۔ ۵۷۳۔ ۵۷۴۔ ۵۷۵۔ ۵۷۶۔ ۵۷۷۔ ۵۷۸۔ ۵۷۹۔ ۵۸۰۔ ۵۸۱۔ ۵۸۲۔ ۵۸۳۔ ۵۸۴۔ ۵۸۵۔ ۵۸۶۔ ۵۸۷۔ ۵۸۸۔ ۵۸۹۔ ۵۹۰۔ ۵۹۱۔ ۵۹۲۔ ۵۹۳۔ ۵۹۴۔ ۵۹۵۔ ۵۹۶۔ ۵۹۷۔ ۵۹۸۔ ۵۹۹۔ ۶۰۰۔ ۶۰۱۔ ۶۰۲۔ ۶۰۳۔ ۶۰۴۔ ۶۰۵۔ ۶۰۶۔ ۶۰۷۔ ۶۰۸۔ ۶۰۹۔ ۶۱۰۔ ۶۱۱۔ ۶۱۲۔ ۶۱۳۔ ۶۱۴۔ ۶۱۵۔ ۶۱۶۔ ۶۱۷۔ ۶۱۸۔ ۶۱۹۔ ۶۲۰۔ ۶۲۱۔ ۶۲۲۔ ۶۲۳۔ ۶۲۴۔ ۶۲۵۔ ۶۲۶۔ ۶۲۷۔ ۶۲۸۔ ۶۲۹۔ ۶۳۰۔ ۶۳۱۔ ۶۳۲۔ ۶۳۳۔ ۶۳۴۔ ۶۳۵۔ ۶۳۶۔ ۶۳۷۔ ۶۳۸۔ ۶۳۹۔ ۶۴۰۔ ۶۴۱۔ ۶۴۲۔ ۶۴۳۔ ۶۴۴۔ ۶۴۵۔ ۶۴۶۔ ۶۴۷۔ ۶۴۸۔ ۶۴۹۔ ۶۵۰۔ ۶۵۱۔ ۶۵۲۔ ۶۵۳۔ ۶۵۴۔ ۶۵۵۔ ۶۵۶۔ ۶۵۷۔ ۶۵۸۔ ۶۵۹۔ ۶۶۰۔ ۶۶۱۔ ۶۶۲۔ ۶۶۳۔ ۶۶۴۔ ۶۶۵۔ ۶۶۶۔ ۶۶۷۔ ۶۶۸۔ ۶۶۹۔ ۶۷۰۔ ۶۷۱۔ ۶۷۲۔ ۶۷۳۔ ۶۷۴۔ ۶۷۵۔ ۶۷۶۔ ۶۷۷۔ ۶۷۸۔ ۶۷۹۔ ۶۸۰۔ ۶۸۱۔ ۶۸۲۔ ۶۸۳۔ ۶۸۴۔ ۶۸۵۔ ۶۸۶۔ ۶۸۷۔ ۶۸۸۔ ۶۸۹۔ ۶۹۰۔ ۶۹۱۔ ۶۹۲۔ ۶۹۳۔ ۶۹۴۔ ۶۹۵۔ ۶۹۶۔ ۶۹۷۔ ۶۹۸۔ ۶۹۹۔ ۷۰۰۔ ۷۰۱۔ ۷۰۲۔ ۷۰۳۔ ۷۰۴۔ ۷۰۵۔ ۷۰۶۔ ۷۰۷۔ ۷۰۸۔ ۷۰۹۔ ۷۱۰۔ ۷۱۱۔ ۷۱۲۔ ۷۱۳۔ ۷۱۴۔ ۷۱۵۔ ۷۱۶۔ ۷۱۷۔ ۷۱۸۔ ۷۱۹۔ ۷۲۰۔ ۷۲۱۔ ۷۲۲۔ ۷۲۳۔ ۷۲۴۔ ۷۲۵۔ ۷۲۶۔ ۷۲۷۔ ۷۲۸۔ ۷۲۹۔ ۷۳۰۔ ۷۳۱۔ ۷۳۲۔ ۷۳۳۔ ۷۳۴۔ ۷۳۵۔ ۷۳۶۔ ۷۳۷۔ ۷۳۸۔ ۷۳۹۔ ۷۴۰۔ ۷۴۱۔ ۷۴۲۔ ۷۴۳۔ ۷۴۴۔ ۷۴۵۔ ۷۴۶۔ ۷۴۷۔ ۷۴۸۔ ۷۴۹۔ ۷۵۰۔ ۷۵۱۔ ۷۵۲۔ ۷۵۳۔ ۷۵۴۔ ۷۵۵۔ ۷۵۶۔ ۷۵۷۔ ۷۵۸۔ ۷۵۹۔ ۷۶۰۔ ۷۶۱۔ ۷۶۲۔ ۷۶۳۔ ۷۶۴۔ ۷۶۵۔ ۷۶۶۔ ۷۶۷۔ ۷۶۸۔ ۷۶۹۔ ۷۷۰۔ ۷۷۱۔ ۷۷۲۔ ۷۷۳۔ ۷۷۴۔ ۷۷۵۔ ۷۷۶۔ ۷۷۷۔ ۷۷۸۔ ۷۷۹۔ ۷۸۰۔ ۷۸۱۔ ۷۸۲۔ ۷۸۳۔ ۷۸۴۔ ۷۸۵۔ ۷۸۶۔ ۷۸۷۔ ۷۸۸۔ ۷۸۹۔ ۷۹۰۔ ۷۹۱۔ ۷۹۲۔ ۷۹۳۔ ۷۹۴۔ ۷۹۵۔ ۷۹۶۔ ۷۹۷۔ ۷۹۸۔ ۷۹۹۔ ۸۰۰۔ ۸۰۱۔ ۸۰۲۔ ۸۰۳۔ ۸۰۴۔ ۸۰۵۔ ۸۰۶۔ ۸۰۷۔ ۸۰۸۔ ۸۰۹۔ ۸۱۰۔ ۸۱۱۔ ۸۱۲۔ ۸۱۳۔ ۸۱۴۔ ۸۱۵۔ ۸۱۶۔ ۸۱۷۔ ۸۱۸۔ ۸۱۹۔ ۸۲۰۔ ۸۲۱۔ ۸۲۲۔ ۸۲۳۔ ۸۲۴۔ ۸۲۵۔ ۸۲۶۔ ۸۲۷۔ ۸۲۸۔ ۸۲۹۔ ۸۳۰۔ ۸۳۱۔ ۸۳۲۔ ۸۳۳۔ ۸۳۴۔ ۸۳۵۔ ۸۳۶۔ ۸۳۷۔ ۸۳۸۔ ۸۳۹۔ ۸۴۰۔ ۸۴۱۔ ۸۴۲۔ ۸۴۳۔ ۸۴۴۔ ۸۴۵۔ ۸۴۶۔ ۸۴۷۔ ۸۴۸۔ ۸۴۹۔ ۸۵۰۔ ۸۵۱۔ ۸۵۲۔ ۸۵۳۔ ۸۵۴۔ ۸۵۵۔ ۸۵۶۔ ۸۵۷۔ ۸۵۸۔ ۸۵۹۔ ۸۶۰۔ ۸۶۱۔ ۸۶۲۔ ۸۶۳۔ ۸۶۴۔ ۸۶۵۔ ۸۶۶۔ ۸۶۷۔ ۸۶۸۔ ۸۶۹۔ ۸۷۰۔ ۸۷۱۔ ۸۷۲۔ ۸۷۳۔ ۸۷۴۔ ۸۷۵۔ ۸۷۶۔ ۸۷۷۔ ۸۷۸۔ ۸۷۹۔ ۸۸۰۔ ۸۸۱۔ ۸۸۲۔ ۸۸۳۔ ۸۸۴۔ ۸۸۵۔ ۸۸۶۔ ۸۸۷۔ ۸۸۸۔ ۸۸۹۔ ۸۹۰۔ ۸۹۱۔ ۸۹۲۔ ۸۹۳۔ ۸۹۴۔ ۸۹۵۔ ۸۹۶۔ ۸۹۷۔ ۸۹۸۔ ۸۹۹۔ ۹۰۰۔ ۹۰۱۔ ۹۰۲۔ ۹۰۳۔ ۹۰۴۔ ۹۰۵۔ ۹۰۶۔ ۹۰۷۔ ۹۰۸۔ ۹۰۹۔ ۹۱۰۔ ۹۱۱۔ ۹۱۲۔ ۹۱۳۔ ۹۱۴۔ ۹۱۵۔ ۹۱۶۔ ۹۱۷۔ ۹۱۸۔ ۹۱۹۔ ۹۲۰۔ ۹۲۱۔ ۹۲۲۔ ۹۲۳۔ ۹۲۴۔ ۹۲۵۔ ۹۲۶۔ ۹۲۷۔ ۹۲۸۔ ۹۲۹۔ ۹۳۰۔ ۹۳۱۔ ۹۳۲۔ ۹۳۳۔ ۹۳۴۔ ۹۳۵۔ ۹۳۶۔ ۹۳۷۔ ۹۳۸۔ ۹۳۹۔ ۹۴۰۔ ۹۴۱۔ ۹۴۲۔ ۹۴۳۔ ۹۴۴۔ ۹۴۵۔ ۹۴۶۔ ۹۴۷۔ ۹۴۸۔ ۹۴۹۔ ۹۵۰۔ ۹۵۱۔ ۹۵۲۔ ۹۵۳۔ ۹۵۴۔ ۹۵۵۔ ۹۵۶۔ ۹۵۷۔ ۹۵۸۔ ۹۵۹۔ ۹۶۰۔ ۹۶۱۔ ۹۶۲۔ ۹۶۳۔ ۹۶۴۔ ۹۶۵۔ ۹۶۶۔ ۹۶۷۔ ۹۶۸۔ ۹۶۹۔ ۹۷۰۔ ۹۷۱۔ ۹۷۲۔ ۹۷۳۔ ۹۷۴۔ ۹۷۵۔ ۹۷۶۔ ۹۷۷۔ ۹۷۸۔ ۹۷۹۔ ۹۸۰۔ ۹۸۱۔ ۹۸۲۔ ۹۸۳۔ ۹۸۴۔ ۹۸۵۔ ۹۸۶۔ ۹۸۷۔ ۹۸۸۔ ۹۸۹۔ ۹۹۰۔ ۹۹۱۔ ۹۹۲۔ ۹۹۳۔ ۹۹۴۔ ۹۹۵۔ ۹۹۶۔ ۹۹۷۔ ۹۹۸۔ ۹۹۹۔ ۱۰۰۰۔ ۱۰۰۱۔ ۱۰۰۲۔ ۱۰۰۳۔ ۱۰۰۴۔ ۱۰۰۵۔ ۱۰۰۶۔ ۱۰۰۷۔ ۱۰۰۸۔ ۱۰۰۹۔ ۱۰۱۰۔ ۱۰۱۱۔ ۱۰۱۲۔ ۱۰۱۳۔ ۱۰۱۴۔ ۱۰۱۵۔ ۱۰۱۶۔ ۱۰۱۷۔ ۱۰۱۸۔ ۱۰۱۹۔ ۱۰۲۰۔ ۱۰۲۱۔ ۱۰۲۲۔ ۱۰۲۳۔ ۱۰۲۴۔ ۱۰۲۵۔ ۱۰۲۶۔ ۱۰۲۷۔ ۱۰۲۸۔ ۱۰۲۹۔ ۱۰۳۰۔ ۱۰۳۱۔ ۱۰۳۲۔ ۱۰۳۳۔ ۱۰۳۴۔ ۱۰۳۵۔ ۱۰۳۶۔ ۱۰۳۷۔ ۱۰۳۸۔ ۱۰۳۹۔ ۱۰۴۰۔ ۱۰۴۱۔ ۱۰۴۲۔ ۱۰۴۳۔ ۱۰۴۴۔ ۱۰۴۵۔ ۱۰۴۶۔ ۱۰۴۷۔ ۱۰۴۸۔ ۱۰۴۹۔ ۱۰۵۰۔ ۱۰۵۱۔ ۱۰۵۲۔ ۱۰۵۳۔ ۱۰۵۴۔ ۱۰۵۵۔ ۱۰۵۶۔ ۱۰۵۷۔ ۱۰۵۸۔ ۱۰۵۹۔ ۱۰۶۰۔ ۱۰۶۱۔ ۱۰۶۲۔ ۱۰۶۳۔ ۱۰۶۴۔ ۱۰۶۵۔ ۱۰۶۶۔ ۱۰۶۷۔ ۱۰۶۸۔ ۱۰۶۹۔ ۱۰۷۰۔ ۱۰۷۱۔ ۱۰۷۲۔ ۱۰۷۳۔ ۱۰۷۴۔ ۱۰۷۵۔ ۱۰۷۶۔ ۱۰۷۷۔ ۱۰۷۸۔ ۱۰۷۹۔ ۱۰۸۰۔ ۱۰۸۱۔ ۱۰۸۲۔ ۱۰۸۳۔ ۱۰۸۴۔ ۱۰۸۵۔ ۱۰۸۶۔ ۱۰۸۷۔ ۱۰۸۸۔ ۱۰۸۹۔ ۱۰۹۰۔ ۱۰۹۱۔ ۱۰۹۲۔ ۱۰۹۳۔ ۱۰۹۴۔ ۱۰۹۵۔ ۱۰۹۶۔ ۱۰۹۷۔ ۱۰۹۸۔ ۱۰۹۹۔ ۱۱۰۰۔ ۱۱۰۱۔ ۱۱۰۲۔ ۱۱۰۳۔ ۱۱۰۴۔ ۱۱۰۵۔ ۱۱۰۶۔ ۱۱۰۷۔ ۱۱۰۸۔ ۱۱۰۹۔ ۱۱۱۰۔ ۱۱۱۱۔ ۱۱۱۲۔ ۱۱۱۳۔ ۱۱۱۴۔ ۱۱۱۵۔ ۱۱۱۶۔ ۱۱۱۷۔ ۱۱۱۸۔ ۱۱۱۹۔ ۱۱۲۰۔ ۱۱۲۱۔ ۱۱۲۲۔ ۱۱۲۳۔ ۱۱۲۴۔ ۱۱۲۵۔ ۱۱۲۶۔ ۱۱۲۷۔ ۱۱۲۸۔ ۱۱۲۹۔ ۱۱۳۰۔ ۱۱۳۱۔ ۱۱۳۲۔ ۱۱۳۳۔ ۱۱۳۴۔ ۱۱۳۵۔ ۱۱۳۶۔ ۱۱۳۷۔ ۱۱۳۸۔ ۱۱۳۹۔ ۱۱۴۰۔ ۱۱۴۱۔ ۱۱۴۲۔ ۱۱۴۳۔ ۱۱۴۴۔ ۱۱۴۵۔ ۱۱۴۶۔ ۱۱۴۷۔ ۱۱۴۸۔ ۱۱۴۹۔ ۱۱۵۰۔ ۱۱۵۱۔ ۱۱۵۲۔ ۱۱۵۳۔ ۱۱۵۴۔ ۱۱۵۵۔ ۱۱۵۶۔ ۱۱۵۷۔ ۱۱۵۸۔ ۱۱۵۹۔ ۱۱۶۰۔ ۱۱۶۱۔ ۱۱۶۲۔ ۱۱۶۳۔ ۱۱۶۴۔ ۱۱۶۵۔ ۱۱۶۶۔ ۱۱۶۷۔ ۱۱۶۸۔ ۱۱۶۹۔ ۱۱۷۰۔ ۱۱۷۱۔ ۱۱۷۲۔ ۱۱۷۳۔ ۱۱۷۴۔ ۱۱۷۵۔ ۱۱۷۶۔ ۱۱۷۷۔ ۱۱۷۸۔ ۱۱۷۹۔ ۱۱۸۰۔ ۱۱۸۱۔ ۱۱۸۲۔ ۱۱۸۳۔ ۱۱۸۴۔ ۱۱۸۵۔ ۱۱۸۶۔ ۱۱۸۷۔ ۱۱۸۸۔ ۱۱۸۹۔ ۱۱۹۰۔ ۱۱۹۱۔ ۱۱۹۲۔ ۱۱۹۳۔ ۱۱۹۴۔ ۱۱۹۵۔ ۱۱۹۶۔ ۱۱۹۷۔ ۱۱۹۸۔ ۱۱۹۹۔ ۱۲۰۰۔ ۱۲۰۱۔ ۱۲۰۲۔ ۱۲۰۳۔ ۱۲۰۴۔ ۱۲۰۵۔ ۱۲۰۶۔ ۱۲۰۷۔ ۱۲۰۸۔ ۱۲۰۹۔ ۱۲۱۰۔ ۱۲۱۱۔ ۱۲۱۲۔ ۱۲۱۳۔ ۱۲۱۴۔ ۱۲۱۵۔ ۱۲۱۶۔ ۱۲۱۷۔ ۱۲۱۸۔ ۱۲۱۹۔ ۱۲۲۰۔ ۱۲۲۱۔ ۱۲۲۲۔ ۱۲۲۳۔ ۱۲۲۴۔ ۱۲۲۵۔ ۱۲۲۶۔ ۱۲۲۷۔ ۱۲۲۸۔ ۱۲۲۹۔ ۱۲۳۰۔ ۱۲۳۱۔ ۱۲۳۲۔ ۱۲۳۳۔ ۱۲۳۴۔ ۱۲۳۵۔ ۱۲۳۶۔ ۱۲۳۷۔ ۱۲۳۸۔ ۱۲۳۹۔ ۱۲۴۰۔ ۱۲۴۱۔ ۱۲۴۲۔ ۱۲۴۳۔ ۱۲۴۴۔ ۱۲۴۵۔ ۱۲۴۶۔ ۱۲۴۷۔ ۱۲۴۸۔ ۱۲۴۹۔ ۱۲۵۰۔ ۱۲۵۱۔ ۱۲۵۲۔ ۱۲۵۳۔ ۱۲۵۴۔ ۱۲۵۵۔ ۱۲۵۶۔ ۱۲۵۷۔ ۱۲۵۸۔ ۱۲۵۹۔ ۱۲۶۰۔ ۱۲۶۱۔ ۱۲۶۲۔ ۱۲۶۳۔ ۱۲۶۴۔ ۱۲۶۵۔ ۱۲۶۶۔ ۱۲۶۷۔ ۱۲۶۸۔ ۱۲۶۹۔ ۱۲۷۰۔ ۱۲۷۱۔ ۱۲۷۲۔ ۱۲۷۳۔ ۱۲۷۴۔ ۱۲۷۵۔ ۱۲۷۶۔ ۱۲۷۷۔ ۱۲۷۸۔ ۱۲۷۹۔ ۱۲۸۰۔ ۱۲۸۱۔ ۱۲۸۲۔ ۱۲۸۳۔ ۱۲۸۴۔ ۱۲۸۵۔ ۱۲۸۶۔ ۱۲۸۷۔ ۱۲۸۸۔ ۱۲۸۹۔ ۱۲۹۰۔ ۱۲۹۱۔ ۱۲۹۲۔ ۱۲۹۳۔ ۱۲۹۴۔ ۱۲۹۵۔ ۱۲۹۶۔ ۱۲۹۷۔ ۱۲۹۸۔ ۱۲۹۹۔ ۱۳۰۰۔ ۱۳۰۱۔ ۱۳۰۲۔ ۱۳۰۳۔ ۱۳۰۴۔ ۱۳۰۵۔ ۱۳۰۶۔ ۱۳۰۷۔ ۱۳۰۸۔ ۱۳۰۹۔ ۱۳۱۰۔ ۱۳۱۱۔ ۱۳۱۲۔ ۱۳۱۳۔ ۱۳۱۴۔ ۱۳۱۵۔ ۱۳۱۶۔ ۱۳۱۷۔ ۱۳۱۸۔ ۱۳۱۹۔ ۱۳۲۰۔ ۱۳۲۱۔ ۱۳۲۲۔ ۱۳۲۳۔ ۱۳۲۴۔ ۱۳۲۵۔ ۱۳۲۶۔ ۱۳۲۷۔ ۱۳۲۸۔ ۱۳۲۹۔ ۱۳۳۰۔ ۱۳۳۱۔ ۱۳۳۲۔ ۱۳۳۳۔ ۱۳۳۴۔ ۱۳۳۵۔ ۱۳۳۶۔ ۱۳۳۷۔ ۱۳۳۸۔ ۱۳۳۹۔ ۱۳۴۰۔ ۱۳۴۱۔ ۱۳۴۲۔ ۱۳۴۳۔ ۱۳۴۴۔ ۱۳۴۵۔ ۱۳۴۶۔ ۱۳۴۷۔ ۱۳۴۸۔ ۱۳۴۹۔ ۱۳۵۰۔ ۱۳۵۱۔ ۱

چار سے یہاں لوگ کھٹک چکا ہیں بس آپ کی اور سچی
 بھڑایا۔ اپنا کیا اپنے آگے آیا۔ یہ کھڑو اٹھ کر چلنے ہی کو تھا کہ
 ریشٹائل نے روکون کو اشارہ کیا وہ تو انکو اپنا پیر دستگیر سمجھتے تھے
 ہی اٹھ کھڑے ہوئے ایکسٹو پوٹی لی۔ دوسرے والا بھاگتا ہوا
 نے پکيا ہٹلا دی۔ دس بلنگ چٹ گئے۔ بچا سے کو ہزار وقت چھپا
 چھڑا کر بھاگتا پڑا۔ اور قسم کھائی کہ اب اس محلے کی طرف رخ کروں
 تو چار۔ اتنے میں ایک نوائے دوائے نے آواز دی۔ گلابی ریوڑ پان
 کراری کھٹیاں۔ دال موٹ سلونے۔ مٹر کونے۔ نوڑے اپنے اپنے
 دلیں خوش ہو گئے کہ ریشٹائل کی بدلت خوب بٹھائیاں کھین گے
 اور بھانجہ پوٹا لین گے۔ مگر انھوں نے منع کر دیا۔ خبردار ہاتھ بٹھانا
 جب نوائے والا پاس آیا تو انھوں نے ٹھہرایا اور کہا سب نوائے
 کے کیا دام ہیں اُسے کہا دھائی روپیہ این۔ ڈھائی روپیہ !
 بھی مول تول نہیں واجب کو واجب۔ اچھا تو دو روپیہ دیجیے۔
 دو روپیہ جیسے کالکرا کے ہاتھ دھرے اور روکون کو خوب
 چھک کھلا یا۔ دست مسک بھڑا آرائی کھیرے نو کھیرے حضرت
 اُچک کر ٹوکرائٹ دیا کھیرے زمین پر آئے صیہ ہی روکون نے
 چاہا کہ کھیرے بھدین کہ انھوں نے ڈانٹ بتائی کھیرے لے لے
 کے دونوں ہاتھ پکڑ لیے اور روکون سے کہا کہ کھیرے اٹھا اٹھا کر اکی
 گروہیا میں پھینکے جاؤ۔ اُنکے نزدیک بھلی بڈل لگی تھی کھیرے اٹھایا
 اور غراب گروہیا میں بچا س ساتھ کھیرے آنا فانا گروہیا میں تھے
 چھٹے وقت ایک چڑیا رکنیا جال لیے ہوئے آ نکلا۔ ہاتھ
 میں تین چار جانور کچھ جوئے کے اندر سب ٹھہرا رہے ہیں کالا
 بھیجا۔ شکل کاروز۔ ریشٹائل نے پکارا۔ آؤ آؤ میان ادھر آؤ۔
 ایک بھیجا لیکر اپنے اوپر سے صدقے کو کے چھوڑ دیا۔ چڑیا نے کہا
 (کا ہوا) دوسرا جانور جو ایک روکون پر صدمہ ہے کہ کچھ چھوڑ دیا۔ تیسرا

جانور ایک سنگی طلی پر سے صدمہ کھاتا ہی طرح خطا پنہاں
 صدقہ کر کے خاموش کھڑے ہوئے۔ گویا کچھ مطلب ہی نہ تھا چھپا
 نے کہا۔ ہجور دام۔ آپ نے فرمایا تمہارا نام۔ تب تو وہ چکرایا کہ
 ملے۔ خوب جھانسا دیا۔ ہجور دھیلی کے ہجور تھے۔ این بادھیلی
 کچھ گھانس تو نہیں کھا گیا کیسی دھیلی۔ کتا کس سے ہی ہوش کی دور
 کر ہوش کی۔ جنگ پی گیا ہی با شراب کا نشہ ہی۔ پابہی صابو اور
 سینے۔ اُسے کھرا دند۔ ہجور سب سد کے کر دیے اب کھین نکالت ہو
 روکون نے جال کہا سب ٹھلا دیا۔ ٹھوڑی دیر روپا پٹیا۔ آخر کا
 صبر کر کے چل دیا۔

اس کارروائی کے بعد ریشٹائل نے روکون کو چھوڑا اور اس محلے
 سے نکل کر گریہ ہونے ہی کو تھے کہ میان آزاد اُنکے قریب آئے
 یا حضرت آپ آئی کیا مجھ کو دشت ہیں۔ میں عرصہ دراز سے
 آپ کی انکھی حرکتیں دیکھ رہا تھا کبھی کھیرے گروہیا میں پھینکے کھلی ملی
 ہر ایک ہے کچھ چڑیا جنگ کا قاتیہ تنگ کیا۔ کبھی بھڑی کو آؤ
 ہاتھوں لیا۔ حضرت واسطے خدا کے فصد کھلائیے حیدبا کے ہال
 پر قہج کر دایکے ورنہ آپ بہت جلد پاگل ہو جائیں گے۔

ریشٹائل۔ اس تریزانی اور خوش میانی کے قربان۔ بندہ ٹری
 سودانی جھلی مستان۔ آئے وہاں سے بڑے وہ بکے سینے قبل
 ۶۔ نکتہ ہاست بسے عرم اسرار کہا دھنکے کے بے بڑی عقل
 چاہیے۔ گروہیا پر سب جاکے ڈھیلے پھینکے اور پیر اُچک کر اُلی
 کھانے اور باقی سے گئے مانگنے کا سبق کہ لیکھی جاری دیکھا دیکھی
 بھاندو ڈھوپ میں مشاق ہو جائیں۔ نہیں کہ درل ٹوٹا گا دلی
 کی طرح جہاں بیٹھے وہیں جم گئے روکون کو کم سے کم دو گھنٹے روزہ ڈھیل
 کی مشق کرنی چاہیے ورنہ اُسے دن بھاری ستائے گی۔ اور صحت و تندرست
 گھٹتی جائے گی۔ سچو مالے کے رچھو پر اُچک بیٹھے نوڑے کچھ کھا

وہ ابھی صلاح ادا کیا تھا۔ میان جان و دھرم کا چہرہ اٹھنا چاہتا تھا۔
کیسا بھائی کہا تو میرے سہا سے چلو الغرض میان آزاد
نے اس فیوض کو پیچ پر لا دیا اور لے چلے۔ انکی یہ قطع کہ آنکھیں بند نہ کرنا
ہو اسلئے ہی نہیں کہ جاتے کہاں ہیں۔ ایک دفع میان آزاد نے
انکو ندی میں لجا کر غوطہ دیا پس قیامت بپا ہو گئی ستم ڈھایا آفت
کا سامنا بلا کا سامنا مصیبت کا سامنا تھا انیوں آدمی پانی کی موت
سے نفرت۔ لگے جلانے۔ بڑا غپا ہے گیا۔ مارا پڑا کرویا۔ پھر
آج ہی غمناک من قدم رکھا۔ خدا سمجھے خود سے من سے جان نکلی
ہو ہو ہو ہو۔ پھر گیا۔ اذیتا ترس اتورج کر اسنے میں میان آزاد
نے ایک اور غوطہ دیا۔ تیسرا غوطہ دیا۔ چوتھا غوطہ دیا تا بڑا لڑکی غوطے
دیے اب انکی کیفیت نہ پوچھیے۔ پس ناگفتہ بہ کرو روں گایان
دین۔ لاکھوں صلواتیں سنائیں میان آزاد نے انکو رتی میں چھوڑ
اور لپٹے ہوئے۔ اور پو انیوں سے صاحب ہم نے جو ایک ستانہ
صلاح دی تو کہنے لگے تم عاقبت کے بورے بخورو گے کو چڑا گھوڑ
اور بڑھ بڑھ کر باتیں بناؤ۔ بات تیرے کی۔ میان آزاد
وہاں سے چلے تو راہ میں ایک اور حضرت سے۔ آداب عرض کر کے
آپ سے کچھ عرض کرنا ہی فرمائیے۔ ہندو چاندو یا نہ ہو۔ ہوت شرم
میں چاندو کی دوکان ہی نہیں۔ سب چاندو داسے پیسے گئے ہیں
وہاں جائیں تو شام ہو جائے اور پھر جایا کس سے جایا گا۔ ہم تو
نبھان ہیں۔ آپ کچھ سبیل کر دیں تو بڑا ہی احسان ہو میان آزاد
نے کہا میں بتاؤں۔ سامنے ناگ کی سیدھ پر چلے جاوے وہ ہر گز
پیر نظر آتا ہی ندی کے کنارے وہاں ایک صاحب بیٹھے ہوئے
چاندو اگر وہ ہیں آپ بھی شریک ہو جائیں۔ ابابا۔ ابابو ہو کر
اچکے ہوئے چلے کر پکلی دوچار چھپے تو اوایں اور زار گرائیں میان
ایک پیاسی م گئے ہو گئے کہ ایک اور ذات شریف سے دوچار ہو

کیوں بھی کچھ بھی جام بھی دیکھا ہے۔ کیا جام ہم کیسا جام
جہاں نہ لگاؤں نہ سنا ہو دیکھا نہیں۔ اسے میان ہم میں جام کو پوچھتے
میں ہو کو نہیں بنا ہو۔ کو نہیں دیکھا تھا عارفہ جو داہ بھی انکی کے
نکھنے داسے۔ کو نہیں دوا نہیں۔ کوئی کی جمع۔ نہ صاحب ہم نے
ایسا جام دیکھا نہ سنا۔ میان اب صاف صاف کہہ دیں کبھی شراب
بھی پی ہو۔ استغفر اللہ۔ استغفر اللہ۔

کیا ذکر شراب یا تو بہ خاور	ہو ایسا نہ شرمسار تو بہ خاور
دو دفع میں جلیں گے ی کے پیے دے	تو بہ خاور ہزار تو بہ خاور

اجی تم تو گھاٹ ہی نکلیے۔ میان ۶۔ نام خدا ہو جو ان کچھ تو کیا
چاہئے۔ کیا کہیں بول میں ہوت ایک ہونڈ تک نہیں در نہ انکو
خود مرہ چکھاتے۔ ہوت طبیعت بے لطف ہو۔ ہندو ہر روز
دو وقت شراب پینے کا عادی ہو۔ آج جان غلاب میں ہو۔

میان آزاد نے کہا ہم تباہی دہ دیکھو سامنے الی کا پیڑی چلے جاؤ
وہاں دوچار آدمی بیٹھے راسی اڑاتے اور کھسکی لگاتے ہیں چلو
نشا غٹ شراب اڑاؤ میان شرابی تو کھل گئے۔ ایو خانہ احسان
ابا دواہ استاد۔ کیا بات بتائی۔ ہوت جان بھائی۔ چلو تم بھی
ایک چلو میں آؤ ہو۔ میان آزاد نے کہا معاذ اللہ میں اور شراب
آج تک کبھی پی نہ پونگا۔ یہ کہتے ہی تھے کہ ہنسنا کھارن اودی
اودی پھر پھر کائے اٹھ سے گزری صوت دیکھتے ہی میان آزاد
سیدھے نوک دم بھاگے تھے پھر کے دیکھنا قسم تھا اگر دل ہی میں
سوچتے جاتے ہیں کہ نشہ بھی کیا بری چیز ہے کہ ذرا وقت پر
نہ ملا اور دم توٹنے لگا۔

میان مسافر۔ میان مسافر سچ کہتا	
مین نشہ میں تو نہیں ہوں	
آجک تو میان آزاد دن بھر جو لگا کر رات کو دیکھ رہے تھے	

دوسری طرف سے مال بگھاری جاتی ہو بھٹیاریاں سنا دون کو
گھر گھر کر رہی ہیں سات ستی کو ٹھکان دیکھا ہی ہیں۔
حضرت ابوہریرہؓ فرمایا کہ میں نے ایک کوٹھی
کے پاس ایک صاحب بھیم و شیم فرما دیکھیں یہ چار بانی پر
بیٹھے لگے پٹی ٹوٹ گئی اور حضرت قراب سے بھینٹے من ہوئے
اسے موٹا پا بھی کیا بری چیز ہے۔ اب سینے کے گرے تو اٹھا نہیں
جاتا آخر کار دایان ہاتھ بھٹیاریوں نے لیا۔ بائیں طرف میان آزاد
نے ہاتھ دیا اور بعد از ابی بھر حضرت کو نکالا۔ جھانکنے سے باہر
آئے تو نہایت ہی خفیہ پہلے تو بی بھٹیاری سے خوب گفت
ہوئی۔ واہ اچھی چار بانی دی اور جو میرا ہاتھ بانوں ٹوٹ جاتا
سر پھوٹ جاتا تو کیسی ہوتی۔ لے واہ میان! انٹا چور کو تو مال
کو ڈانٹے ایک تو چہرہ کھٹ کو چکانا چور کر ڈالا۔ بٹی کے ہر ٹکڑے
ہو گئے دینگے نکا۔ اور چھ گندے پر پانی پیر دیا دوسرے میں کو
لٹکارتے ہیں۔ الغرض لوگوں نے سمجھا اٹھا کہ جھگڑا پاک کیا تو
حضرت مثل مثل کر رہے تھے لگے۔ ۵

روا سے دل حزن نہ تپ جی رہا میں | ابیہار کو سفر ہے نہانا بخار میں
میان آزاد نے پہچایا حضرت کہان سے تشریف لائے کا
اتفاق ہوا۔ فرمایا میں تک آیا ہوں معقول اسوال کی جواب
دیگر قبلہ آپ آئے کہان سے ہیں۔ جی وطن سے آتا ہوں لکھی
وطن کا کچھ نام بھی ہے۔ یا گنام بھی جی گو پامو میں مکان ہے اناہ
آئیے آئیے۔ واہ خوب ہے۔ تو یہ کیسے حضور کا دولت خانہ گو پامو
میں خوش آمدی۔ خوش آمدی۔ یہاں کس غرض سے آتا ہوا۔
حضور جی بندہ حکیم ہے۔ یہ کیسے تو آپ طبیب ہیں کیا طبیب! طبیب
آپ خود ہنگہ ہم حکیم ہیں۔ طبیب کہیں اور رہتے ہوتے
خیر صاحب وہ طبیب نہیں۔ آپ حکیم بلکہ سلطان الحکام ہیں

تھا کیون ہوتے ہو صاحب۔ کیا بیان مطلب کرنے کا قصہ
اور نہیں تو کیا بھار بھونکنے آیا ہوں یا سپو پانوں پر سوار تھا
بھلا یہ فرمائیے کیسا مقام ہے لوگ کس فشن کے میں آئے ہوا
کیسی ہو حضرت یہ نہ پوچھیے۔ باشندے ستورہ پشت۔ چاق پچ
آنٹوں کا ٹھکیت۔ اور آب دہو کا تو خیال ہی نہ کیجئے برہن
رہے اگر کسی دن سو ہضم کی شکایت ہو تو جرمانہ دون پاؤ بھر کی
غذا ہو تو تین پاؤ کھائیے۔ ڈکار تک لیجئے تو مجھے سزا دیجئے یہ
سکر حکیم صاحب نے منہ بنایا اور گولا لکھ ضبط کیا مگر سبے اختیار
بول اٹھے لاول ولا توتہ۔ بڑے بڑے پھننے! این ٹھکے پھننے!
یہ کیون کیون۔ اسی آب دہو امر خوب ہے۔ بیماری کا نام نہیں یہ تو
اچھا مقام ہے لاول چہ معنی دارد! حضرت آپ بڑے کوڑھ مفر
ہیں۔ ایک تو آپ نے یہ گولا مارا کہ آب دہو اچھی ہو اتنا نہیں
سمجھتے کہ آب دہو اچھی ہے تو ہم سے کیا واسطہ۔ میں کون پوچھ چکا
ہیں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیکار بیٹھے کھیاں مارا کریں گے۔ ہم تو
ایسے شہر جانا چاہتے ہیں جہاں پیٹنے کا گھر ہو۔ بخار چھانڈ چھوڑتا
ہو۔ ڈنکور دڑتیو ادبوسے۔ قبض اور جیش کی سب کو شکایت
ہو آب دہو این سم کی خاصیت ہو۔ چپک کا دہ زور ہو کہ لا
جب البتہ ہماری ہنڈیا پڑھے۔ آپ نے تو دوا دے آتے ہی
گولا مارا ہتھے ہی پر ٹوک دیا اور اشارہ اند کس ہمدردی
آپ فرماتے ہیں کہ سور ہضم کی شکایت ہوگی۔ واہ سور ہضم
کی شکایت ان کو ہوتی ہوگی جو صنعت معدہ کے عارضے میں مبتلا
ہیں اور ابھر یہ کہ پاؤ بھر کے عوض میں تین پاؤ غذا کھانے
لوگوں۔ واہ واہ۔ پڑا ہی کر دیا۔ آمدنی کا نہیں اور کھائیں
جو گنا تو فرمائیے مرے یا جے نا صاحب بندہ سو رہے ہی لہیا
بدعا اٹھا کر محبت ہوگا۔ ایسے خوش شہر میں میری بلا رہے

کھی پٹکی اور بکھلا ہٹ تو آپ کے قریب نہیں پہنچنے پاتی
 نور امیر سے شیر نے ٹوکی باگ بھیری اور لگے اُسے چلنے۔ بائیں
 بائیں تو حضرت کیا یہ لٹی لٹکا جاتی۔ اسے میان یون جلو
 یون۔ ابھا دون سہی۔ بائیں سہی لیکن سچ کہنا کوئی بات نشے
 کی پائی جاتی ہے۔ میان آزاد نے اپنے کان ایٹھے اور کہا بندہ نواز
 دہم کی دوا تو تھان کے پاس نہ تھی۔ ایک دفعہ بیس دفعہ پیاس فہم
 سمجھا دیا کہ آپ ہوش کی پوٹ یاہن۔ پھر آپ بار بار کیون
 پوٹھتے جاتے ہیں۔ خیر خدا خدا کر کے جانور کو پھر اگر نشے نے
 اٹھرن کر دیا۔ مسافر۔ مسافر۔ مسافر مسافر دیکھیے کیا قدم ہے
 نہ کہو گے سچ کہنا۔ جھوٹ ہوتا اور سو بکھانا اپنے حساب برابر ہے
 ذرا بھی نشے کی کوئی بات پائی گئی۔ کیا جمال۔ بالکل ہوش کی
 بائیں ہیں۔ حضرت۔ خصوصاً اس وقت جو آپ نے گھوڑے کو
 پھیر دیا تھا یہ عین ہوش و حواس کی نشانی ہے اور یہ بار بار ایک ہی
 بات کو دہرانا صاحب ہوش کی بائیں ہیں جو شیر۔ ایک کھی اللہ
 چوہا لو تو بیٹن ہی ہو جاؤ۔ ایک دفعہ ہی آواز آئی۔ مسافر۔ مسافر
 و میان مسافر۔ بدھاسی کی بات تو میں نے نہیں کی۔ تھیں
 قسم ہے اپنے دین اور ایمان کی۔ میان آزاد نے پھر اپنے کان
 ایٹھے۔ بدھاسی تو چھوڑیں گئی۔ معاذ اللہ جو کہیں آپ بہوش
 ہوتے تو ممکن تھا کہ گھڑیا کلخ پھیر دیتے۔ ایک ہی ہوش کی
 بات ہے کہ کوئی اٹھارہ کروڑ مرتبہ مجھ سے آپ پوچھ چکے کہ میں
 ہوش میں ہوں نہ پھر میان شہسوار نے چیخا شروع کیا کہو بھی
 مسافر دیکھنا ہم بھی کس خم و دم کے جوان ہیں چشم بددور دم
 نیمت ہے۔ اور یہ دیکھو ذرا نشے کی بوتل نہیں آتی۔ بجا ہو
 مشفق میں خوب واقف ہوں نشے ہوتا تو ایسے ٹھکانے کی
 بائیں نہ سوچتی جب میان آزاد نے دیکھا کہ اب یہ ضیق ہے

اور گھڑیا پر سے روٹکا ہے چاہتے ہیں اب خیر نہیں آتی ہو
 جھٹ گھڑیا کو ایک کھیت میں ہٹک دیا اور غل مچایا لا کسان
 او کسان دیکھو پترا کھیت چرائے لیتا ہو کسان کے کان میں جوہ
 ہٹک پڑی تو ٹھکانہ سے پر رکھ لاکھوں صلوات سناتا ہوا جھٹ
 آج چاہنا کے چھوڑ دینا۔ روز سوری چرائے جاتے تھے آج ہی
 تو تھے چوٹھے ہو۔ بچہ جی۔ اب کیسے کیا درگت بناؤں قریب گیا
 تو دیکھتا ہوں کہ ٹوٹی ہوئی اور ایک آدمی اُسپر لدا ہے۔ این این گل
 دیگر شگفت۔ اخا آپ ہیں چلے گھرے چلون رات کو گھڑی
 پر سوئے کسان گو کسان ہی تھا گنوار۔ مگر ترمج یہ جھانسا دیکر
 کہ تم کو گھرے چلو تھا۔ سیدھا کا بنی ہوس ہو گیا۔ نیچے نیچے
 ٹوٹی۔ ایک دفعہ حضرت جو چوٹے تو ہانک لگائی میان مسافر
 میان مسافر بھی سچ کہہ دو ذرا نشے کی چھاتھ تک نہیں ہے۔
 او چھا جی۔ یہ اپنے حساب ابھی راہ میں میان آزاد ہی کے ساتھ
 چلے جاتے ہیں۔ اس وحشت کو ملاحظہ فرمائیے۔ انفرس ٹوکی
 اور سوار دونوں کو کا بنی ہوس میں ڈھکیلا اور چپت ہوئے
 ادھر میان آزاد نے راہ لی۔ یہ بیچارے رات بھر کا بنی ہوس
 میں رہے صبح کو دس آنہ لے کر بھیجا چھوٹا۔ خدا اس شراب
 خانہ خراب کو غارت کرے۔ آمین آمین۔

اپنے حلوے مانڈیے کام

میان آزاد کے تو پاؤں میں آنکھیں روگ تھا۔ ادھر ادھر
 چکر لگائے راستہ ناپا اور بڑا کر سور ہے ایک دن حسب معمول
 تلوے کھلائے تو چھ سرائی طرف۔ وہ تو کیسے خیر گندی کہ جوش
 جنون نے جنگ نہ دکھایا۔ دونوں وقت سے سرائی میں
 بوجھ۔ بڑی جہل پیل ہو۔ ایک طرف روٹیاں پک رہی ہیں

اپنا کمر بھنٹنا - ۵

گفتش لے مہ شب از من بے نابین چہ سود

گفت گستاخانہ برے من آن دیدن چہ سود

گفتش رویت گل ست گل برے دیدن ست

گفت بردیدن وکان عاشقی چیدن چہ سود

گفتش عشق گل رویت گر باشد گناہ

گفت این رمزیت پنہان فاش نابین چہ سود

گفتش نابیدہ ام کز جور تو رنجیدہ ام

گفت چون عاشق شدہ ابر جور رنجیدن چہ سود

گفتش بر جور نافہیدہ ششم بیتلا

گفت این رسم قدیم ہست نصیدن چہ سود

گفتش نصیدہ نافہیدہ ششم بیتلا

گفت بس لے عقل مغز مانرا شیدن چہ سود

سبحان اللہ حضرت آپ تو شاعر غراہین عرض کون حضرت

شاعر غراہونا تو حال ہی مگر آپ قدردان آدمی ہیں - دہ شاعر غرا

تو عرب میں مبنی اور امر ااقیس - فارس میں سعدی خاقانی

فردوسی و انوری - ہند میں کالیداس اور کبراج اور اردو میں

انیس و دہیر آتش و میر گذرے ہیں باقی غیر مصلح - اچھا حضرت

کچھ اردو کلام تو سنائے - بہت خوب - ۵

فارغ دے جاتے ہیں جیتے ہیں یہ شگوفہ دہنیالائے ہیں

سبحان اللہ دغ کے بے شگوفہ کیا خوب - (سلیم)

یا رنگ بار کمان پاتے ہیں راستہ ناپ کے رو جاتے ہیں

کیا بول چال ہو کیا روزمرہ ہی (اقاب)

پھر خون و خفت نہ دکھلائے کہیں آجے تلوے مرے کھلاتے ہیں

ادہ ہو - کیا زبان ہو - سبحان اللہ حضرت - (گولش)

نہال جاتے ہیں جو بوسہ مانگو

بات مطلب کی جبا جاتے ہیں

بارک اذ خدا کی قسم زبان چمے - بوسے کے بے چارے بھی کیا خوب ہو

بھول کا جام پلا اوساتی

اکاٹے تلوے میں پئے جاتے ہیں

ایا ایا - بھول کے بے کاشے

نگلی کے نام سے جاتے ہیں خفا

بات سبھی ہوئی اچھاتے ہیں

نگہ رسم بھی تو کیجئے

کوئی دم رسم بھی فرماتے ہیں

ساتھ لاتے ہیں رفیقوں کو ضرور

دل دکھانے کو وہ عقل آتے ہیں

اسکے بعد شاعر نے پوچھا کیوں حضرت یہاں کے رؤسا میں کوئی

قدر دان شعر و سخن بھی ہے - یہ نہ پوچھے یہاں مارواڑی البتہ ہتے

میں کتاب یا کتب فروش شاعر - یا ہنسی کی صورت سے نفرت

ہی بیان کے رؤسا سے کچھ بدوسانہ کیجئے وہ شعر و شاعری کے

قریب نہیں بچکتے - لاجل ولاقہ - تو بہ آنا ہی بیکار ہوا جی

اس میں کیا شک - لاجل ولاقہ لے صاحب آخر کوئی مافی الملک

بھی ہی - اب آپ تو ملتے ہی نہیں - یہاں قدر دان خدا کا نام ہی -

آکھون کا میللا

وہاں سے جو میان آنڈر ترکی طبع زبان ہوئے تر راہ میں دیکھا

کہ کئی مسافر لے چھندے جا رہے ہیں - کیوں بھی ہوتی کہان

لکھنؤ لکھنؤ ای کیوں کیوں کیا! آکھون کا میللا ہی یا نہیں میں

دھر کے کا میللا دیکھا نہ سنا ہاں اقباب ہم بھی چلتے ہیں محرم الحرام

ہمارے ہنسک تو خوب فرے اڑے اب چلیے یہ میللا ہی دیکھ میں

کیا جان پھر باقی چھوٹے ٹھوڑا چھوٹے - یہ کمر سیاں آڑا جی کھنڈ

چلے - نوے کے شکہ اعلیٰ سبحان اللہ کیا صبح ہے - مار فانی

حق پرست کے دل کی طرح نہ ملے ساور باطن میں اہل تصوف کے

جہاں سب ہٹے کٹے ہی نظر آتے ہیں جیسے دیکھو وہاں پہلے
سناٹا ہوا ہے کوئی خاص مار نہیں ہے یہاں ہی ہمارے کا اس طرف
گذر ہی نہیں ہوا۔ حضرت جہاں کے پانی میں یہ تاثیر ہے کہ ہر سون کا
مریض آئے اور ایک قطروں لیا جاسے بس خاصہ ہٹا کٹا لا حول !
پانی کیا آب حیات ہے۔ تو سہی جہاں میں نہ ہر نہ ملا دیا ہوا ہے تو
قبلہ ہزاروں کنوین سیکڑوں اندازے پچاسوں ماؤلیاں کس کس
میں نہر لاتے پھرے گا۔ خیر بھی سمجھا جائے گا مگر بڑے پھنے
واحد بہت بڑے پھنے ہیں وقت ہوش ٹھکانے نہیں ہے
مہترانی۔ مہترانی۔ بی مہترانی ذریعہ ہم کو پیساری کی دکان سے
تو بھر سیکھیں تو لا دینا اس وقت ہی قابو میں نہیں ہے۔ اسے
یہاں پیساری یہاں کہاں کسی فیکر کی دعا ایسی ہے کہ یہاں
حکیم اور پیساری جتنے ہی نہیں پاتا۔ کئی حکیم آئے مگر گور میں
میں کئی پیساریوں نے دکان جمائی مگر جتا بہ چونک دیے گئے
یہاں تو پیساری نے آئے کی قسم کھائی ہے۔ اسے تو بہ ہارے
تو بہ ابھی داند کیا تھا شہر ہے خداوند بچاؤ اس طرف تو
جو آج سے کرے اس پر انت سے بار خدا کے لیے ہمیں
شکر ادا کر دو تو رنچر ہو جائیں پیچہ ہزار نعمت کھائی
ایسے شہر کی ایسی تیزی غضب خدا کا یہاں پیساری کہہ رہا
کا حکم رکھتا ہے۔

یہاں آزاد نے انکو چھوڑا تو سراسر دوسرے گوشے میں چلے
کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بزرگوار گوشہ میں بستر جائے فوق ابھرا
پرے پنے کھڑے ہیں۔ یہ بے تکلف آدمی۔ اسلام علیکم کہہ کر
گوشہ میں داخل ہو گئے۔ وہ بھی بڑے تپاک سے پیش آئے
ہاتھ لایا بنگلہ بوسے تعلیم کی۔ دلت داخل سے بچایا۔ مزاج
قدس بالحدود۔ جناب کا مزاج عالی۔ شکر ہے میں تو ایک ساف

غریب الوطن ہوں۔ آپ نے بڑی ہندہ نوازی فرمائی۔ ہاں ہر
احسان کیا۔

نقد رشوت سلطان گشت جیرگم ز انتفات بہر ملان سر در خانے
کلاہ گوشہ دہقان بر آفتاب سید کہ سایہ ہر شرف مذاخت چون تو سکا

میان آزاد سمجھ گئے کہ یہ کوئی بڑے سان آدمی ہیں چکا
آپ یہاں کس تقریب سے تشریف لائے ہیں۔ فرمایا عرض کردہ
پیروم شہر میں دکیل ہوں۔ قصد ہے کہ یہاں دکالت کرونی کیسے
یہاں عدالت کی کیا کیفیت ہے۔ میان آزاد نے فرمایا یہ نہ
پوچھے یہاں کے باشندے بھیگی ملی ہیں۔ لڑنا بھڑنا جانتے ہی
نہیں۔ سال بھر میں دو چار قعدے متاید ہوتے ہوں چوری
چکاری یہاں بھی سننے ہی میں نہیں آتی۔ زمین آرا ضعی
لگان پٹی قاری حقیقت کے قعدے کھیٹنے ہی میں فرض کوئی ہے
نہے۔ دکیل صاحب کارنگ زرد ہو گیا۔ مگر حکیم جی کی طرح مجبوظ
تو تھے ہی نہیں کہ بلبل آٹھتے نہایت شانت سے فرمایا کہ
سبحان اللہ بڑے مسکین آدمی یہاں بتے ہیں مگر دل میں
انسوس ہوا اس یثم نام دھوم دھام سے آئے اور
یہاں وہی ڈھاک کے تین پات انکو بھی چھوڑا اور یہاں
اور طرف چلے۔ دیکھا کہ چار پائی بچائے شہوت کے پیڑ
کے تلے ایک صاحب بیٹھے حقہ اڑا رہے ہیں پوچھا آج کا
ہم شریف فرمایا گنام۔ پوچھا مسکن فرمایا۔ ۶

اور دلش ہر کجا کہ سنب آمد سرے دوست

پوچھا پیشہ فرمایا فن جگر کھانا۔ اغاہ آپ شاعر ہیں۔ یہ کہہ کر میان
آزاد بھی چار پائی کے ایک کرنے پر بیٹھ گئے۔ حضرت حقہ تو بند
کے حواس کیجئے اور آپ اپنا کلام سنائیے۔ بسم اللہ شاعر
موصوف نے بہت کچھ چنیں و چنان کے بعد پوچھا کلام

ایک رئیس کی صحبت

ہمارے وقتہ رس اور صبح نفس سلاج میان اگر آج شام
سے مرگشت کے لیے چل کھڑے تھے ہیں اور اتوبہ فصل بہار
میں جنوں کے پیگ بڑھے تھے ہیں۔ وہ شام کہ شام اودھ
بھی اسکے مقابل میں گرو۔ وہ نور کہ صبح بنارس کا رنگ اسکے
آگے زرد۔ طوف شام روکش زلف مہوشان فرخار۔ سواد
سر مکش ویدہ خوبان گلخار۔ ماہ مثل محبوب چارہ سادہ منظر
خاک سے جلوہ افکن رحمت تھی کہ اتنی یہ شام ہی یار و زور دش
یہ قمر ہو یا محفل طرب کا چشم چراغ۔ یہ شب ہو یا نور کا جھلکنا
ایا غ آسمان ہو یا خزان جو اہر الوان۔ میان آزاد بادل شاد
سیر کرتے پھونک پھونک کر قدم دھرتے منے منے چلے جاتے تھے
اور باطل تو تھے ہی قدم قدم پر جد میں آتے تھے۔ چلتے چلتے
ایک چمنستان پر بہار گلزار پیا رنگین گذر ہوا۔ بھان شد جوان
جو در دیوار ہے لطافت بار ہی کہیں اورد کے برسے بھرے
درخت کہیں تختہ انار ہی جس گل کو دیکھتے ہیں شگفتہ طبع
کشادہ حسین۔ جس پھول کو سونگتے ہیں مشکبو عنبرین۔
عنادلی پر سوز زفر نہ پر از۔ ہر روش گلستان سعدی شیراز
جس غنچے کو دیکھو ناز پر درد۔ کوئی سبز کوئی سرخ۔ کوئی زرد
کہیں رنگیں حیران و نشان کہیں ارفوان و عشق پچان
گل شبو صناعتی مصور بہار کا گواہ اور خمیم مشکبار سے معجز ازاد
تا باد۔ گلزار انتخاب فصل بہار۔ کوکنار خال عارض
شاہان فرخار۔

دچمن بنگر بہار کوکنار
گرچہ انیون خویش را برون کشید
نشدہ وارد محبت از ظہار
خون پرکار و گلزار کوکنار

خون رازست و مہرے بڑبان
اہل دل باشند یا ر کوکنار
سنگ بر سر نیزند از تنگ آن
نیک تنگ آمد ز کار کوکنار

ناشپاتی کی آبداری دسیرابی۔ شفتا لے آردی و کاروی کی
شادابی کچھ سبز کچھ سبز۔

نوگوئی کہ گل جہرگان رنگ
کشیہ بہر جا در سبز رنگ

انار عمل آبدار شیبون کار عذاب بالب دلیران و رشک آب
بر روش رشک بستان۔ ہر قطعہ روکش رومہ عنوان۔

درد امن ہر شگوفہ باغ
ہر برگ گلے چو شب چراغی

گلہائے شگفتہ جام بر دست
برداشتہ بانگ بلبست

در ہر چمن بہ چشم بینا
مینو کدہ بزرگ مینا

سیرابی سبزہ ہاے نوزیر
از کوئو تر زمر و انگیز

وسط باغ میں سنگ مرمر کا ایک صاف و شفاف چوتھو

اور اُس پر فرش نمکلف بچھا ہی۔ اور ایک رئیس با تو قیصر محفل

خلد نظیر مع نقاس فرمان پذیر و غیرہ بیٹھے ہیں شعر خوان ہو رہی

اپنا اپنا رسوخ پیدا کرنے کے لیے ہر ایک مصاحب

اساتذہ بے ہمتا اور شعرا سے غرا کے چیدہ چیدہ اشعار

پڑھ رہی۔

۱۔ شرف عیان ہر خاک سے خاک کا
بھر کے ہرن ہی سونگے کے منی نرا کا

دوسرے صاحب بوئے بھی یہ رنگ پسند نہیں۔ پچکارنگ ہی

دیکھتے شعر ہم سنائیں

۲۔ آبداری تو کرین خورگان بدیا
ہم ہی کر لیں ہرک شکر جان بدیا

دو چار حاضرین نے گردن ہلائی۔ مگر ایک صاحب جل سزا گیا

نہو یہ رئیس گوشت مدار کے طرح میں غل ہر جائیں تو ہم جھلکی ہی

رہیں انھوں نے یہ شعر پڑھا۔

۳۔ علی شقم دیار بکار و گران است
ہر نو سوال کہید و خاک

بوٹ۔ کسی طرف سر نہ مڑی شیشہ کی گلی دیا سگائی کی ڈیا ہے
 بخشی بھولا لنگھ کا باغ میلے کا چشمہ چراغ ہے۔ ٹکیٹ لے کے
 تالاب ہزاروں میں انتخاب لاکھوں میں لاجواب ہی جو سبیل
 و کوثر کو شرمائے۔ تسنیم دیکھے تو پانی پانی ہو جائے۔ عجیب
 لطف دسا ہے۔ ہزار ہا شانی تالاب کے ارد گرد بستر چائے
 کوئی درمی کوئی زمین پوش بچائے بیٹھا میلادیکر رہا ہے کئی
 جہانیاں جہان گشت چکر لگا رہا ہے کئی ہوا کھاتا ہے۔ ایک
 فنس پر ایک جوان رعنا ڈھوہ کا ڈھوہ کیس برس کا سن چلنے
 پھرنے کے دن لدا ہوا جا رہا ہے۔ کوئی ٹو کوئی غم کرتا آ رہا ہے
 امر کے رد کے زیور سے گوندنی کی طرح لہرے ٹھانی خرمیہ سے
 میں مصروف ہیں گرفتار دیکھ بھال رہا ہے۔ کوئی دست
 چالاک ہاتھوں ہاتھ پاؤں کے گونگھرو نہ اڑائے۔ عورتیں الگ
 زیور سے متجلی گونگھٹ کاڑھے دیکھی جلی جلی ہیں کوئی چوہ دیتا
 نہ موس بجائے۔ تخت رداں آنے ہیں سو انگ کرتب دکھاتے
 ہیں۔ شعبہ باز سو انگ لاتے ہیں۔ کوئی دہکتا انگار اٹھ گیا
 کوئی لوہے کے چنے کر کر کے چبا گیا۔ بہرین ڈول بے گشت
 لگاتے ہیں۔ سقے اور ہشتی کوٹ سے کھٹکھٹاتے ہیں سپر
 ٹمک خوب جگڑا رہا۔ چراغ روشن ہوئے اور باروگ
 کھیسے کسی نے مٹی کا ہوا یا کسی نے رولی کا دست گوند
 اتنے میں ایک ریلا آیا تو کھلنے چکنا چور۔ ایک غل بچا یا کہ
 وہ ہاتھی آیا بھیڑ بھٹ گئی اور وہ دراتے ہوئے چلے گئے
 بگڑے دل اپنی جگہ سے نہ لے شرتی کا انگر کا چاہے ان
 گاؤں دیوں میں چرے نکل جائے گر مکن کیا کہ بن جائے
 اس بھیڑ بھاڑ میں پولیس کا انتظام خوب رہا چوڑے بچے جاکر
 بچتائے چلے فانس مرنے سے گھرائے۔

مثل مہبط فیض ربانی جہد دیکھو تلی اور نور جہد جاؤ لطف اور
 سرور سلطان خاوری کے تاج زرین کی چمک اور اشعہ زربنگار
 سے ذروں کی جھلک نمودار۔ درو دیوار سے آئے دجھلنا آسمان
 ضیاء آشکار۔ شہید کا دن جسکی شان میں نصوائے کہا ہی۔ دکھ
 مکتب خانہ بار بار بازار از دست و اطفال و بستان بقی آمو
 اد۔ الفت ابجد زبانان ست و نقطہ اولین پرکار و دران دیکھتے
 کیا ہیں کہ صبح ہی سے میلے کا رنگ جما ہی۔ نخل بہار کی نشوونما
 غٹ کے غٹ غٹ کے غٹ۔ شہدے لگے۔ تو سے بچے
 گرو کٹ جیب کڑیے۔ چریے دیکھے۔ گنجرے جلیگرے شریف گنجرے
 زیرک و لبیب سب جوق جوق اندھے آتے ہیں۔ تادان ہوادا
 رہوار باد رقتا فنس زربنگار۔ ٹوٹو ٹوٹا سب خرامان خرامان
 پودے آنے ہیں۔ گلی برنگی ٹوٹی پڑتی ہے۔ گاڑی سے گاڑی
 روتی ہے۔ رنگیوں چیل چیل کی بن ٹلی۔ گاڑی بونی چڑھائی
 بن ٹھن کے چیلان بن کے میلاد دیکھنے چلے۔ بالوں میں خاک تیل
 چھوڑے کچل سیٹ کا دھانی رداں اوٹھے دو انگل مانگ
 کھوے بانڈی سے پٹیاں جائے گھڑی لگائے۔ وارھی چڑھا
 گلے میں گلوبند و ضرب شرتی کا انگر کھاتن کا زیب پاؤں
 میں مہلی جتی۔ کاشانی یا سونی قمقمے اڑاتے آنکھیں ردا تے
 جا رہے ہیں اور ادھر نظارہ بازی کر کے مسکرا رہے ہیں
 فنس پر ماہر دیکھتے سے بھی ہیں۔ مگر بند۔ ہتھوچو کا شور بلند
 ساقیوں کا بازار گرم کسی نے دوکش پے کھا ہتھیا یا۔ ساقیوں
 کی دکانیں دھواں دھار۔ تنہو یوں کے بیڑے مزے دار
 کان میلے کی سرگوشی۔ جام کی رعدائی۔ برت داس کی سوہنرا
 سکر لون کی ہانک۔ آنک کے بے کی کرکھ ہیں۔ کابل کا
 ریس بھری۔ تاجے گلابان شہوت۔ بوٹ لوہرے بھرے

شکرت کے رنگ کی خستہ پٹری ایک بار کھائے تان فحش کا
 مزہ پائے۔ ہر کون کی وہ یکم جون کہ آدمی صورت دیکتا ہے
 رہب حسن سے بات نہ کر سکے۔ سکرین پر زیادہ سرفراست
 رشک شمشاد کا لون میں انواع و اقسام کے میوے ترپے
 سے پئے۔ محاورے اُنکے دیکھے نہ سنے کبھی کوئی پکار اُٹھی
 میان یہ ٹکے کڈھیر لگا دیا ہو۔ خواجہ حیدر علی انکس کی آتش بانی
 شر افشانی سے دل جلون کے سینہ میں سوز و گداز ہی موقوف
 شاعر متاثر ہی یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ ایک صاحب نے اُٹھ کر ایک
 کاغذ رئیس جم جاہ کی خدمت میں پیش کیا۔
 رئیس۔ یہ کیا ہے بندہ نواز۔

شاعر۔ حضور کی شان میں کچھ نثر پریشان کہی ہو اور کچھ شاعر
 موزون کیے ہیں۔ اب لگے فارسی میں گفتگو کرنے۔ خداوند
 چہ گویم از غلسی دستگدستی نوبت کار و باستخوان رسیدہ نان گریہ
 بہ تیری دوزم از قصیدہ ہذا کہ بیش از مرخوات نیست پسند خاطر
 عاظر افتد نغمہ المادور نہ غیر خدا حافظ و ناصر ست زیادہ بجز دعا سے
 دولت بندگان عقبہ عالیہ متعالیہ چہ گویم
 رئیس نے ایک صاحب کو اشارہ کیا کہ پڑھو۔ اُٹھ کر
 یوں پڑھنا شروع کیا۔

تعالیٰ اُمید و دشت اہم شب | کہ آمد ناگمان دلدارم شب
 روزے پائے رسیدم دیدم کہ بلبل خوش نوا برگ گل و رنقا
 داشتہ دروے سخن ہانودہ می سراپد کلام و خدا ماکہ سبب خشت
 حیوانیت دوزخ تصور حضور موفور السرور ستارہ پانور حاجت روا
 جمہور اکلیل تاج ارجندی در غرر انفس سر بلند کا۔ کان نھا۔ جان
 وفا۔ جنین مست علم و انصال۔ رونق محفل ہنر و کمال جمیدہ
 خصال نجستہ جلال۔ مرتخ جلال۔ سکندر اقبال۔ ماہ عدم

پہر شرم بھار و قلم۔ آسمان خیم۔ ستودہ شیم۔ عالی ہم۔ کیوان
 ایوان۔ فریدون مکان۔ وادرس منظور مان۔ سبحان ملاقات
 انوری بلاغت۔ ابوعلی ذکاوت۔ حاتم سخاوت۔ ہمدیار
 شجاعت۔ زینت و سادہ دولت۔ زیب انجمن شہمت۔ صفا
 اخلاق۔ عیم الا شفاق۔ ۵

آفتاب سپہر مہر و دنا	نیر آسمان حسن و علا
گوہر درج غنمت و اجمال	کو کب برج دولت و اقبال
منشی بے بدل شکیل و جیل	زیرک و دریک و غیم و عقل
معدن جو دو غنم و نصفت	ور و ریاسہ ہمت و جرات
لمبل شاخسار بزل و عطا	گل شاداب بوستان نقا

اتنے میں میان آزاد چپکے سے بول اُٹھے کہ یہ چورن والے
 کی بانی ہی یا امیر خمرہ کی کہانی ہے حضرت دم گھرائے لگا۔ اب
 انجمن ہوئی ہے۔ یہ ونبالہ توصیف۔ اتنی خیر۔

حاضرین جلسہ نے تہقیر لگایا۔ اور اُنکو بھی چوتراہ بربلا یا اور پھر
 وہ زلزل قافیہ شروع ہوا۔ والا آزاد۔ پاک ہذا۔ سرفراست گل و غیا
 سہی قدماہ غدار سنبل ہو۔ غور شیدو۔ کاکل درج و تاب بلبل را
 دل از مشاہدہ جمال کباب۔ یا قوت لب سیم غنم غنم۔ ماشا دانت
 لب فوق از تصور ربوت تماشا گاہ حور۔ چاہ زندان از نو دیش
 مصداق نغمہ علی نور۔ از خجالت ابروان خمدان قوس فرخ گوشہ پندیر
 و از خوف سنان قرکان تیر بہ دامن زگرسان گیر چمنانش رشک
 غزال خن و خیر فلن۔ سلکے ندانش خجالت دہ در عدن و تنق
 میں ماہ کامل بتقابلہ عارض صافان در یاد دل و اغار و مہر
 زرنگار پیش رے آن والا تبار شمسار چکیسی کہ اسطو جالینوس
 بقرارد و بلبلوس رادر مطبش لیاقت نسخہ نوشتن نیست و بلبل
 میں سینا پیش و جمال دم زدن نہ تصدیق می گویم کہ ر علم

اکثر صاحبین نے سپردِ عهد کیا۔ سبحان اللہ۔ چنانچہ شریک
کہ عیدِ رمضان ست ہفت گنا خوب کہا ہو۔

اتنے میں رئیس والا تبار نے فرمایا کہ جامِ دینا کی تعریف میں
کچھ شعر سنائیے۔

۴۔ ساقی سرقد ہا جزا بر خیزد از لب غمخو نام خدا بر خیزد
۵۔ میرود خندہ زبان باز صراحی بکشد این نازی ست کاز قہقہہ باطل
۶۔ عجزِ باد می کہ مسیحی بعد نیاز تعلیم رقم از لب مینا گرفته است
۷۔ کہنہ ہر چند شود پیشترش میخا بہ دھڑا کہ عجب بخت جہاں دا
۸۔ مے شراب از غوانی ساقیا ہے ابھی جوش جوانی ساقیا

اتنے میں ایک صاحب کو جامِ دینا کا کوئی شعر اُس وقت یاد
نہ تھا فراتے کہا میں حضورِ گردن کی تعریف میں غف فلی بیگینے
کیا جادو بیانی کی ہو۔ اہا ہا۔

از لطافت میتوان چون نورد فانوس دید
از بیاض گردن او شعلہ آواز را

سبحان اللہ کا دو ٹکڑا برسنے لگا۔ اور کئی منٹ تک لوگوں نے
تعریف کی تب تو ایک بزرگوار نے اونکا رنگ بھیکا کرنے کے لیے
یہ شعر فرمایا۔

خون عشاق بران گردن سیمین باشد
چون بیاضے کہ پراز معنی رنگین باشد

واہ وا سبحان اللہ خون کے لیے معنی رنگین۔ وا اللہ اس لفظ
سے شعر میں جان پڑ گئی۔ اچھی طبیعت لوگ کئی خداوند یہ کسی کا
جنین حضور پر ہمارے بیٹے گا میں نے ایک شیرازی کے سامنے
پرٹھے برب کہہ کہنے لگا کہ این قال شاست۔ یہی عجز کی راہ ہے
کہا کہ بابا اگر شاعریتیم بنیادیم کہ کیسے تم پھر اصرار کیا کہ کلام
عزیز بر خاں عرض کیا بد کہ کم کی گوید۔ قابلِ مباحث تھا

خاک پاک شیراز و عشق اللہ۔ خیرہ شعر تو سناؤں۔

تا گردا د سنبل مشکین نہادہ پس داغہا کہ برین مسکین نہادہ
بر عارضی زلف سحر با چمکست یعنی حبیب فاتحہ آمین نہادہ
دان خال نازنین تو رہے دفتر طعرائی مشک بر گل سحر نہادہ
جانہا حیات یافت ز حسن کلام تو در ندر لب چہ شیوہ شیرین نہادہ

فریاد ہاے قاسمی از آسمان گذشت
زین جور ہا کہ سشیوہ آیین نہادہ

رئیس با وقار نے اس غزل کی بڑی تعریف کی اور فرمایا کہ بھی
میں تو آتش اور حافظ کا رنگ دل سے پسند ہے۔

مژدہ زن کان مجنون کے مثل طغی
چال برک جلا جو گلستانین جہم کر طاووس قدم سے رہا کے لیے

رفقا اور یوں پوچھ کر سے بول اٹھے کہ بجا ہوا خداوند آتش کی سی
جہاں کسی کو نصیب ہی نہیں ہوئی۔ یہ روز مرہ کہاں سے پائے
وہ تو وہ آنکے تمیز سعید و رشید صبا کے محاورات اور بول چال کو تو
دیکھئے۔

نہایت جوش پرور یا ہوا اپنی طبع موزوں کا
جہاں میں شور و طوفان آبِ دیرِ مریں کا

ایک صاحب نے کہا خداوند نعت فصاحت اور جادو طاری
میں ایسے سرور۔ بول چال میں آتش مغفور خیلا اللہ میں ناسخ
میں ذوق۔ عاشقانہ رنگ میں مومن۔ بلاغت میں دیر۔ ہتھارہ
میں میان امانت۔ بنوی میں نسیم لکھنوی۔ واسوخت میں عیشی
ریختی میں بیدل۔ محلات کی بول چال میں حکیم نقاب۔ خلاجات
کہ قلم تولد گئے۔ اور سرور میرور تو خدا سے نرختے۔ ذرا اس
بول چال کو دیکھئے۔

وہ سچ سچ پاز سے ہناری کا بکھار۔ سحر جھکار۔ شریک

بہر دوش خروش جن اور چڑیل کی باتیں کرتے نہ تھے یہ
آئے ایک عجیب و غریب شیخ مدد سر لاغر۔

لیجیم۔ یا رتم تو مغز کے بھیجے کے گودے کے کپڑے تک چاٹ گئے
بڑے اکی ہو۔ لا کھون دھو سمجھا کر یہ سب ڈھکوسلای کر بھین تو
کچے گھرے کی چڑھی ہے۔ تم کب سب سینے داے ہو۔ مرد آدمی
یہ سب نحو باتیں میں دانشدہ بنی ہوئی باتیں ہیں۔

لاغر۔ قبلہ مرد آدمی تو خواہ مخواہ آپ ہی ہیں۔ ماشاء اللہ صاحب
تن و توش دانشدہ گینڈے بنے ہوئے ہو۔ یا رکس چکی کا پیسا
کھاتے ہو موٹے آدمی تو بہت دیکھ ڈاے گروا اللہ ہی جو ایسی کلائی
ایک کی ہوشا پاپٹا پڑتا ہے گرا استاد یاد رکھو۔

اسپ لاغر میان بکار آید | روز میدان نہ گاؤ پر داری
جیسے تم بھڑے دیسی بھاری عقل بھری۔

لیجیم۔ بجا ہی یہ مرد مرشد۔ یونان کے حکا کا سرتاج تھیو لڑ بھی بڑا
تن و توش کا آدمی تھا۔ مگر اچھے اچھے حکیم اریبا در طالے اور
اُسکے سامنے زانوسے ادب نہ کرتے تھے۔ یہ بحث میں حوصلہ
اور دُبلے سے کیا واسطہ اگر آپ بھوت پریت دکھا دیں تو
مانگ کے راستے نکل جاؤں۔

لاغر۔ ہاں۔ یہ دعویٰ بھی پر یوں ہی کا تذکرہ کر رہے ایک
نے آدمی رات کے وقت دیوار پر ایک چڑیل دیکھی جیٹی ٹانہا
اور چپے کامو بان۔ بال بال موتی پر دے مجھے پرست مار
بڑے رہے نکلے تک نہیں مگر آپ کہہ دیجئے صحت ہے۔

لیجیم۔ بھائی یہ سب فپ ہے۔ یہ دھمکہ بلا ہی جو صورت بنو
اور سناٹے جس دھمکت دکھا ہے۔ چلا بھرا ہے۔ دھمکہ
خلاق ہی آپ کیا جانیں۔ یہی جہ جہ آٹھ دن کی نوید الیش
آپ کی۔ اور میان کردہ باتوں کی ایک بات یہ کہ بے دھمکہ

انجانب نہ تھیں گے لوگ بات کا بتا کر سوتی کھلا۔ بڑا
نالا بناتے ہیں۔ ایک صبح تو تانوسے نو۔ پتا کھرکا اور بڑا سرکا
اور آپ ایسے ڈھلے پتھرین حضرات کا تو کہیں ٹھکانا ہی نہیں
جو سنا فوراً تسلیم کر لیا۔ بہانہ دلیل سے سرکار نہیں۔ رات کو
درخت کی چٹائی پر بندھ بکھا اور روح فنا ہو گئی کہ پریت بھانگ ہو
ہوئے اور ٹیڈو الیا۔ کلید لائے اور گلا دلوچا۔ ذرا ہے اور مٹا
اکی اندھیرے گھپ میں تو یوں انسان کا جی گھراتا ہی۔ اور جو
بھوت پریت کا خیال جم گیا تو ساری چوڑی بھول گئے۔ ہاتھ پاؤں
سب بھول گئے۔ جی نے میاؤں کیا اور مرغ ریح حقن تن
سے پرداز کر گیا۔ چوہوں کی کھڑ بڑ سنی اور بل دھونڈھنے لگے
اب جو چیز سامنے آئے گی پریت بن جائے گی۔ اس وحشت
قرآن۔ میان بندہ درگاہ سب پڑیل چکے ہیں۔ کئی جن جنم
اتاسے کئی چڑیلوں سے ہم نے محلے خالی کر اے جہاں میں جو
کھو پڑی پر جہائے اور پریت بچہ سنبھالا۔ میان ہم جیتے جاگتے
بھوت ہیں اور پڑھے لکھے جن۔ یہ سب ڈھکوسلای ڈھکوسلای
کوئی ہم پر بلا ہے تو جانیں اور یوں گپ اڑانے کو کہے تو ہم بھی
بے پرکی اڑانے لگیں یاد رکھو یہ عامل اہل سب سے گئے سیار میں
۶۔ روٹی تو کھا کھائے کسی طور چھدر + بندہ نہ پچائے مرغ نہ کھا
پتنگ نہ چھپکائے۔ بھوت پریت ہی بھانڈے لگے اتنا نہیں سوچتے
کہ بھوت پریت چڑیل برہم راکس کو مانو تو بھولنا جاری اور نہ بتا
بتا کی بھی معیت لاؤ۔ اب آپ ہی انصاف کیجیے کہ لونا جاری کو
کوئی بھی مانے گا۔ ارے غضب۔ ارے تم۔

لاغر۔ خیر اس تو تو میں میں سے کیا واسطہ۔ چلیے ہمارے ساتھی
سے کوئی دو تین کوس کے فاصلے پر گالوں پر وہاں ایک صاحب ہتے
ہیں اگر آپ کی کھو پڑی پرانے محل سے بھوت نہ چڑھ بیٹھے تو گدھے کے

منطق بہ تصورم در اشکال انواع انسانی مشق ان صاحب کمال
کسے نتیجہ بخش بدی نہ گذشت - ۵

ای رفیع المرتبت عالی نسب مقام	یافتہ از فیض پادشاه
مہر تابان و انما با انیشتہ شانی شکوہ	برور دولت سہریت بینا ایستہ
حسن بود و تاشائے رخ چون باد نو	چون نسیم با ہزاران دیہ بانی اندام
از نیب تہ تو زبان شال شاخ ہیر	زیر قدرستم و سفند یار و زان
گردہی تریشتم راحت عیش و سرور	چون گداجشید آید ریت عیال
ازاد پیش تو کے ہر کس فی اندایتا	چون کند اتہال برانی در شغلام

اسپر ایک شخص نے بے دانتوں فرمایا در بانی در کی ایک ہی کوی - ۵

چون نیکو دامن از خلق تو یاد شمال

ایک مصرع کی کٹ گئی ہوم

گر گنی جولان سمند باد پارادرنہ

از صبا و سپگلہ نت بسی فرق ستار

واہ واہ اسپ گلگون کیا خوب فرمایا اور بان بھی کلمہ تنبیہ اچھا کیا

مفرطے الحفظ والا مان گرد و بلند

دشمنت در پیچ و زانو جو بد حفظ جان

اے اے اے کیر خوب موقع پر یاد آیا اس سے تو یوں ہی کہا ہوتا کہ

چون خیار ترکزد و نیم تیغ سبز فام -

شہری ترسد چو نراز خوف عدل وادوتا

ساتھ درویش میدان بخشش پیش تو

بارک اللہ مصرعہ ثانی کیا مختصر و مؤثر دن ہی ایک خبر ہن اسنی اور جاتا

تو مصرعہ امین الشیطان کی آنت بن جاتا - ۵

عادلی غریبانو زہر مردم شناس

اشادہ اقدہ ہر مردم شناس بھی ترکیب ہی - شیخ نہیں کہ گئے ہیں

در زبان آفرین بزمی کے ہر کس کون میں اطفاف شاعری اور شوق

کمالی قاعہ - ۵

فخر شعراء زبان عالم دم و عین ہند

ہیں قطع کے قربان - یہ تعالیٰ تو جانز ہی - نظامی نہیں کہ گئے ہیں

نظامی بہا صاحب آوازہ	
کہن گشتہ و مچنان تازہ	
ضعیف الاعتقادی	

کو چہ گردون کے پشت پناہ - رہ دور دن کے قبل گاہ قلمو

دشت کے شہنشاہ دیہا میان آزاد کو ایک دن شوق چرایا

کہ کسی مسجد میں جا کر نماز دو گانہ پڑھیں - سوچے کہ آج یوم النجمہ

روز کوینہ ہی مکتبوں میں یہ آزادی کا سکہ بٹھاتا ہی مسجد دن میں

اسکے نام کا خطبہ پڑھا جاتا ہی - آج کے مبارک دن سے سبزہ

وکل بھی ہزار زبان سے دحدہ لا شریک نہ گویاں ہے بلبل

زنگین گفتار کو وظیفہ معشوق حقیقی در زبان ہی - طاروس طائر

فرط طرب سے رقص کنان ہی - طوطی مثل حلقہ پوشان جناب سبز پوش

ہی - صوفی صافی نشہ بادہ ما عرفناک حق معرفتک میں سرخوش

و مدہوش ہی - جدھر دیکھو تسبیحیں کھٹا کھٹ چل رہی ہیں شراب

عرفان کی ٹھوہرین جوش سے ابل رہی ہیں - بارک اللہ کیا روز

برکت آثار ہی کہ ہو رو دیوار فیض بارہ ہے - جمعہ رہ گم کردگان

بادیہ ظلمت کے لئے چراغ سلخ ہے - جمعہ عرفان کا چمکا

بلغ ہے -

سیان آزاد ایسے مزے میں آئے کہ محافل کھڑے ہوئے

دیکھتے کیا ہیں کہ بڑے بڑے زبا دور مولانا بالعلم و فضل و فننا

اور قاضی و مفتی شیخ و شباب علمائے ضیلت بر سر اور قیاس

معرفت در بر ہوا جمعہ و ستارہ جد فرقا فقار پہلے جاتے ہیں

چہرے سے نورانی برستا ہی - تنے میں در زبان ساغر نوش

سے جا کر یوں کہا۔

آزاد۔ میان ہم اس وقت مسجد کے پاس تھاری بچوں کا کان دھر کے سن رہے تھے۔ برب کعبہ آج تک ہم بھی جوت پریت کے قائل ہوئے ہوں۔ یا رب کچھ ایسی تدبیر کرنی چاہیے کہ اس عامل کی قلمی کھل جائے۔

لحیم۔ اور میں آیا کس فکر میں ہوں۔ آپ خاموش رہیں دیکھیے میں ابھی ابھی ٹھیک بناتا ہوں۔ ساری مشغلت کر کر لی ہوگا تو یہی آج ہی تو پھنسے ہیں چٹا گنچو۔ ایسا دباؤن کہ چھٹی کا دودھ مکھل پڑے۔ اب ہم ایک سے دو ہوئے۔

اتنے میں عامل صاحب عباسی تہ بند باندھے لیے لیے بال بڑھائے حنا کا تیل پڑا ہوا۔ پٹیاں جی ہوئیں۔ ہانگ نکالے کھڑاؤن پہنے تشریف لائے۔ آنکھوں سے جلال برستا تھا کی طرف نظر بھر کر دیکھا وہی کانپ اٹھا۔ کسی نے قدم لیے کسی نے سری ٹیک کی اور آنکھوں نے غل مچا نا شروع کیا کہ دھونی میری جلتی ہے۔ جلتی ہوا درلتی ہے۔ دھونی میری جلتی ہے۔ کھڑی ٹھون اور چڑھی داڑھی لیے گیسو والا ہے۔ لمبی زلفوں والا ہے۔ میرا درجہ اعلیٰ ہے۔ جھوم جھوم کر جوا آنکھوں نے ہانگ لگائی تو حوالی موالی سب ستائے میں ہو گئے۔ ایک دفعہ ہی باقار بلیز کاڑ کر کسی کو دعویٰ ہو تو اگر کشتی لڑے۔ ہاتھی کو کوکر دون تو چنگھم ڈکر لوک دم بھاگے (خم ٹوک کر) کون آتا ہے۔ اب بیٹھ کہ پہلے سے ایک شخص کو سکھا بڑھا سکھا تھا تو سہا ہوا تھا ہی جھٹ کھڑا ہو گیا۔ ہم دونے لوگوں نے دیکھا کہ ایک ڈنڈیل کشتی گیر مقابلے کے لیے کھڑا ہوا ہے۔ تین اچھکی دیز گردن گیند دینا ہوا۔ خدا ہی خیر کرے۔ مگر عامل کی وہ ہوا بندھی جی کہ لوگ اس پہلوان کی حالت پر افسوس کرتے تھے

کہ بیدھا ہے۔ عامل چکیوں میں نذر سے چر چر کر ڈالے گا انھیں دونوں آنے سے روکے گا۔ اور عامل نے گردن بکڑتے ہی زمین پر پڑے پکا۔ وہ مارا کا دو ٹکڑا برس گیا اور پہلوان پندرہ منٹ تک بیہوش بنا رہا۔ میان آزاد نے لحیم سے کہا کہ یہ ملی بھگت ہے اسی طرح گنوار عقیدہ ہو جائے گا انھوں نے کہا جی میں ایسے ضرور دن کی قبر تک واقع ہوں۔ یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ میان عامل سے بھر کر کھٹے ہوئے ہانگ لگائی۔ کوئی اور زور آزمائے گا۔ میان آزاد نے آؤ دیکھا نہ تاؤ چٹ لنگوٹ باندھ دم سے کود پڑے۔ آؤ استاد ایک ایک پکڑ ہم سے بھی ہو جائے تب تو عامل صاحب پکڑائے کہ یہ اچھے بکڑے دل سے۔ پوچھا آپ انگوڑی خوان ہیں۔ آزاد نے کراک کر کہا حضرت میں مفتخوان ہوں۔ بس اب سنبھلیے میں آ گیا۔ یہ کہہ کر گھٹنا ٹیک کر قلا جنگ کسے چ پڑا چارون شانے چٹ۔ عامل زمین پر دم سے گرے انکا ٹھہرنا تھا کہ میان آزاد چھاتی پر چڑھ بیٹھے۔ اب بتاؤ کیا کاٹ لون تا کٹر لون کان۔ باندھوں دم میں مندا۔ ہاتھ تیرے کی عامل نے ہیں۔ لحیم نے چھپٹ کر آزاد کو گود میں اٹھا لیا داہ استلو کیون نہو۔ میان عامل کی ساری شخی خاک میں مل گئی۔ گنوار دن کا عقیدہ جاتا رہا۔ بجایے کو اسی دن گاؤں چھوڑنا پڑا صحرا سے دشت نوردی کے گرد باؤزی جودت وقاد میان آزاد اس رنگے سیار عامل کو چھنی بتا کر اور گاؤں کے ڈھلے تھیں گنوار دن کو سیدھے دھڑے پر لگا کر میان لحیم نہیں کو ساتھ لے ہاتھ میں ہاتھ نے شہر کی طرف چل کھڑے ہوئے راستے میں اسی عامل کی باتیں مزے مزے کی یہ بگڑیلان کھلی با زبان ٹھٹھے ہونے جاتے ہیں کیون سچ کہن کیسا اڑکھا ہوا ہے

پیشاب سے سوچ کر خدا کا خون کھینے کا شروع نہیں کیا۔ وہ چلے۔ دعویٰ بہ دلیل کے حمل ہوتا ہے۔ بندہ بدی بنوٹ دے گا۔ آپ نے تو جہانِ فدا سی چڑھائی اور بس کہنا شروع کیا کہ سب بیچ۔ سب بیچ۔ پیر و پیر۔ دیوی دیوتا بھوت پریت۔ حور و شیطان۔ غیث۔ ہشت۔ دوزخ تک کے آپ قائل نہیں لیکن آج ٹھیک بنائے جائے گا۔ یہ کہہ کر وہ دونوں اُس گاؤں کی طرف چلے۔ میانِ آزاد تو دنیا بھر کے بھوکے تھے ہی۔ شوقِ چڑیا کہ چلو سیر دیکھ آؤ۔ اچھی دل لگی ہوگی۔ یہ بھی ان خیالاتِ دنیاوی کے جانی دشمن تھے اب کہاں تو مسجد جاتے تھے کہ نماز دوگا نہ پڑھیں کہاں چھو چھکے کے دیکھنے کا شوق ہوا۔ مسجد کو دور ہی سے سلام کیا اور سید سے سرا چلے۔ ارے کوئی اکہ کرا یہ کو ہوگا۔ کوئی اکے والا ہے۔ ارے میل کوئی بھٹیا رکھ بھاٹے کر گیا۔ جی ہاں کہاں کو جائے گا۔ کہاں کو۔ سک جلدی پور کیا دیجئے گا۔ پلنگھوڑا کہہ تو دیکھیں۔ گھر گھوڑا انخاس مول وہ کیا کہاں دار کہہ کھڑا ہے اور یہ سڑنگ گھوڑی ہے۔ ارے! تو بہ۔ مرل۔ ڈبلی تلی۔ ہڈی ہڈی گن لو۔ یہ تو کوئی نو دن میں اڑھائی کوس چلے گی۔ کون؟ یہ گھوڑی۔ واہ ہجر۔ ہوا سے باتیں کرتی جلتی ہے۔ بیٹھے اور من سے ہونچے واہ وا۔ گھڑیا کیا ریل کا انجن ہو کر چلتے ہی الوپ انجن ہوجاتی ہے۔ اچھا کسو چار کئے دینگے۔ دھیلی کے پیسے لین گے۔ میانِ آزاد دوسری طرف چلے۔ پھر پٹے اچھا پلنگھ آئے۔ ناہن کھراوند۔ سات گھڑے سے کوڑی کم نہ لیں گے۔ اچھا کسو۔ اتنے میں میانِ آزاد نے یکساں سے پوچھا کیوں حضرت اس گاؤں کو سک جلدی پور کیوں کہتے ہیں۔ بندہ نواز اسکی بڑی داستان ہی ایک صاحب تھے شیخ جمال الدین انھوں نے گاؤں بسایا۔ اور شوقِ چڑیا کہ

پوچھا کہ کون کھڑا تھا شیخ جمال الدین پور نام رکھا۔ گناہی شیخ جمال الدین کیا جازین۔ انھوں نے شیخ کا سک اور جمال کا مل اور الدین کا دین کر دیا اتنے میں اکے واسے نے آواز دی کہ کد تیل ہے۔ میانِ آزاد جلدی سے اکے پر سوار ہوئے اور کہہ کر کھڑا ہوا۔ اٹھاپے رازین انھوں نے پوچھا کہ کیوں بھی دن بھر میں کیا مل رہتا ہوگا۔ سب بھڑا اب رُجگا رکمان صبح سے شام تک جولا پرنہ مر پرنہ۔ دو ڈھائی آنے جو رکھا گیا۔ دو تین گھنٹے گھر کے قریب میں گئے دھیلے پیسے کا سلچھا تا غواڑا یا۔ پھر موچی کے بھتی۔ مہاجن کے پچیس روپیہ جینے سے بیاک نہ ہوئے اور جو کہیں کچی میں چار ہائی کوس لے گئے۔ تو پٹھان دھنس گئیں بجھنی ہال صحرے ورے انجو پھر سب نکل گئے۔ دو چار کے اٹھے گئی۔ اور میانِ رُجگا رتو تھاری سلامتی سے تب ہو جب یہ ریل اڑ جائے۔ اسے سب بھگا رے ڈالے۔ اب آپ ہی نے سات گھڑے جلدی پور تک کے دیے مل تین چکر لگا کر۔ یہ تو بھگا رہ گیا ہے مل مل کے پیسہ نکلتا ہے۔ کوئی دوپونے دو گھنٹہ میں میانِ آزاد سک جلدی پور ہوئے۔ پتا تو انکو معلوم ہی تھا۔ سید سے چلے اور عامل کے مکان پر کھٹ سے داخل۔ اللہ اللہ بڑی بھڑ ہے۔ خلقت ہو کر اٹھتی چلی آتی ہے۔ عورت موٹے پڑتے ہیں تاشائون کا تاتا لگا ہو۔ ایک آدمی سے انھوں نے پوچھا کیا آج میانِ میل ہو۔ ناہن میل جلا ناہن۔ ایک نئی کھڑ پراج پریت آئے ہے۔ توں مہرا رو میسر و سب دیکھے کوٹ میں ہاں ہے دل لگی۔ اس بھڑ میں انھوں نے اس عجیب و غریب آدمی کو ڈھونڈ نکالا۔ جو دعویٰ کو کے آئے تھے کہ بھلا ہم پر تو کوئی پریت بلا دے اور تمنا ایک گوشے میں

اور آپ فرماتے ہیں دو بیٹے کے اندر ہی اندر لڑکائی کا اندازہ
 کیا تو ان کی بیٹا بہن خیرے برابر لوگ کھلکھلا کر منہ پر
 وہ فریادی تھی کہ وہ گونج اٹھا اور شاہ جی کے آئے حواس
 غائب ہو گئے۔ دل میں تو کروڑوں ہی صلوٰۃ تیں سنائی ہوئی
 بس حضرت نے کیا عرض کروں اس جوار میں لوگ انھیں معاذ اللہ
 خدا سمجھتے تھے۔ شاہ جی کبھی روپیہ برساتے تھے کبھی بے فصل
 کامیوہ منگاتے تھے۔ کبھی گھرے کو چنانچہ کر کے پھر ثابت
 کر دکھاتے تھے۔ غرض کہ سیکڑوں ہی ایسی عینیں یا عینیں گریبان
 میرے سامنے تو ایک نہ چلی۔ نام سنا تو ہٹکا ہٹکا ہو گئے صورت
 دیکھی اور تھرا آٹھے جیسے ساہوکار سے اور سانپ مور سے
 ڈرے۔ میان آزاد نے مسکرا کر کہا کہ اللہ ساہ اور چوکیا اچھی
 تشبیہ دی۔ بھی سنو آزاد ہم گنوار آدمی تین باغ تو جانتے نہیں
 ہمیں بات گونا کیا آئے۔ بارہم تو دوست کے دوست
 ہیں گراہیے قابو چوں کے البتہ دشمن ہیں۔ جہان میں ہوں
 بھلا کسی سدھ یا شاہ جی یا عامل کا رنگ جم تو جائے۔ کیا
 مجال۔ رگیدر گیدر اور کھدیر کھدیر کر ماروں اور ماروں تو
 وجہ کیا میں تو زائد ہر کانیا ریا۔ چھٹا ہوا شہد۔ ایک ہی کانیا
 ہوں نہ۔ مجھ سے اٹو کر جائیں گے کسان چنے باتال تک کی تو
 خبر میں لاؤں۔ اور آسمان میں تھکلی لگاؤں مجھ پر بھلا وہ بچا کر
 کیا ہاتھ صاف کرینگے۔

یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ ایک صاحب نے پوچھا کہ یوں بیرو شہد
 کچھ انگوٹری پرشہم میں۔ میان آزاد نے کہا جی ہاں کچھ خیر
 جانتے ہیں آپ اپنا مطلب کہیں۔ یا حضرت ایک شیخ فرمائی
 کہ جو شخص ہے میری ہمتا و پشت پر احسان کیجئے سزا نہیں
 لگے گی میں تو بے شک مہر لگا کر لکھ دیجئے۔

نہج مہر لگانا میں کیا جانوں۔ یہ کسی گول بگے سے کیا
 بندے نے کالج میں یہ علم پڑھائی نہیں۔

مصاحبت

ہم سے ندیم بافرہنگ۔ ہم سنگ دانایان فرنگ یا لا
 فرخ نہاد میان آزاد کوئی کمان کے تیر کی طرح چل کھڑے ہوئے
 اور سید سے ریل کے سٹیشن پر پہنچنے لگے پلیٹ فارم پر چل دی
 کرنے بل مارنے کی دیر ہوئی تھی کہ سامنے سے نور کا بکا نظر آیا
 چکا چوند کا عالم تھا۔ انکے کان کھڑے ہوئے کہ این گل دیگر
 شگفت۔

اتنے میں دیکھتے کیا ہیں کہ اگل نخل مشعل دستی روشنی اور
 صاحبین رونقا و شامہ خدیجے لیو پوڑ پوڑ میں ایک کیر کیر
 ابن رئیس بڑے ٹھٹھے سے آ رہے ہیں۔ ہٹو پوڑ دور باش ادب
 کی آواز بلند ہے۔ سب کے پہلے اس جھنڈ کی نظر میان آزاد پر پڑی
 جو ہے انھیں کو گھور گھور کر دیکھ رہا ہے۔ یہ ہوت دشت میں جا
 تو اور بھی ڈبل چال چلنے لگے۔ رئیس کے صاحبین سب طر حجاب
 تیر طبیعت زبان و راز فقرہ باز ٹھٹھل ضام جگت میں طاق بھتی
 کہنے میں مشاق آزاد کہنے میں شہرہ آفاق تھے بھتی نہ کہیں تو
 ذہن کند ہو جائے۔ ایک کما حضور دیکھئے گایہ رنگی بھی و اللہ عقل
 کے چلے ہیں۔ آسمان میں اکھنوں ہی نے تھکلی لگائی ذری کیجئے
 تو بے پڑی کے چھوٹا موٹا انجن چوتھے پر چلا دیا۔ دوسرا بولا
 خدا کی قسم کیا لاگ ہے۔ تیسرے صاحب نے فرمایا خداوند یہ چلتا پڑھ
 ہے۔ چوتھے ماشا اللہ اذری اس دشت کو ملاحظہ فرمائیے گا
 یہ احتباس یہ گری اور آپ سیاہ بانات کا دگلا ڈانٹے گھوم رہے
 ہیں۔ پانچواں بادہ اہنیت کے نشے میں مجھ سے ہیں چھٹا یہ
 بادہ چلے گا لکھو یہ توند ہو یا ہنگر لگا کر دوزخ سا تو ان ناگوار

نیلو رستے سے میرا

مجھے نئے ایل کوئی رکوب ہی نہیں | ارمون کے لئے کوئی ہوس نہ کرگا
 میان استادان کی آنکھیں نہ کھلی ہیں۔ پور پور میں چھپی کوٹ لڑکی
 بھری ہے۔ ایک ایک سچ کے دو دو سو توڑا دہین۔ گھنٹوں لڑوں
 اپنے کا نام نہ ہوں ٹھن کیا کہ دم ٹوٹے۔ ریتے کا تو کینڈا ہی اُسکا
 نہ تھا۔ گردن موٹی نہیں جھاتا جوڑا نہیں۔ بدن کٹا پتا نہیں
 کان ٹوٹے نہیں۔ چوڑوں سے تار گیا کر گھامڑی۔ گردن پر کڑی
 چڑھ کر ڈالا۔ مارا چاروں شانے بہت دھڑ سے زمین پر گرا۔
 ارا ارادھوں۔ بہت بلوں پر تھے بچہ جی۔ عامل کی دُم بنے تھے
 یادی تو کرتا ہو گا قسم حسین کی جوان باتوں کی ذرا بھی اصلیت
 ہو۔ کیسا پریت۔ کسا بھرت کہان کی چوڑیل سب ڈھکیلا
 سب گپ مغلقت بھی کیا بھیر یا دھسان ہو سن لیا چاہیں
 بس فرار ایسا لائیں۔ اندھنیے ایک تہہ ایک بنے ہوئے سدھ
 پلتھا مار کر بیٹھے اور گئے بکا رنے کہ کوئی چھپا کر ہاتھ میں پھول لے
 ہم چٹکیوں میں بتا دیئے۔ آگ لگ گئی داندھ شعلے بدن سے
 نکلنے لگے۔ میں نے کہا اچھا ہے پھول لیا آچا ہے تو سہی پہلے تو
 آنکھیں نیلی نیلی کر کے مجھے ڈرانے لگے۔ میں نے کہا میان محل
 کے ناخن تو میں ان گیند بھٹکیوں میں نہ آئے گا۔ یہ تیلیوں
 کا قاشا کسی نادان کو دکھائوے بتاؤ تبس بتاؤ تھوڑی دیر سوچ جاچ
 بوسے زرد پھول ہے۔ میں نے کہا کہیں ہونہ زرد اتنا کتنا تھا کہ کہان
 پھول کا رنگ زرد جاتے تھے کہان خود حضرت کا چہرہ مزرد
 ہو گیا۔ رنگ فنی ۶۔ کاٹو تو او نہیں بدن میں ۷۔ پھر پھر کر
 فرمایا کہ ارے دھوکا ہوا سہر پھول ہے۔ میں نے کہا واہ بھی
 لال بھٹکیوں نہ ہو بھینس نہ کو دی کو دی گون یہ نہا شا
 دیکھے کون۔ ہرا پھول آج کتن یکساں شاہین گن کر گشت

اچھا شکوہ چھوڑا۔ واٹھ یہ نیا گل کھلا۔ واٹھ بھی میرا شکوہ
 کہ اٹھا گلاب سا جہر کھلا گیا میری باتوں کا لٹے کی طرح جھٹ
 لگیں اور ادھر سے لوگوں کو شکوہ ہاتھ آیا۔ واٹھ کوئی ہوس نہ
 انکی بکلی دیکھتا اور میں جاتے میں پھولے نہ سہا تھانے کھلی
 کھلا جاتا تھا۔ ان باتوں سے اُنھیں ایسا غامڑا ہو کہ گولاب کے
 وہاں سے ہاتھ بھاگے۔ مجھ نے کہا استاد واٹھ ہاتھ ایک
 تم کو اپنا مصفیہ مدد پایا۔ یاد ہم بھی یہ سب معرکہ بھیلے تھے
 میں سب کھیل کھیلے ہوئے ہیں۔

سینے ایک دفعہ ایک صحبت میں جاتے کا اتفاق ہوا تو کیا
 دیکھتا ہوں کہ ایک نیم ملا خطرہ ایمان لسان الغیب بنے بیٹھے
 ہیں اور مجھے اچھے تربیت یافتہ اکا کلمہ پڑھتے ہیں۔ پوچھا آپ کی
 تعریف کیجیے ایک صاحب نے جو اُس مزور کا ایمان لایا ہے مجھے
 دسے دانتوں کا شاہ صاحب غیب دان ہیں آپ کا کلام
 ظاہری و باطنی کے جھڈے گڑے تھے ہیں۔ دس باغ نے تو
 انکو آسمان ہی پر چڑھا دیا۔ میں نے کہا تو زرد جوتے جھڈے
 ہی پر نہ چڑھاؤں پوچھا کیوں شاہ جی صاحب قبلہ یہ تو بتائیے کہ
 ہمارے گھر میں لڑکا کب تک ہو گا۔ شاہ جی دیکھ کر بھی نہ
 چونکا ہی ہیں۔ چلو انا پ شتاب بتا کر چوٹا کر دو اور کچلے مرو
 میرا اور میرے باپ داؤد ارا کے باپ کے پروا کا نام پوچھا یا
 حانٹے کی یہ کیفیت ہے کہ باپ کا نام تو اکثر یا بھی رہتا ہو داہا
 کا نام کس ملعون کو یاد ہو مگر غمزد زبان پر آیا اول جلول بتایا
 تو حضرت فرماتے کیا ہیں۔ بچہ دو سینے کے اندر ہی اندر بیٹھے
 ہیں شاہ صاحب قبلہ ذری سنبھلے تھے۔ اب تو کہان نہ
 کیے گا دیکھئے میں جتائے دیتا ہوں کیا خوب آب ۱۰ چھٹ
 ہی حضرت کچھ فرمے۔ پتھار دن تو بندے کی شاہ کی کمر دے

میرا مزاج دیکھ کر سب جل جلا ہے۔ پہل تک پہنچا
میں نے تو یہی نہیں دیکھا کہ میں نے بھی آکھیں دیکھی ہیں
میں ڈرنا دیکھا آکھیں دیکھا ہے نہ مجھے

میاں آزاد۔ یہ گیت بیکیان! ایو یوں نور شان خدا۔
آپ اور میں گدا دین سن اگلا وہی ہم گدا کھانے واسے نہیں
کیا کہوں ایک رئیس کے صاحبزادے ہوتا تو اسی دم میں گردن
ناپتا۔ گھل تم کو ٹھیک بناؤ گا۔ ہمیں ایک در رفیق نے
ڈپٹ کر کہا آپ میں کس بھکوعے رئیس کے صاحب! میان
نے کہا دیکھئے خداوند نعمت! ایسے صاحب میں حضور کے
ایک تو حضور کے سامنے گدا دینے پر آمادہ ہیں۔ دوسرے
بوجھ جھاڑ کر پیچھے پڑ گئے۔ تیسرے نے آپ کے دشمنوں کو بھکوا
بنایا۔ چوتھے صاحب نے فرمایا کہ ہمارے آقا بھولے سامنے
آدمی ہیں اب کون نہیں جانتا کہ بھولا اور سادہ پس زانے میں
گادئی احمق گھاڑ سے مراد ہے۔ راحول ولا قوتہ رئیس کو یہ
کلمے ایسے بڑے معلوم ہوئے کہ فوراً مصاحبوں کو لٹکا رہے
بھکوا کتنا تھا وہ تو کھڑے کھڑے موقوف ہو اکیون بے شک حرام
یہ کیا بات جیت تھی۔ جب کانٹک کھائے اسی کو بھکوا بتائے ابھی
موقوف۔ انکو نکال دو۔ میان آزاد نے (بہت خوبیر و شہ)
کھرا کو تو سیشن کے باہر نکالا۔ اب انکی شامت اکی جو سادہ
مزاج بتاتے تھے۔ کیون بے پردہ ہم احمق ہیں بھولے ہیں
گدا دین۔ ابھی دیر ہو سامنے سے اگر ڈوٹھی پر آیا تو
بھس نے تو کو ہی تھا کہ میان آزاد نے فقر اور راکر دیا تو وہ
سے بھاؤ کی ہنسی نہ کہ سر ہلایک بال نہ ہے گا۔ میں نے بھی
کوئی عیاں خاطر و پرشہد کیا آزاد نے انکی بھی گردن ناپی اور
سیشن سے لے کر دیر و رات میں ہی رہا تو تھلے گا اب

ان حضرت کی باری آئی جو گدا دیتے تھے۔ میں نے کیا کہہ کر
فدا ہو کر کتنا گدا دوسرے۔ میری طرف دیکھو۔ گدا گدا اللہ
اب آپ اتنے ہو گئے۔ کہ جبکہ ہم نوکر کہیں بھکوا آپ گدا دین
ہٹ سامنے سے۔

میاں آزاد نے دیکھا کہ سب کے سب کا مروت ہونا اچھا
نہیں تو کس مزے سے کہتے ہیں۔ ایو خداوند! انیسے بھوت نراق
ہوتا ہو جانے دیجیے۔ دیکھو جی تم کو رئیس کی ابھی صحبت نہیں رہی
ہو۔ کوئی اپنے آقا سے نامہ دار کے سامنے ایسا کلمہ نہ بولے گا تا
ہے۔ بے خطا معاف اور کدورت معاف کرادو ہاتھ جوڑو قدموں
ٹوپی رکھو۔ بچا سے نے ناچار ہاتھ جوڑے اور کانپتے ہوئے
کہا خداوند تصور ہوا۔ از خدا ان خطا وار ہر رکان عطا۔

اب سنیے کہ میان آزاد نے کہا چلیے حضور ہوٹل گھر دکھاؤ
رئیس گردون مدار مع شعل دستی و زخما چلیے تو آزاد نے کہا
حضور اگر میرا کہنا مانیں تو اس غٹ کے غٹ کو ساتھ نہ لے
چلیں۔ ان لوگوں کو حکم دیجیے کہ باہر جہان لکڑہانا بٹھاؤ۔ ان
مہرین اور دستی گل کو دیا گئے۔ حضور تشریف لے چلیں۔ کتیرے
ہمراہ رکاب ہو اور ایک خادم باادب لیبر دھر رئیس مع میان آزاد
مصاحب حاصل و خادم باادب کے ہوٹل کی طرف چلا دھر صاحبین
میں ہڈیاں پکے لگیں۔ وہ بھی واقعہ ہم سمجھے تھے کہ ہم ہی زانے
بھر کے فقرہ باز ہیں گویا ہمارے بھی چپا نکلیے۔ آدمی کیا بلے بے دریا
ہے۔ یہ وہ کالی ناٹن ہی جسکے کانٹے کا منتر نہیں اچھ سو گدا چلے
تو انسان میں کر کے رہ جائے۔ ارے ہارے جانتے تو نہیں
یہاں سے ہی کیوں کہتے۔ کیا کہیں۔ خدائی بھائی
چلیں میں رنگ چلا۔ آئے ہی دو کو کھڑے کھڑے کلان
لہو خیر کی خطا جان کرانی ایسے قیل ہو گئے۔ اسنے

کیا چہرہ نورانی ہے۔

میان آزاد نے دیکھا کہ بچہ بن گا لاپ ہی بڑے لگا۔ جسے دیکھوئی سناتا ہی۔ جو یہ وہ بناتا ہی تو پر پڑنے جھاڑ کر یہ بھی جواب ترکی ترکی دینے پر آمادہ ہو گئے۔ جیسے ہی ایک صاحب نے کہا کہ ماشاء اللہ کیا چہرہ نورانی ہے۔ میان آزاد ٹوٹے ہل اٹھے و اللہ اچھا غول بیا بانی ہے۔ اب تک تو سیار اور سگے رد ہلر شغل ہی دور دور سے ہو ہو کیا کرتے تھے اب برعکس لگتا اسٹیشن پر آنے لگے۔ مین تو اس روشنی ہی تاؤ گیا تھا کہ غول بیا بانی ہے۔

مصاحب۔ اندیرے مین بہت دور کی موچی۔

رفیق۔ اس کالی بانات کے دگلے پر مجھے دھوکا ہو گا کسٹم کے کھیت سے بندہ ملا لکل آیا۔

لیو پوٹ۔ ۴۔ سب صورت ننگو فرادہ کی کسر ہے۔

میان آزاد نے اسکا مصرعہ اولیٰ پڑھ دیا۔ ۴۔ لاول ولا لاول

یہ کون بشری۔ ایک اور صاحب نے آگے بڑھ کر پوچھا۔ اسم

نامبارک۔ میان آزاد نے کہا آپکا مزاج پلید ہوسرے نے

آہستہ لگا کر کہا کس کھیت کے ہو یہ بونے پھیرے کے بھانے سے

کب نکلتے مجھی۔ رئیس کو میان آزاد کی باتیں ایسی بھائیوں کہ پاس

آلو آیا حضرت آپ ہوت چو کھ لڑے تھے یہ آپ ہی کا کام ہے

میان آزاد جھک کر ایک فریخی سلام بجالائے۔ رئیس باتو فرما

ایسر کہتے ہی جس سے خوش ہوئے دم کے دم میں نہال کر دیا

فرمایا کہ آج سے آپ ہمارے ساتھ رہا کیجیے۔ خانہ احسان آباد

بہت خوب ہمراہ رکاب ہوں۔ جہان حضور کا پسینا گرے مین

خون گراؤں۔ کوئی کبھی چتون سے دیکھے تو نکلیں پوڑا لول

مصاحبوں کو میان آزاد کا نوکر ہونا کاسٹے کی طرح

کھٹکا۔

ایک۔ (دبے دانٹون) پیرو مرشد۔ استعارہ تو دیکھا

واجب آئے تو کیا مضائقہ۔

دوسرے۔ (جل بھکر) خداوند بے بچھے بوجھے کیونکر

رکھ دے گئے۔ خدا جانے چور میں اچکے ہیں۔ غنی ہیں۔ بین

کون بلا اور یوں صورت سے نور و آدمی سب ہی معلوم ہو

میں مگر کسی کے دل کا حال کیا معلوم۔

تیسرے۔ بیشک کیا پوٹوٹوں کے سر پر دو سینک ہو ہیں۔

چوتھے۔ حضور والا یہ ایک دفعہ جعلی دستاویز بنانے کی

علت میں ماخوذ ہو چکے ہیں۔

پانچویں۔ اچی یہ تو برت بچا کرتے ہیں۔ گرو اللہ اچھا

نقشبہ جایا۔

تھمٹے۔ خداوند انکی چشم ارزق پر نظر ڈالیں یہ عین دلیل

طوطے چٹخی کی ہے۔

سالوان۔ نامصاحب انکا یہاں کہاں ٹھکانا۔

میان آزاد سب کی ہانک سنکر بولے۔ پیرو مرشد سب چوٹے

اٹھائی گرے ہیں۔ جانا زون مین بندہ درگاہ ہی ہیں! چھا

ایک کام نہ کیجیے اسٹیشن پر کوئی کام بتا دیجئے۔ دیکھیے کون

حسن یاقوت سے انجام دیتا ہے۔

مصاحب۔ تو آپ تو ریل کے خلاصیوں میں کام کر چکے

ہیں آپ سے اس میں کون بھڑے۔

آزاد۔ اچھا حضور عرض میں کچھ سوال و جواب ہوں دیکھیے

ان سب کا قافیہ تنگ کر دیتا ہوں یا نہیں۔

اتنے میں ایک صاحب نے جھلا کر کہا۔ بے دای ہوں ہے۔

یشن میں لگائی ہے۔ کہیں میں ایک گتہ اندون حضور کی جگہ

منجی منجی بونیر پڑنے لگیں اور پھر شہزادہ منجی منجی ہو گیا
 دو گرا ابس پڑا۔ آسمان پر محیط ناپید اکتارا اور صاحب پر
 میر بھرکا دھوکا ہوتا تھا اتنے میں ہوانے وہ زور یا ندھ کہ
 ہنڈیاں پھٹ پڑیں اور برق سے جھٹک زلی کی اور مرد
 گرجنے لگا پتے جلزنگ بجاتے تھے۔ سازنگ گاتے تھے
 کالی کالی گھٹائیں لال لال انگار سی بجلی کا ٹوٹنا ایسا معلوم
 ہوتا تھا جیسے کسی حبشی کے جسم سے خون کے شرٹے بر رہے
 ہیں۔ یا کسی گنوارن نے مانگ میں سیندور بھرا ہے۔ یا سونا
 کسوٹی پر کسا ہے۔ میان آزاد ایک۔ کون میں دبک دھکے
 بیٹھے تھے جب پانی کسی قدر کھل گیا اور سبزے کا غبار دھل
 گیا تو میان آزاد خرا مان خرا مان چلنے لگے۔ اتنے میں کب
 دیکھتے ہیں کہ ایک یورپین غمز سوداگر ایک گلغذا کو بغل میں
 بٹھائے براہروی کے نشے میں ڈوگری دوڑے زن سے کھلیا
 پھر دور ہوا مبارقار ایک اسپ پارخیتہ پرفرانیسیسی سلج
 اور دوسرے گلگون آہوشکار پر ایک خاتون زہرہ جبین
 کو کڑاتے اور چکاتے چلے جاتے ہیں ایک حبشہ میں جبرادقا
 زن جیلہ و طردار کو ساتھ لیے ہاتھ میں ہاتھ دیے یہ بھی مٹی
 باقین کرتے وہ نازداد اسے قدم دھرنے میان آزاد کے قریب
 سے نکلے۔ زن حسین و جبین کی زلف پر شکن شکبار ہو ائی
 یہ زلف ہو یا عرق بہا یا فتنہ رد نگار۔ سلنے سے متن چار
 لیڈ یاں منجھ وہن سیتن مجو لیون سے چل کرتی اٹھلا اٹھلا کر
 آ رہی ہیں اور ایک مالیشان سپر تران کوٹی میں حبشہ میں
 پیا کھ پیا ہے اوپنے سر دن میں کھولا پتے ہیں اور آگے
 ہڑے تو دیکھا کہ ایک احاطہ دکشا اور فرع بخش میں چار باغ
 لڑکے اور چکمان سونوار پربان پکچک چاند میں مصروف

ہیں میان آزاد اپنے دل میں سوچے کہ ہمارے عرصہ میں کو حاصل
 ہو زندگی کے مزے ہی لوٹتے ہیں۔ کہیں بلانچ رہا ہو۔ کہیں
 گانا ہوتا ہو۔ کوئی گچی پر ہوا کھاتا ہے۔ کوئی پیدل جاتا ہو
 سہانے وقت اور ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کے جھوکوں اور چھوٹوں
 کی بھینی بھینی ہلک کی ہی داد دیتے ہیں۔ نور و سان میں کاجون
 دونوں ہاتھوں سے لٹکتے ہیں۔ میان بوی خوش و غم خندان
 فرحان تر دماغ و غزل خزان یہ اسپر عاشق وہ اسپر غمخون۔
 و غم دزد و غم کالا پچی خوشی اسے کہتے ہیں۔ اب شہکی طون
 پٹے تو بوسے بد و مانع میں آنے لگی۔ کوئی پڑا سورہا ہو۔ کوئی
 اپنی قسمت کو رو رہا ہو۔ ایک شخص نے ذرا سی بات پر اپنی بوی
 کی کمر پر ایک لات کس کے لگائی اور پھر ایک چھڑی جمائی اور
 لے گی۔ حلوائی اور حلوائن نانباتی اور اسکی بوی میں جوتی بیزار
 اند بجاج میں گلخپ اور تکرار۔ دیورانی جھٹانی میں بارہ صا
 پٹے اور پٹون میں گالیوں کی بوچھا رہو رہی جس گلی کوچہ
 میں نکل جاتے ہیں شور و شر پہلے اور چو طرف سے ہی آواز
 آتی ہو کہ شکا ہوا اور لٹنے لگے صبح صبح آدمی رام کا نام لیتا ہے
 خدکی یاد کرتا ہے۔ پر پیچہ کو مناتا ہے۔ یہ نہیں کہ ترشے ترشے
 جوتا چلنے لگا۔ خیر تو بیچ قوموں کی بات چیت تھی۔ اب شرفا
 کا حال سننے کوئی تو درد اسے پر میٹھا حقہ پی رہا ہو کوئی ایسی
 تانے پڑے خرٹے لے رہا ہو۔ کوئی بوی کو ڈپٹ رہا ہو۔ کوئی
 لہسن پیاز گوشت کی فلوں میں ہو۔ اور کہیں میان بوی میں
 جج چل رہی ہو۔

میان آزاد نے اچھد میں افسوس کیا کہ وہ اسے ہم اور
 ہمارے شغل کجاہ سے سجھاٹے بیٹھے۔ وہ مٹی مٹی باتیں
 بجا کھیا رہا اور اس میں۔ وہ ادوی گھٹائیں۔ آبی لباس کی جھلک

تو کبھی بیچتے تھے آج حضور کے صاحب خاص ہوئے۔ یا ارشد
خود شناس۔ کیا مزے سے گرا ہے ہیں۔ گوشت بیچتے بیچتے
عمر گزر گئی۔ اب بائین بنتے ہو۔ اور رئیس زادوں کو بکاتے ہو
اب میان آزاد حیران ہیں کہ یہ سردست ابھی بی بی خوب بچھاؤ
کیا دل گردہ ہے کہ کلمہ بکلمہ بچڑ بنا رہے ہیں۔ انقض میان آزاد
کارنگ پھیکا پڑ گیا۔ صاحبین کا ادنیٰ مل گیا۔ میان آزاد
بیچا سے بچڑ بنا کر نکالے گئے۔ اور صاحبین نے کنٹینر میں
کہ حضور تو اس بچڑ والے کے دم میں ایسے آگئے ہم برسوں کے
جان نثار۔ پشت ہا پشت کے ناک خوار لگے والے کے سر
کئے گئے اور وہ حضور کے ساتھ ساتھ اسٹیشن کی سیر کر رہا تھا
صاحب لوگوں نے دیکھا ہوا کالو لکھا کہ ہاگا کہ یہ امیر آدمی اور بچڑ کے
ساتھ ہوا کھا رہے ہیں۔ اکی تو بہ۔ اکی تو بہ۔

کیا کمال ہے

زعفران کشمیر کو چہ گروی۔ گیسوے غدار دشت نوردی دیتا
جون کے مسلم الثبوت استاد میان آزاد ایک روز زیادہ طرب
کے نشہ میں چور سرخوش و مخمور لود کے ترکے سبز ان چمن اور
خبرویان گلشن کا جو بنوٹے چلے جاتے تھے۔ ہر مستی و غوہار
انفاس نسیم سحری طربیز و عنبر بار۔ آب جو بہار کا جھلکتا
مرغان خوش الحان کا جھکتا۔ غنچوں کا پیاری ادا سے چمکتا
چکری کے تھمتے۔ بیل کے وچھے۔ ابکی اٹھکیا یا ان ہرق کی
یتا بیان ہنرے کی لہک کلنی کی دیک سے ناک لہلاک پڑا
تھا سمندر مست سے باغ باغ تھا۔ ایک دفعہ ہی چار دن طرب سے
ارتض و پر شور گھرا گیا۔ بیل مست کی طرح مجھو مجھو کر گشت
آئی اور سیر بارنگ کی کیفیت وہ چند بھلائی۔ پچھ تو ٹپ ٹپ

کس فقرے سے ہم سب کو موت ٹھلایا۔ اور لکڑی سے
مصاحبت گرائے کا حکم دلوا یا ہات تیری دم میں موٹا سارستا
باندھوں مصاحب خاص بنے ہیں۔ چڑا۔ یا دیوید صاحب ہوئی
اب اس مردود کا کلنا خشک ہو۔ اسپر فز چلتا سلت دشوار ہی
بے درجے کا مکار طرار عیار ہی۔ واغہ ہنسی آتی ہی۔ جی تو آپ کو
ہنسی آتی ہوگی۔ ہماری روح تو دور ہی ہی۔ بھلا ہنسی کا یہ کون
موقع ہے جس طرح وہ دھست کھی نکالی جاتی ہے۔ اس طرح ہم آپ
برسوں کے رفیق کمال جیسے گئے۔ کٹ جائے کا مقام ہے بیچے
اس ملعون نے خدا سے غارت کرے آتے دستی گل دو مصاحب
عائب۔ خود مصاحب خاص ان خاص بن بیٹھے۔ اب کوئی ایسی فکر
کرنا چاہیے کہ اب یہ جتنے نہ پائیں۔ ہر تائین مشہور کرد کہ بچڑ
ہیں بیچ قوم۔ ہمارے حضور کو اسکا بڑا خیال ہی بھی جو بھی موتوں
نہ کر دین تو ہاتھ کٹا ہوں ناک ناک بنا ہوں۔ واغہ بچڑ کی
خوب سوچی مگر کے کون کسی ایرے غیرے ہی کلیان کو لگا دو۔
اگر رئیس غریب کلاہ کو آزاد شیخیت بنا ہا نے ہو بل دکھا یا لونیڈ کا
ایک جام پلایا اور خزان خزان اسٹیشن کے باہر کھڑے لائے
مصاحبوں نے دیکھا کہ مصاحب خاص سے بھی میٹھی بائین کرتے آتے
ہیں۔ ایک شخص کو پہلے ہی سے سکھا پڑھا رکھا تھا۔ اُسے آگے
بڑھکر آوارہ کسا کہ واہ سے زانے کے آٹ پھر۔

استپا زری شدہ مجروح زیر بالان | لوق زرتیں ہمہ در گردن خرمی نیم
شرین بیچا ہے تو کلمے جابین اور قوم کے بچڑ رئیسوں کی تھا
پائین۔ اتنا سنا تھا کہ رئیس کے کان کھڑے ہوئے۔ انکو بیچ
قوم خصوصاً بچڑوں سے بہت نفرت تھی تو میان آزاد سے مسابقت
بچڑ بیچے کہ کیا آپ بچڑ ہیں۔ اتنے میں ایک مصاحب تھا
کہ حضور نہیں تو اور میں کون۔ دوسرے نے مرتبہ پارکھا بھی کمال

خیرین۔ کوئی دانا ہی جو دام خرچ کر کے آؤ بتا۔ ذی ہوش ہو کر بیوشی کو ترجیح دینا آدمی سے اونٹ بچانا انسانیت کے اپنے کو خارج کر دینا حماقت ہی یا نہیں۔

بھد بھد۔ تو یہ کیسے چینین و چنان کے چند میں بھنس گئے اور پردھو کہتے ہیں رفتہ رفتہ پاگل ہو جاؤ گے اب پہلے تو آپ نصیحت کھلو این پھر دماغ کا علاج کریں۔ بیان سے

ہمارے ملاقات دوستاران مست | چمکے بر دھنر از عمر جاودان تنہا

ایک کلچر ہو۔ دیکھو تو کیسے سرد رکھتے ہیں۔ نہ پتہ تو ہمارا ہی ہو چکا ہے۔ بھد بھد نے اپنے ایک دوست ہرج کو ملا دی اور سب مل کر چلے بھد بھد۔ یہ چھوٹے کاپڑے۔

آزاد۔ ان ہم خراب ہم ثواب۔

بھد بھد۔ کیا خوب۔

آزاد۔ تسلیم۔

راستے میں ہرج نے پوچھا کیوں بارہ کون محلہ ہے۔ جی صنی بازار ہے واہ کہیں ہونہ۔ یہ چینا بازار ہے۔ ماشاء اللہ یہ نیا نام سنایا۔

چینا بازار کیا صنی بازار ہے۔ آپ تو کتنا نہیں ملتے کہتے ہیں کہ

چینا بازار ہے۔ کیا کہتے ہیں۔ آپ میں کون جو کہتے ہیں ہم گلی

کو چے کو چے چے چے سے واقف ہیں۔ آپ ہمیں راستہ بتاتے

ہیں۔ اے تیری قدرت اسی شہر میں پیدا ہوئے اسی میں عمر بھر رہے

اسی میں لٹے ٹٹے ہوئے۔ آپ فرماتے ہیں چینا بازار اور نہیں تو

کیا آپ کی طرح صنی بازار کہیں۔ ناقلاً بندہ درگاہ کی زبان سے غلط

لفظ نہ نکلتے گا۔ جی ایسے ہی تو آپ بڑے محقق ہیں لے جبردار

اب چینا بازار نہ کیسے گا۔ میرے سامنے گوارا سا ہے۔ ابے

چینا بازار کے کیا معنی مردک۔ ہا میں کیا بکا۔ مردک ابے مردک

کسے کہا۔ میری شان میں اور یہ کلیمہ مردوں سے بھی دل لگی

میرسی پائی گرائس سے بھی نکالے گئے۔ اب آپ بنگ کی لے

رہے ہیں اُسے کہا آپ بھی نہ گادوی میں اسے بیان اب بنگ

سے بھی گئے گئے۔ بنگ والے کی دکان پر بندہ درگاہ تہذیب

کو رنچ کر رہتے ہیں۔ تہذیب آئے تو بنگ گھونٹے کا سٹاپ ہی

لگاؤں۔ اور پھر اتنا تو سمجھو کہ یہاں ہمیں جانتا کون ہے۔ بھی خیر

بیٹھو یا جاؤ مگر اذہر ہے خدا ہتھے پر نہ تو کو میان آزاد تو ایک

سلائی آدمی تھے۔ خود بھی چٹائی پر ٹپک گئے۔ تو دیکھتے کیا ہیں

کہ ایک درخت کے تلے چھپر ڈھانچ کر سر کی کا۔ صاف ستھرا ایک

تخت بچا ہے۔ دو تین تو بیان دو ایک گھرے ڈول رسی لٹے

کو بڑی بنگ بھری دھتورا شکر کالی مرچ یہ سب سامان

موجود ہے۔ بنگ والا سل پر گر گئے لگا رہا ہے۔ لگے رگڑا

بھگڑا۔ دو چار بگڑے دل دینا واپس سے بھر۔ نہایت تیلانی

سے غل مچا رہے ہیں کہ داتا تیری دکان پر میں برسے ہاں

ہاں ایسی چکی پلا جبین جوتی کھڑی ہو۔ آج تو دھتورا بھی چاہے

ڈرا سا گڑھے۔ ہاں جبین خوب سرد رکھیں اسے تیری

دکان کے تو چوبے بھی بھنگی ہو گئے۔ بنگ والے نے دھن

کو خوب گاڑھی ہوئی پلائی وہ رنچ کر ہوئے تو دھتورا لے۔

لٹے میں میان آزاد کے دوست نے جنگو لوگ موٹاپے کے

سبب سے بھد بھد کہا کرتے تھے یوں ہانک لگائی ماستاؤ

آج تو دودھیا پلواد۔ مگر خوب چکی ہو۔ پتے ہی سے اُسے چلو میں

آؤ ہو جائیں۔ استاد تو ان ایسوں کی قریب سے واقف تھے

وودھیا بیٹھی کیوڑے سے بسی ہوئی پلائی۔ پہلے تو بیان آزاد

کہا کہ کیا اب بنگ بٹنے کی چیز! ناما صاحب تو بہ تو بہ۔ عطاسے

تو بھٹا سے تو بخشیدم۔ بندہ درگڑا۔ ملی ٹٹے چوہا لندہ راہی جی

جائے گا۔ ٹٹے کا تو میں جانی دشمن ہوں۔ زردادن و دوسر

وہ مل جل کر گانا۔ وہ مڑے مڑے سے باجا بجاتا۔ وہ چھٹی
تھنڈی ہوا چھوڑے جن اور یہ شون میں اٹھلاتا۔ کجا پھون جن
گلیاں۔ یہ دشت انگیز کوچے۔ یہ غصوت بزم ہوا۔ یہ کچر
یہ جونی پزار۔ یہ میان بیری میں تکرار جسے دیکھئے گھر سے باہر
نکلنا ہی نہیں جانتا۔ کوئی مردوں سے شرط کر کے سویا ہی۔ کوئی
انگڑاٹیان سے رہا ہی۔ کوئی گروٹ پر گروٹ بدلتا ہی۔ ہمیں
تفادت رہ از کجاست تا بہ کجا۔ اتنے میں میان آزاد ایک
مکتب کے قریب ہوئے جس میں بانیس رشک جھوم جھوم کر بیٹھے
پڑھ رہے ہیں۔ اور ایک کسین طالب علم کو مولوی صاحب یہ
پڑھا رہے ہیں۔

اُن عشوہ گر کرشمہ شیوہ سامی بکار بردہ و شعبہ ساری
آشکار کردہ مرا تے از بخل بر آوردہ در ویش مرکب اندوہ در
محاوی آن بیدل لکھ لگاشت و سبک چند از نادر آب رختہ
منزل من صحنی ست صحنی صاری ست بلند چون چرخ برین کہ
در ہوا نش پرواز کم کند و سیرغ در غیہ امش بال مجاہل بریزد ہر
ہیون ہوس بسوی اجل متاخر ہووہ بکام ہنگ گام منہ عیش
باد پیائے بادیر جنون مہاش و چون مجنون بزخیر رسوائی مردن
کہ ذرہ بفراک خورشید دست نتواند نہ ویشہ برام آسمان نتواند
این بگفت در راہ منزل خود پیش گرفت زرگر کہ جنگ دل دور
عشق آن جادو نظرت بلکہ قریب تا سفار و دل نشستہ بود
بر خاک بقراری میرفتاد۔ میان آزاد کے کان کھڑے تھے
کہ این! یہ تو بہار دانش ہے آگے بڑھ کر ایک سلیک
کے بعد مولوی صاحب پوچھا کہ جناب مولانا صاحب آپ
کیا درس پڑھتے ہیں۔ فرمایا بہار دانش کا سبق پڑھا
فرمایا ہوں۔ کیا بہار دانش ہے۔ اور مکتب میں۔ انیسویں

کے بعد چھٹی پڑھایا۔ بی دوڑ کے لوگ رہے۔ غرض کہ
مہراؤ کا سبق پڑھتے ہیں۔ اور ایک اچلی کوئی چالیس
تک پڑھا ہی۔ مولوی صاحب کیا بال و خوب میں سفید کچے ہیں
گروں پیرانہ سال کے سب سے بڑے لگی گرا بھی تک عقل نہ آئی
یا یوں کہوں کہ آپ سٹھیا گئے۔ یہ تو قبلہ عجلہ کناس اس لائق ہی
کہ مکتب میں تعلیم دی جائے۔ سن شریف شصت و شش
ریش دیش ایسے کہیں عشق جنون خیر کا قصہ۔ کہیں بتا ہوں
جادو نظرت کا انسان کہیں گل خروش فرین نگاہ کا ذکر۔ کہیں
معتشوق کی کج ادائی۔ کہیں عورتوں کی بوفانی کا تذکرہ یا
جادو گروں کی حکایت دلو اور جن کی شکایت ہو۔ از سر تاپا
فحش بلکہ افحش الافحش۔ کم سن طلبہ کے دل پر اس کے مطب
کیسا خراب اثر ہوگا۔ حضرت اندر اسے خدا اس کتاب نہ پڑھا
واہ صاحب آپ کیا جانیں۔ یہ تو ہمارا علم ادب ہی پھر آخر چھٹی
کیا۔ میان آزاد نے افسوس کیا کہ بھل گامودی مدرس کسی کسی
واہیات کتابوں کا طلبہ کو سبق دیتے ہیں کہ معاذ اللہ

چلو میں الو

میان آزاد ایک روز چلے جاتے تھے تو دیکھتے کیا ہیں کہ ایک
چوراہے کے کنارے جنگ ڈالے کی دکان ہی۔ اور اُس کے ایک
لنگوٹے یا ریشمے ڈنگ کی سے رہے ہیں کہ ہم نے جو چھ کوٹلا
وہ کسی کو پیر کرنا بھی نصیب نہوا ہوگا۔ لاکھوں کائے کو روئے
لٹائے کسی کے پیٹے میں نہ پینے میں۔ اتنے میں میں آزاد نے
جھک گلیاں میں کہا۔ واہ بھی اتحاد کہیں نہ لگائی کے صدقے
اچھی من ترانیاں ہیں۔ بابا تو آپ کو کچھ فارو دیا ہے کہ
دا دا دے کی دکان رکھتے رکھتے دے دے جو ہے کہ نہ لگائی
نہ لگائی۔ یا دیکھا کہ فساد ہے۔ یہ تو ہمارا ہی کی

تو میں نے ہر گز نہ کیا۔ کہنے کا نہ کیا۔ نہ ہوا۔ نہ کوئی اور۔
 کی دیکھ کر دکان پر ادھی آن بان ہی۔ زلی سچ دھج انوکھی نشان
 ہی ہے دیکھو اسی کا دم بھرتا ہے۔ تاکے پر ہے تو مثال دروڈ
 تک تڑائے کی آواز جائے۔ بچہ کیا ہزار داستان ہی۔ ہر فصل
 میں چمک رہا ہے۔ تبا کو مشک و مشک کی طرح ہمک رہا ہی آتش بانی
 میں فرد۔ دود انگن کی گرم بازاری۔ اسکے مقابلے میں سرد
 پھول ہے سدا بہار۔ یا کوہ ہی آتش بار۔ بقول رسا گل بھی ہوا
 بیل بھی ہی۔ نقل بھی ہی مل بھی ہی۔ گیند لطافت کا مرقع حیر
 ہے چمک گیا کلاہ ناز بر سر ہے۔ چھری زنی پر آنا ہوا تو اچھے اچھوں کے
 دھوین اڑا دیے۔ آتش نفسوں کے چھکے چھرائے۔ بھفل کی
 رونق اسکے دم سے مجلس کا لطف اسکے فیض قدم سے۔
 خوابان شکر کے ساتھ دساز ہی۔ ہوا تو ہون کا سرمایہ ناز ہی۔ دود
 عنبرن سرکش چشم بری رخاں زخار چاند و باران کا لگوٹیاں
 گندھی کی دکان عنبر بار کی طرف جو گز رہا۔ تو داغ طبلہ اعلیٰ بن گیا۔
 خوشبو کیا نغمہ روزگار ہی۔ کسی کٹر میں عرق عروس کسی میں عرق ہار
 ہی خلیج خطا و ختن اسکا سول ہی قنوج اور جو پورا کی چاہ میں
 داناں ڈول ہی۔ نخل دراکٹہ سے داغ عنبر ہے دور تک شمع عنبر
 عطر روح پرور ہی۔ دلدار چوڑی فروش بلا سے بیدار ہی۔ چور کا
 سیاہ رد کش سرمہ آلودہ چشم خوابان ہی۔ سبز چوڑی سبز ان ہند کی
 باد دلائے۔ شمع چوڑی کے رشک سے یا تو تاعلم سیر کھائے
 صورت دیکھی جی لپٹائے زار ہمد سالہ بھی دیکھ پائے تو بیدار
 بکائے خرید بچائے رعب حسن سے مول قتل کا لفظ زبان پر لگا
 چوڑی کیا مشاطہ چابک دست ہی جو ساعدہ سین کے جوبن کو بڑھ کا
 ہانک حیرت نہ روئے کہ محبوب چارہ سالہ بنائے۔ پھر مہری کے
 کاکچہ زنگار جو نظر پڑی تو کھانچا کھراج ہی سے آنکھ لڑی نالک

دیکھے تو آئی آیدار پر انجم شمار کرے۔ ایک ایک دم تیرم کامل خلی
 ہر نشان ہی۔ حاصل ہر ایک در کنون کا ہوا ہو۔ پھر رزائے
 کی طرف جو کل گئے تو آب روان کی جھلک پر خریداری کا شوق
 چرایا روپیہ گاڑھے وقت کا مایا۔ زربفت گلدوزن کو بھسایا۔
 لالہ نین سکھ سے بھاڑ چکایا۔ انھوں نے کبھی دین کبھی پانچ دام بتایا
 دھوپ چھانٹنے لگتے کے ایسے رنگ بد لکڑ شربایا۔ حلو الی کا
 میٹھا کوان غضب کا آب و تاب۔ ہم خداد ہم ثواب۔ برنی نیکی
 تو منہ میں بانی بھرائے۔ گرسنہ چشم کا جی چاہے کہ تھاں کے تھاں
 کھا جائے۔ کتب فروش کی دکان پر شائقین علم ہنر کی گرم بازاری
 شمع کتب پر اہل قلم کا پروانہ وار جو مہر ہے۔ شعرا کے تذکرے
 دوادین مذرت طراز مثنوی کتب خلاق۔ طب کے نسخے تاج علم ہیات
 اور طبیات کے رسالے شعرا کے گرانمایہ ایران کا کلام فصاحت و بلیغ
 علمائے عرب کے مصنفات۔ عاشق مزاجوں کے مطالبات
 ظرافتوں کے ہزلیات مزاح سات۔ جدھر کھجائے ہیں خوشی کی
 کھانچیاں بھری ہیں۔ سرک انبار لگے ہیں۔ بازار نشاط کی گرم
 بازاری نے غم درد و غم کالا۔ عیش و عشرت کا بول بالا میان آنا
 دل ہی دلیں سوچتے جاتے ہیں کہ اتنی یہ شہر ہی یا ظہر بریں۔ دیرین
 ہی یا سواد اعظم عرش ٹکمن۔ رستے صاف۔ شرکین شغان۔ کوئی
 خوشی کے شادیلے بجاتا ہی۔ کوئی رنگ ریان بناتا ہی کہیں دھگان
 فساد ایک کو دوسرے سے بچ نہ غنا دہ چلتے چلتے ایک شخص سے ٹھہر
 ہوئی علیک سلیک کے بعد پوچھا کہ یا حضرت یہ کون گل زمین ہی میں تو
 اسپر ہر جان سے عاشق ہو گیا۔ یہ سان دیکھا نہ سنا۔ باشندے
 سب حرف حال یہ دوزخ سے مالا مال بشر سے خوشی پکتی ہی۔ چہرے سے
 سرست برتتا ہی میان یہ شہر قدس بنیاد میں سواد چشم مرسا و جگر
 روز سے آباد ہی لیکن یہی ساعت عید و آذان میدیں کی بنیاد پڑی

اچھا کسی ثابت سے پوچھو۔ آزاد نے دونوں کو بھایا گلگون اور
مرنے ہو۔ مگر سنا کون تھا۔ ہسوت سانسے سے ایک آدمی چلا
آتا تھا آزاد نے بڑھ کر پوچھا کہ او میان جانے واسے موت
بھلا یہ کون محلہ ہے۔ اُس نے کہا کہ چنیا بازار اب بھد بھد اور ہرج
دورن نے اُس کو دق کرنا شروع کیا چینی بازار کہ چنیا بازار
بولو۔ جلد بولو۔ چنیا بازار کہ چینی بازار۔ بتاؤ جھٹ پٹ۔ چنیا بازار
کہ چینی بازار چینی بازار یا چنیا بازار۔ سو سو دفعہ پوچھ رہے ہیں کہ
چینی بازار یا چنیا بازار اور آدھ کوس تک اُس کے ساتھ گئے اس چار
کو ان بھگدوسلطانوں سے چھپا چھوڑا ناخصل ہو گیا۔ بار بار ڈپٹ
رہے ہیں کہ چینی بازار یا چنیا بازار۔ اس نے صد ہا مرتبہ کہنا کہ چنیا
چنیا بازار اور چینی بازار دونوں صحیح ہیں۔ مگر انکو تو کچے گھر سے
کی جڑ ملی تھی۔ انھوں نے سوائے اُس کے اور کچھ بات ہی نہ کی
لی چینی بازار یا چنیا بازار۔ جب آدھ کوس تک اُس جیسا ہے
رہو کو رکھ دے گئے اور چینی بازار اور چنیا بازار سنتے سنتے
اُس کے کان تک پک گئے تو وہ چھلا یا اور ڈانٹ کر بولا کہ چپ
بدعاش چینی بازار اور چنیا بازار دونوں کی ایسی تھی اور
تھاری ساتھ لے کر۔ اب بولے تو ہم کھوڑی پر ایک ڈنڈا
جھانک گئے نامعقول۔ ہم کو بتاتا ہے۔ ہم کوئی گنوار نہیں۔ تم اپنے
دل میں سمجھ کیا ہو۔ ابھی آزاد دونوں تو تین سو تلواریں تلواریں
سوت سوت کر آن موجود ہیں۔ ایک گھنٹے سے جان خدا
میں کر دی کہ چنیا بازار یا چینی بازار۔

ہرج مہج۔ ہت ترے بھد بھد کی ایسی تھی۔ کہتے تھے مردک
سے کہ ہم کو نہ بلانا مانا۔ دیکو بھنگ سے کسی مت بھنگ بھلی

صنعت اور تجارت کرتے

آدھ خاتون شبے شکست فاش بانی اور عامل زندگی ساری

بھد کہ فرآئی ہجر غریب نے بڑی کڑواہ پیا اور بھد
نظر آیا۔ ادھر مجھوں لیا اسے دنیا کے دون۔ حدت تیغ کشور
کشایان معرکہ جنوں۔ دھشت کے ننگ بکر آٹام شیطانی سے
زیادہ مشہور خاص و عام شیخو خیت پناہ میان آزاد وحش ام
چلے تو کیا دیکھتے ہیں کہ بستی سے کوئی دو گولی کے پٹے پر ایک چار
اور لب چشمہ سار گلگون کی قطار ہے اور ہر گلشن پر بلنگین گھار ہے
غزل خان گلشن کی زبان صرت قصیدہ ہے نوروزی۔ ہر صرت
سامان طرب ہے اور اسباب عشرت اندوزی۔ ہر مرغ خوش لہان
ترانہ سنج ہے اور مرغ جان مرغ۔ سبزہ مثل ساکنان خلد سبز پوش ہے
رند عالم سوز بھی بادہ دھانیت کے نشے میں سرخوش و مدہوش
ہے۔ درد دیوار سے دجلنا اشہار معاشا آشکارا اور غنوم دجلنا
سراجا و ہاجا نودار۔ چان چان اور خرامان خرامان حضرت بھی
گلگشت جن کرتے چلے جاتے تھے اور تماشائے نسرین و نترن
سے دل ہلاتے تھے کہ دفعہ ایک مقام پر پہونچے نہ سواد ہر کو
دبرزن آباد۔ چپہ چہ رشک بہشت شداد۔ ذکور صیت و جالاک
آناٹ مست و فرخاک۔ مکانات فرخ بخش و نغز آراستہ۔ نکات
بصد قرینہ پیراستہ۔ دلبر بود فروش۔ ہنر تہ گلگون کی بیاری
صدائیکھی حقون باکی ہدا جس گل زمین میں اُسکی نکان ہے
وہ رکش باغ نغم رشک جنان ہے۔ ثریا در سے خوشہ
انگور کوتا کے۔ امرود حلوائے بیدود۔ سیب داغ آہیب
بھی قوت دل۔ اتار راج ریح۔ تہنولی کی دکان پر شوقین آدمی
مصرف جان سپاری ہیں اور ایک عالم شعلی خریداری
اور کیون نہو سرخولی کا بیڑہ اٹھایا ہو۔ ہنر بخت کا خطاب پایا
ہے ادھر کا ہاتھ میں لیا ادھر چاندی کا درق لگا کر ٹھہرایا
کتھا کیوڑے کا بسا ہوا ایک گھوڑی کھاسے تو فغا جے

سنیے کہ کوکڑائی دھوپ پڑ رہی ہے۔ کوکڑی چنی جاتی ہے چکن پیر
 جیل انڈس پرانڈا چھوڑ رہی ہے۔ لون کے پھیرے وہ دھانے کے
 چل رہے ہیں کہ الامان۔ دانہ زمین پر گرنا تو جس جاتا جو طرف
 سناٹا۔ ہو گا عالم پرند اپنے اپنے گھونسلوں میں دبکے دبکے
 حضرت انسان مکاؤں میں جان بچائے بیٹھے ہیں معلوم ہوا
 کہ قیامت آگئی آفتاب سوائیز پر ہو رہا گردا گرد سے میرے
 شیر کیا کہنا۔ میان آزاد گلی کوچوں میں چکر لگانے سے کب
 بند۔ گو۔ ۵

شیر اٹھتے تھے نہ دھوپ کے ماسے کچھ آرا	آہونہ منہ نکالتے تھے سبزہ زار سے
آئینہ مہر کا تھا مگر غبار سے	گردوں کو چٹ چٹ ہی تھی زمین کے بخار سے

لیکن میان آزاد بے غل و غش شہر کے صدرتے ہوئے تھے
 آخر کا پھرتے پھرتے چلتے چلاتے ایک جوہری کے دکانچہ از نگار کی
 طرف سے جو گزرتے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک سن لڑکا جھکا ہوا کچھ لہا
 میان آزاد گھومتے گھومتے جان دیدہ ہو گئے تھے ہی جو توڑوں سے
 تار گئے کہ یہ جوہری کچھ نوکری کی تلاش میں سرگردان ہے۔ نفاق
 دیکھتے ہی خط کا مسنون بجانب دیا۔ سوچے کہ اس سے کسی طرح
 لین مگر جان نہ پہچان خادجی سلام۔ ملاقات کے لیے کچھ تو فرمایا
 چاہیے آپ نے آؤ دیکھا نہ تاؤ پوچھا کیوں صاحبزادے اس
 گاؤں کا کیا نام ہے۔

جوہری کچھ۔ گاؤں یہاں سے کوئی دس بارہ گولی کے پٹے پر ہی
 گاؤں کہیں اور ہو گا۔ گاؤں کی ایک ہی کئی یہ شہر کا گاؤں
 آزاد۔ ہاں دہی شہر۔ لاجل۔ کیوں میان بیان بیٹھا
 حلو بھی بکتا ہے۔

جوہری کچھ۔ (مسکرا کر) اور کیا آپ کے گاؤں میں کچھ حلو
 بھی بنتا ہے۔ کیا کرے گا حلو بناتے ہیں یا نیم گا۔

کہ صناعی نے مذہب ترقی پائی تجارت کا ذوق ہاتھ پائوں پہلا
 دستکاری کو دن و نالہات چونکا فروغ ہوا حضرت یہ سب صنعت
 و تجارت کا کرشمے ہیں۔ علم و فضل میں بھی بیان کے باشندوں نے
 یہ میضاسے ناموری حاصل کیا۔ شادی میں پیشل عدیم و سہیم شاعری
 میں فقید المثال۔ نثر نثرہ شاعر شعری شاعر انغرض کسی فن کی
 صناعتی میں کم نہیں۔ سیم و زر کا اندم نہیں۔ ہاں ایک بات ضرور
 نوکری کا کوئی شائق نہیں اور نوکری بھی کی تو علیٰ غنوں کی اسٹسٹ
 سرچن۔ ٹیکل انسر انجیر۔ اکوٹسٹ تاجرا و دستکار رتبہ میان بکشن موج
 ہیں کشمیر سے شال۔ ڈھاکہ سے مل۔ مالوا سے انیون تھرا سے پر
 لکھنؤ کی کاڈالی اور چکن۔ دہلی سادہ کاری انگوٹھیاں۔ اگرہ کی
 دریان کا پنور کے منڈے۔ بسوان کا تبا کو بیجی کی اشیائے غریبہ
 عرب کے گھوٹے۔ شعلند کے چاؤ۔ مینچسٹر کا کپڑا۔ کابل کے انار سب
 کشمیر کا ہفتہ اجود خراسانی ساری ضلع کی مشہور چیزیں بیان
 آتی ہیں اور ہم کے دم میں بجاتی ہیں۔ ایک ایک لال نے کوٹھیاں ٹالیں
 لکھتی ہو گیا۔ میان آزاد ایسے فروش تھے کہ جلے میں بھوے نہ سما
 واہ ری تجارت تیرے قدم دھو دھو کر پے پے تیرے ہی دم کا ظہور ہی
 یہ خدا کے مقبول بندے ہیں۔ یہ نہیں کہ اہل بے پڑھی اور منڈاسا
 باندھ کر کچری پونچے۔ پرز ختم کی اور چنڈا انڈ کرکاری دکان پر دھا
 کھا بیٹھے۔ برسوں ایریاں رگڑ رہی ہیں مگر نوکری نہ ملی نہ ملی چاہی
 ادھر کی دنیا ادھر ہو جائے تو وہ نوکری ہی پہیو دین گے۔ ہائے فوسا
 یارو از برے خدا ذرا س شہر کی حالت پر نظر ڈالو۔ نوکری کے
 چھندیسے چھوٹے۔ یہ چل پل یہ رونق یہ کیفیت یہ طعن تازہ اور
 سرور بے اندازہ نوکری میں کہاں۔

میان آزاد مترجم
اُس شہر مبارک بنیاد سے چلے تو ایک نئے مقام پہنچے

جو ہری بیکہ - وہاں اڑیں چہ ہر تونگی اور پوچھ پوچھ کر تم
ایسا نہ کہ تو یا فرستاد و دھونی رسید اور نہ ایسا کہ کھ
موسیٰ بڑھے خود آئے۔

آزاد - اچھی ایسا ترجمہ کروں کہ آنکھیں کھل جائیں - ہم کیا
کروں دے کر بڑھے ہیں خدا دیکھے مرنی پوتا ہوں -
جو ہری بیکہ - اچھا تو ہماری عرضی کا ترجمہ کر دیجیے جو مرنی
کرو گا - اچھی نہیں دو گا - کھری مزدوری چکا کام -
آزاد - چننا تو ایسے مترجم بہت مل جائیں گے اچھا آپ لائیں تو
میں بھی دیکھتی ہوں -

جو ہری بیکہ - واہ وا اڑیں چہ ہر تونگی اور پوچھ پوچھ کر تم

ایسا نہ کہ تو یا فرستاد و دھونی رسید اور نہ ایسا کہ کھ
موسیٰ بڑھے خود آئے۔

آزاد - اچھی ایسا ترجمہ کروں کہ آنکھیں کھل جائیں - ہم کیا
کروں دے کر بڑھے ہیں خدا دیکھے مرنی پوتا ہوں -

جو ہری بیکہ - اچھا تو ہماری عرضی کا ترجمہ کر دیجیے جو مرنی
کرو گا - اچھی نہیں دو گا - کھری مزدوری چکا کام -

آزاد - چننا تو ایسے مترجم بہت مل جائیں گے اچھا آپ لائیں تو
میں بھی دیکھتی ہوں -

جو ہری بیکہ - اچھا اچھی - اب آپ کے نزدیک تو کاپی ہو تو بس
اپنے کچھ - خود بڑھیں گے - آپ پہلے بھی دیکھتے ہیں کہ
تجربہ کر - میں آپ کے پاس سے تو جہاں جاتا ہوں وہاں سے

نہیں کہیں میں نے کبھی نہیں دیکھا ہے -
عرضی - کہ جب ہر طرف سے نہ تو خبروں نہانی مالا مال نہایت
ندوی کے چنگی پڑنے ماشاء اللہ کہ بڑھیں ہرے ہیں کوئی رتی بھرا
کوئی ماشاء بھرا کوئی تو بے بھرا کوئی چنگی کوئی پیسری - وہی چوٹی
انھنی گنی سب ہی رقم کے ہیں - میری مصیبت نہ تو انھنی کی حد
عطا فرمائیے تو اسکے بلور میں خدا حضور کو فرانس کا پریسیڈنٹ کر دے
ندوی نے ایک کنڈے دے کی ربانی سناہی کا کھل ہار دے علی ہم و طیس
بشاہ و تیس تہ پیر ہا ہوا غلی ہو چو کہ کہ ترن کو صفائی کا بہت
خیال ہو - لہذا اس استحقاق کے موجب عرض رسان ہو کہ عہدہ
مذکور پاؤں - واجب حاضر کیا - ندوی -

آزاد - سبحان اللہ - عرضی کیا کھی ہو کہ قلم توڑ دے کیوں بھی کتنی
صاحبزادیاں اور صاحبزادے آپ کے ہونگے - میں کوئی آدھے دین
جو ہری بیکہ - ہنس کر اچھی یہاں تو ابھی شادی ہی نہیں ہوئی
ہم سے چھوٹے بھائیوں تک کا یہاں ہو گیا - چھا جھم کرنی میراں میں
گر ہم ترس ہی ہے ہیں - رشکے کیسے -

آزاد - پھر آپ کیا لکھنا کہ کھانی بھرنی پڑے ہیں -
جو ہری بیکہ - اچھی تو اب لکھنے سے بھی لگے گئے - چرچا سے

اور پھیری سے بھی گیا - اب صاحب کو تو ہی پڑی ہو کہ حقیقات کو نہ
پھوٹن میرا دل سے پوچھیں تھیلدار کے فدیہ سے دریافت کریں -
تو کچھ انھیں کرنا ہی نہیں آتی باتیں بھی وہ اللہ کھر رکھنے کے
لائق ہیں -

آزاد - عہدہ بھی بہت بددردہ تجویز ہوا کہ نہایت بھرا کھڑا تھا
ہوا اور ہم پولیس جلا گئے کبھی بلیکوں سے جیل ہی ہو گیا
جنگوں سے گھنپ ہو ہی ہو جاتی ہیں جو پوچھ کھر ہم کہتے
ہوئی کی کتنی کی کھری کوئی ندوی - جہاں ہوا ہونگے لا میر

اور یہ سمجھا دینا تو آپ پر فرض میں تھا کہ بھانج سے آپ کو دل گیا
کا رشتہ ہے۔ اس کے بغیر غرضی بھیگی رہتی۔ قبلہ بندہ سے اس کا
ترجمہ ہو سکے گا ذری اتنا تو بنا دیجئے کہ آپ میں کون ٹھاکر۔
لالہ۔ جی بندہ نواگن ہو رہی ہے۔

آزاد۔ اگن ہو تری! یعنی بھڑ بھوئے۔ یہ کہئے تو پھر آپ کی
عالی خاندانی میں کیا شک ہے۔ میان آدمیت سیکھو۔ سات کی
محرری سے تحصیلداری کے طالب ہو۔ بھلا کوئی بات بھی ہے۔

میان بھڑ بھوئے بڑ بڑاتے ہوئے چلے کہ راہ ادبچی دکان
پھیکا پکوان۔ نام مجھے درشن جھوٹے۔ ستر جم بنے میں بڑا سخت
دروازے پر لگا دیا اور موٹے حرفوں میں لکھ دیا کہ میان آزاد مرچم

اکڑ فون

میان آزاد زمین کے گز بنے ہوئے ادھر ادھر کھوم رہے تھے
کہ اتنے میں ایک بڑے کھوسٹ نے ایک بانگے سے کہا کہ کیا
بید سے آئے ہو یا جان وبال ہی یا زندگی دو بھر ہے۔ یا چھینکتے
گھر سے چلے تھے یہ اگرنا اور برنا کیا معنی۔ میان گردن جھکا کر حلال
کچھے در نہ کوئی پہلوان گردن ناپے گا۔ تو پیشخت ساری خاک
میں مل جائے گی۔ تٹا اور ٹیڈا بھول جائے گا۔ بدعت میں کرکری ہو گئی
اس سے کیا واسطہ۔ یہ شہر کشتی پٹے بانگ لکڑی کی ٹکسالی ہے۔
بہت سے روتیے آئے مگوٹھنی کھائے۔ ہاتھ دلاتے ہی میان کے
پہلوان پکڑ لائے۔ اور مارا چاروں شانے چت۔ تنگڑی پر اڑانے
میں طاق۔ سواری کہنے میں مشاق۔ کو لے پر لاندے میں پڑت۔ یہ
سننے ہی وہ میان بانگے آگ مچو کا ہو گئے۔ جی۔ تو کین اس بھروسے
بھی نہ بچے گا نہ بچنی کھانے والا آدمی نہیں ہے بیچ کھیت پچاڑن تو
سچی زبان اپنے استاد کے صفوں نے ہیں لکڑی سکھائی۔ ٹانوں کی
نکڑی چیکنا تو سب ہی جانتے ہیں۔ مگو یہ ان کا رزاں میں ٹھہرنا

ادبیتہ کا سہ دارد۔ اور نہ بانی داخلہ تو اور ہی بات ہی ہائے استاد
نیں تیں آدمیوں سے گمارہٹے تھے اور کون لوگ۔ ایسے ایسے
گنوار گھام و نہیں۔ پڑھتے ہوئے پٹھے خیر انکو ناز تھا۔ پھر خیال کیجئے
کہ تیس ٹکے برابر پڑتے تھے مگر تیسوں کی خالی جاتی تھیں کبھی آتے
ہو گئے کبھی ٹکے سے چوٹ کاٹ دی کبھی بدن کو سمیٹ لیا کبھی تیرا
بدل دیا۔ شاگردوں کو لٹکاتے جانتے تھے کہ لگا بڑھ کے ہاتھ اٹھسے
اور وہ جھٹلا جھٹلا کے چوٹیں لگاتے تھے۔ مگر بھوکے کھاتے تھے۔ اور
اپنا سامان بڑے کر رہ جاتے تھے۔ جب سب کا دم ٹوٹ گیا اور سگے
ہا پنے تو ٹکے ہاتھ سے چھوٹ چھوٹ پکڑ گزرا۔ استاد۔ اُن کے
دو ہی خم دم دو ہی جتین۔ وہی تار بھاؤ۔ بیرون کڑی جلیکین یکن م
نہ بھوئے اور جو کین بھڑ پڑے تو بات کی بات میں پرے سات تھے
کسی پر پالت کا ہاتھ جایا کسی کو چاک کا ہاتھ لگا یا۔ پھر بس ہی معلوم ہوتا
تھا کہ بھڑ پڑی چھوٹ رہی ہے۔ یا آتشازی کی چھوٹ نہ رنج رہی ہے
اور استاد کی بھی تعریف کی یا چرخ جکر میں ہے۔ مینو کا ہاتھ تو آجنگ
چار دانگ ہند میں کوئی روک ہی نہ سکا وہ لاہوا پڑتا تھا کہ ادھر
اشا رکھا کیا ادھر ترسے پڑ گیا مینو کا ہاتھ کیا اقتضا سے سرم ہی بلام حلق
آفت ناگانی ہے۔ بلا سے بیدران ہے۔ ٹکٹا ہاتھ میں آیا
اور معلوم ہوا کہ علی روکنے لگی۔ ممکن نہیں کہ انسان کی آنکھ نہ چمکنے
پائے اور آدمی تورانہ جائے۔ لٹکا دیا کہ روک چاک۔ پھر لاکھ جتن
کیجئے بھلا روک تو بیجئے۔ نشا نہ تو کبھی خالی ہی جانے میں پایا۔ تاکہ
اور بھر پور ہاتھ لگا یا۔ پھر عمر بھر نہ چھوٹا۔ ایک انگ ہی رزاسکے
آنکے تھا ہڈی نیلے ہیں پھر ریا بدن سادہ فراج۔ آدمی صورت تھے
تو تھیں نہ آئے کہ یہ استاد بے بدل ہیں۔ مگر ایک ذرا سی بانس کی کھلیج
دیکھے چہرہ دل گئی دیکھے کہ کیسے جو ہر کھاتے ہیں میان ہم ایسے استادوں
کی آنکھیں دیکھے ہوئے ہیں پٹے ہائے نوٹ کشتی لکڑی کسی میں

لگے ہیں۔ دکان جھک جھک کر رہی ہے۔ اور چھتیس روپیہ کی نوکری کرنے۔ اور لعنت خدا۔

جوہری بچہ۔ ہائین! ہائین! کہاں تو عرضی لکھتے تھے کہاں لگے پانی پانی کر کوئے۔

آزاد۔ میان پڑھنے لکھنے کا یہ ماحصل نہیں کہ خواہ مخواہ نوکری ہی کرے۔ اور زمین تو داروغہ بم پولیس ہی سہی۔ خاصے جوہری بنے ہو۔ صد ہا آدمی لالہ جی لالہ جی کہتے ہیں۔ لالہ جی کے دماغ پر گلی جڑھ گئی تو داروغہ بم پولیس بن بیٹھے۔ بات ترسے کھنٹی کی دم میں مندا۔ ایسے شوق ملازمت کی ایسی تھی۔ خدا خواستہ ایسا کیا گاڑھا وقت ہے کہ بندہ بیس کی نوکری پر جان دینے ہو۔ پارسیزنی دکان کا کاروبار دیکھو تیس روپہ تو بات کی بات میں خیرات کر سکتے ہو۔

میان آزاد وہاں سے اٹھے تو سوپت کہ بھی شگون اچھا ہے۔ بھپ سرچک ایک کمرہ کرایہ سے مترجم بن بیٹھے اور وردائے پر ایک تختہ لگا دیا کہ (میان آزاد مترجم)

اب دل لگی دیکھ کر صبح سے شام تک بچا سون غرض نہ آنے لگے جسے دیکھو صاحب گراتا ہی ایک لالہ صاحب قلندر ان دباے عینک لگائے تشریف لائے۔ آداب بجالاتا ہوں کمکر دستگی سے کاغذ نکالا۔

لالہ۔ بندہ پر در اس عرضی کا ترجمہ کر دیجیے۔ جو کچھ ہو بیٹھے۔ آزاد۔ آقا یہ تو عرضی کیا امیر حمزہ کی دہستان ہے۔ ذرا پڑھیے تو سہی۔

لالہ۔ حضور پر نور دام۔ بعد آداسے آداب بجا آورہ معروق رالے فیصل بجلالے گردانیدہ می آید کہ چون فی زمانہ بفضل قادر یگانہ عہدہ ہائے چند و چند بیچہ انتظام دریا بردنی و دریا بردنی خلکو خواہد شد اور فردی جان شاکر کی ماہ سے سحر و سادہ وظیفہ ترقی آپکا

ادب زبان میون کے لالہ ہے۔ لہذا سند یا پند از ہو اگر محکمہ تحصیل کار عطا ہو تو پرورش ہے۔ اور کترین ماہ میں سے بندوبست میں محروم ہے۔ کترین کے بڑے بھائی کی میڈیمنی کترین کی چھٹی میں سے مذاق کا رشتہ ہر اسکے باپ کے پہلے فسر کا چچا زاد بھائی داروغہ نہر شاہرہ ہی ہے ماہواری تھا چوکو ملک ہو کہ عالی خانان کی پرورش ہوگی لہذا اس استحقاقیت پر ملحوظ رہے۔ اور بندہ آبکاری کے کام سے بخوبی واقف ہے۔ ارنجا کہ کارنگاران کی پرورش اور چالکان کے خداوند بجا رہی انکو خاص دعوائے کتے ہیں۔ اسی طرح لازم ہے سطح مسلمان کو حج عبات عالیات اور ہم ہندوان کو تیرہ گنگا توری لہر تارے من بھائی۔ گنگا توری لہر (واجب ہو اگر عہدہ مسطورہ بالا عطا ہو تو خدا حضور اور حضور کے بال بچوں اور بابا لوگ اور قبیلہ کو ایسا کی عمر ہے۔ اتنی دولت کا ستارہ بلند رہے۔ فردی۔

میان آزاد نے جو یہ عربی یعنی تو لوٹنے لگے سپت میں بل پڑ پڑ گئے ہقدر ہنسے ہقدر ہنسے کہ آنکھوں سے اشک جاری ہو گئے۔ لالہ جی عقل کے ناخن لیجئے۔ ہوش کی دو اکیچھے۔ پیش پا ہتارہ افعال کے لہامین تو ہزار جگہ آپ نے غلطی کی۔ معروض کو معروق (یہ نئی گزشت کا نکتہ جو۔ انتظام کی خرابی (انتظام) تصدیق کے عوض (تصدیق) ملحوظ کی جگہ (ملحوظ) ماشاء اللہ۔ اور یہ دنیا بردنی اور برآمدنی کی ایک سلی (بعد تو اے آداب بجا آورہ) سب سے ارفع عمارت ہے۔ عالی خاندان کے لیے (عالی خاندان) بہت ہی خاصے (استحقاقیت) باب استمانیت سے ہے۔ اور اللہ (گنگا توری لہر تارے من بھائی) بڑا تو ایسی اڑائی کہ صاحب بھی دیکھ جائیں گے۔ واہ استاد ابجے گروا میں عالی خاندانی کا ثبوت بھی کتنا صاف ہو کہ حضرت کے بڑے بھائی کی بجا و ج کے باپ کے پہلے فسر کے چچا زاد بھائی انی روپیہ میں نوکری تھے۔ اعدا ملے حضرت آپ تو بڑے عالی خاندان تھے

بند نہیں۔ جی چاہے کسی سے بھڑا کر دیکھ لیجئے اتنے میں ایک گنوار کا روکا چلا جاتا تھا اُنھوں نے پکارا کہ اے ذرا ادھر آنا۔ ادھر اُدھر کی بات سنئے جاؤ۔ روکا قریب آیا تو پوچھا کہ اپنے دو چوڑے ہوتے ہیں اُسے نظر بھر کر دیکھا اور کہا ہاں ہم کسی سے دب کے نکلے دے نہیں جس کا جی چاہے ارمان نکال دے۔

ہانکا۔ ابے جا ایسے دیوانی چھو کرے ہم نے بہت چرائے ہیں گنوار۔ جی تو کہیں سوریاں چرائی ہونگی۔ دیوانی چھو کر دن سے شیطان نے پناہ مانگی ہے۔ آپ میں کس شمار قطار میں ہونے بھی شہر ہی میں تعلیم پائی ہے۔ ان گینٹ بھکیوں میں اور کتے ہونے گنوار تو یہ فقرے سنا کر جلد یا میان آزاد اور بانکا بھر شہر میں لگانے لگے چوک میں پونچے تو جیسے نظر پڑتی ہو بانکا ترچھا لٹکا ہوا انگرکھے پنہ کے دار لٹھی ہوئی تو بیان سر پر جھائے چست ٹھٹھے اُسٹے آندو پڑے ہوئے ڈھانٹے باندھے ہوئے تھے چلے جانے میں تینچے کی جوڑی کر سے لگی ہوئی دو دو لاتیان پڑھی ہوئیں بارہاں پر دم می ہوئیں۔ مزا بنیچہ پیش قبض۔ کٹار۔ سردی شیزچ۔ سستا یس۔ خاصے ادبی بنے ہوئے۔ ایک بانکے کو دیکھ کر ایک کا کنار نامت اعمال سے کہیں نہیں پڑا۔ اُنھوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ دن سے پنچہ داغ دیا۔ مگر حسن اتفاق سے خالی گیا لوگوں نے پوچھا کیوں آکا لیون بگڑ گئے تیکھے ہو کر فرمایا کہ ہم کو دیکھ کر بچہ جی سکرائے تھے ہم نے گولی لگائی کہ دانت پر پڑے اور اس جواب دندان شکن سے نیکھے بھی دانت کھٹے ہو جائیں۔ مگر زندگی تھی کہ گولی سسکی نکلا میان آزاد اپنے دل میں سوچے کہ یہ بانکے تو بالکل ناخدا ترس ہیں انکو پریرہ کیا تو کچھ بات نہیں۔ ایک تہولی سے پوچھا کہ کیوں بھی اس شہر میں بانکے بہت ہیں اُس نے کہا میان بانکا ہونا تو مل لگی ہیں۔ ہاں یوں کیسے کہ بغیر سے بہت ہیں اور ان سب کے

گرد گھٹال وہ ذات شریف میں جکرونگ یکرنگ کہتے ہیں۔ وہ صندی رنگا ہوا جوڑا ہیں کے نکلتے ہیں۔ مگر مجال کیا کہ شہر میں کوئی صندی جوڑا ہیں تو بے یکرنگ صندی جوڑا کوئی نہیں نہیں سکتا کوئی پنہ تو کوئی بھی سر کر دین اسکے ساتھ یہ بھی ہے۔ میان آزاد سوچے کہ اس یکرنگ کا ٹیٹوانہ لیا تو کھانا حرام دوسرے دن حضرت بھی صندی بوٹ صندی گھٹنا صندی انگرکھا صندی ٹوپی لے کر نکلتے۔ میان بھی صندی۔ اب جس گلی کو چھ بازار سے گزر ہوتا ہے لوگ تعجب کرتے ہیں کہ یہ آج اس ڈھبے کون نکلتے ہیں بھی چو طرفہ انگلیاں اٹھنے لگیں شدہ شدہ طرف یکرنگ کے چیلے چا پڑنے اُنکے کان میں بھی بھنگ ڈال دی۔ سننے ہی منہ لال چندر ہو گیا۔ کپڑے ہیں تھیں رنگا چل کھڑے تھے۔ میان آزاد تہولی کی دکان پر جا کر ٹک گئے اُنکی وضع دیکھتے ہی اُسکے ہوش اڑ گئے۔ لگا ہاتھ جوڑنے اور منت کرنے کہ از براے خدا میری ٹوپی لے لیجیے۔ یا جو تا بدل ڈالے ورنہ وہ آتا ہی ہوگا مفت کی ٹھالیں ٹھالیں سے کیا واسطہ انکو تو کچے کھڑے کی چڑھی تھی یہ مانتے کب تھے گلوری لی اور اکو کر کھڑے ہو گئے ارد گرد تاشا ٹون کا ہجوم ہے اور شہر بھر میں دھوم ہے کہ آج یکرنگ سے تلوار چلے گی۔ تنے میں حضرت یکرنگ بھی نمودار ہوئے۔ تہولی نے میان آزاد سے کہا کہ سنبھلے وہ۔ ۶۔ آتے ہیں تینچے کو چڑھائے ہوئے کل پر + اُنکے آتے ہی بھڑچھٹ گئی۔ ہر۔ کوئی ادھر کر گیا کوئی ادھر دیک رہا۔ کوئی گلی میں گھسا۔ کوئی کرے پوچھ گیا یکرنگ نے جو انکو دیکھا کہ از سر تا پا صندی پوشاک پنہ ہی تھا جل ہی مرا۔ نظر تیرا تو ڈال کر کہا۔ ابے او ہوا خبط۔ اتار ٹوپی بدل جوتا کتساخ ہاں ہم نے سنی تھیں صندی جوڑا پتھر لگے

مگر تم خدا جانے کس کتر ہونٹ میں رہتے ہو سینا پرونا بخیر
ہاں زبان البتہ کترنی کی طرح چلا کرتی ہے۔ تم سے پورا سلوانا اپنے
کو انگشت ناکرنا ہے۔ تمہارے رشتہ دار سب استاد ہیں مگر تم
نئے گھامڑ نکلے۔ ہاں دم دھاگا دینا خوب جانتے ہو۔ ٹوپی ایسی
بھونڈی بنائی کہ یاران سرویل نے پھبتی پھبتی مٹائی۔ وفادہ
ہما سے ایک شیخ کا درزی کیا ٹوپی سیتا ہے کہ سر پر قالب کا
دھوکا ہو جاتا ہے۔

خلیفہ۔ اب تو حضور میں اسکو کیا کر دن۔ میرا بھلا اسین کیا
تصور آپ کا سر ہی کاواک ہے۔ میں ٹوپی بناتا ہوں سر بنانا
نہیں جانتا۔

بانکے۔ او گیدی چوخی سنبھال۔ بہت بڑھ بڑھ کر باتیں بنانا
نہیں مارتے مانتے اُتو کرو دنگا جامے سے باہر ہوا جاتا ہے
بانکوں کے منہ آتا ہے اور نیسے ہمارا سر کاواک ہے۔ تیرا سر
ساپنے کا ڈھلا ہے۔ چوغڑا ناقول ابے تیرے ایسے ایسے
درزی میری حبیب میں پڑے رہتے ہیں۔ جی جاہتا ہو لکڑی
کھونس دن لمون کے حلق میں منہ بند کر نہیں دوں گا اٹا ہاتھ تو
منہ پڑھا ہو جائیگا اور تاشاد کیجیے۔ ہمارا سر گویا کند ہو گیا ہم
چوغڑے ہیں کان کتر تو گناچہ۔

درزی۔ حضور مالک میں مل میری کھتا نہیں جیسا سروی ٹوپی
ایسا سر تو میں نے دیکھا ہی نہیں۔ یہ نئی گڑ بہت کا سر ہے حسب
پیشہ بلی ہزار نفست کھلا۔ آپ پھیر میں بس میں سی چکا بھسہ پایا
جب دام نیسے کا دقت آیا تو یہ فقر سنایا۔ یہ سنتے ہی بانکے نے
درزی کو حیرت ہو گیا۔ اور اس درجہ ہٹا کہ وہ بیچارہ بید ہو گیا
آخر کار کفن چھاڑ کر چچا کہ دہائی میان آنا دکی۔ دہائی میرے
استاد کی۔ میان آزاد و در سے کھڑے سیر دیکھ ہی رہے تھے۔

جھٹ تلوار سوت میں موقوف واردات پر ہو ننگے سنبھل
او آکا کی دم بانکین کا دعویٰ اور تم۔ تیجھے پھر کے دیکھا تو میان
آزاد جگت استاد۔

آزاد۔ اس ڈنڈیل کے قربان۔ واہ بھی ہیلوان۔ تم تو تم
داستان ہو۔ خلیفہ بچا سے پر ساری جوین صاف کر دیں بھی
کسی کرٹے خان سے بھی بالا پڑا ہے کہیں گہا بھی رڑا ہی بلو پڑا
ہی پر شیر ہو۔ بڑے دیر ہو تو اوہ سے بھی دو دو ہاتھ ہو جائیں
تم ڈیر ہو جاؤ یا ہم چکا کھائیں آئے پھر تیرا دیے۔ اوی ہو تو
اب تامل کیا ہے۔ کے تیغ و دوم۔ اور لگا بڑھکر ہاتھ ادھر
یا ادھر۔

بانکے۔ ہائین ہائین!۔ استاد۔ ہمیں پر ہاتھ مٹا کر نے کا
داعیہ ہے۔ ہماری تلوار تم پر اور تمہاری سر ڈی ہم پر چلے۔ کیسی (تم)
ابھی نوٹ کیجئے تم گرو گھٹال۔ کجاچر کر کجا طاؤس نہ مودین بال
اور اس کیسے درزی کی طرف سے آپ بولتے ہیں اور سر فو پر
تلوار تولتے ہیں۔ سبحان اللہ۔ آئے آپ سے کچھ کہنا ہی آئے
اپنا اپنا لہنا ہے۔ شادو باید زستین ناشادو باید زستین مصیبت
تکلیف سب کچھ سہنا ہے۔ اگر تم ملک کر دو تو بڑا پار ہو درہ
ہم میں اور منہ ہمارا ہے۔

آزاد۔ اچھا تو بہ کرو کہ اب کسی غریب زید دست کو زد دھکا میں
بانکے۔ اہی حضرت دھکا ناکیسا ہم غم دہلا میں پھنس گئے۔ خدا ہی
بچائے تو چین۔ صاف صاف بون ہے کہ بیان ہمارا ایک ٹیٹ ہے
کیداں۔ بلا کا پھکیت۔ ستم کا ہکیت۔ قیامت کا ہاتھ ہے۔ اس سے
ہم سے لاگ ڈانٹ ہو گئی کل نو چندی جمعرات کو ہیں درگاہ
میں گھرے گا۔ کوئی دوسو بانکوں کی جماعت سے ہم چرہ
کرنے کا قصد ہے۔ ہم اس طرف ساری خدائی ہے ادھر کچھ بھی نہیں۔

کلنا تو سب ہی جانتے ہیں مگر فن کا جاننا اور ہی نہیں ہے۔
اتنے میں میان آزاد کے قریب سے ایک پہلوان اینڈ
ہوے بھلے۔ چٹ لنگوٹ باندھے تل کی چادر اوڑھے دو میں چلے
ساتھ ایک کیر و دے کی چپت گاہ پر پہلوان نے خلا واسطے کو
دھپ لگا دی وہ پیچھے پھر کر دیکھتا ہے تو ڈھوکا ڈھوہ آدمی۔ تہ دریش
برجان دریش۔ بوسے تو خوب چھا جائے۔ کان دبا کر دھپ کھا کر
دل ہی دل میں کورتا ہوا چلا گیا ایک تھوڑی ہی دیر میں
میان پہلوان نے ایک خواجہ داسے کا خواجہ اسٹ دیا۔ تین چار
روپیہ کی مٹھائی خاک میں لٹائی۔ جب اسے خوب ہی غل غپاڑا
چھایا تو شاگردوں نے سر سہلایا۔ دو تین گدے گھونٹے گئے لگاؤ
دو چار پڑ جادے وہ بچا روتا پلاتا دانی دیتا چلا گیا ادھائی ہی
میرا خواجہ لوٹ لیا۔

میان آزاد اپنے دل میں سوچتے کہ یہ تو کوئی بڑا ہی شورہ پشت
معلوم ہوتا ہے۔ کسی پر پڑ کسی پر پھڑ۔ واہ کیا پہلوانی ہو اسکی خبر نہ لی
تو کچھ نہ کیا۔ اسے تو شہر بھر میں تہلکہ مچا دیا ہو یہ سوچتے ہی میرا
شیر جھپٹ پڑا اور پہلوان کے پاس جا کر گھٹنے سے ایسا دھکا دیا
کہ میان پہلوان نے بائیمہ تن و توش بیس روٹھکیان کھائیں اور
سنبھلتے ہی انکی طرف ڈپٹ پڑے یہ بھی شیر منکی طرح ڈکار تے
ہوئے چلے۔ تماشائی تو سمجھے کہ پہلوان تو ہی نہیں کس بل کا آدمی ہی
جرم کر دئے گا۔ لیکن آزاد نے پہلے ہی سے وہ داؤ پیچ کیے کہ پہلوان
کے چھکے چھوٹ گئے۔ ایسا دبا یا کہ چھٹی کا دو دو حضرت کو یاد آیا
پہلوان نے جیسے ہی میان آزاد کا بیان ہاتھ گھسیٹا انھوں نے
داسے ہاتھ سے اسکا ہاتھ باندھا اور اپنا چہرہ الٹا اور چٹکیوں میں
کوئے پر لا دگھٹنا ٹیک کر بار چار دن شانے چت۔ یا علی پہلوان
اب تک کواٹھا۔ کسی دنگل میں آسمان دیکھنے کی نوبت نہیں

آئی تھی میان آزاد نے جو سر بازار ایک پٹنخی بتائی اسے سنے ہزاروں
آدمیوں میں بھجار دکھائی تو بڑی کر کڑی ہوئی اور تمام عہد
کے لئے داغ لگا۔ میان آزاد نے شادان و فرحان اور اس
پہلوان نے نالان و گریان وہاں سے اپنی اپنی راہ لی۔ اتو میان
آزاد جگت استاد ہو گئے۔ یکنگ کارنگ پھیکا پڑ گیا پہلوان نے
پٹنخی کھائی اور وہ وہ جو ہر دکھائے کہ لوگ دم بھرنے لگے
بنکیتی بھکیتی کشتی شورہ پشتی کی شہر بھر میں دھوم تھی۔ جہر جلتے
تھے لوگ قلعہ کھالانے تھے جس سے چار انکھیں ہو میں اسے
فرانسی سلام کیا اچھے اچھے بانکوں کی کورو بنے لگی جہان
کسی زبردست نے زبردست کو دبا یا اور اسے غل مچایا
دہائی میان آزاد کی۔ دہائی استاد کی اور یہ باندھی سے کر
آن موجود ہوئے کمزور کو کسی مردم آزاد نے ذرا ایسا پونچائی اور
اسے دانٹ بتائی۔ ہائیں نہیں مانتے بلاؤن میان آزاد کو
شہرے لے لے ٹوٹے پچے میان آزاد سے ایسے تھراتے تھے
جیسے جو ہے بتی سے۔ یا مرلیض تلی سے نام سنا اور بھلیں جھانکے
لگے صورت دیکھی اور گلی کو چون میں دبا کر رہے۔ انفرض
شہر بھر میں انکا ڈکان بج گیا جو طرفہ سکھ بٹھا دیا ایک دن میان
آزاد سرد ہی سے اینڈ سے جارہے تھے اور لوگ انگلیاں اٹھا
رہے تھے کہ ایک درزی کی دکان کے قریب سے انکا گزر ہوا
دیکھتے کیا ہیں کہ تیرہ صدی کے ایک رنگیلے جھیل بانکے ترچھے
جوان جھوٹے عجبے کا چڑھوان غلی جوتا اپنے زینس لٹکائے پھری
کمر سے لگائے درزی سے تکرار کر رہے ہیں۔

بانکے۔ واہ میان خلیفہ تم نے تو نہیں اُسے ہترے سے مونڈا
والہ عجیب قطع کے آدمی ہو بھی۔ میں تو زمین کا گن بن گیا جب
کہیں یکسوئی ہاتھ آئی اور جو شے سلوان ہوئی تم سے سلوانی

حضور وہ بھاگ نہیں ہووا اللہ ایک ہی کایان ہی کسی نکر میں گیا ہی
 ذری کسی آدمی کو دوڑا دیجیے تو خبر لائے ایک بگڑے دل باہر
 گئے تو دیکھا بانکے کچھ کی طرف شربت ہمارے کھڑے گردن اٹھائے چلے
 جاتے ہیں اور میان آزاد بھاگ سے دس قدم پر پہل قدمی
 کر رہے ہیں اُسے پائون ڈکڑی کہ اللہ بس ہی موقع ہی
 چلے چلے مار لیا ہی ناڑی کو۔ بائیں ہاتھ چلا جاتا ہی اور اکیلا ہی
 بہ یک بینی و دو گوش۔ تلوار آزاد کے پاس ہی۔ وہ سب دوسرے
 بھاگ سے بھر بھر کر چھادوڑے۔ ٹھہرے ٹھہرے۔ اور اُدھر
 بس رُک جا۔ آگے قدم بڑھایا اور تلوار کا زخم کھایا جنبش کی وہ
 دیا تلا ہوا ہاتھ۔ بچہ آج نوخیزی جمعرات ہی۔ بندہ بیس دینا
 نے جو طرف سے گھیر لیا۔ اور نگاہ لیون کا چہرہ آچلنے کی دیران کی
 آنکھیں لال انگارے خون چمک رہا تھا۔ بدن اسے فصد کے
 تھر تھرا رہا تھا۔ بانکے کو اکیلا پا کر فقط بھی شیر میں کوئی اکوتا ہو کوئی
 برتا ہی۔ تنے میں دس پانچ نے مشیت میں اکو تلوار کھینچ ہی تو
 لی بائیں بائیں بائیں بائیں۔ اور لوگوں نے دیکھا کہ بچہ ہی پھر ہی
 رہے جاتے ہیں سر سے سر ہی میان کے باہر تھی۔ بانکے کا رنگ
 فق کہ غضب ہی ہو گیا۔ اب کتے کی موت مرے کس کس سے
 لڑو گا۔ ایک دوادو نہ کہ سو۔ خیر۔ پھر ہرچہ بادا بان۔ چاہے
 میان آزاد کو کوئی خبر کر دیتا تو وہ جھپٹ ہی پڑتے۔ گلاب موقع
 کجا۔ جب تک کوئی جائے جائے ہمارا کام تمام ہو جائے گا۔ ایک
 یار نے بڑھ کر بانکے چچائے مصیبت کے ماسے پر ایک لٹھ لگایا
 تو بائیں ہاتھ کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ سپین غل غیاٹے کی آواز میان
 آزاد نے بھی سنی انھیں کیا معلوم کہ انکے یار پر کیا وقت
 گذر رہا ہی ٹپٹے ہوئے چلے اور بھیر دکاٹ کودراتے ہوئے
 پھونچے۔ اہو ہو ہو۔ یہ بانکے یہاں پھنسے ہوئے ہیں۔ لا حول

ملاقہ ہم ٹپٹے ہی رہ گئے اور حریف جھانسا مے ہی گیا
 تلوار کو ذرا ہلکا اور زن سے اُس پار آن ہوئے۔ بھی کھلاڑی
 خبردار ناڑی۔ ہاتھ اٹھایا اور میں نے چہرہ غو کیا اور ٹیٹو لیا
 بانکے کے دل میں ڈھارس ہوئی کہ شکر ہے خداوند۔ جان
 بچائی۔ از سر نو زندگی پائی۔ اتنے میں میان آزاد نے کہا
 رد کو اور۔ سہ

یہ کہہ کے لی نیام سے تیغ شرفشا
 شعلے نے اللہ رکھا بجلی نے الا ان
 آواز ذری زمین کے کہ باحافظ جہان
 دہشت سے تھر تھرا گیا سرخ آسمان
 تلوار کا چمکتا تھا کہ سب ملتی رہتی نام کے بانکے ہر ہو گئے۔ میدان
 خالی فقط میان آزاد اور بانکے ایک طرف کی ان اور دشریف زاد
 دوسری طرف۔ باقی رفو چکر۔ ایک آزاد پر پیچہ چلا یا دا امین۔ مگر
 خالی گیا پھر کل پر چڑھایا اور داغا گر بجک چاٹ گئی۔ آزاد نے
 جھپٹ کر انکو تو ایسا چوکا دیا کہ لٹھا کر گر پڑے۔ دوسرے حضرت
 دس قدم پیچھے ہٹ گئے بانکے شک گئے اب میان آزاد اور
 کیدان۔ وہ کہ ایک پر ٹھکے انھوں نے نہایت خوبصورتی سے
 چوٹ روک کر سر پر ہاتھ لگانا چاہا اُسے روکا اور چاک کا ہاتھ دیا ان
 آدھ گھنٹے تک انکے اُنکے شپاسپ تلوار چلائی۔ آخر کار انھوں نے
 بڑھ کر صیوکا وہ کافر ہاتھ لگایا کہ بھڑا رنگ کھل گیا۔ مگر کیدان
 بھی گرتے گرتے باہر دے ہی گیا۔ طرفین سے خون کے شرابے
 بہنے لگے۔ ادھر یہ ادھر وہ دم سے گرتے انھوں نے کہا یا علی
 وہ بولے اللہ۔

بھوئے بھالے نواب

کمال بھی کیا چیز ہو اللہ انکے ٹھاٹھ دیکھیے کہ کیا ان بان ہے
 جدھر گزر ہوتا ہی انکلیان اٹھتی ہیں شدہ شدہ نوابوں رئیسوں
 میں بھی انکا ذکر خیر ہو چکا۔ رئیسوں کو مرض ہی کہ ہلو ان پھلت

ہم سوچتے ہیں کہ درگاہ نجائیں تو بالکین میں حرت آتا ہے
جائیں تو کس برستے پر یار تم ساتھ چلو تو مزے ہیں۔ ورنہ
بے موت مرے۔

آزاد۔ بس اتنے ہی کے واسطے لو تمہارا ساتھ دیتے ہیں
بڑا اٹھایا کہ تم کو کل ے چلیں گے۔ اور سب سے بھرپور
وہ تلوہوں خواہ ہزار۔ ہم ہیں اور ہماری تنوار۔ فخر ہی اور
کٹار۔ اتنی کٹارین بھوکوں کہ دم بند ہو جائے۔ مگر یہ تبادو کہ
تمہارا قصور تو نہیں ہے۔

بانکے۔ نہیں اُستاد شہید کر دلا کی قسم۔ جو میری جانب پہل
ہو تو ناک کاٹ لیجئے اور جو چاہیے سزا دیجئے مجھ سے اُنھوں نے
ایک دن اگر دیکھا کہ تو تلوار نہ باندھا کر میں بھی آپ جانیے انسان
ہوں بشر ہوں فرشتہ نہیں ملک نہیں مجھے بھی غصہ آ گیا۔ میں نے
کہا۔ دت۔ تو اور تم سے ہتھیار رکھوالے۔ اتنی تری قدرت
اتنے میں لگا بے نقط ستانے اور بندرہ بیس آدمی اسکی طرف سے
بوسنے لگے مصالحت وقت سمجھ کر میں نے بھی دو چار باتیں کہیں
وہا نہیں۔ مگر ریزہ خلات عقل سمجھا۔ بانکا ہوں تو کیا ہو لیکن
بے مجھے بوجھے بات نہیں کرتا۔ خیر اُسے آواز بلند کیا کہ اچھا
جہ درگاہ میں سمجھ میں گئے ابکی نوچندی میں یا ہمیں نہ ہونگے
یا تم ہی نہ ہو گے۔

آزاد۔ اچھا تم لیس رہنا میں دو گھنٹی دن بیٹھ آؤنگا گھر آؤ
میں تمہارا بال میکا ہو تو موچھ سندھ اڈالوں۔ یہ دو آدمی دیکھنے
ہی بھر کے ہونگے جا بنا را نہیں دو ہی دو چار ہونگے جو آزاد کی قیامت
کی چمک اور اب خبر کی جھلک کا سا کونین ورنہ ایک سو چھپاؤ
نوکہ دم بھاگیں نوسہ۔ اجل کا مقابلہ کرنا دل لگی نہیں ہے۔ مرد
سیدان باید۔ ے بس اب رخصت کل ملین گے۔

میان آزاد دوسرے دن ہتھیار باندھ کر آؤ پچی بنے تھے
چلے راستے میں دی بانکے ملے۔ ملک ملک کے تلوہوں
ساتھ چلے جھٹلے وقت ملتے ہوئے درگاہ ہو گئے۔

نوچندی جہرات جسکے آگے بنارس کا بوڑھا شکل مات چوہنہ
چل پہل۔ کہیں ہوشان غنچہ ہیں۔ کہیں پری رویان سیتن
نماشایوں کا ہجوم ہو چوکی دھوم بھٹکے کے ٹھٹھکے ہیں آدمی
آدمی ٹوٹے پڑتے ہیں کوسوں کا تاشا لگا ہوا ہوسوہ فروش
صدالگا رہے ہیں۔ تینوں بیڑے بنا رہے ہیں۔ گنڈیریاں میں
کیوڑے کی۔ کچھے ہیں کباب۔ میان آزاد خرامان خرامان میر
کرتے گھورتے گھارتے بھاگتا بڑا اخل ہوئے۔ دیکھا کہ سٹے
تیس چالیس آدمیوں کا غول ہے۔ بانکے نے کان میں کہا۔ یہی
حضرات ہیں۔ دیکھ بیٹھے دنگے پر آواہ ہیں یا نہیں اور لطف
یہ کہ کوئی نشا نہیں۔

آزاد۔ بھلا یہاں تمہارا بھی کوئی جان پہچان ہے۔ ہو تو میں بلخ
کو تم بھی بلاؤ۔ بھڑ بھڑکا تو ہو جائے۔ لڑنے واسے ہم کیا کم ہیں
مگر ذرا دو چار جانی خبر نہ ہے بھی چاہیں ڈالی کی رونق ہو جا
باتی باقی کے کھانے کے دانت اور دکھانے کے اور
ہوتے ہیں۔

بانکے۔ ابھی لایا۔ دس میں اچھے جیوٹ آدمی کٹ مرنے
والے آپ بٹھریں میں دم کے دم میں آیا مگر باہر ٹپلے تو اچھا
ہو۔ یہاں جو کھم ہو۔

میان آزاد پھاٹک کے باہر ٹپلے لگے اور انکے یار چلے
جیوٹ آدمیوں کی تلاش میں۔ کیدان نے جو دیکھا کہ دونوں
کھسکے تو ہم ہنڈیاں پکنے لگیں۔ وہ بھگا یا وہ ہٹایا
بھاگا ہے نوک دم بات تیری دم میں غدا۔ ایک شخص نے کہا

چھٹن۔ ہم نے کیلے کا پڑا مرد کا پیر گیندے کا پڑا خروڑے کا
پیر یہ سب انھیں آنکھوں دیکھ ڈالے۔

آزاد۔ بھلا یہاں کسی صاحب نے دادا کی پھلیوں کا پیر
بھی دیکھا ہے۔

گچی۔ جی ہاں صرف۔ ایک فم نہیال کی ترالی میں دیکھا تھا
مگر خیر جوڑ کا راتو میں گیندے کے درخت پر چھپے چڑھ گیا۔
کچھ یاد نہیں کہ پتی کیسی ہوتی ہے۔

منے میان۔ بھی خشکے کے درخت کا کچھ تو حل دریافت
کرنا چاہیے۔ یہ بھی فریشتن ہو گیا ہو کیا کہ لاکھ جتن کیجیے بھیری
ہنیں گھلتا۔ اور یوں گدے بازیوں سے کام نہیں چلتا۔
پہل سے بڑا درخت تو آج تک سنا ہی نہیں تھا کہ لوگ اس کے
سایہ تلے کے لوگوں کی قسم کھاتے ہیں مثلاً ۶ پہل تلے کے
بھٹنے کے شیطان کی قسم ۷ اشاء اللہ کہ گئے ہیں۔

اچھے مرزا۔ قربان جاؤں ان لوگوں کی باتوں کا اعتبار کیا
سب سنی سنائی کہتے ہیں ۸ شینہ کو بودا مندیہ۔ قربان
جاؤں غلام نے وہ بات سوچی کہ سنتے ہی پھرک جائیے۔
قربان جاؤں کہتے ہوئے لب بندھے جاتے ہیں۔

نواب صاحب۔ ہاں دادا میر صاحب۔ آپ کو قسم ہے بختی
پاک کی جو نہ کیے۔ حضرت اب اشتیاق بڑھتا جاتا ہے۔
۹ دادا ہے مجھے یقین ہو گیا کہ اپنے اسکی لم دریا ت کرنی
ہوگی دادا در کی کوڑی لائے ہو۔

اچھے مرزا۔ قربان جاؤں اکتے کو ٹیک کر اور نیم خیز ہو کر
اگر خشکے کا درخت ہو گا تو اس کتا سے کے برابر ہو گا جو بھر
بڑا نر بل بھر چھوٹا۔

نواب صاحب۔ دادا وہ میر صاحب کیا بات نکالی ہے۔

میر صاحبین۔ سبحان اللہ دادا اچھے مرزا دادا میر صاحب
قربان اس سوچو بوجو کے۔ کیا شیریں بیانی ہی دادا اس کتا سے
کے صدے۔

آزاد۔ آپ تو اپنے وقت کے لال بھکرو نکالے کیا بات پیدا کی ہے
بھی معلوم ہوتا ہے سفر بہت کیا ہی۔

اچھے مرزا۔ کون۔ میں نے۔ سفر۔ اسے تو بہ قسم جو خوش سے
باہر گیا ہوں۔ مگر سان میں روکین ہی سے ذکی تھا۔ والد مرحوم تو
بالکل بیوقوف تھے مگر آجان بلا کی عورت تھیں آف فوہ۔ وہ بات
میں بات پیدا کرتی تھیں کہ اچھے اچھے مرد دن کی عقل دنگ
ہو جائے۔ سترہ برس کی عمر تک انھوں نے ہمیں پالا پر دیا۔ پھر بھلا
ہم برق کیوں ہوں۔

اتنے میں غل غپائے کی آواز آئی۔ ہائیں اخیر تو یہ بھی آخر
ماجر کیا ہی اندر سے مبارک قدم لوٹتی پائون ننگے سر پٹی ہوئی
آئی حضور حضور میں مدد سے واسطے خد کے جلدی چلیے یہ ہنگامہ
کہاں ہو رہا ہی۔ بدوس میں مجھے سندس خن کیے ڈالتے ہیں
بڑی بگیم صاحب کھڑی رو رہی ہیں کہ میرے بچے پر آج نہ آجائے
اور نیچے پچاس قدم پر تو جھگڑا ہو رہا ہی انکے بیان کھل بلی جی جی
نواب صاحب جوتیان چھوڑ کر اندر بھاگے دروازے سب بند
اب کسی کو حکم نہیں کہ زور سے بولے اتنے میں ایک صاحب نے
ڈیور می پر سے پکارا کہ پیر و مرشد میان آزاد پھر آخر کس مرض کی آوا
ہیں۔ گندیری چھیلنے کے کام کے نہیں۔ تو ام بنانا نہیں جانتے
بیڑ مٹھیا نے میں جاگلوا انکو بھیجو دریا ت نہ کرا میں کہ یہ دھکا
کہاں ہو رہا ہے۔

مبارک قدم۔ ہاں ہاں بھیج دیجیے۔ کیسے کتے کی جال بایں
اور بلی کی جال آئیں۔

بنوئے کو ساتھ رکھیں۔ کبھی پر لیکر ہوا کھانے نکلیں۔ ایک ایسا
 نے انکو بھی بلوایا۔ یہ اپنی بنے ہوئے دو دولا تیان کمرے
 لگائے تھے ہوئے جاہوئے تو دیکھتے کیا ہیں کہ ایک نوا صاحب
 اپنی ماں کے لاڈلے۔ اندھیرے گھر کے آجائے بھولے بھالے
 مسند پر بیٹھے جوان گرہ گزار رہے ہیں۔ تمام عمر زنان خانہ ہی میں
 حضرت نے پردہ نشینی پائی تھی کبھی گھر کے باہر جانے تک کی نیت
 نہ آئی تھی گویا باہر قدم رکھنے کی قسم کھاتی تھی۔ دن بھر کمرے میں
 بیٹھنا یا رون دوستوں سے گپیں اڑانا کبھی چو سر کارنگ جایا
 کبھی بازی لڑی۔ کبھی پوپر گوٹ اڑی کبھی سہ بانسی دینی پڑی
 کبھی چکر اڑانے لگے۔ آفتاب آیا ہی سورج کندھ میں نہ
 نہ بہن بیٹے کو کفرستان بلرزو تاج کی کھیل اعلیٰ غلام نداد برات
 کاسر۔ یہ فقرے اڑے۔ پھر شطرنج کبھی شاعر اپنے اپنے منصوبے
 کرنے لگے کسی نے پیادین کی کسی نے گزریلا۔ مہرے کھٹ
 کھٹ پٹے تھے۔ کشت بادشاہ کو پھر کشت۔ وہ ٹھٹھا پیٹ لیا
 وہ پیادہ چپک لیا۔ رخ چھڑا دیے۔ فکر کے میدان میں عقل
 کے گھوڑے دوڑ رہے ہیں جب دل گھبرایا تو دم کا دم لگایا
 چاندو کے چھینٹے اڑائے۔ ایون کی چسکی پی۔ اُس دن حضرت
 اپنے صاف ستھرے کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں
 میر آغا میر کو موٹا کرتے ہوئے تشریف لائے اور آداب بجالا کر
 دوڑا تو بیٹھ گئے۔ میر آغا ابھی اچھی طرح بیٹھے بھی نہ بائے تھے کہ
 اچھے مرزا بونڈا چھیلے ہوئے آہی گئے اور ایک کونے میں جا ڈٹے
 میان جھپٹا کر کھٹے کے بندھوے گدی پر ٹوپی رکھے کھٹ سے
 موجود۔ آکا دنی دن سے داخل۔ پھر کیا تھا تو آ۔ میں آ۔ دن
 پندرہ حضرات جمع ہو گئے مگر سب جھڑے تھے کے شہرے
 چھٹے ہوئے گئے۔ کوئی چینی کی پیالی میں ایون گھل رہا ہی

کوئی چاندو کا قوام بنا رہا ہے۔ کسی نے گنڈے بریل بنائیں
 کسی نے امیر عمرہ کی داستان چھڑی۔ سب اپنے اپنے
 دھندے میں مصروف ہوئے۔ اتنے میں نواب صاحب نے
 میر آغا سے پوچھا کہ میر صاحب آپ نے خشکے کا درخت بھی
 ملاحظہ فرمایا ہی۔

میر آغا۔ حضور قسم ہے جناب میر علیہ السلام کی ستر اور دو چوہتر
 (وہ بہتر لاول مجھے تو گنتی بھی نہیں آتی) بہتر برس کی عمر ہونے کو
 آئی غلام نے آج تک آنکھوں سے نہیں دیکھا لیکن حضور ہنگام
 درخت بڑا تو دیکھا۔ ایک عالم کی اس سے پرورش ہوئی ہی
 جسے دیکھو خشکے پر تھے لگتا ہی۔ پھر آخر یہ آتا کہاں سے ہی۔
 اچھے مرزا۔ قربان جاؤں درخت کے بڑے ہونے میں کیا
 منت ہی کشمیر سے۔ لے کر قربان جاؤں بٹے گاؤں تک اور
 لندھن سے تابلایت سب اُسکے خوشہ صین میں مگر حضور نکال میں
 خشکے کے پیٹ بڑے بڑے کوئی ابلنڈی کے برابر ہوتے
 ہونگے۔ وہاں تو اسی پروردگار ہے۔

نوا صاحب۔ میرا قیاس بھی ہی کہتا ہی کہ درخت ہو گا
 عظیم الشان لیکن ہاں دریافت طلب یہ بات ہو کہ اگر کس درخت
 سے زیادہ مناسب ہی۔ اگر یہ دریافت ہو جائے تو پھر جانے کہ
 ایک نئی بات ایجاد ہوئی اور بھی بیچ پوچھو تو تحقیقات کبھی
 ہی معنی میں کہ جب تک ایک ایک بات کی خوب چھان بنان نہ ہو
 تب تک لطف نہیں۔

مسیتا بیگ۔ حضور برگد سنا بڑا عظیم الشان درخت ہوتا ہو
 دانشد اعلم بالصواب۔ نیم کا پیر تو ہم نے بھی دیکھا ہے۔ کتا بونین
 ابلتہ پڑھا ہی کہ ہم۔ برگد کی جٹا میں ہل اُسکے۔ اگر درخت بڑا
 نوتا تو شاعر مثال کیوں دیتے۔

اور توبہ وقت پیری شباب کی باتیں
ایسی ہیں جیسے خواب کی باتیں

اب ہل پک گئے۔ دانت جو ہے کی ندرت۔ گاہوں پر بھر پور
برگین۔ مکر وقت ہوئی بصارت نے نکاسا جوابے یا۔ ہوشن خاک
چھت مجھے۔ پس ایک گرسٹ تو عمارے پیری ہے۔ باقی خدا
کا نام کیا کہوں حضور صوفت یا ران سرل گنڈیریاں چستے ہیں
منہ دیکھ کر رہ جاتا ہوں۔ اور گنڈیری والا جب صدا دیتا ہوتا
کلیجہ پکڑ کر رہ جاتا ہوں۔ اتنے میں حوالی معالی مہسان کوئی
مہسان کمالی۔ آن موجود ہے۔ در بار گرم ہے۔ اور طرح طرح
کی چیسگو بیان ہو رہی ہیں۔

مٹ گشت۔ خداوند آج تو بڑی تشویش کی بات سنی میرے
تو جو اس فقر ہو گئے۔ شہر بھڑن کھل بی چھی ہوا سنبھالے۔ ابکی
گرمی کی فصل خیر سے گذرتی نہیں سوچتی۔ آنا بڑے ہیں۔

نواب۔ کون کون فیہ باشد کیا قیامت آنے والی ہے یا
آفتاب سو دینے پر ہو رہا۔ یا دوسرے طوفان نوح کا فیض ہو گیا
ہو۔ پکھل بی کیسی عجیب آخر اجڑا کیا ہو کچھ بتاؤ تو سہی۔ یہ تو بڑی بڑی
سنائی۔ اللہم حفظنا من کل البلیات۔

میرزا۔ اور حضور یہ باتے ہیں ایک نیا شگونہ چھوڑتے ہیں
خدا جانے کون فرشتہ انکے کان میں بھونک جاتا ہے۔ اس وقت ایسی
سنائی کہ دافند نشہ ہرن ہو گیا۔ جہانیاں آنے لگیں۔ ابھی
انیم گھوٹی تھی ابھی ابھی ڈبیا گھوٹی تھی حضور کے سامنے ہی چسکی
ہی۔ مگر انکے آتے ہی نشہ ہرن ہو گیا۔ انکی عادت ہو کہ جب
آمین گے کچھ نہ کچھ ادب پٹانگ مزدور سنائیں گے۔ مدت میں
نشہ اتر گیا۔

مٹ گشت۔ اچی آپ کس کھیت کی مولی ہیں سے تو بڑے

بڑوں کے نشہ ہرن ہو رہے ہیں۔ آپ تو جہان فہون کا
جو کا کھایا اور آنکھیں بند کیں بس پھر ہون قسم کسی نے بات کی اور
ایکی چنک میں فرق آیا۔ جب پہلی تاریخ آئیگی تو آپ کی آنکھیں کل
جائیگی۔ آئے دال کا بھاؤ معلوم ہو جائے گا۔ اور دو چار
دن بڑھ کر ہر باتیں ہنالو۔ ماما پتیاں اور او بیجے صاحب ہم تو
ڈھونڈھ ڈھانڈھ کر خبریں لائیں آپ دن بھر نیک میں اور نکھا
اور مٹھائی تو نکا کون اور ہمیں کو اتو بنائیں۔ اینڈی منڈی
سنائیں۔ پہلی کو قلعی کھلے گی بچہ صورت بگڑ جائے تو سہی۔

نواب۔ کیا کیا پہلی تاریخ کیسی۔ اسے میان تم تو بہیلیاں
بجھواتے ہو کچھ حال تو کہو۔ آخر پہلی کو کیا ہونے والا ہے۔

مٹ گشت۔ اور حضور یہ نہ پوچھیے۔ پس کچھ عرض نہیں کیا جاتا
یہ ایک علوان بھی جوان جہان ہو۔ کجوری کے ایسے پھوٹے پھارے
گال آنکھیں جیسے تاسی یعنی کہیں اتفاق سے اوشا ہوا دودھو جو
ماسے ہو کے کے پی گئی۔ تو پیٹ بھول کے کپتا ہو گیا۔ کسی نے پھر
بتایا کسی نے کچھ نسخہ پلایا۔ مگر وہ انشا غفل ہو گئی۔ اب ٹھیکے کا اسکا
میان سکوت چاہتا تھا اب چتا پر جانے لگی تو ایک دفعہ ہی
کھل کر اٹھی۔ آمین۔ اسے رام۔ اسے باپ سے باپ تو بہ تو بہ
جو کا ڈکھوا۔ علوانیوں اور گنواروں نے وہ ہم چانی کہ تو ہی علی
اسے چپی ہو۔ یو دیکھو۔ ہماس ہلت ہو۔ آخر کار دو چار
علوانیوں نے جی کر ڈاکر کے لاش کو چپکے سے ٹھیسٹ پیا تو
آہستہ سے کہتی کیا ہو۔ (اسے یو کاؤ اندھیر مچا یو۔ اسے میں جلی
جات ہرن رے اجمٹ پٹ کفن چاڑ کر سکوکالا تو تیاں سنی تھے
بیٹھی۔ حضور قسم ہے خدا کی اسے وہ وہ باتیں بیان کیں کہ سننے
سے فلق رکھتی ہیں کہنے لگی کہ جب مری تو فرشتوں نے مجھے
فرش گل پر چلایا۔ اور میری پیاری پیاری صورت پر عاشق

میان آزاد نے ایک خندنگار کے ہاتھ میں تیغ اسفغانی دلی طور
خود کٹا رہے کرانڈے ہوئے چلے راہ میں لوگوں سے پوچھتے
جاتے ہیں کہ کیوں بھی یہ فساد کیا ہے۔ یہ ذکا کمان ہو رہا ہے۔
ایک نے کہا اہی چکنڈی میں بڑے تھابوں میں چھپرے پر
چھری چلی۔ ایک شخص گوشت لینے آیا تھا اسکو سردست یہ بھی
کراپنے کتے کے لیے چھپرے بھاگے۔ جب بوجڑ نے دہوا
تو سب بوجڑوں کے نام لے کر کوسٹے اور صلواتیں سنانے لگا
اس لیے چھپرے پر چھری چلگئی ایک نے پچھا دوسرے نے ٹکڑی
لی اور وہ تو بچنے سے چوری چکاری میں برق ہو گیا ہے اس دل
گرسے کو تو دیکھو کہ دن دہائے آنکھ میں خاک جھونک کر دکان پر سے
مال غائب کیا۔ یہ چوری ہی یا سہ نہ زوری پانچ چار قدم آگے بڑھے
تو دو چار آدمی باتیں کرتے تھے کہ میان ہوا ایک ہنساری نے پڑیا
بھاگلوٹہ باندھ دیا پہلے خون نے آتے ہی گردن ناپی کر مغز کدو کے
تھوٹے بھاگلوٹہ ملا دیا۔ اور دس قدم چلے تو ایک شخص نے کہا وہ تو کیسے
حضرت گدڑی کے جاگ ہو گئی نہیں تو بیڑیا لگھو بھڑکواٹھا اجاتا۔ بائیں بڑیا
کیسا۔ جی حضور ایک منہار کے گھر سے بڑیا تین بکریاں دو میڑھے
ایک خرگوش اور ایک خانی خیر اڑا لے گیا اسکی عورت کو بھی بیڑی پر
لاد چکا تھا کہ منہار جاگ اٹھا۔ اب میان آزاد پکڑا لے کر بھی یہ
عجب بات ہو جو بیڑی سنانا ہر انکی روایت بتاتا ہے قریب پونے
تو معلوم ہوا کہ پندرہ بیس آدمی لکڑی چیر اٹھاتے ہیں اور فل بچار ہے
میں لا حول ولاقوہ۔ کوئی کہتا تھا کہ چھپرے دن پر چھری چلی۔ کوئی
ہنساری اور جاگلوٹے کی کہانی سنانا تھا۔ ایک لڑکے باران
یہ بیڑی کی روایت بٹ لائے سب دس ہی قدم میں
پچاسوں باتیں سننے میں آئیں اور قریب آئے تو ٹائیں ٹائیں
نش۔ معقول جتنے کھوتی باتیں۔ جتنی زبان آتے ہی

بیان۔ الامان۔ الامان۔ اور واٹھ ہنسی تو یہ آتی ہو کر نوا صاحب
کیسے بہ واس ہو کر غراب گھر کے اندر ہو رہے اور گھومیں گرام
جگ گیا رفقا اور صاحبین نے دروازے بند کر دیے۔ آخر کار ہم
اس میدان میں چن کن بھیجے گئے۔ اندری دہشت واہ میان ڈاکا
بالکین ختم ہے۔

ایک دن کو چھ گردوں کے پیر پہلوان کشتی گیر نازل دہشت
کے ہفت خوان۔ رویتے جو ان میان آزاد اور اندر لائی لگا
بانکے بنے ہوئے۔ اکڑے اور تنے ہوئے اپنے آقا نوا صاحب
ہمارے کے یہاں پہنچے۔ مجرا عرض کرتا ہوں حضرت۔ آئیے
آئیے۔ آج تو میان آزاد پورے آدمی بنے ہیں۔ آپ ڈھال
میں باندھتے ہیں درم شدہ حال تو زنانوں کے لیے ہے۔
ہم عمر بھر ایک انگ لڑا کئے تلوار ہی سے چوٹ لگائی اور اسی
پر چوٹ روکی۔ یا خان دی یا کات گئے یہ بوٹ کے
ٹھاٹھ ہی نراے ہیں۔ کون ایسا فن ہو کہ حسین ہم خاق نہیں
شہرہ آفاق نہیں۔ راہ آگاہ کیوں ہو دھوم ہے۔ یہ سب حضور
کی جوتیوں کا مقدمہ ہے۔ ایک حضور کو تلوار کے کچھ پسند تھا وہ لگا
اور حضور کی آنکھوں میں آب شخیر سے سرمہ لگا کر لگانا صاحب
بندہ درگزر۔ یہ یکمیل ابلین کے ہیں۔ میری روح کا پتی ہو
تلوار کی صورت دیکھے جو بڑی چڑھا آتی ہے۔ ان سزا
صاحب جیوٹ کے آدمی ہیں۔ آنکھوں بنگ کیجئے وہ اُت
کرنے والے نہیں۔

مرزا جی۔ خداوند ہے

مرا بچپن میرے گلف نام بود | پور نیم از شوخی اندام بود

مگر قربان جاؤں حضور۔

بیان خواب کی طرح جو کر رہا ہے | یہ قصہ ہے جب کا کہ مرزا جو ان تھا

چلتے پھرتے نظر آئے۔ سرکار کا نادری حکم ہے۔ اور چھوٹی بیگم صاحبہ
منا منہ مجا رہی ہیں کہ اس بڑے خبیث کو کھڑے کھڑے شہر بدر
کر دو۔ سواب کھیلے ورنہ بُری ہوگی۔

سیتا بیگم۔ واجبی بات ہے۔ سرکار چلتے چلتے حکم دے گئے
تھے ہم لوگ مجبور ہیں۔ اب آپ اپنا سہیتا کیجئے۔ ابھی سویرا نہیں
ہم پریش پڑے گی۔ اور بھی جب فرشتوں کے آنے کا ڈر ہے۔ تو
کوئی تم کو کیونکر ایسے گھر میں رہنے دے۔ جو حکم ہے نہ اور جو فرشتوں نے
ایک نعلی سی چنگاری رکھ دی تو کیسے کان جل بھنکر خاک سیاہ
ہو جائے گا یا نہیں۔ پھر کیسی ہوگی۔

میرزا۔ اے تو نامعقول فرشتے کہیں گانوں جلا یا کرتے ہیں
وہی ادب پانگ باتیں بکتا ہے جنگا سر نہ پیر۔ تو صاحب ہمارا
رہنے میں جو حکم ہے۔ جو آٹھوں پہر ڈیوڑھی پر بنے بہتے ہیں تیسے
اٹھائی گئے اور ہمیں نکلو ایمن۔ خدا کی شان۔ تم سب کی
ملی بھگت ہے۔ اسے میں تو تمہاری قبر تک سے واقف ہوں
اچھا اڑنگا دیا۔

جھمکن۔ اڑنگا ڈرنگا میں نہیں جانتا اب آپ کھسکتی کی
کھڑائیں قبلہ۔ بہت دن میٹھے مکڑے اڑائے پھل خور رہیں
مزاج بگاڑ دیا۔ ذرا سی خطا کسی سے سرزد ہوئی اور آپ جڑی
بجس میں جنگی ڈال جا لو انک کھڑی۔ صدمہ تو خدا نگار تو نے
موتوں کرائے۔ اور چپا سون پھلے مانسوں کی روٹی لی۔ بندہ
بشری غلطی ہو ہی جاتی ہے۔ یہ چنلی کھانا کیا معنی ہے۔ اصل بداز
خطا خطا کند + تو سہی جو ہمیں میں نہ ملا دون عرسٹری تو
صاحبی اسپر جو ترہ گچ کا + کئے کا آدمی اور نگاروں سے کھڑو
لڑنے پہلے اپنی ہستی کو دیکھ۔ غفور! بیان غفور! میرزا
تمہاری بھی توجہ کنی کی فکر کی تھی۔

غفور۔ (خدا نگار) کون۔ مرزا جی۔ یہ تو اپنے باپ کی جڑ کو کھونٹنے
والے آدمی ہیں۔ اندر سے باہر تک کوئی مانا کوئی اصل کوئی آدمی
انے خوش نہیں۔ ایسے چرچے تو دیکھے نہ سنے۔ آج ہی تو سنے
چڑھے ہیں انکے سر پر تڑپے بڑے بڑے۔ پھر یہ دیکھے جیسے بڑے
کی کھوپڑی پر رنگ چھڑک دیا۔

سیتا بیگم۔ مرزا اگر غیرت ہے تو اس مصاحبت پر پامردی سے
لات مار دو جس اٹھنے نہ دیر لڑوہ رزق بھی پہنچائے گا۔
مبارک قدم۔ (دونڈی) غفور۔ غفور چھوٹی بیگم صاحبہ کا حکم ہے
کہ اس موسے انچھی کو شہر بدر کر دو۔ فرماتی ہیں کہ جیتک یہ دفان
ہو گا دہنے ہاتھ کا کھانا حرام ہے۔

میرزا۔ شہر بدر! کیا شہر شملہ ہے کچھ لوٹ پڑی ہے۔ تمام شہر پر
بیگم صاحبہ کا کیا اجارہ ہے وہ بھی کل آئیں بیان اس گھر میں عمر
بتر ہو گئی۔ اب وہ ہمیں گھر سے پر سوار کر کر شہر بدر کر داتی ہیں
جیسے نواب دیسے مصاحب دیسی ہی بیگم صاحبہ۔

اتنے میں یاروں نے جو شہ پائی تو جو طرہ سے لٹکا رکھے۔
اے اونکرام۔ چھوٹا مفو بڑی بات بیگم صاحبہ کے کہنے کو تو لکتا ہے
اتنی پڑی گی بے بھاد کی کر یا درو گے بچہ بہت سن ترانیاں ابھی نہیں
ہوئیں کیسے بلوں پر تھے۔ جب دیکھو تھنے پھلائے میٹھے ہیں بات
کی اور لپکے چمکت دی۔ آپ ایسے شیر ہو گئے کہ بیگم صاحبہ کو برا
بھلا کہنے لگے۔ چاند لگی کر ڈبلے گی۔ جو زیادہ ترائے۔

میرزا۔ اب جو بیان پانی پئے تو لگی ہفتاد پست پر منت۔
جو طرہ سے ہمیں پر بو چھا رہوئے لگی۔ اٹھائی گئے دن کا بیان
طوطی بولتا ہے بو خدا حافظ۔ نفم

مرزا کا نباہ دیکھیے گا	نواب کی چاہ دیکھیے گا
انشاء اللہ دیکھیے گا	پتوں سے کھڑے کھڑے بھڑکے گا

ہو گئے۔ دو تین مہینے خوب گزرتے ہائی ہوئی۔ دو نے تو روکھنی کھائی۔ ایک نے مجھے اٹھا کر خدا کے پاس پہنچی یا خدا نے بھی پوری سلیت راہین (نقل کفر فرما شد) ہم کا دیکھ کر خدا ڈپٹا کہ اسکو بچاؤ۔ اتنے میں تم نے چتا ہی پر رکھ دیا۔ حضور مجھے اُسکی بولی تو یاد نہیں مگر مطلب یہی تھا۔ پھر اُس نے کہا کہ پہلی کو بڑا اندھیرا کپ چھا جائیگا اور طوفان آئیگا۔ جتنے گنہگار بندے میں سب سے اُس دن منکر نیکر سوال کریں گے اور انہی میں گھومیں ہونگے اُنکو فرشتے جلا کر خاک سیاہ کر دیں گے۔

نواب۔ میرزا صاحب سے پوریا بدھنا اٹھائے۔ ایک بیان تھا کہ انہیں۔ ناحق کہیں فرشتے میری کوٹھی چھونکدیں تو کہیں نہ بھی نہ ہو سکے۔ قبلہ اب میرا بچھا چھوڑ دے بس بچہ بچھائے کہیں اور رہتے رہائے۔

میرزا۔ پیر و مرشد یہ بڑا اڑی مارے ایمان آدمی ہے حضور بھوے بھلے رئیس میں جسے جو کہا تو راہ اور کر لیا۔ جو اسکی کچھ بھی اصدیت ہو۔ بھلا کہیں فرشتے گھر چھونکا کرتے ہیں۔ ذرا تو سوچو اس ضرور کے ہر دن میں آکر مجھ بڑے کو نہ نکالے۔ غلام پستہا پستہ سے اسی دربار میں پرورش پایا گیا ہے۔ اب کس کا دامن پکڑوں۔ حضور کا سایہ دامن کافی ہے۔ اس مردک کی افزا برداری پر نہ جانیے۔ یہ تو میرا جانی دشمن ہے۔ پائے تو کیا ہی کھا جائے۔ اے داہے نقرہ باز اچھی بی جھلوان کی چھو کری مری بھی اور جی بھی اٹھی۔ جھوٹے کی ایسی تھی بھلا کسی نے بھی یہ باتیں سنی تھیں اور سنیے کہنے لگے انکھیں جیسے بتاں بھینی داہ بھی داہ کیا مثال دی ہے۔

ظاہر ہے۔ حضرت یہ افیون کا تلامذہ تھا۔

میرزا۔ جی بس اب بیٹھے رہیں کوئے میں۔ نکل گئی کاموچ نہیں

آپ کو تو سوائے مسخرے بن کے دوسری بات ہی نہیں آتی۔
نواب۔ میرزا صاحب یہ جھگڑا تو ہوا ہی کر گیا آپ اپنا سمجھتا کریں میرے باپ دادا کی ملکیت مفت میں فرشتے چھونکدیں تو میں کہیں کا بھی نہ رہوں۔ آپ میں کس مرض کی دوا۔ چار پائیان نوڑا کیسے ہو۔

میرزا۔ داہری قسمت۔ ہر سون ریاض کیا۔ جان روادی بکری کی جان گئی کھائے داسے کو مرہ نہ آیا۔ اس ملعون سے خدا مجھے جسے میرے حق میں یہ کاٹے ہوئے۔ خدا کرے اسکا آج کے ساتویں ہی دن جنازہ نکلے۔ جیسے ہی یہ آکر بیٹھا اور میری بائیں آنکھ پھر کئے گی۔ سمجھا کہ کچھ دال میں کالا کالا ہی سو یہ گل کھلا۔ اچھا بچہ چچا ہی بنا کر چھوڑوں تو سہی۔

نواب صاحب مصاحبوں کو یہ نادری حکم دیکر زانا خانہ میں گئے کہ میرزا صاحب کو نکالادو۔ وہ تو داخل دفتر ہوئے یہاں میرزا صاحب کی لے سے شروع ہو گئی۔

ہم سے بھوے بھالے امان داسے نواب صاحب کا زانا خانہ میں داخل ہونا تھا کہ ان نے چٹ پٹ بلایا میں لین۔ ماما ایلوان دعا میں دین چھوٹی بیگم صاحبہ نے آٹھ آٹھ آنسو زنا شروع کیا سبے منیتن بائیں۔ اب کی نوچندی میرے گزیرے تو مسیحہ میں گھی کے چراغ جلا میں۔ کمال شاد کے مزار پر پھولوں کی چادر چڑھائی میں ہی پہلی تاریخ کیا آتی ہے جیسے کال آتا ہے۔ اسی خدا کے لئے اس نگوٹے افیم کو تھارو۔ مجھے نے انہم گھول گھول کر اسے دن سیر کاری کی جب دیکھو سوگ نشینوں کی طرح ماتم میں رہتا ہے ادھر باہر رنقا اور مصاحبین نے میرزا بچا سے کاٹھوا دیا اور زکرم کر دیا۔

مرگشت۔ میرزا جی افیون کا ڈبا بھل میں دبا ہے ۱۷

کبھی بوسہ مانگا دہن کا تو بولے
چلو تم نہیں منہ لگانے کے قابل
ہنسنا میں تو ہنس کر کہتا ہوں مجھ سے
مجھے آپ بھی مسکرانے کے قابل
کہا کچھ عین نے تو مجھے وہ صفر
مجھے تم بھی باتیں بنائیں قابل
بھی واہ واہ کیا دور کی سوچی کہ محفل رقص و طرب آراستہ ہو
فرشتوں کے پھسلانے کا نیا طریقہ ایجاد ہوا۔ ماشاء اللہ۔
میان آزاد کئی دن سے ساری کیفیت چپ چاپ بیٹھ کر دیکھ
ہے تھے سوچے کہ ایسے رئیسوں کی سرکار میں ذکری کرنا بڑی بیہوشی
کھیرے چنگوڑی کا بازار ہر دم گرم ایک کا ایک دشمن۔
ایک دن مرزا جی مٹی میں پونڈے پکا ہے تھے اور سامنے
سے میان آزاد بائیں ہاتھ میں لیے جھوتے گھوٹے گھاتے
آ رہے تھے۔ جب دو چار ہوئے تو باہم یوں گرم گفتار ہوئے
آزاد۔ تسلیم کا پھر پھیلتا ہوں۔ سن سے پیچھے۔
میرزا۔ ان باتوں میں بھی آداب و انعام ہوں۔ دن سے سنبھلے۔
آزاد۔ اللہ اللہ۔ ابھی تک چشمہ نغالی جاری ہے۔
میرزا۔ مگر یا راجل خور دن سے عقل عاری ہو۔
آزاد۔ کچھ اب کیا شغل کیا رنگ دھنگ ہیں۔
میرزا جی۔ پیچھے کل پرچہ میں آمادہ جنگ ہیں حضرت بیچنے
دھوپ میں تو بال سفید کچے نہیں ہیں ایک درخت تلوار رکھے۔ مگر
۴۔ بہر گنا کہ رسیدیم آسمان پیدا است + ایک اور رئیس کے بیان
کیا اور جاتے ہی بیسی کی رنگ رنگ پیاری پیاری پیالیوں
میں اس حکمت کے ساتھ انیم گھولی کہ رئیس بیٹے ہی پینک میں
آگے جسے جسکی لگائی آنکھیں ندان ہاتھوں کے قربان اجی مجھ میں
نودہ جو رہے کہ جہان جاؤں قدر ہو۔ انیم کا بول بالا اور رنگ
کا منہ کالا۔ جب رئیس امرائے رفیقوں کو ذری ہو شش آیا تو
تھے کی بکا رہوئی۔ کوئی ہو۔ دس باج آدمی بول اٹھے حاضر

حکم پر و مرشد۔ ذرا بیچ ان تارہ کیسے بھران۔ بھائی ہماری شک
بھی لاؤ۔ بیان ایک ابھی سی جہم لاؤ۔ میں ترشے حقہ بھرا لایا
اور شکوہ متا کو دھوان دھار۔ رئیس کو بلا یا۔ پینا دینا بخر منال
منہ سے لگائے ادنگھوہے تھے جب پھر ہوش آیا تو دو چار کش
پے آنکھیں کھل گئیں۔ باجیں کھل گئیں۔ یہ حقہ کس نے بنگارے
بھرا ہو؟ اسکو ہماری ڈالائی انعام سے دو تہ تیرہ درگاہ ہاتھ
جو رکر سامنے آن کھڑے ہوئے۔ خداوند غلام کی کارگزاری ہی
خدا نگار کو اشارہ کیا تو دو ڈالائی انجانب کے کا دھوان پر جھک کر
سات مرتبے فراشی سلام بجالایا۔ حق تعالیٰ ایسے رئیسوں کو سلامت
رکھے۔ دم غنیمت ہے۔ اس وقت حضور کا بار احسان
پر روش ہو۔

رئیس۔ یہ انیم بھی تو آپ نے گھونٹی تھی واللہ فرما گیا۔
بندہ۔ زبان جاؤں حضور کسی انیوں بلاؤں کہ قیامت تک
پینک رہے دخل کیا کہ پکین ہو جائے۔ ہاتھ تلے مجھے ہیں
ساچے کے ڈھلے مجھے ہیں پر دم شد کمال یہ ہو کہ دیکھتے دیکھتے
آنکھیں سرخا سرخ ہو جائیں۔ دل ڈال ڈال سے رنگ جھان میں
بیل کے زیر پاں کا لفظ شامل ہو۔ کیا مجال کہ کسی دوسرے کے
ہاتھ کی انیم جائے۔ اب شام کو کمر ہو تو غلام بھر بلائے۔
رئیس۔ عذر ایشام کیا معنی اب میں آپ کو کھانے نہ دوں گا۔

آپ تو اللہ فرمایا ہی میں بندہ رکھنے کے قابل میں۔ انیوں تو کراہا
رو پیر کی پی ڈال گزرتی بھی آجنگ نصیب ہی نہ ہوئی واللہ
کیا ہاتھ ہیں جی چاہتا ہے چوم دن میں نے پھر جھک کر فراشی
سلام کیا۔ حضور کا سایہ دامن مجھے کافی ہے۔ مگر جہاں
سوت جتنے خوشامد خورے، بیٹھے تھے سب کا رنگ فق اور
کلیجہ شش ہو گیا پیٹ میں چڑھے چھوٹے کہ لہنے اچھا رنگ جانا

<p>جونی تو سے ہمیں بنا میں ایفون کی لم میں بان سے نکلی مرزا کی اچھی انیم کا رنگ</p>	<p>ما شا را اللہ دیکھیے گا تقصیر و گناہ دیکھیے گا سبحان اللہ دیکھیے گا</p>
<p>مصاصین - وہ کیا زحل قافیہ جو - بڑے شاعر کی دم بنے ہیں بات تیرے کی پیسے نہیں گردن ناپی جاویگی سے بڑھ نہیں دو گھا دھکا بیٹن لڑھکیاں کھاؤ گے۔</p>	<p>مہر ہی ہے اور علما قرأت کے ساتھ عمل پڑھ ہے میں امن محجب المصطر اذا دعاہ دیکشف السور - گھر بھڑک چراغان کی بہار - اور چراغوں کی قطار - ہزاروں لمپ بھار کونوں روشن ہیں - اور محفل رقص و سرور آراستہ ہے - قدسی تا شا دیکھیں تو لاہوت کو بھول جائیں - سہ</p>
<p>میر نکلتے تو یہ فرزت گر نکلتے - جھٹ بھرا ہوا پنجہ لیکر کھڑے ہو گئے پا جو یہ لام کا ف چہ معنی دارد - میں بھی ہمایون کی نسل سے ہوں کوئی ایسا دوسرا نہیں تم ٹکڑے گردن کی یہ مجال کہ ہلکے مارنے اٹھو اسپر سب سب کھل کھلا کر منس پڑے کہ وہ نہ بڑے بڑا نکلتا ہے - رسی جھلکی - رسی کابل نہ لیا - القصد میرزا نے انیم کی ڈبیا اٹھائی اور چلے - لڑ بھی - سہ</p>	<p>جب تک کہ نڈل کی بکلی جائے اور اڑہ داسے گت چلی جائے</p>
<p>رفیقہ یاران تخفین قدیم خدا نگاروں نے انکے جلائے کے لیے فقرہ چست کیا کہ مرزا صاحب کبھی کبھی آجایا کجیے - ایک بولا لایئے ڈبیا میں چو نچا دون - دوسرے نے کہا کیجئے تو کھوڑا کسوا دون -</p>	<p>ان اور چھڑے جائے یہی آہنگ - یہی رنگ - فرشتوں کو بھاننا کچھ خالہ جی کا کھڑو ہی نہیں ہوت تو حضرت جنون ہمارے مرشد کامل میں یہ بھی کر تھیں کوئی کی دھن ہے - مناسی کہ سبحان ملا اعلیٰ اسی رنگ برشتوں ہیں - اور اب کسے فون ہی کیا ہی - وہ تو پیشیوں کی تلاش میں آتے ہیں یہاں کو سون انیمی کا پتا نہیں مرزا سہ چار تے نہیں تو معاذ اللہ کا مقام ہوتا اس وقت خدا جانے کیا کچھ ہو گیا ہوتا۔</p>
<p>میرزا سہ جو ہاتھ اپنے سبزی کا گھوڑا لگا تو سینے کا اور اُسکو کوڑا لگا</p>	<p>نواب - ہوتا کیا کوٹھی کی کوٹھی بھکت اڑ جاتی - تو بہ کی کہ اب کسی ایفونی کو آئے تک زد و کھا - اس کالی بلا سے اللہ بچائے چاند تک ضرمت ہی - انیم کا بندہ دشمن ہو گیا - خبردار آج سے ایفونی دلیہز کے پار نوٹے پائے ہی ہو کہیں مرزا ہوتے تو فرشتوں نے وہ دند مچائی ہوتی کہ تو بہ ہی بھلی دل مسوس کہ رہ جاتا - پہلی تاریخ کے انتظار میں آنکھیں پھرا گئیں - بائیں صد شکر کہ بھر گزشت -</p>
<p>میرزا تو چار چار بھرت داران نکلی - ادھر پہلی تاریخ آئی تو مشرکشت چکر لے کر اب میں جھوٹا بنا اور سا کو لگی - لوگوں نے نواب کو چنگ پر چڑھایا کہ حضور ہم کہیں وہ کیجئے تو آج کی بلا نل جائے نواب صاحب نے مصاحبوں کو سہ یاد سفید کا اختیار لے دیا - اب سرشام سے کیفیت قابل دیدنی - ایک طرف تو برہمن بیٹھے استت بڑھ رہے ہیں - اور کھٹا کھٹ جاپ کر سہ ہیں سوا سوا ہا کی کدڑا رہی ہو دوسری طرف قرآن خوانی</p>	<p>مسیتا بیگ - حضور بیان شوری کا پٹا سینے گا - یا کوئی غزل چھڑ دی جائے اچھا غزل ہی سنیے - ذرا خاصے کی دیر تھی و دین طوائفوں نے لکریہ غزل گائی - سہ مر اگھر کہاں انکے آنے کا قابل بلاؤں اگر ہوں بلانے کے قابل</p>

ولائی کیا بانی کہ شامت ہی آئی۔ اب کون تو کیا گردن۔ جاکون
تو جو بنون مچھون تو تھاجاؤن گرا تھی تشفی تھی کہ کو توئی کوئی
نہ دکھائے گا نین اتنی جرأت کمان ایک دفعہ ہی میں
اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ بھی غنیمت سمجھے کہ ازین چہ ہتر۔ ایک نے دلائی
پر ہاتھ مارا۔ دوسرے نے ہر دنی چھین لی۔ تیسرے نے کہا
جھاگتے بھوت کی لنگوٹی ہی سہی۔ چھپے کمان تو دلائی انعام
میں بانی تھی کمان شجاع الدود کے کوٹھون کی ہر دنی بھی ہاتھ
سے دی نہر دریش بر جان دریش۔ بھاگا تو یوان، کو دم بھا
رضعت فی امان اللہ۔

میان آزاد دل میں سوچے کبھی میسور کے دربار۔ من
پہل خوردن کی بڑی گرم بازاری بران مہوون کی دم میں رسا نہ ہوا
تو آنا دین۔ موت سے بڑا اٹھایا گا کو ٹھیک بناؤنگا۔ پھر
سوچے کہ کو شمش ٹھکانے لگنا معلوم۔ ریل گھر تو ایک دفعہ
لوچر بن چکے ہیں اب کہیں نہار نہ چار نہ بنائے جائیں کہ ساری
مشینٹ نکل جائے بھی کہ کھائے غم نہ کھائے۔ اتنے میں میان
آزاد اپنے آقا سے نامہ لاری کو بھی بڑھو پئے۔ تھوڑی دیر بیٹھی
تھے کہ ایک شمس نے نواب صاحب کو ایک خط دیا اور کہا
میرزا ہی نے یہ خط بھیجا ہے۔ سکر ملا خط کر کے جواب
عنایت کیجئے۔ صاحبین کا چہرہ زرد اور دل سرد ہو گیا کہ
اب اُسے یہ تدبیر نکالی کہ چٹھیان بھیجے لگا۔ اسی حضور اس
ردی کو چاک کر ڈالے۔ ودا بند بھجے۔ اتنے ہوئے
اسے تری قدرت یمان تک آئے کیا نین کی منہ دی گستی
تھی ایسے بڑے شیفت پناہ ہو گئے۔ نواب صاحب نے کہا
اچھا پڑھو تو دیکھو لکھا کی بڑ

میرزا صاحب کا خط

حقوق خدمت حد سالہ لعب طفل ستا
بکشو سے کہ درد کو دکان مند اور مند

انچھوون کے پشت پناہ۔ دیون کے قبلہ گا و دام غشت۔ لاکھ کھلا
بڑھایا گرم لوند سے ہی بنے ہے۔ ابھی جمعہ جمعہ اٹھوایے کی
پیدائش اور میر عتاب۔ تھاسے دادا جان تک کی تو میں نے
آنکھیں دیکھی ہیں اور تھاسے لکڑا دادا کے دادا پیر تک کی برسے
دانت ہون۔ اس بڑھوئی وقت تم نے جھکو نکالا ناچ چاؤن تم
سہی۔ سینے صاحب ایک ہر معاش نے اگر نہ لیں تانیا لیا اور
حضرت کو جنگ پر چڑھایا کہ کم کو فرشتے بھڑکھڑکے۔ بات تو
جھوٹے کی دم میں رسا۔ اور نواب کو تو یوان و دلو کھیا کے
تاؤ ہی نکلے جسکو اتنی عقل بھی نہیں کہ فرشتے کیسے بھڑکے بلایا
کرتے ہیں واہ ری عقل قربان اس فہم و دانش کے۔ تو جاب
اب فرشتے جھس میں چنگاری ڈالنے گئے۔ اسے تو بہ۔ اسے
تو بہ۔ ان بے دینانوں پر حمان نہیں پھٹ پڑت۔ اور دل لگی
دیکھیے گا کہ علوان در گرجی اٹھی اس کدب پر شیطان کی چنگار۔
نواب اب ذرا تو دل میں غور کرو کہ ساری خدائی بھوون کیسے
بھی اندھیرا ٹھپ چھایا۔ کوئی بھی فرشتہ کیا ایک بھی گھر چلایا۔ کتبہ
بیان مفت خوردن سے میری بیچ کن گئے۔ گئے تھی گراپ تو
سادہ لوح میں سنتے ہی نادری حکم پر یا نہ نکال دو۔ افسوس
۶۔ گو سارا پیر شدہ گا و نشدہ نام خدا یا نہ ہوٹا مڑا
نزدیک اسے ہو۔ ذرا تو عقل سے نام غور۔ ذرا تو اسے غور سے دیکھو
مخد میں کالک ملے۔ کل کو کہیں چھوڑ گئے۔ برقیج ناچائے
ایسا ہو کہ کسی لہر میں سکھ بھی نہ ہو کر اچھن۔

واہ مجھسی واہ۔ کیون تو آئے نہ جھانسنے میں کھائے نہ پیا
چرٹھ گئے نہ جنگ پر بھی کیا ہے نہ کھانا جو کہیں نہ میسر

بس : میں آگئے۔ خدا جانے ان ذات شریف نے انیم من کیا کیا لایا تھا کہ سب کے منہ پر ہوا بیان چھوٹے لگن کچھ دال میں کھلا کا لا ضرر ہے۔

رفیق : کیا پتے کی بات کہی ہے۔ واعذ میری زبان سے سے گئے جیسے انیم من جی متلائے لگا۔ اور ایک ہم پر کیا فرض ہے۔ سب کا ہی حال ہو۔

لیمو نیٹر : میں کہنے ہی کو تھا کہ یہ انھیں تازہ دار و حضرت کے کانٹے ہوئے ہوئے ہیں اور حضور کی کہوں مجھے تو یہ کوئی اٹھائی گئے سے معلوم ہوتے ہیں دیکھئے انھوں ہی سے چوتھان برائی اور خدا بھوٹ نہ ہلائے۔ تو یہ جہر کی فکر میں آئے ہوئے ہوں۔ انیم من کچھ مراد دیا انکو تھا نہ برے چلے۔

خدا شکار : میرے سامنے انھوں نے کچھ حسیب سے نکالا اور انیم کے ساتھ گھولا۔ چرخہ بھرا تو تبا کو میں بھی کچھ ملا دیا۔ اب مجھے انکی ریت کا حال کیا معلوم تھا بھلا شکل صورت سے تو مجھے آدمی معلوم ہوتے ہیں کوئی کسی کے پیٹ میں تو پٹھا ہی نہیں ہے۔

رئیس : داد صاحب آپ کے جوہر اب کھلے۔ بھلے کو جلد آپ کی ذات پہچان لی ورنہ آپ تو ایک آدھ کی جان لیتے اور سنگھاسے دیتے اب فیرا سی میں ہے کہ آپ چپکے سے کھڑک میں ورنہ جی ٹھہرے گی۔

مصاحب : ہم تو انکو غیر شک خانے جانے دیئے۔ وہ تو کچھ حضور کی یکساں تھی اس کاڑھے دقت آئے آئی۔ ورنہ اسنے تیرسمہ تک نہیں باقی رکھا تھا۔ انکو کوٹھری میں بڑ کر کے خوب کھونٹے اور پھر راہ انداز چھوڑے۔ گردزی خیال رکھے کہ خون نہ نکلنے پائے۔

حضرت نب تویر سے ہوش اڑ گئے کہ خدا ہی میرے لئے چھنے

ایسا انو ہم نظرون سے گرجا میں۔ کل کھدارے کو کہیں دھتا ہوا کہ یا جانے تو ان قیامت ہی کا سامنا ہو۔ واللہ ما وہ تدبیر کہ ہمارا باہا یا رنگ بھیکا پڑ گیا اسنے افرار وارون نے کیا شیطانی حرکت کی ایک شخص نے کہا۔ حضور کی آواز اسوقت کچھ بھاری ہو دوسرے نے فقرہ چست کیا کہ آواز سے کچھ صنف ہی یا جانے تاہم دوسرے صاحب ہوسے نصیب عدا کیا طبیعت ہے بھونکی۔ چوتھے نبض پر ہاتھ لے گئے۔ افادہ تب چڑھی ہے۔ باجون ہم حکم پیشانی پر ہاتھ رکھ کر لوے۔ اُن فوہ ما تھا کیسا جلتا ہے چھینے صاحب نے فرمایا کہ حضور کی آنکھوں کی نصیب دشمنان عدالت پائی جاتی ہے۔ اب چھ طرف سے ہی ہانک سنانی دی کہ رئیس مدیل ہیں۔ سب سبے ملکر کتنا شروع کیا تو وہ بھی گجراے فرماتے کیا ہیں۔ بان آج تو کچھ جن بھی ٹوٹ رہا ہے انکھیں بھی جلتی ہیں اور نبض میں بھی سرعت ہوتے ہیں ایک مصاحب نے کہا خداوند کیا عرض کروں کلیجہ بیٹھا جاتا ہو۔ خدا جانے کیا ہو گیا دوسرے نے سر کپٹے کہا اُن سر چٹا جاتا ہو۔ دوسرے نے آنکھیں ملکر کہا بھئی آنکھیں نکلی پڑتی ہیں۔ الغرض سب کا ایک سانی بیماری تھی۔ کسی کو بخار آیا۔ کسی کو جھڑی کسی کا بدن گھٹن ہو گیا۔ کسم کا جی متلایا۔ سب سیکان بن بیٹھے۔ ایک کا گھٹنے لگا زور ہاتھ اسے کرنے لگا۔ ہم چکر اسے کہ بارضایا یہ کیا بات ہو یہ سب کے سب یکدم سے بیمار کیونکر پڑ گئے۔ اسے ابھر تو میں سوچا کہ یہ باریان سر پہ کی کارستانی ہے۔ اُکھارا ملکر رہ گیا۔ آخر کچھ سوچے تو کہ بیٹھے جھٹلے کیا گل بھلا۔ ابھی زہم سب بھلے چپکے بیٹھے تھے۔ آنا فانا میں کیسی ہوا چلی کہ در در اور دُور تپ زرف سے آدھ بچا۔ ہمیں کچھ فیہ ضرور ہے۔

مصاحب : حضور تو جہان کسی نے دو چار کتنی چڑی باتیں سنائی

آئے ہی بوجھا کہ کون بزرگوار بحث کرینگے ۔
سیان آزاد بوسے ہم ۔ اب سب قنظر میں کہ دیکھیں کیا
سوال جواب ہوتے ہیں جو طرفہ کجی پک رہی ہو کہ یہ لحد تو کسی سے
آجک قائل ہی نہیں ہوسے انھیں کوئی بند کیا کریگا ۔

سیان آزاد تو حید میں مقام نہیں قائل و قیل کا
ہر کس کو ناخدا تھے ذکر جمیل کا

یا ایہا السامعین ۔ ہں دہریے کے دل گڑے کو دیکھیے کالہ
سیان ہی کے قائل نہیں ۔ یہ شکل اور یہ صورت اور یہ خیال
اے صحت ۔

ملحد ۔ پانی پی کر کوسنا اور بات ہو اور کب کوسنا اور بات ہو
جہیں کوئی معقول کرے تو اہستہ جائیں ۔ یہ کیا کہ لگے
گالیان دینے ۔

آزاد ۔ نامعقول کو معقول کون کرے ۔ کوئی سوال کیجئے
تو ہم جواب دین شک ہو رفع کر دیں ۔

ملحد ۔ اچھا پہلے تو ان تین سوالوں کا جواب دیجئے پھر اور
بحث چھڑینگے ۔

سوال اول ۔ خدا ہی تو ہمیں نظر کیوں نہیں آتا ۔

سوال دوم ۔ شیطان ناری ہو اور وہ دوزخ میں جلایا
جائیکا ۔ واہ واہ بھلا ناری کو آگ کا کیا ٹھہرے ۔ ہں سزا سے
وہ ضرور نڈر ہے ۔

سوال سوم ۔ جو کرتا ہی خدا کرتا ہے ۔ پھر انسان کا قصور کیا
جو طرفہ سناٹا پڑ گیا ۔ کہ خدا کیا عالم ہے ۔ اہو ہو ہو ۔ کیا کہہ

سوال یکے ہیں سب کا اوسان خطا ۔ ہوش اڑے ہوئے ۔
بگڑے دل لوگ دانت ہیں ہے ہن کہ باہر کچلے تو گردن ہی ناپیں

کوئی دل ہی دھین کوس رہا ہی کہ خدا کرے یہ مردک ابھی ابھی

مر جائے کوئی تہ کی نگاہ سے گھور رہا ہی کہ اتنے میں ملین آزاد نے
کما یا ریزہ نرالیسی باتیں نہ کرد جہنم میں جلائے جان کے جہنم میں
اُسے مسکرا کر کہا کہ ۔

ہم کو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن
دل کے خوش کرنے کو غائب یہ خیال بھاری

اسپریشان آزاد نے ایک ڈھیلا کھنچ مارا کھٹ سے ہن منکر کی
کھوپڑی پر پڑا ۔ ہاسے کر کے میو گیا ۔ اُن لالوں دلاؤ تو اچھے دشتی
سے بالا پڑا میں بحث کرنے آیا یا پتا ڈگی ۔ جب تقریر میں ہاسے
تو کلون اندازی کرنے لگے اور جو میں بھی ایک پھر کھنچ ماروں تو پھر
کیسی ہو کچھ جی ۔ جاہلون کا قاعہ ہو کہ ہاتھ پائی پرکانا ہو جاتے
ہن وہانی ہے نواب صاحب کی بیوہ بے سبب ہم پر ایک جہا کا
چما ر کھنچ مارا ۔ سر بھٹا گیا ۔

نواب ۔ بھی آزاد ہمیں یہ تعاری حرکت پسند نہیں آئی ۔ یہ
ڈھیلا بازی کے کیا معنی ۔ مانا کہ یہ ذات شریف کشتی سختی گردن
زونی ہن گزشت کر کے معقول کیجئے ۔ یہ نہیں کہ جتنا کھنچ مارا
یا تان کے ایک ڈھیلا لگا یا ۔

آزاد ۔ پیرو مشر میں نے تینوں سوالوں کا وہ جواب دیا کہ اگر
کوئی قدر دان ہوتا تو اسوت لگے سے لگا لیتا اور کروروں روپے
انعام کے دتا ۔ سنئے ۔

پہلا سوال ۔ خدا ہی تو ہمیں کیوں نظر نہیں آتا ۔

جواب ۔ اگر اس ڈھیلا سے انگو چوٹ لگی تو چوٹ نظر کیوں
نہیں آتی ۔

سبحان اللہ کا ڈونگرا برس گیا ۔ واہ استاد ۔ واہ کیا
جواب ترکی برکی دیا ہے ۔

دوسرا سوال ۔ شیطان کو ناراضہ جہنم میں جلا تا بیکار ہے وہ

لوگ جم گئے تو کوٹھے پر چھٹی کا بھرپور اڈ رہا ہوگا۔ لوگوں کی بجے
تو سہی کسی کا دل دکھانا اچھا نہیں۔ اب تمھارے یہاں تو
بندہ آنے سے رہا۔ لاکھ روپیہ دو آنے والے کی دھم
میں خدا۔ سہ

گر صد ہزار لعل و گہرے دی چہ سود
دل را شکستہ زد کہ گو ہر شکستہ

اب دل کی دیکھیے تمھاری قلبی نہ کھولوں تو سیر زائین
مجھے تو اندر باہر سب کا حال معلوم ہے نہ۔ وہ پتے پتے کی
سناؤں کو یاد ہی تو کرو۔ دریا میں رہ کر گرتے ہر۔ اے نادان
نوابد نوابی کے ٹھاٹھ ہی اور ہوتے ہیں ریاست کے مور ہی
اور ہیں وہ ختم دوم ہی اور تین۔ تم تو دمڑی کے بوسے ہی
بے رہے۔ نام کے نواب۔ میان نواب بننے کا شوق چرائے
تو ہم ایسوں کو تو کر رکھو۔ داستان گوئی میں ہم بند نہیں
لغافل میں ہم بند نہیں۔ فوشاد میں ہم بند نہیں
غیر اب بکے کون۔ آدمی ہو تو سمجھ جاؤ گے۔ ورنہ
بچتاؤ گے۔

ہماریے گول مول نواب صاحب ایک دن دونوں وقت
اپنی خوش سوا کو مٹی کے ایک زگین کمرے میں بیٹھے صاحب
رفیقوں سے چہ بیگوں کر رہے تھے کہ اتنے میں میان آزاد
نے دروازے میں سے گردن کالی مجرا عرض کرتا ہوں یہو شہ
آپے میان آزاد۔ کیسے کمان سے سواری آتی ہی۔ ہوتے تو
کچھ چہرہ تمنا یا ہوا کی کیا کسی سے جھوڑ ہوئی ہی۔ اسی حضور آپ کی
جو تیوں کے صدفے میں اس جوار میں تو کوئی آنکھ نہیں لاسکتا
دھاک ہی محلہ محلہ ہوا بندھی ہے۔ اچھے اچھے پہلوانوں نے
پچھاڑ میں کھائیں۔ ہم نے وہ دھچنیاں بتائیں کہ چھٹی کا

دودھ یاد آیا ہوگا۔ ہوتے بندہ ایک نانائی کی دوکان پر لگو
بکراؤ بنا سیکھتا تھا۔ آج کے سامنے جو ہم کے کچھ دیر بیٹھا پڑا تو
چہرہ لال انگارا ہو گیا۔ غاصے تو یہ کیسے نانائی گری کا بھی
مشق چرایا۔ ۶۔ دماغ بیدہ بخت و خیال باطل بہت دیر
صاحب ۷۔ روٹی تو کھا کھائے کسی طور چھندہ کیوں بھی
معقولات میں بھی کچھ دخل ہی یا لنگوٹا باندھ کر کشتی اور دھینگا
مشتی ہی جانتے ہو۔ کون! میں! معقولات! ہونکہ عمر بھر
کیا کیا کیے۔ اس فن کی وہ کوئی کتاب ہے جس پر انجانے
نکتہ جینی نہیں کی۔ فقہ امامیہ اور فقہ حنفیہ اور کتب تفسیر و تفہیم
جس میں چاہئے بحث کیجئے۔

مصاحب۔ حضور اس شہر میں ایک عالم آیا ہی کتاب دین بھر
کی کتابیں چاٹ گیا ہوں خصوصاً علم مناظرہ میں تو یہ طویل رکھتا
ہی منطق کے زور سے جھوٹ کو بھی کر دکھائے گر خدا کو نہیں مانتا
ہے۔ پکا لمحہ اور منکر ہے۔

آزاد۔ واہ منطق کی اچھی قدر کی۔ حضرت اُنکے تو ہم بھی شائق
ہیں۔ واللہ خدا کا وہ کامل ثبوت دون کو وہ خود پر دکھائیں
ذری یہاں تک لایئے تو سہی۔ بھاگے راہ نہ لے۔ جو پھر اس
شہر میں منہ دکھائیں تو آدمی نہ کہنا۔

نواب۔ ان ہاں میر صاحب ذری اُنکو پچانس پچانس کر لایئے
تو۔ میان آزاد کے جوہر تو کلیں۔ مگر میان ان منکروں سے
بھرناد دل لگی نہیں کسی کے قائل ہی نہیں۔ بس ایک مامی کے
قائل ہیں۔

اسپر صاحب نے زور سے دو چار دم لگائے اور لڑھکے لکے
گئے اور جھپٹ اُس دہریے کو لائے یہاں ہجوم عام تھا
وہ از دھام تھا کہ تھالی اُچھالے تو سر ہی سر جائے لمحہ لے

کے دو اہل خانہ کے وقت کا تو ایسے رئیس پیا کمان مٹتے ہیں
 دم کے دم میں لاکھوں چھونک دیے۔ روپیہ تو ٹھیکروان بھلا کیے
 پتنگ بازی کا شوق ہوا تو شہر بھر کے پتنگ بازوں کو ہمال
 کر دیا کنگو سے واسے بن گئے۔ اچی اور تو اور لونڈے جو گلی
 کوچوں میں منگر اور گتے لے کر ڈروٹا کرتے ہیں روزہ و بیچ بیکر
 چکھوتیان کرتے تھے۔ عیاشی میں بھی وہ نام روشن کیا کہ کوئی
 ڈوم ڈھاری غریب نظر نہ آیا۔ چاندو کا شوق ہوا تو قیاس
 کے وقت کی نگاہیں ہزاروں روپیہ کو خرید لیں اور فی ہسٹل
 دو دو ڈھائی ڈھائی سو آدمیوں کو ایک ایک دن میں چاندو
 بلادیا۔ افیم اتنی خریدی کہ گتے سیر سے سو روپیہ سیر کئے گئے۔
 مالو اخالی چین کھل۔ دن رات توام کے چوٹے کا نہہ کالا۔
 افیم کے ست کا بول بالا۔ جب دیکھو لپ روشن جاگتی جوت
 کھیاں تک فیض سے محروم نہیں رہیں بمبئی تک گئے آتے
 تھے اور ہاتھی کے قد آدم چھلکوں کا ڈھیر لگ جاتا تھا۔
 آزاد۔ ہاتھی کے قد آدم بھی کتنا خوب۔

صاحب۔ افند کی عنایت سے جو شوق کیا ایسا ہی کیا پھر
 بیڑ بازی میں انکے سامنے کون ٹھہرتا۔ لاکھوں روپیہ من
 کر ڈالا اب یہ ایک صفت شکن انکے وقت کا باقی رہ گیا ہے۔ یہ بزرگوں
 کی نشانی ہے۔ بیڑ کیا ہفت خوان سازل پہلوانی ہے ہفت اقدیم
 لاثانی ہے۔ اُچی وفات کو کوئی بیس بیس برس سے ہو گئے ہیں
 بکھیے کہ محمد علی شاہ کے وقت میں خریدا گیا تھا۔ اب کوئی تئو برس
 کا ہو گا دو کم یاد اوپر گر اس بڑھوتی وقت بھی وہ شے موٹھ سے
 ہیں کہ منج کو بیک کرات سے تھو بھی چین بول جاوے جیسے
 باز اور پٹے کی لڑائی۔ اور کیوں نہ نوٹک کس بٹوکا کھاتا ہے
 اور نواب صاحب کے جیوٹ پنے کو تاپ جانتے ہی ہیں شاہی

مین مہ و گتے والی بیٹن بگڑی تھی تو ہاں حضور ہی بچے گئے تھے
 بار سال کی دل لگی سینے نواب صاحب کے مامون شریف لائے
 انہیں بھی ریاست کی بُری۔ کنگو تو ایسا رواتے ہیں کہ میان
 دلا تھی انکے آگے پانی بھرن دو دو توے افیم بی جائیں اور ہی
 خم دوم۔ بیڑ بازی کا بھی پرے سے کا شوق ہے۔ آپکا نظریہ
 تو بلا کا بیڑ ہے۔ بیڑ کیا شیدی نہ دھور ہے۔ ڈھوہ کا ڈھوہ۔ جیسے
 خاصہ جھوٹا تیر۔ خیر آتے ہی نواب کو لیکر بیڑ دیکھنے گئے میرے
 منہ سے بیاحتہ نکل گیا کہ حضور کو تو بیڑ دن کا مدت سے شوق ہے
 کرو دن ہی بیڑ دیکھ ڈالے ہونگے مگر صفت شکن سا بیڑ تو حضور سے
 بھی نہ دیکھا ہو گا۔

مامون۔ ہو تو۔ اسکی اصل و حقیقت کیا ہے ظفر بیکر کو دیکھو تو
 آنکھیں کھل جائیں عقل کے ناخن سلجھے بڑھ کر ایک لات سے
 تو صفت شکن کیا معنی آپ کو نو کم پالی باہر کرے۔ حوصلہ ہو
 تو منگو اڈن۔

نواب۔ اچھا مامون جان پھر کل شد ہو جائے۔ دو دو
 چونچیں تو ہوں۔

مامون۔ کیا مضائقہ۔ مگر اپنا بیڑ آپ نفٹ میں کٹاؤں گے
 آپس کی لڑائی سے فائدہ یا اچھا کل ہو ہی جائے۔ ادھر یا ادھر۔
 الغرض دوسرے دن پالی ہوئی۔ ہزاروں آدمی جوت جوت ان
 موجود۔ شہر بھر میں دھوم تھی کہ آج بڑے معرکہ کی جنگ ہے۔ بھٹی
 قسم ہے رزق کی دو چیزیں جسے نہیں دیکھیں اُسے دنیا میں کچھ
 دیکھا ہی نہیں ایک تو یہ پالی۔ دوسرے پیر دل کی سو گئی۔ ادھر
 ظفر بیکر اس ٹھاٹھ سے آیا کہ زمین ہل گئی اور میرا تو کلیجہ دھلنے لگا
 مگر صفت شکن نے اُس دن آبرو رکھنی۔ جب ہی تو نواب صاحب
 اسکو بچوں سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں پہلے اسکو دانہ کھلا لیتے ہیں

تو خود باری ہے۔

جواب۔ اسے پوچھیے کہ یہ مٹی ہی کے پتلے ہیں یا نہیں۔ انکی کھوپڑی مٹی ہی کی بنی ہے یا سو بڑکی۔ پھر مٹی کا ڈھیلا لگا تو سر کیوں بھٹا گیا۔ بات ترسے کی۔ واہ میان آزاد کیا جواب دندان شکن دیا کہ دانت کھٹے ہو گئے۔

تیسرا سوال۔ جو کرتا ہے خدا کرتا ہے۔

جواب۔ پھر ڈھیلے لگانے کا جرم پھر کیا۔

ٹوہیان جو طرفہ اٹھنے لگیں۔ کہ واہ میرے بچے کیا کہنا ہو۔ اُہو ہو ہو کو چڑا گھیرو۔ اب خدا کے قائل تھے یا اب بھی کچھ مین سیکو ہے۔ کرو روں باتوں کی ایک بات یہ ہے کہ جب آپ ہی خاکی ہیں اور مٹی ہی کا ڈھیلا مارا تو آپ کی کھوپڑی کیوں بھٹائی۔

بچھے صاحب اب تک تو میان آزاد پہلوان اور بھکیت ہی تھے اب صوفی صافی اور مولوی بھی مشہور ہو گئے۔ نواب نے میان آزاد کی پیچھوٹو کی۔ واہ کیوں نہ ہو۔ پہلے تو مین جھٹلایا کہ یہ ڈھیلا باری جھمکنی وارد گو پھر تو پھر ہاک گیا کہ واہ کیا تازک خیال آدمی ہے۔ یہ باتیں ہوتی رہی تھیں کہ ایک صاحب بڑی سی رزائی جیسے کوئی دست سیر ملتی پڑی تھی اور دھڑکے تشریف لائے این ایہ رزائی کیسی رزائی کیا محاف کیئے۔ کیوں میان یہ بے فصل رزائی اوڑھا کیسا واہ قبلہ اس بھید کو آپ نہ سمجھے۔ اسے بھائی رزائی تو طالع علم کی سنگی ہے اور پیسے تو نرم بچا ہے تو نرم۔ دیکھیے تو دھرم باند پیسے تو بھرم۔ واہ بھی قافیہ سنجی بھی ہو تو اتنی۔

ایک دن ہمارے ہارغ و بار جوان رزقیت پہلوان میان آزاد اپنے آقا سے نامدار نواب گردن مدار کی کوٹھی میں دوزخ میں بیٹھے مصاحبین سے گپ اُڑا رہے تھے۔ کسی کو کڑوی کی چوڑی کسی کو کشتی کے داؤ ہوتا ہے تھے کہ اتنے میں نواب صاحب نے کہا

کیوں آزاد کبھی بیڑ میں بھی نہ آئی ہیں۔ نیست غیب بخیر۔ اب کی بیع الاول میں وہ گھاسان کی روا یمان دکھائیں کہ واہ جی واہ۔

مصاحب۔ میان آزاد تم تو اپنے کو بڑا جہانیاں جان گشت سمجھتے ہو مگر اللہ یہ روائی نہ دیکھی ہوگی۔ سطرچ کھو جاتے ہیں تو بہر ہی بھلی ٹیر کی روائی کے آگے تو توبہ و تنگ بھی گرد ہوں اور پھر ہمارے نواب صاحب کے بیان کی پابیان۔ اُن فوج آج ہماری سرکار میں جتنے بیڑ ہیں اُسے تو میاں ج کے بیڑ خانہ میں بھی ہونگے ایک ایک بیڑ ہزار ہزار کی خرید کا۔ نوک دم کے بنانے میں توڑے کے توڑے صرف ہو گئے۔ سیرون موتی مرداویہ تو مین نے اپنے ہاتھوں میں کرکھلا دیے ہیں۔ کچھ دنوں روز کھل چلتا تھا۔ مگر اللہ آپ بھی کہیں گے کہ ہم آدمی ہیں اس ڈیوڑھی پر اتنے دن سے ہوا اب تک بیڑ خانہ بھی نہ دیکھا ہے اوچھل کو سیر کر امین۔ یہ کمکو بیڑ خانہ لے گئے۔ میان آزاد کیا دیکھتے ہیں کہ جو طرفہ کا کہیں ہی کا کہیں نظر آتی ہیں۔ اور کا کہیں بھی وہ پیش ہوا کہ اُہو ہو ہو۔ ہاتھی دانت کی تیلیاں۔ اُپرنگا جمنی گدیان اور کار جو بی جھتین اور مقیش کی جھال اسپر کا مدار غلی غلا ہیں۔ رنگ برنگ سونے چاندی کی ننھی ننھی کٹوریاں جھین ٹیرانی بیاری پیاری نیکی چوچون سے پالی ہیں۔ پانچ پانچ چھچھ سو کی لاکھ کی کا کہیں ہر سمت ٹنگی ہیں۔ بکوٹیاں بھی رنگ برنگی۔ مصاحب ایک ایک کا کہ ایک اتار کر بیڑ دکھا کر تعریف کرنے لگے تو پل بلندہ دیے ایک بیڑ کو دکھا کر کہا کہ اللہ رکھے کیا سمجھو لا جنور ہے۔ صفت شکن جواب نے سنا ہو ہی حضرت میں اندازہ خبر کے کاغذ میں اسکا حال چھپ گیا میری جان کی قسم ذری اسکی آن بان کو تو دیکھئے گا (بوسہ لیکر) اسے کیا بالکا بیڑ ہو۔ یہ نواب صاحب

بھی داندہ یہ نیا رشتہ ہی ابھی اُٹھ پھیر رہی۔ اور کیوں بیان
 تھا سے باپ تھا سے کون ہوے۔ واہ واسمین کوئی مشکل
 بات ہی بھلا۔ ہوے کون! باپ ہوے اچھے رہے اب ہمیں
 ایسا گھامڑ بگھیا ہو مجھے بھی کوئی گنوار مقرر کیا ہو۔ نواب صاحب
 نے کہا خوجی اس عوض میں نہاؤ تو ایک اشرفی دینا ہوں
 پیر و مرشد اشرفیان تو حضور کی جو توبوں کے صدقے میں بہت ہی
 مل جائیگی مگر پھر مینا دو بھر ہو جائیگا۔ وہ نہ مرے سہی لیکن نکٹا
 جیائے احوال۔ ناما صاحب مجھے تو کوئی فی غوطہ ایک اشرفی
 دے تو بھی پانی میں نہ بیٹھوں۔ پانی کی صورت دیکھے بدن کا
 اٹھتا ہے اور روخ رزے لگتی ہے بھی واہ کیسے مرے ہو
 جی۔ میان نہاے نہیں۔ تو آپ کوئی قاضی ہیں۔ ہم نہیں نہاتے
 پھر آپ کو کیا۔ اچھی سرکار کا حکم ہے۔ چلیے آپکی بلا سے کہنے لگے
 سرکار کا حکم ہے۔ پھر کوئی اپنی جان دیدے۔ حضور جو یہ ہوت
 دھم سے عوض میں نہ کود پڑیں تو انیم انھیں نہ لے۔ آپ بہت
 چل سکے ہیں۔ کھلائیں حضور کھائیں ہم۔ آپ کون بیچ میں بنے
 واسے ارٹھ برس سے تو میں انیم کھاتا آیا ہوں اب آپ کے
 کہنے سے چھوڑ دوں تو کیسے مرا یا جیا۔ نواب صاحب نے کہا اچھا
 بھی چلے دو۔ دودھ کھاؤ گے۔ واہ خداوند نیکی اور پوچھ پوچھ
 دودھ تو وہ غی ہے جسکو انسان ان کے پیٹ سے نکلتے ہی غٹ غٹ
 پیتا ہی۔ لیکن ذری شھاس خوب ہو۔ شاہجان پور کی سفید شکر
 پارو سر کی کوٹھی کا تندا یا کاپی کی معری گھوہیے گا اور تھوڑا سا کیوڑا
 بھی گڑ دیجیے تو پیتے ہی آنکھیں کھل جائیں نواب صاحب نے حکم دیا
 کہ بھی انکے واسے دودھ لاؤ۔ کیوں جی تم حلوائی کا دودھ پیتے
 ہو یا گھوسن کا۔ حضور جو لچائے۔ آم کھانے سے کام ہو یا پیچ
 گئے سے۔ غفور خدا نگار جاندی کے کسورے میں دودھ لانا

خواجہ صاحب دودھ پیچے۔ چپ نامقول اتنا بڑا دھڑ ہوا ہے
 ابھی تک تیز نہیں آئی۔ یہ دودھ مینا کمان کا محاورہ ہے گنوار
 دودھ کھانا نہیں کتا۔ کھوڑی بیان رکھدے میں ابھی آیا ذری
 کتے۔ بلی کو دھکتے رہنا۔ کمان کمان۔ خوجی کمان۔ اسی دودھ تو
 کھائے جاؤ مرد آدمی۔ کہیں نہیں حضور ابھی آیا۔ خوجی جب نظر سے
 ادھبل گئے تو میان آزاد چپکے سے آدھا دودھ کھا گئے اور کیوڑا بنا
 کرنے کے یہ عوض سے پانی لے کر بھر دیا۔ اتفاق سے ایک
 چھوٹی سی مچھلی بھی پانی کے ساتھ ٹوٹے میں آرہی جب خواجہ صاحب
 کھوڑی دیر میں پھونک پھونک کر قدم اٹھاتے ہوئے برآمد ہوئے
 اور کیوڑے کو دودھ سے لباب پایا تو باچھین کھل گئیں جاتے ہی
 منہ ڈال دیا۔ اتنے میں مچھلی بھی منہ میں آئی تب تو چکرائے کہ اتنی یہ
 کیا اسرار ہو۔ غفور پر بہت ہی جھلائے۔ اور نواب صاحب کے
 بڑی شکایت کی حضور اسکی کان گوشی راجب ہے۔ ایسا غافل
 ہو گیا کہ عوض سے مچھلی اُچک آئی اور انھیں کالون کان خبر نہیں۔
 اوکیدی اتنی قر دیاں بھونکی ہوئی کہ تھپی کا دودھ یاد آجائے گا
 حاضرین نے خوب تہقیر لگایا جسے دیکھو لوٹ رہا ہی کہ داندہ ابھی
 دل لگی ہوئی۔ اسپر میان آزاد نے کہا۔ اے کھا جا یہ شیرازی ہو
 تب تو میان لپچی نہایت ہی انوس کرنے لگے کہ ہاے ہاے
 سونے کی جڑیا ہاتھ سے کھلگی۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ یہ شیرازی ہے
 در نہ کچا ہی چبا جاتا۔ اس قسم کی مچھلی میں یہ خاصیت ہو کہ سنی
 برس کا بڑھا کھائے تو جوان ہو جائے نئے سرے دانت نکل
 آئیں اسپر گھنٹوں دل لگی رہی اتنے میں ایک صاحب پوچھا کہ
 خواجہ صاحب لوگ آپ کے پدر بزرگوار کو باورچی بتاتے ہیں
 داندہ ہم نو آپکو شریف زادہ سمجھتے تھے مگر آپ باجی ہی نکلے
 باجی آپ اور آپ کے باپ۔ کچھ بیٹے تو نہیں ہو یہ باجی کی

میان آزاد نے دیکھا کہ نواب کا ہزار ہا روپیہ بیڑوں کے
بھیر میں ناسکھوا جاتا ہے۔ ذہن کے کچے توغے ہی سوچے
کہ آج ان سب کو آزادین تو بھی دل ملی ہو یہ سوچتے ہی
مصاحب سے کہا کہ یا راج ابھی سی افیون گول کر پلاؤ تو
ہم بھی بسم اللہ کر دیں۔ مصاحب کی باجھیں کھل گئیں کہ
اچھے کو پیلا کیا۔ بڑے مدھ کو مونڈا دوڑتے ہوئے گئے کہ
افیون گول لکرائیں۔ ادھر میان آزاد نے میدان خالی
پاکر کاکون کی کھڑکیاں کھول دیں۔ بیڑ سب پھر سے
بھاگ گئے۔ صف شکن کو انھوں نے چھپایا۔ باقی
سب ہوا میں موبہاں سے رہے ہیں۔ ہاتھ سے کی
گھر بھر میں کتاب کا نام نہیں کاغذ قلم و دات سے کام نہیں
کھین اور کابک اور بیڑ کے سوا کچھ نظر ہی نہیں آتا۔ پچ
اور پالو بیڑ۔

ہمارے رئیس نامدار یعنی نواب عرش وقار تھپٹے دت
اپنے باغچہ پر بارہا میں فرش ملکوت پر بیٹھے رنگ رلیاں مارتے
مصاحب اور رفقا خوشامد کی باتیں بنا رہے تھے اور میان آزاد
صحبت گوارا ہے تھے اتنے میں دریا سے اخضر فلک پر کشتی
ہلال نظر آئی۔ یعنی مہ نو نے اپنی پیاری پیاری صورت دکھائی
چاندنی کا چمکتا تھا۔ کہ مصاحب بیٹل کی طرح چمکنے لگے۔ نوابوں
کے درباروں میں سخون کا کال نہیں۔ ایک انجی پلاؤ کی
جاٹ پر خوسے بن گئے۔ چوڑا آن پر بوچھاڑ ہوئے تھے۔
ایک شخص نے پوچھا کیوں بار۔ واحد علی تھا سے کون میں
بھائی ہیں تو فرماتے کیا ہیں۔ جی واحد علی ایسی
خارجان کہ بہن کے میان کے روکے کے باپ کے بیٹے میں
اُس پر وہ فراموشی تمہارے بڑا کہ فلک ہفتہ تک آواز پونجی

پھر کہیں آپ کھاتے ہیں ایک دن فلا جانے بی دیکھی یا کیا ہوا
کہ اپنے آپ پھر کئے لگا۔ نواب سمجھے کہ بوندا ہو گیا پھر تو
ایسے دھماکوں دھماکوں سے کہ گھر بھر میں کراہ مچ گیا۔ میں نے
نواب صاحب کو بھی روئے دیکھا نہیں۔ مجالس غرامین ایک
آنسو نہیں نکلتا۔ جب بڑے نواب صاحب انتقال کیا تو
اشک کا ایک قطرہ بھی نہ گرا بھی یہ بیڑی ایسا انول ہو۔ اور
پچ تو یوں ہو کہ اسے اس دن نواب کی شات پڑھیوں پر احسان کیا
واللہ جو کہیں گھٹ جاتا تو بندہ تو جنگل کی راہ لیتا۔ میان جنگ میں
آبرو ہی آبرو تو ہو۔ اور ہو کیا۔ خیر صاحب جیسے ہی دونوں چکی
کھا چکے ظفر بیکر بلی کی طرح صف شکن کی طرف چلا۔ یہ ٹوری وہ
گھاگڑ۔ آتے ہی دیوچ بیٹھا اور چوٹی کو چوٹی سے پکڑا کر ایسی
مرڈیاں دین کہ دوسرا ہوتا تو ایک گڑھے میں پھر سے بھاگ پڑتا
ہوتا۔ نواب کا اُس دم چہرہ فوج ہو گیا۔ اور کچھ شوق منہ پر ہایاں
چھوٹے لگیں۔ نصیب امداد نہ رکھانے کا دقت پہوئی کہ اتنے میں
صف شکن قلعی کر کے لوٹ ہی تو پڑا۔ واہ میرے بیڑ۔ خوب
پھرا۔ پالی بھر میں آواز گر بننے لگی۔ کہ اہو ہو ہو وہ ناراج ہاں
بیٹے سے بڑھ کر لات۔ ایک لات ایسی جالی کہ ظفر بیکر نے منہ
پھیر دیا۔ منہ کا پھیرنا تھا کہ صف شکن نے اُچک کر ایک جھنجھوٹ
بتلی واہ واہ واہ۔ ہی تمام پر ایک لاکت اور کس کر اہو ہو ہو
شاباش۔ واہ پٹھے۔ اہو ہو ہو۔ اسی جگہ ایک اور اہو ہو ہو
لگا ایک اور مڑوڑی۔ اہو ہو ہو ساتے میں میان ظفر بیکر
نیچ کر کے نوک دم پالی باہر۔ پھر سے اُڑ گیا۔ پالی بھرنے لگا
وہ جھگایا۔ وہ مارا۔ چوڑا نوابان اچھل گئیں۔ اور زین
نبخنے لگیں واہ رے صف شکن۔ ظفر بیکر گھٹ گیا تو صف شکن
کا دل اور بھی بڑھا۔ آج یہ بیڑ اپنا ثانی نہیں رکھتا۔

مسخر اللہ وہ۔ میان تنویرس کے بدگورے کے بھی دن بہتے ہیں سو کئی صدی بدگھانٹ بھونٹ کی بھی رتی بجی۔ لے دو کھ لینا جو دست برس میں ایک گوشت خور بھی نظر آئے سب گھانٹ خور ہو جائیں تو ہسی۔

میان آزاد ایک دن سویرے منھ اندھیرے بازار میں طرشت کر رہے تھے۔ بازار بھر میں سناٹا۔ حلوانی ابھی میں سو رہا ہے۔ مگر نانابی برتن دھو رہا ہے نہ بازہ بند۔ کھڑوں کی دکان پراردی نہ شکر قند۔ جوہریوں کی دکان میں قفل لگا ہوا ہے۔ مگر تبا کو والا جگا ہوا ہے۔ خاکروب سرگ پر جھاڑو سے رہا ہے میدے والا پسنداریوں سے جائزہ لے رہا ہے۔ ادھر صدف مرغ مسخر ادھر ندائے اشد اکبر۔ شوائے کاٹھنا ٹھن ٹھن بج رہا ہے کوئی اپنی دکان سج رہا ہے۔ میان بڑھاب دکان پر ڈٹے ہوئے کھٹا کھٹ پھری چلا رہے ہیں۔ کتے دم ہلا رہے ہیں اور بوٹیوں کی خیر منا رہے ہیں۔ اتنے میں دیکھتے کیا ہیں کہ ایک شخص کنگی باندھے انیم کی پٹیک میں جھوم رہا ہے۔ اور بوکھلایا ہوا چوہرہ گھوم رہا ہے ہاتھ میں چلم۔ دکان کے صدفے ہو رہا ہے کہ کہیں سے ایک چنگاری لمبا لے تو دم لگے دھوان دھار حقہ اڑے۔ جان جاتے ہیں پھر مانگ کی آواز آتی ہے بہت ہی چکرائے لاجول دلاؤ۔ ابھی ایسا شہر نہیں دیکھا منحوس جہان آگ مانگے نہ لے۔ جانو اسپین بھی کوئی چھپن مکھن ہوتے ہیں۔ یا گرد سے کچھ جاتا ہے۔ انرض محلے والوں کو ملبورن سناتے اور دل ہی دل میں جھللاتے ہوئے نانابی کی دکان پر حضرت پہنچے۔

حضرت۔ برعہ بھائی اک ذری آگ تو جھپے دینا میرا یا تو جھپ پٹ۔

نانابی۔ اچھا اچھا تو دکان سے الگ رہو۔ چھاتی پر کیوں چڑھے بیٹھتے ہو۔ میان تلو دھندے کرنے ہیں۔ ابھی طرح کوئی بیفکرا تو ہو نہیں سکا ہوا اور چلم لی اور لگے کوڑی دکان مانگے۔ ملکئی تو خیر نہیں تو گالیان دینی شروع کیں۔ صبح صبح اسکا نام نہ رسول پیغمبر سے کام نہ رام رام چلم لیے دکان پر ڈٹ گئے۔ وہ ابھی دل لگی مقرر کی ہے۔ ایسی ہی طلب ہی تو ایک کندھی کیوں نہیں گاڑ رکھتے کہ رات بھر آگ ہی آگ رہے۔ اب ہم اپنا کام کریں گا کہوں کو سودا دین یا آگ نیت پھر میں۔ اب کیا کوئی خوان لے بھاگے گا۔ یا کھڑا تاکا ہے یا سچ برداشت ہے۔ ایسے ہی اچھے تو پوری کرتے ہیں۔ آنکھ چوکی اور مال غائب۔ کیا سسل ٹکٹا ہوا کہ چلم بیکراگ مانگے آئے ہیں کسی دن میں چلم دلم نہ تو تاتاو کے پھینک دیں۔ تم تیرے ترے دکان بڑا یا کر دیجی۔ نہیں محنت میں کسی دن ٹھائیں ٹھائیں ہو جائے گی۔

حضرت کی آنکھوں سے خون ٹپکنے لگا جی چاہا کہ بھیجی ہی میں سر کھونس دین مگر سوچے کہ ہم انضی آدمی وہ نانابی گوشت پر لٹھ لٹکا کھا کر کچے کی طرح پھول گیا ہے ایسا نوک ایک پٹنی بتائے۔ خیر دانت پس کر رہ گئے۔ وہاں سے چنے تو حلوانی کی دکان پر ہوئے۔

حضرت۔ میان ایک ذری سی آگ دینا بھائی ہوت۔ اسوقت حلوانی کا دودھ بتی پی گئی تھی جھلایا تھیا تھا جھراٹ میں سمجھا کہ کوئی فیور بھیکا مانگنے آیا ہے۔ کوک کر اور جھڑک کر بولا کہ اور دکان دیکھو۔ سویرے سویرے کوڑی کی پڑ گئی۔ جاتے ہو کہ دون دھکا۔ رہیں کہیں مہن کہیں۔ کوڑی مانگنے یہاں موجود دینا بھر کے مرنے نانا ہو گھاٹ۔ اب کھڑا ٹھوٹا ہے کیا۔ دونوں کہیں پھوڑنا ٹالوں میں۔

نے بھی کھلکھلا کر شروع کیا۔ مسٹر الدولہ بوسے کہ خداوند اسکا تصور نہیں۔ میں کچھ اور ہی عرض کرتا ہوں۔ وہ فرمائیے۔ حضور ایک بڑے عالم نے لکھا ہے کہ نباتات کھایا کرو گوشت کھانا برا۔ سو حضور کچھ دن آپ بھی اسکا تجربہ کریں بھلا جو لوگ نے جو یہ سنا تو پیٹ میں چوسے چھوٹ گئے کہ کہیں ایسا منور کہ نواب سیدھے سادھے تو میں ہی گوشت و دھشت کا کھانا چھوڑ دین تو پھر ہم منور ہی تاکا کریں یہ شیخ اور شامی کباب اور قورما اور کونفے اور دوپیانہ اور کوکو پلاؤ کھانے ہی میں نہ آئے۔ واہ بے بھانجی خور۔ اچھا آیا۔

۱۔ حضور انکو تو سودا ہو گیا ہی۔ گرمی کے دن آئے اور ان کے سر پر شیخ سدا سوار ہوئے کہنے لگے گوشت نہ کھائیے پھر کھائیں کیا بڑے کا سر۔ آپ تو گھانس کھائے ہیں۔

۲۔ پیر و مرشد یہ ایسی ہی بے ٹھکانے بات بیک دیا کرتے ہیں جسکا سر نہ پیر ایک عالم گوشت چکھتا ہی۔ انکے یہاں مانعت ہی نواب گوشت نہ کھائیں تو پھر کیا بھوسا کھائیں سانی کھائیں میٹھا کھائیں چھپر کا چوس کھائیں۔

۳۔ اجی انکی نصیحت کھلوائے۔ قطرب کی علامت پالی جاتی ہے حضور گوشت کبھی نہ چھوڑے گا۔ یہ بڑی نعمت ہی۔

۴۔ میان کیسی باتن کرتے ہو حضور چھوڑ دین بھی تو کہیں چھوٹ سکتا ہے۔ رئیسوں سے گوشت بغیر ایک فقرہ تو کھایا جائے نہ کہ ترک کرنا۔ اور انکی نہ کیجئے۔ یہ تو دیوانے مشہور ہی ہیں۔ پائین تو بکرے کا بکرہ چکھ جائیں اور ککاز تک نہ لیں۔ مگر نصیحت کرنے میں آندھی ہیں۔ آپکو قسم ہے جو آج سے گوشت کھائیے۔ گوشت کھاؤ تو مردار۔ حرام۔ سور۔ کبوتر۔ میش۔ بلو۔ بس رہ گئے۔

کوئی بات چیت ہی نہیں تو عمر بھر کبھی چوٹا نہیں چوٹکا۔ باب دادا کا حال نہیں معلوم کون تھے۔ کون نہیں تھے۔ واہ میلان تو یہ کہئے آپ کو اپنے باب دادا کا حال ہی نہیں معلوم۔ لایعنی تو بندہ نواز آپ کی عالی خاندانی کی قلمی کھل گئی۔ بس بس اب آپ اس دربار کے لائق نہیں۔ نواب صاحب نے مسکرا کر کہا۔ اسے میان خوبی تکو اپنی زبان سے بھی نہیں یہ تم بک کیا گئے۔ کوئی اپنے باب دادا کو بھی نہیں جانتا واہ پاگل ساٹھ برس کا ہوا آدمیت نہ آئی سٹھیا گیا ہی۔ میان آزاد نے بوجھا کیوں میان صاحب آپ پٹھان ہیں یا شیخ۔ جی میں تو ہندوستانی ہوں۔ این! یہ بھی کیا خوب اسے بھی مسلمان ہو یا کافر صاحب پیدا کمان ہوئے۔ ہندوستان کسبج میں پھر اس سے کیا واسطہ۔ اگر اصل بل کے بچ میں پیدا ہوتے تو کیا لوگوں کے بچ میں گھوٹے کھلاتے۔ اس معاملہ کے بچ میں انصاف تو کیجئے۔ پھر ایک فریشتی تہقیر بڑا۔ اور حاضرین لوٹنے لگے۔

اب سنئے کہ ایک اور مسٹر الدولہ آئے۔ حضور کو مجرا۔ افادہ میر مذاق میں آئے شفق کیسے کوئی تازہ خبر۔ تازہ خبر یہ کہ آج سے اینجانب تارک الہم ہو گئے۔ گوشت اب نہ چھوئیں گے نباتات پر دانت لگائیں گے۔ کیوں کیوں خیر باد۔ یہ کیا بد پرہیزیان ہیں۔ کیا باورچی نے گوشت نہیں دیا۔ غفور۔ حضور۔ مجدد کو بلاؤ۔ مجدد آیا۔ آداب بجالایا۔ کیوں جی تم سے تو ہم نے کدیا ہے کہ سب کو ایک آنکھ سے دیکھا کرو (اتفاق سے میان مجدد و واحد اعین تھے) حضور غلام سب کو اسی ایک آنکھ سے دیکھتا ہی جھوٹ کہتا ہو تو یہ (کانی کو دکھا کر) آنکھ اپنے بائیں ہاتھ کی چھٹکی سے چھوڑ دئیے (بائیں ہاتھ کی چھٹکیا نواب صاحب کی نمار ہتی) اسپر نواب صاحب ہنس پڑے۔ آنکھ ہنستا تھا کہ مٹا جو لوگ

بچے جالون تھے۔ کچھ کہ جو بے غنیمت ہی گریبان سرب نے
اُٹنے کل داستان نہیں بیان کی۔ چہ دار مکان پر گیا اور کہا کہ
نواب صاحب نے آپ کو یاد کیا ہی چلے کسی بڑے عالم سے بحث ہوگی
مولانا۔ السلام علیکم۔ حضور نے آج یاد فرمایا ہو؟ نہ نصیب
نواب۔ وعلیک السلام۔ آپ کو اسوجہ سے تکلیف دی کہ
میرا قرۃ العین بخت جگر نور پور راض ہو کر چلا گیا مگر منطقی آدمی
سر ارضائی سے واقف۔ علم مناظرہ بین طاق۔ پابند روزہ و نماز
آپ بحث کیجئے اور معقول کر کے آئیے۔

مولانا۔ انشاء اللہ۔ والدین کا براحق ہوتا ہے وہ کیسے
نادان آدمی ہیں کہ والد سے خفا ہو گئے مقام استعجاب ہے۔
خوجی۔ مولانا صاحب۔ وہ بیڑے۔ مگر خوش تمیز۔ عارف زائد
عفت کوش۔ متقی۔ متشرع۔ منطقی۔ فلسفی۔ بیات دان
عربی خوان۔

میر صاحب۔ کیا صفت شکن کا نام مولانا صاحب نے نہ سنا ہوگا
وہ تو دم دشام تک مشہور تھے قبلہ حقیقت حال یوں ہی کہ سرکار
کا میر صفت شکن کل کا بکس اڑ گیا۔ اب تجویز یہ ہوئی کہ ایک
سانڈنی سوار جائے اور سمجھا لیا کرے آئے مگر شتر بان پھر شتر بان
ہی۔ لاکھ صحبت یافتہ ہو تو کیا لہذا آپ بلالے گئے کہ سانڈنی پر
سوار ہو جیے اور انکو بلطائف اخیل بلالائے۔

مولانا۔ درست۔ آپ سبک سب نشے میں تو نہیں ہیں۔
ہوش کی باتیں کیجئے۔ خود مسخرے بتے ہونا مجھے مسخرہ بناتے ہو
بیڑ منطقی کیسا لاول ولاقوۃ۔ آپ نے مجھے بھی کوئی نقل محفل سنایا
ہے اور نیچے پڑ گیا اسکو سمجھا اُٹھا کر لاؤ۔ وہ بھی کوئی مولوی
یا آدمی ہے صفت شکن؟ کون روای سر کی تھی استغفر اللہ استغفر اللہ
اچھے گاؤں دیوں کا مجمع ہے ہذہ رخصت ہوتا ہی۔

نواب۔ یکس کوڑھ مگر کولائے تھے۔ خاصہ جاگلو ہے۔
آزاد۔ اچھا حضور بھی کیا یاد کریں گے کہ اس اتنے بڑے دربارین
ایک بھی منطقی نہ نکلا سے اب غلام نے پڑا اٹھایا کہ جادو نکلا اور
لاؤنگا۔ ایک تو سانڈنی دیتیے باد رفتار اور دو دن کی غارت گئیے
اور ایک خطابے دستخط مبارک سے لکھ دیجئے۔ تیسرے دن غلام
مع صفت شکن خان بہادر کے دیوڑھی پر موجود ہوتو موچھین
منڈوا ڈالیے۔

نواب۔ اچھا آپ جائے اور لیس ہو کر آئیے میں یہاں بندہ
کیے دیتا ہوں۔ مگر ابھی آئیے۔ دیر نہ ہونے پائے۔ اتنا خیال ہے
میان آزاد دگر گئے تو اور مصاحبوں میں کچڑی پکنے لگی۔ یاد رہے
تو بازی جیت لے گیا۔ بالاسی کے ہاتھ رہا۔ اور جو کہیں صفت شکن
کو لے آیا تو پھر ہم سب پر شیر ہو جائے گا۔ پھر آزادی آزاد چوہرہ
نظر آئیں گے ہم کو آپ کو کوئی نہ پوچھے گا۔ اسکی فکر ضرور کیجئے۔
خوجی۔ حضور جان بخشی ہو تو عرض کر دیں۔

نواب۔ کہئے نہ یہ جان بخشی کا کون موقع ہے۔ کوئی عمدہ صلح
بتائیے۔ کوئی معقول تدبیر نکالے۔

خوجی۔ حضور بیان آزاد بھی دو دن سے اس دربارین آئے ہیں
انکا اعتبار کیا۔ خدا جانے اُچکے ہیں۔ اٹھائی گئے ہیں۔ چور ہیں۔
گرہ کش ہیں۔ کوئی کیا جانے۔ اور جو سانڈنی ہی لے کر
رفو چکر ہوں تو پھر کوئی کہاں اٹکا پتہ لگاتا پھرے۔ انسان سے
کہئے گا کہ ایک خانہ برباد خانہ بدوش آدمی کا ٹھکانا کیا۔ اور وہ
کچھ بید جاہی کہ پھر واپس آئے گا۔

مصاحب۔ ہاں خداوند کہتے تو سچ ہیں۔
رفیق۔ پیر و مرشد سڑی ہو تو کیا ہوا اگر کتابتہ کی ہے۔
میر صاحب۔ بیٹو جی صورت ہی سے ایسے معلوم ہوتے تھے مگر

اُس نے دن کے وقت دانہ تک نہ چھو اٹھو رکھے تھے بوند ہو گیا
مگر میں تارو گیا کہ پابند صومہ و صلوٰۃ ہی۔

خوجی۔ جل جلالہ۔ جل جلالہ۔ کیا شان کبریا ہی۔ خداوند اب
میں حضور سے کتا ہوں کہ دس پانچ دفعہ میں نے انیم بھی پا دی
واقفہ بلفہم باقد جود را بھی نشہ ہوا ہو۔ ہاں انگھریوں میں لال
لال دور سے تو پڑ گئے تھے۔

میر صاحب۔ پیرو مرشد تعین جائے پچھلے پرست سحر کا ذبک
حق حق کی آواز کا بستا آیا کرتی تھی غفور تم کو بھی تو ہم نے کئی بار
جگا کر سنایا تھا کہ صفت شکن یا خدا میں مصروف ہیں۔

غفور۔ ہاں میان پچھلے سے حق حق کیا کرتے تھے اور اکثر
دیکھا تھا کہ سجدہ کر رہے ہیں۔

خوجی۔ جل جلالہ۔ جل جلالہ۔ واہ میان صفت شکن علی شاہ۔
نواب۔ بھی ہم نے اُسے پچا نا ہی نہیں۔

افسوس کہ عمر نت دہ شیار می سیما | دردا کہ خیال خورشیدین داری میست
اٹ آت بھی کوئی ہلکا جھلنا۔

مصباح حسین۔ (غل بجا کر) ہلکا لاؤ۔ جلدی۔ سامنے کھڑے ہو کر

نواب۔ | پیتر جو میں جانتی کہ بیت کیے ڈکھو ہوئے
انگروہند مھورا پستی کہ بیت کرے ناکوئے

خوجی۔ (پتیک سے چونک کر) ہاں ذری اوپنے سر دین میں۔ واہ
اُستاد چھڑے جا۔ سوقت تو میان شوری کی روح پھر تک گئی ہوگی۔

نواب۔ چپٹا عقول۔ کوئی ہو۔ انکو میان سے ٹھلاؤ۔ یہ کیسوی
صحبت کے قابل نہیں۔ جھکو بھی کوئی گویا مقرر کیا ہی۔ میان تو جی

جلتا ہے اور اندر ہی اندر جھک رہا ہوں اُنکے نزدیک قولی ہو رہی
ہی کہنے لگے اوپنے سر دین میں میان شوری یاد آتے ہیں تم ایسے

صفت خور دین کو کسی کے درد کو سے کیا سروکار۔ تم کو تو چکو تھوڑے سے

مطلب ہوا اور میں۔ خیر فی ہر کیریک۔ منظر ہوا اور چلتے۔ ہو گئے
کھائے دل بھلائے پیرے پچھے گھر کو آئے۔

خوجی۔ خداوند غلام تو اسدم اپنے آپ میں نہیں۔ اسے
صفت شکن کی کاہک خالی ہوا اور میں اپنے ہوش و حواس سے

جو کس رہوں۔ میرا عشوق نظر سے غائب ہو تو طبیعت کیونکر حاضر ہو
حضور نے اسوقت مجھ پر کیا۔ افسوس اسے افسوس۔ اے

یار و صفت شکن کو کہیں سے تو دھونڈو لاؤ کوئی تو بتا گاؤ چور
گیدی سے خدا سمجھے۔

نواب۔ شاباش۔ خوجی شاباش۔ سوقت طبیعت بہت ہی
خوش ہو گئی۔ بیشک تم تک حلال تھا اُسے باپ دادا تک لال

ارے بھی ساندٹی سوار دوڑائے گئے یا نہیں۔
مصباح۔ شجاعت علی سے کہو ابھی ساندٹی تیار ہو۔ اور

بھکوسی چکر لگائے۔ جہاں صفت شکن ملین اُنکو سمجھا کجا کرے ہی آئے۔
شجاعت۔ جاتا تو ہوں مگر وہ تو منطق پرستے ہیں میری کیا سنج گے

کوئی مولوی بھی تو ساتھ بھیجیے اُسے نیچے گا کون۔ غلام تو کچھ اونٹ ہی
چلا نا خوب جانتا ہی۔ اُسے دلیل کون کرے بھلا۔

خوجی۔ خداوند قربان جاؤں۔ انیم چاندو مک چرس کی بحث
ہو تو بندہ درگاہ کو بھڑا دیجیے مگر وہاں تو حقانی باطن ہو گئی اسمیں

ایجنائب کو داعی ہی داعی دخل ہے پھر دخل در عقولات دیگر
اُنو ہنوں مفت میں۔

میان آزاد۔ پیرو مرشد۔ بانک بوٹ لکڑی پٹے کا چرچا ہوتا تو
بندہ بھی تلوار سوت کر عین موقع واردات پر جا ڈستا اور چکے

پر چرکا نشتر پر نشتر لگاتا۔ مگر منطق کی بحث کچھ خارج کی کا گھر تو ہی نہیں
کسی خدا در کی مولانا کو بلوایے۔

صاحبوں نے ایک مولانا صاحب کو تجویز مولانا بیچارے

کہ میری اتنی کی کچھ نہ پوچھو۔ یہ بے پرین گومات کرتی ہو وہاں سے ایک طرارہ بھرا تو پھر منزل میں ٹھٹ سے آن موجود۔ اُہو ہو ہو کیا مقام میو سواد ہی۔ اتنی یہ زمین ہی یا بہشت شدادی۔ یہ رنگین و دانے ہن یا باب گلستان۔ یا ابواب الجنان۔ اہا ہا آج معجزات ہی مشتری کی کرات ہی۔ روزادینہ پر اسکو تقدیم با زمان ہی سعد اکبر مشہور جہان ہی۔ یلاے شب کا کل پریشان۔ نو عوسان چمن ست وغر لخوان۔ اُدھر چشمہ سار کی روانی۔ اُدھر بحر طرب کی طغیانی۔ تاشانی جوق جوق ڈٹ رہے تھے۔ ٹکٹ ٹکٹاٹ بت رہے تھے۔ اتنے میں گھنٹی بجی۔ اور محفل وطن کی طرح سچی سانے پردہ نگار اور گھر گسار اور دامن کوہ میں سبزہ زار اُدھر اُدھر اشجار پر ہار عقل و نگ ہی کہ اتنی یہ پردہ ہی یا کھارخانہ ارزنگ ہی۔ وہ گل بوٹے کہ ادھی ۱۵ وہ نقش و نگار کہ سبحان اللہ۔ تاشانی پرانے رسیا تار گئے کہ کوئی معشوق ہی اس پردہ زنگاری میں ہاتھ میں پردہ اٹھا۔ تو آنکھ جھپک گئی۔ وہ چکا چوند کا عالم کہ نظر کا پاؤں پھسلا جاتا تھا۔ راجہ اندر تخت جواہر نگار پر بڑی شان اور بان سے شکن میں تخت فیروزہ بنت کو دیکھ کر حیرت مٹی کہ بالعمیب یہ جواہر عین کی دکان ہی۔ یا تخت روان ہوتا ج کل کے گوہر شاہوار انسان جہین خوبان بھائی۔ اور عکس پوا قیت ابدار نور مر در بانی۔ بزائی اور خود نمائی چہرے عیان۔ شان کشور کشائی بشرے سے نمایان۔ ۱۵

بالائے سرش ز ہوشمندی	می تافت ستارہ بندی
پھر تو ہر در و دیوار سے چھین چھین چھم چھم کی آواز آنے لگی۔ اور محفل ہر کھلکھلانے لگی۔ ایک ولی غلام نظیر نے مجب سے دہیز سے جک جک کر گانا شروع کیا اور دالہ دالہ نے گت کا بانا شروع کیا ۱۵	
سچا میں دوست تو اندر کی آمد ہی	پہلی جہان کے اندر کی آمد ہی

ٹون۔ اون۔ این! یہ کیا ۹ جی کا سے دیو کی آمد ہی۔ اشار اللہ۔ انکھی قطع اور زالی وضع کے علاوہ خوش گلر بھی کتنے برے ہن۔ اس گلے پر ٹڈیاں اور چوہے نثار۔ یہ ٹڈیوں اور چوہوں کی خصوصیت کی تھی۔ کتنے کیوں نہ دھرتے کر دیے۔ وہ واہ ٹڈیاں اور چوہے تو کھیت کے کھیت ستیا ناس کر جاتے ہن اور کتنے رات بھر جو کی پرہ دیا کرتے ہن۔ انھوں نے اتے ہی وہ دانہ چائی کہ ساری محفل لوٹ گئی۔ ماشار اللہ خوش بقا ہی نہیں خوش ادھی ہن اللہم زد فرد۔ راجہ اندر نے حکم دیا کہ میری پرین کو بلاؤ اور کو اپنا چا جو ہر دکھاؤ۔ پردہ بڑ گیا۔ اب تاشانی زنگس کی طرح دیدہ حیران ہن کہ کہیں پردہ اٹھے۔ زبان حال سے پکار رہے ہن کہ۔ ۱۵

کیسا عجیب کسکی حیا اور کہان کی شرم	پرے سے ہاتھ ہاتھ سے پردہ اٹھائیے
اتنے میں	بل مارنے کی ہوتی جو دیری
	سبحان اللہ شان تیری

یہ پردہ ہلا۔ وہ اٹھا۔ جل جلالہ۔ علم نواز۔ اُہو ہو ہو۔ کیا پیاری پائی صورت نظر آئی ہی۔ کیا شان کبرائی ہی۔ چھم چھم چھم چھم۔ وہ برق دم وہ غم و غم کہ زبا و صد سادھی آیہ متبارک اللہ احسن الخالقین پڑھیں کیون نہیں قدرت حق کا نمونہ ہی یا بابتن یہ تعجب تھا کہ یہ باد باری ہی۔ یا پھر جہاں کی سواری ہی۔ یہ انسان ہی یا جی جی کی پری آواز اور بھٹان دلبری۔ ۱۵

اس طراتے سے تھی وہ مہ پارہ	کہ پھسلتا تھا پاسے نظارہ
بٹے تابان جہاں گلشن نور	صبح رخسار روکش رخسار
محفل راجہ میں پھر جہاں پری آتی ہی	سائے مشوق کی سرتاج پری آتی ہی

بات کہی ٹھکانے کی۔ اسی دن ایسے آزاد کا ٹھکانا کیا۔ ساندنی کے کورے کرے اور اپنی راہ لے۔

مسیتا بنگ۔ ہم تو حضور کو صلاح نہ دینگے کہ میان آزاد کو ساندنی دیجئے اور راہ خدا پر چھوڑے جو حکم سے خالی نہیں۔

نواب۔ چلوں بہت نہ کہو۔ تم اٹھائی گئے مفت خریدے ہو نہ سب کو اپنا ہی سیانہ تھے ہو۔ آزاد کی جتنوں کسے دیتی ہو کہ وہ وزارت کے قابل ہو۔ تم میں سے کوئی اسکی جوتی کی پھٹ پھٹ کو نہیں پوچھتا اور فرض کر دے ساندنی جاتی ہی رہے تو کیا میں بھی کوئی ٹکڑا گدا ہوں کہ ساندنی کے کھونے سے مجھے بھیک مانگنے کی فوجت آئیگی اور ہزار بات کی ایک بات تو یہ ہو کہ صفت شکن پر سے لاکھون صدقے میں ساندنی کس میں ہے۔

پریون کا دنگل (مبئی کے پارسیوں کا تماشہ)

ہم سے سیلابی جوان۔ رنگیلے پہلوان۔ ظریفون کی جان زندہ دلون کی روح روان میان آزاد نے ساندنی پر کاٹھی کسی اور بھوے بھالے دیوانے نواب سے رخصت ہوئے پیر دم رخصت خدا حافظ و ناصرے میان آزاد۔

بہ سفر رفتنت مبارکباد

خوجی۔ فی امان اللہ۔ میان آزاد جسطرح پڑا اٹھا کر جاتے ہیں خدا اگر اسی طرح سُرخ رو آئیں۔

میر صاحب۔ ذری ساندنی سے چوکس رہے گا ہاں ایسا نہ کہ ۴۔ چور جاتے رہے کہ اندھیاری کا ایسا نقشہ ہو۔

آزاد۔ خداوند رخصت۔ مجرا عرض ہو۔ غلام کے حق میں دعا فیرو دیجئے۔

نواب۔ خدا حافظ و ناصرے اور میر اتور دنگشا رونگشا دعا دے رہا ہے۔ بے بسم اللہ کیجئے۔

میان آزاد نے پشت پھیری تھی کہ لٹھ میں بت سے چھبک پڑی۔ بات ترسکی ناک کاٹون تھے پڑو کا بخت نے لومیان ذری جو تابدلی ڈالو اور یہ گلوہری کھا لو۔ میان آزاد پھر سب سے رخصت ہوئے۔ فی امان اللہ۔ خدا حافظ اللہ کہ سوچا۔ مگر ساندنی اک خیر نہیں نظر آتی۔ بی مبارک قدم بڑی اور پامال سیلون نے چھٹ پٹ بلائیں میں اور دعائیں دین۔

الغرض میان آزاد ساندنی پر سوار ہو کر ہوا ہوسے۔ یہ جادہ جادہ تھوڑی ہی دیر میں نظر سے اچھل۔ بالکا صندی عمامہ بر سر اور جامہ پہلوانی دربر شتر بے ہمارہ بران۔ صرصر تک دسک عثمان گھوگر چھن چھن بولتے جاتے ہیں۔ کاٹھی پر قمری زمین پوش اور کارگری کوٹ سے اونٹنی کا جوہن دو بالا ہو گیا چلتے چلتے ایک پھانک پر بڑا لبا جوڑا اشتارہ دیکھ کر ٹھٹک رہے پڑھا تو باچھین کھل گئیں۔

بڑے بڑے کھیل اور بڑے بڑے تماشے

راؤ کھلاڑی آؤ (پریون کے پون دیکھ جاؤ۔ مبئی کے پارسی لکھنؤ چھتر منزل میں اندر بھاگا وہ تماشہ کھاتے ہیں کہ اس فن کے مہر تک وجد میں آتے ہیں۔ وہ پیاری پیاری صورتیں مٹی کی صورتیں دکھائیں کہ ناظرین دنگ ہو جائیں۔ درجہ بندی تو موزر ہے۔ پھر جیسا گڑ ڈالو گے ویسا مرفہ پاؤ گے۔ مگر دیکھیں گے سب براے خدا آؤ آؤ اور ضرور کوور نہ پھتاؤ گے۔

آزاد تو سیر سپاٹے پر اوجھار کھلے ہی ہوئے تھے جھٹ ساندنی کو لکھنؤ کے رخسبک پور کیا جہاں تماشہ ہونے کو تھا۔ ساندنی بالکل باورفتار ہوٹکا ردغا پسند و سر بلند۔ گردن اٹھائے دم دبائے بسلانی اور شتر غمرے دکھائی شہ کام جانے لگی۔ اور دن کھٹکے کچے پل پر کچی دو گھڑی میں داخل۔ میان آزاد کا دماغ فلک فلک

جان بختیں - مگر سہری سائے مشوون کی مرتاج تھی۔

پارسیوں کا عجیب و غریب متا شا

میان آزاد پھر آپ جانے ترنگی آدمی - پرے سرے کے سیال
بلا کے رنگیلے غصے کے جھیل جھیلے مٹی کے پارسیوں کا متا شا
دیکھا تو نوٹ ہو گئے پیاری پیاری ادائیں آنکھوں میں کھپ گئیں
دوسرے دن ساندلی کوالی کے پیر میں باندھ گھڑی بقیہ
بھیٹا رن کو سوپ بھاٹے کی گچی پر سوار ہو کر چھپر نزل ہوئے بھٹ
گٹ سے جھپٹ درجہ اول میں داخل بگھیان کھر کھڑائی ہوئی چلی
آتی ہیں فٹن آئی اور شہزادے آتے - نواب زادے آئے - یورپین
جنٹلمین اور عمائد رؤسا اور عوام جوق جوق آدھے چلے آتے ہیں
ادھر ٹھن سے نو بے اُدھر دن سے تماشے شروع ہوئے۔

پہلے جھیل بٹا اور موہنارانی کا دلچسپ قصہ شروع ہوا۔
موہنا وہ پری تھم کاسنی کہ شیخ و شاب تک کا بے اختیار پیار
کرنے کو بی چاہے - چاہ زرخندان وہ جو کنوین جھکائے وہ چپلاہٹ
وہ اچپلاہٹ - وہ سجاوٹ - وہ لگاوٹ - وہ بناوٹ کہ ایک ایک
ادا پر انسان عیش عش کرے - یوسف مصری بھی دیکھے تو غش کرے
خمار اگھڑیاں ریلے نینان - نیکی - گلزار حاضر جواب
طرار شوخ و شنگ گلزنگ - رشک پری رخان فرنگ - فردستی
میں خیال ناموس نہ پاس تنگ - ملاوس رنگیں خطہ خالی کی سی
مستانہ چال - خرام ناز سے دل عشاق بال - ۵

بلورین دستہ فوارہ نور	چہ گردن نشہ او سمع کا نور
کہ خون عالمی بر گردن دوست	نباید گردش راداشتن دوست
سرش فرسودا زبس سجدہ گردن	مراحمی تا نظر گردش گردن
برنگ موج سے درآ بگینہ	عزودہ موج رنگ پان رسیدہ
آرؤ شد طوطی طبع سخن گو	خوشا آمدن بے رنگ ناز گو

انفرنس سہری کا شہزادہ گلفام کو خواہاں ناز میں کھنا دھنا
تھوڑے شہزادے آٹھین سیکنا - آگوشی کا بدلتا - اور
فردستی سے چلنا - کالے دیو کو سکی تلاش میں بھیجا - اور شہزاد
کا مع پانگ آنا اور سہری کا شانہ بکڑ کر بلانا اور خواہجہ جگانا
شہزادے کا بیدار ہو کر نظر حیرت سے چوڑ نہ دیکھنا - سہری کا امر
شہزادے کا انکار - پھر سہری کے ساتھ اندر کے اکھاٹے میں جانا
اور لطف آٹا نا اس خوبی و خوشی سلوبی سے ادا کیا کہ ہر سمت شہزاد
تسین بلند تھا - ہر تاشائی خرم و فرسند تھا - سہری نے راہ اندر
کی بھامین پرچ کی دھن میں (موری انگیان پھر کن لائیں ہے)
اس عمری کو گایا - اور راہ کو بچایا - اتنے میں لال دیو چل خورنے
چغلی کھائی - اور گلفام کی شامت آئی اور سز پائی - سہری
با دیدہ طریق و سینہ مجروح جو گن بن کے (شہزادے کو ڈھونڈ چلیاں)

ہاتھ میں سمن دباے منہ پر بھوت رباے سر پرانڈ و اجاہے
گردن میں سیلیان پڑی ہوئی درو دیوار سے آٹھین رڈی ہوئی
حت چٹکا کر بھیس بنا کر شہزادے کو ڈھونڈھن چلیاں (اُن ری
لگاوٹ اور راہ ری بناوٹ نقل کو اصل کر دکھایا محفل بھر کو
زار زار دلایا - اس جو گن بن پر اور ہی عالم تھا شہزادہ راہ اندر
کو خبر ہوئی کہ ایک جو گن بن بن متوے کی طرح گھوم رہی ہو انھوں
نے طلب کیا اور محظوظ ہو کر پان دیا - گلفام اور سہری کا
وصل ہوا یہ سما قابل دید بلکہ دیدہ شنیدہ ہو اور جوت سب پریا
ملکر مبارکباد گائیں اُتوت تو ہی معلوم ہوتا تھا کہ راک
اور رنگی ہاتھ بانہ سے سامنے کھڑی ہو - پیروں کی چکائے رپاؤکی
تھپک اور پانہ کی چھک اور نیلی ہری لال پوشاک کی جھلک اور
چھلک کی رنگ و نرم جھانی تھی ہر صفت سے بدلے احسنت آئی تھی
انفرنس جھیل بل ناچے گانے تھک کر تانے میں سب پرانے

<p>چمچ چمچ چمچ چمچ - ہاں گت چلی جائے گت - پھر پردہ پڑ گیا - دیکھیں اب کی کس کا جھکڑا نظر آتا ہے کس برق دس شعلہ رو کا حسن گلوں سورخ من دل کو جلاتا ہے - کھٹ سے حجاب مرتفع ہوا - جھاچم کرتی ہوئی نیلم پری آئی - ہنس مٹو کا صدف سے جس نے یہ نورانی صورت بنائی - ۛ</p>	<p>ابو بہم آمد سورہ نور یا پیش طاق منظر سورہ - زلف سیاہ کنوڑ کا نون میں درخوش آب - جیسے اندھیری رات میں کوکبہ شب تاب وہ جزاؤ پارہا پارہا لاکھ نظر فریب - ۛ</p>
<p>سبحا میں آمد نیلم پری ہے سرا سر وہ نرگس بھری ہے</p>	<p>خشکین برق خرمین دل جان غیرت چشمہ حیات دہن</p>
<p>نہ دیکھا ہو گا ناچ ایسا کسی نے بلا ہی سحر ہے جادو گری ہے</p>	<p>چوئی رہن شارع توان روزی کوزہ نبات دہن</p>
<p>پھر پردہ پڑا اور دم میں غائب - یا منظر سوجا آب - لال پری چمکتی ہے اور سرخ سرخ پوشاک دکتی ہے -</p>	<p>سرد جب قدادہ قامت ہو نشہ باد کہ شباب میں چور</p>
<p>سبحا میں لال پری کی سواری آتی ہے جانے رنگ اب اندر کی پیاری آتی ہے</p>	<p>شور خلیاں برق خرمین ہوش عکس نور عذار جلوہ فردش</p>
<p>پردہ پردہ پڑ گیا - ابکی تو کچھ ٹھانڈی نہ لے میں - پردہ بھی فراموشی سے جھوم رہا ہو - او ماندر کے اکھاٹے کو بار بار چوم رہا ہو اتنی یہ کس مست مہربا سے نازت طنازی کی آمد ہو - کہ شاخیں جھومتی ہیں نام بلبل کو ستانہ + خدای خیر کرے - ابکی تو مگر سامنا ہو - ابھی سے دل دھک دھک کرنے لگا - ہر پردہ رنگارنگ میں کوئی رنگ نرین مگر شکر فردی</p>	<p>پھر دیکھے پھر نظر پڑی تو بے اختیار محض کی محض زبان حال سے کہنے لگی کہ - ۛ</p>
<p>بہر دم دل نوازیہ آمدی آید کہ در گوشہ صد لے آمد آمدی بردار دل طیرینا</p>	<p>خوش دیکھ شیری خم ابرو ہوتا کردی چہرہ تاج مہر تیغ تقارار</p>
<p>وہ پردہ اٹھا اور نور کا بکا نظر آیا جیسے دامن دیکے یا بجلی چمکے - ابھی یہ نور کی سواری ہی یا خاتون حسن کا ہنسا ہوا ہے - نہیں نہیں میان نہ پہنچ پری کا آرن کاٹا ہو جل جلاجل جل جلاجل اتنی یہ طوطی زردین بردہاں ہے - یا عاؤس رنگین فطرت حال ہو یا بت جادو جلاں ہو قیامت کی چھپ تھر کی چال ڈھال ہو - انکھریاں لگاؤں باز مست فنی ہو</p>	<p>تو بدین جل جلاجل غنی ہو طور گرامی ارلی بگردان کس گفتن تللی</p>
<p>گور گور اکھڑا جانکا مکر غالی ہو - قوس ابرو نازک خرام - گھام وہ ہنس رہی بخاک کہ نیم دردی چرخ شام غلام نازک نیم ہنس رہا</p>	<p>زرق سبز پوش مہر زیناک غنی کوکبی دریاں خرمیناں سبائی</p>

یا علی مددے، مرتضیٰ علی مددے۔ ایک دفعہ ہی تنکے چنے لگا
اور رگ بیان کو چرتے چاک کر ڈالا۔

ضعیفہ۔ لوگو دوڑھ سر پیٹ کر (اے لوگو دوڑھو اچھائی نیکی
ہی میری شہر برس کی کمانی لٹی جاتی ہے۔ میرے لال مجھے چوڑ
کہان جا بیگا۔ اے تو تو پرتو دن کا ریس ہی ہی بن میں مجھے
کون کھلایگا یہ غنڈہ غنڈہ بانی کون بلائے گا۔ یہ جلتی بلی نفل
یہ گرما گرم لون۔ یہ چھللاتی دھوپ کہ ہرن کالا ہو جائے۔ محمد نصیب
جلی کو موت بھی بھول گئی اے نادان وہ راجا تو پرچا۔ کجا راجہ بھوج
کجا گنگا تیلی۔ آدمی آدمی انتر کوئی ہیرا کوئی گنگہ۔ وہ بت موش
تو رند سبکدوش۔ وہ شوخ حیار۔ تو ناکردہ کار۔ وہ ہلاے جان
تو نادان وہ اپنے حسن و جمال پر مغرور۔ تو شراب عاشقی کے نشے
میں چور۔ وہ راجہ کی رانی مہارانی۔ تو زمین گیر کوے پریشانی
وہ نازک اندام و گلفام۔ تو نامراد و ناکام۔ وہ گلزار جانا نہ
تو نام پر دیوانہ۔ پترا اُسکا سامنا۔ مٹھی میں ہوا کا تھا مناسکی
چاہ نے اچھے اچھے شہزادوں کو کوئین چھینکائے۔ تو او اُسکو
پائے۔ نادان نہ بن اُسکا نہ نام لے۔ بات مان عقل سے کام
اُسکا مکان پرستان۔ تیرا جھوٹا کلبہ اُخران۔ تیرے سے
سیکڑہ دن سودائی اُسکے در پر ٹھوکر بن کھاتے ہیں۔ گراؤس کی
گلبدن سہیلیوں کی چھانڈہ بینن باتے ہیں۔ بیٹا اس خیال غام
در گذرو اور میری ضعیفی پر نظر ڈالو ایسی سنائی پھر نہ سنا تا تھا
ابا کو خدا بخشے مرنے دقت مجھے تھا اے سپرد کوئے۔ اب مجھے
اس بڑھوتی دقت کہان چھوڑ جائے گا۔

بچھیل بٹاؤ۔ امان۔ انھیں کی روج پاک کی قسم۔ اب بن جا
زیست محال اور زندگی وبال ہے۔ اری مہنا پیاری میں مدد
ایک جھلک تو دکھائے۔

ضعیفہ جب سمجھاتے سمجھاتے ہار گئی تو تھک کر پڑوس کی بیٹھی
جوان حسین عورت کو پک کر بلا لائی۔ وہ برق دھن بجلی کی
طرح چمکتی آئی اور پیر اٹھا لیا کہ میں سمجھا بھجا کر پٹی پڑھا کر
جانے دوں گی نہ جانے دوں گی۔

حسین۔ چھیل چھیل۔ ہائیں! او واہ میان یہ آج آپکا حال کیا ہے
وہ رنگ نہ وہ رخن۔ نہ وہ جون۔ وہ شباب نہ وہ آب و تاب چہرے
پر ہوا بیان اُڑی ہوئی۔ بال کھرے گر بیان چاکٹ من کا پتہ
نہیں انکھریان لال انگار واہ اچھا سوانگ ہے۔ اب رنگ
لالی گھری۔ ہم نے سنا آپ مہنارانی پر عاشق مجھے ہیں سچ ہی
حبیبی روح دیسے فرشتے۔ جو عشق ہی چرا یا ہے تو پیارے
ہم کیا برسے ہیں۔

چھیل بٹاؤ۔ پیارا تھا راکوئی اور ہو گا میں تو پیاری مہنا
کا پیارا ہون ہاے اسوقت پری خانہ میں سہیلیوں کے ساتھ
اتھکیلیان کر رہی ہوں گی۔

حسین۔ (بھڑک کر) بس جلیے دیکھ لیا ہم پر رئیس زادوں
بادشاہ و زبردن کی نظروں پرتی ہیں۔ تم اپنی مہنہ کے پیر میں
کیا میں خچل ناچھیل چھیلی کا سنی نہیں ہوں۔ مہنا کہان کی سی
پدنی ہے۔ جو بے جانے بے دیکھے بجائے اُسپر ریجھو گئے۔ اتنی در
جانا کیا دل لگی ہو اس سے پڑوس ہی میں کوئی شعلہ و عنبر مویا
تو دور کیوں جاؤ۔ کہا نا۔ ہاے ساتھ بیاہ کر لو مہنا کو اپنی
ایڑی چوٹی پر سے قربان کر دوں۔ میری رگ رگ میں شوخی کوٹ
کوٹ کر بھری ہے۔

چھیل نے تہر کی نگاہ سے اپنی زبان دلا زار بیاک ہستی کو
دیکھا اور ایک نعرہ مار کر وہاں سے چل کھڑا ہوا۔ بن بن جھل جھل
کوہ دہا ہون میں گھومتا ہوا مہنارانی کے راج میں پونچا۔ ایک گوار

صنعت بالغہ کے صدقے کہ ایسی ایسی رانیاں بنائیں اور پارسیوں
کے ہاتھ حرم کے جنھوں نے یہ تعلیم دکھائی کہ اور چشم فسون پر دانا
کو قتل عام کی گھاتیں سکھائیں۔ انھیں آخر کار جادو کا اثر جاتا
رہا اور طلسم ٹوٹا تو راجہ جے سنگھ اور موہنارانی اور چھپیل ٹیاوار
سب سیلیان بل بل کر غوب گائیں مگر واہ ری موہنا کہ ایک ہی
ہی رہی۔

پارسیوں کا نا در تماشا

میان آزاد کو پارسیوں نے ایسا بھایا اور تاشا ایسا
بھایا کہ دوسرے دن ادھر گھر والی نے ٹخن ٹخن آٹھ کا گوجر بھایا اور
میرا شیر تراشا دیکھنے آیا۔ پارسیوں نے تاشے کے آخر میں ایک
نعل ایسی دکھائی کہ محفل بھر بے اختیار کھلکھلائی۔ پہلے ایک سٹیوی
دھتیا لٹکا لئے گال پھلائے۔ لال لال گیا مستک گاہ پر جہائے
تشریف لائے ماشاء اللہ کیا قلع مبارک ہو۔ ترخ ترخ نور برس ہا
ہو آدمی ہو یا کشت زعفران جسے دیکھا لوٹنے لگا۔ تو نہ کوئی چانس
ٹن کی کھوپڑی تسو من کی۔ بوکھلا ہٹ بشر سے نمایاں۔ کالیان پن
چہرے سے عیان صورت سے تو بھپیا کے ناؤ ہی معلوم ہوتے تھے
لیکن بٹسے ہی گھاگ ایک ہی نیا یہ بڑے بڑے چالاک آدمیوں
کو کھڑے کھڑے غاس مین بیج لین۔ اور اچھے اچھون کو خکیوں
مین بنیا دیدین۔ اس کے بعد انکی چاہتی ہوئی عجب ناز و دنیا
اور انداز معشوقانہ سے چان چان آئیں۔ کمر پر رگ گل کا
دھوکا ہوتا تھا۔ جو دیکھتا تھا عقل سے باغ دو ہوتا تھا بیر ہوئی
کی ایسی لال بھبھو کا ساری سرخا سرخ اور اس کے نیچے ستیون اور
ہری ہری کرتی؟ ستین بھنیسی ہو مین سیٹھانی جی فنی ہو مین
شوخی رگ رگ مین کوٹ کوٹ کر بھری ہے حیرت بھی کہ یہ

جھیل بھاؤ سے تو کہہ دیا تھا کہ کل غلّان مقام پر پختا دوڑوں کی
آنکھیں جو مین چار تو دل میں آیا پیار۔ یہ تیر نگاہ غلط انداز کا
گھائل اسکی طبیعت اسپر نائل۔ اتنے میں ایک سہیلی سے
چمک کر کہا اے یہ مردو ایسا کون ہے۔

موتنا۔ (تکسکر) ایمین ایمین اکوئی ہوگا۔ تم کو کیا
 تم کوئی خدائی فوجدار ہو۔ وہ بیچارہ تو گردن جھکائے دیواستھا
 میں بیٹھا ہے تم کیون گھبرائی جاتی ہو۔

اس کے بعد موہنا رانی گردن نیوٹرائے بیش بہا ساری
بھر دکائے ہاتھوں میں مندی لگائے۔ بیان جائے گی سو کی ٹٹ نکالے
بوٹی بلی ٹھکرائی۔ اینڈ ٹی۔ اعلیٰ کنوین کے ارد گرد پھرے
دینے لگی۔ سہیلیاں پرستان کی پر یان بنی ہوئیں ساتھ ساتھ
گھومتی بھتین کوئی نو عمر اچلا ہٹ کے سبب سے پیش قدمی
کرتی تھی۔ کوئی شوخ و شنگ فرط مستی سے مجھوم رہی تھی اکوئی
چلبے پن کے ماسے مجھو لیون کو چم رہی تھی۔ مگر باری موہنا
نظر غلط انداز سے اپنے معشوق طناز چھیل بٹاؤ کو دیکھتی تھی
اور اُسی کے رخ آتشین سے آنکھیں سنیکتی تھی اسکا آنکھوں سے
دیکھنا قہر ڈھاتا تھا حشر توڑتا تھا۔ ادھر سہیلیوں کی آنکھوں
ادھر اُسے چٹ چٹ بلائیں لے لیں جنوں نے سلسلہ جنائی کی
اور اُسے ہاتھ پھر دیا۔

محفل بھر کی مٹی سان کی طرف نظر تھی۔ اور غلطہ جزاک خدا
ہر سمت سے بلند تھا کہ واہ رے پارسیو۔ وہ تماشا دکھایا کہ
روح فرخناک ہو گئی خصوصاً موہنا رانی کی پیاری پیاری صورت
خاماری انکھریاں میا خہ پن۔ بلا کا پھین چین چین کی افشان
اور بھی تیامت پیا کرتی تھی۔ چال تو ایسی مستانہ دیکھی نہ
سُنی۔ اس ناز واداسے قدم دھرتی تھی کہ اہو ہو ہو۔ اگی

سے یار نہ پیدا کیا۔

چھیل۔ کا ہے ہوتا بھلا مہنالی بھین گھر کے باہر نکلتا ہین
یا گھری مان رہت ہین۔ سنت ہین بھل سندر ہین۔ ناگھن
گنوار۔ کو۔ موہنارانی۔ اسے۔ وہ آکھن کا اس شکاوت
ہین جس کنہیا کا کیا رہیو۔ بجائی ہن شکت چکت ہے جیسے گویا
اب نیٹے کر دی سارو جس نے یہ کانٹے بوٹے تھے آن موجود ہن
اور جادو کے زور سے وہ کرب کیا کہ ہو ہو چھیل ایک دن چھیل
بنے بھے جوش عشق اور خار و ہباے خون سے نگری بھرمین گھوم
رہے تھے۔ گو اپنے وقت کے میلن آزاد ہو گئے اور موہنارانی
نے شب کو خواب میں چھیل بٹاؤ کی صورت دیکھی اور خواب ہی میں
ہزار جان سے عاشق زار ہو گئیں نیند اُچٹ گئی اُسی وقت
سہیلیوں کو جگا یا ذری میرے کلچے پر تو ہاتھ رکھنا۔ دھک دھک
کر رہا ہے۔ آج سپنا دیکھا کہ ایک جوان رسیلا چھیل چھیل را نگیل
ایک کنوئین کی جگت پر کھڑا ہے جیسے ہی چار آنکھیں ہوئیں جبا
چاہا بلائیں لون۔ ہا سے دیکھتے ہی کنوئین میں دم سے گر پڑا
اور دھماکے کی ایسی آواز ہوئی کہ آنکھ کھل گئی۔ ہا سے اب اسے
کمان سے لاؤن۔ کیونکر پاؤن میں تو جیتے جی مرئی۔ ز جوان
سہیلیاں تو باہم آنکھوں سے اشارے کوئے لگین کرانی کا کسی پر
آنش پر دل آگیا۔ مگر ایک بڑھی سہیلی نے بڑھ کر کہا کہ رانی
میں بتاؤن۔ وہ کنواں نہ تھا وہ تھا اسے پیار کی چاہ تھی
دیکھ لینا صبح و شام ہی تھا راد لدار تھیں ملا چاہتا ہے۔
نور کے تڑکے موہنارانی پیاری پیاری سہیلیوں کے ساتھ
چھینچھین اٹھکیلیاں کر رہی تھی کہ اتنے میں چھیل بٹاؤ بھی
سانے سے آن موجود ہوا۔

موہنا۔ ارے باہر تو دی جوان سیم غنبن دبر غکرب ہو رہی

پیارا پیارا کھڑا تو میں نے خواب میں دیکھا تھا۔

چھیل۔ اتنی یہاں رہی یا خوبرزان یہ جبرطانت ہی یا چاہہ رنرا
یہ گردن ہی یا توارہ نور۔ اتنی یہ رانی ہے یا حور۔ چشم بدور
نور اعلیٰ نور سے

منم کہ دیدہ بدیدار دوست کر دہانہ | چہ شکر گویت کار ساز بندہ نوان

موہنا۔ صد شکر کہ آفتاب مقصود

از برج امید چہرہ نمود

الغرض عاشق و معشوق ہین دور ہی دور سے میٹھی میٹھی باتیں
اور رفو کنایہ کی گھاتیں ہوتی تھیں کہ موہنا کی ساس برآمد ہوئی
موہنا موہنا کچھ خیر۔ نائن ہن نائن کلنگ کا ٹیکا لگائے گی۔
سات پر مینوں کا نام ڈباے گی۔ یہ عمل کے باہر ہے حجابِ نقاب
نقاب آنا اور اٹھانا!

موہنا۔ ہمیں ایک بات کی اجازت دیجئے کہ کل ہم دیوستان
جائیں مگر سہیلیاں سب ہمارے ساتھ ہوں۔

ساس۔ اچھا آج منادی کراؤنگی کہ کوئی موکل گھر کے باہر
نہ نکلے۔

موہنا۔ تو میں جا چکی کیا کچھ ڈر پڑا ہے۔ یا شہر شملہ ہے وہ جاتے
جوت ہے کہ کوئی نگاہ بد سے دیکھے تو آنکھیں نکال لون
ہماری تو یہ خواہش ہے کہ ہم جائیں اور دن ہاڑے بچ کھیت
جائیں۔

ساس۔ اچھا بہتر تم خود مختار ہو جو چاہے سو کرو۔

دوسرے دن پچھلے پر سے موہنا نے زرد فاقا بھڑک ساری
زیب تن کی اور سوہ سنگھار بلا کا کھار کر کے جھم جھم کرتی دیہی کے
مند رنگین۔ کم سن نور و خیر پری پیکر شک تر سہیلیاں بھویا
ارد گرد ہین۔ اور چل کرتی چلی جاتی ہین۔

سیٹھ - بابو صاحب میری جو رو کو ایک چھو کر انکی تلاش ہو کوئی بارہ برس کا آدمی لا دو گے مگر ایسا نہ ہو کہ کام تو کرے کم اور کھائے بہت - کھائے سیر دس بارہ - اور کام میں تھا چارہ رگر بارہ برس کا بوجی -

بابو - (مسکرا کر) بھلا چھ بچہ برس کے دو نمون -
سیٹھانی - (چپک کر) اجی بابو صاحب میں صدقے کوئی لا دو -
سیٹھ - بش بش اب متی بولیو - یہ صد کے بد کے کیوں بولی برائے مرد سے بولنا کیا بات ہے -

سیٹھانی - اجی بھلے مانس آدمی میں - دیکھو چارہ بچی نظر کر کے دیکھتا ہے -

سیٹھ - تو بابو صاحب ایسا ہو جو سیٹھانی کی کھند و خدمت کرے اور سے کم -

بابو - اچھا جب تک کوئی اور سے - میں ہی نہ خدمت کیا کروں اور دینے لینے کی کیا بات چیت ہے - تمہاری چیز ہماری ہماری چیز تمہاری -

سیٹھ - نہیں نہیں آپ جا رہی ہیں کھلا خود تلاش کریں گے جی -
سیٹھانی - اجی تکلیف تو ہو گی - رہا بابو جی تکلیف نہ تو کبھی کبھی آدمی کو سکھا جایا کرو -

سیٹھ - (گال پھلا کر) ہجا رہا کہد یا کہ پرائے مرد سے سے نہ بول مئی جاؤں ہی - بش اب نہ بات کرنا کہد یا ہو - یہ سکھائے گا آدمی کو - کیا میرے کو سکھانا نہیں آتا -

سیٹھانی - بابو جی کب تک آدمی لاؤ گے -
بابو - سیٹھ دکان پر جا لین تو ابھی لا دوں -

سیٹھ - ہم آج دکان ہی نہ کھولنا گاہی - تم پرانی استری سے کیوں باتیں کرتے ہو گے جی -

بابو - اجی سیٹھ جی تمہاری جو رو بڑی ہسیا ہوشیار میں -
سیٹھ - (غصہ میں) مان مان شنو بابو صاحب میں بھی بڑا ہسیا ہوں سے آپ ادھر کھڑے ہو جیے -

سیٹھانی - بابو جی صاحب اس وقت کے نہ ہونگے -
سیٹھ - (آنکھیں نکال کر) اسے میرے پاس تو ایک چھوڑ دو دو گھڑی رکھی ہے - تو بابو صاحب سے کیوں پوچھتی ہے -
بابو - سیٹھ جی تمہاری عورت سے چالانک ہو -

سیٹھ - نسان کھاطر (خاطر) رہو ہم اس سے بھی چالانک ہو -
سیٹھانی - اجی بابو جی تمہاری طرف کیا سب ایسے ہی گوسے ہوتے ہیں -

سیٹھ - (بگڑ کر) بھر بولی - اری تو بولی - تیرے کو گوسے کائے سے کیا مطلب ہو رہی - بابو جی تم بیان نہ آیا کرو دکان پر آیا کرو -
سیٹھانی - اسے واہ اچھے آئے - کوئی بھلے مانس کے تو دیکھا روین -

سیٹھ - ارے اسنے ناک میں دم کر دیویرے (گدا لگا کر) سے اور سے گی -

پھر بھاری سیٹھانی نے رونا شروع کر دیا - اسے یہ بات ٹوٹ جائیں اور نگوڑے کی ٹانگ بھی ٹوٹے - جب دیکھو مواد اٹنا کل کیا کرتا ہی کسی منجیل سے پالا پڑا ہوتا تو چاند گئی کر دیتی جب دونوں میں گھم گھماتھا ہونے لگا تو بابو جی کی بن آئی ہمدردی سے بچ بچاؤ کرنے لگے اب سینے کے سیٹھ کے تو ہاتھ پڑے اور سیٹھانی کو اشارہ کیا تو لگی دھم دھم کوٹنے اور جب سیٹھ کا وار ہوتا تھا تو حضرت بڑے ہی ہمدردی سے سر فیصل بگر سیٹھانی کو چھپا لیتے تھے - آخر کار بابو جی آدمی کی تلاش میں گئے اور میان پوری بھر تک ہو گئے -

زندہ ہی ہے یا کوہ قات کی پری ہی۔ گل رخسار کی وہ رختائی
 کہ کلاب پانی پانی ہو جائے۔ دست سپین وہ منائی کہ
 باقوت احمر ہیرا کھائے۔ آنکھیں وہ شوخ کہ الامان یہ عورت
 ہے یا برق دران۔ یا بلا سے بیدران۔ یہ ابرو ہے
 یا فتنہ دوران۔ ہلاکی ادا ستم کا ناز۔ ایک ایک اشارہ سروصہ
 یہ باجہ انداز۔ راہ ہمد سادہ کو مرید بنائے مدگ جان میں شرم
 لگائے۔ میان موی میں خوب گھل گھل کر بیٹھی بھی! تین
 ہونے لگیں۔

سیٹھ۔ پیاری کج عتھا را چہرہ اُداس کیوں ہو مہل مہل
 کی بات بو تو تم کو کھوش (خوش) کر دوں۔

سیٹھانی۔ (تک کر) اچی تم کو میری کیا پری ہو۔ میں تو
 دل ہی دل میں کڑھا کرتی ہوں۔ آج یہ کیا جاتی دنیا دیکھی کہ
 اتنا پوچھا یہ کدھر سے چاند نکلا ہے۔

راوی۔ اری داہری سیٹھانی۔ اللہ اللہ یہ خوش بانی
 ہلا کی شوخ دچالاک۔ غضب کی بیباک شین وقان سے
 درست چالاک دجست۔

سیٹھ۔ اچھا تو کچھ کو ہو (کو) تو میرے سے۔ میرے کو تھا
 بڑو پیار ہو۔

سیٹھانی۔ اسی آگ لگے تیرے ایسے بیار کو مئے نگوری کندہ
 دایان تک پھو۔ ٹریان۔ ہنسلی۔ چڑیان پنہ ریتی میں گئے
 پاتے سے گوندنی کی طرح لری ریتی ہیں۔ بیان گوڑی کیل تک ناک
 بن نہیں۔ ناک چھوچی یہ لاکھوں کمانے ہو کس دن کے یے
 جب دیکھو گاڑھے کی سنگوٹی باز سے ہیں۔ یہ دھائی تے کا چٹا
 جو تا کیا جانے انکے دارا کے دقت کا ہی یا لکڑا دانے مولا
 یہ گانٹھ گانٹھ کے توڑے کس دن کے بے رکھے ہو میری یہ جوانی

ہی ہو اٹھتی جوانی۔ پنہنے اور ٹھنے کے دن۔ کھانے پیچے
 دن تم ایسے قصائی کے پائے پری۔ سکھ پنے میں بھی نہیں دیکھ
 روئی کا نہ کھڑے کا۔ سیت سیت کا بھڑا۔

سیٹھ۔ ناک چھوچی کا ہے کھاتر (خاطر) یا لاکھ کی کالی کالی
 نہ بڑو ادوگا۔ ہں گورے گورے کھڑے پر کالی کالی کیل کھو
 (خوب) بھٹکے گی۔

سیٹھانی۔ چڑی جائے رہا دمڑی نہ جائے کیل بھی ہوا
 لاکھ کی۔ اچھا تم اپنا گنہارہنے دو۔ مہین ایک آدمی نوکر
 رکھ دو۔ یہ گورے گورے ہاتھ یہ پاری پاری ہریان۔ روز
 ٹہل کرنے میں کالی نہ ہو جائیگی۔ مہین ایک آدمی رکھ دو
 میں صدقے اچی مہین تو کوئی چھپین ٹکے کا صرت نہیں ہو خامو
 رانی بنی بھی رہو گی۔

سیٹھ۔ شاستر میں لکھو ہے کہ گرت (گرمہست) کو کام کاج
 کرنا اچھا ہو وہ بے کاج بیٹھے تو بڑی باتان کا کھیاں لخیال
 جاتا ہے۔

سیٹھانی۔ اچی بھین تو ہی سو بھتی ہے۔ نامہ مردوسے پر
 کبھی نظر بھی کی ہو تو تھاری ہی آنکھیں چوٹیں۔

راوی۔ دونوں۔ دائین بائیں دونوں۔ داہلی سیٹھانی کیا
 قسم کھائی۔ سیٹھ بیچارے کی آنکھیں کیا مفت کی پڑی
 پائی ہیں۔

سیٹھ۔ اچھا آج ہی کوئی کھنڈ مار (خندنگار) کی تلاش کرتا ہوں
 اتنے میں ایک بابو صاحب تشریف لائے یہ جیسے ہی
 رسیا نکلے۔ آئے تو تھے سیٹھ سے حساب کرنے اُنکی پری جیم
 ہوی کو جو دیکھا تو روٹ ہو گئے۔ اب سیٹھ ہی سے بات ہی نہیں
 کرتے سیٹھانی سے سر کا گایا۔

فضیحت - اچھا مُردہ اُٹھ جائے تو دو گل - تو لاؤ اُھر سے اس
 بڑھیا کو بھی لُٹھیا میں پھینکا ہی جاؤں اور اُنکو بھی لے آؤں
 جس میں کھانے میں دیر نہ ہو - اچھا جاتا ہوں - دکان پر پہنچ کر
 اپنی بانسری بکائی اور بچکے سے اشارہ کیا کہ بیان آؤ سیٹھ جی
 قریب آئے تو کہا کان پاس لائیے اور کھسک آئیے آپ کی
 بڑھیا دھلک گئیں - سیٹھ نے سر پیٹا شروع کیا اور بیان فضیحت
 پر ایک دو تہرہ ایسا لگا لگا کہ اُنکے پنھنر بگڑ گئے باوجود بچاؤ کرنے
 آئے تو اُن پر بھی در ایک پڑ گئیں -

بالو۔ ارے جو کون (موتوں) یہ کون چھپانے کی بات تھی کہ
 نونے کان میں چپکے سے کہا اُنکی ان مگرین اور تو چپکے سے
 کہتا ہے جاگو مے روتے سر پیٹے کیوں نہ آیا۔

سیدھا نی۔ اسے فضیلت جا دور کر کہ آگے تھا ہے مگر میں
رہا کا ہوا دور تھا۔

فضیحت - اہو سو ہو - اہا اہا - اہو دلی کھلاؤ - اچی کھجری
 بھوک لگی ہے - پلے تو جانول نہ تھے غرے - پھر بڑھیا دھلک گئی
 فاقہ - اب لڑکا ہوا ہے - اسی بات پر کھانا کھلا دے -

سیٹھانی - ارے موسے میں تو زچا خانہ میں ہوں۔ انگوٹھا ملا تو آج وہی ننھو ہو گئیں۔ کھر دیان لیتا آنا۔

میانِ فضیلت روتے سرِ پیٹے غل بچائے نسو جاتے تھکا پیر
 پہونچے۔ اے اے ارے یہ کیا ہوا۔ اے دورِ دہائے سے
 اُن اُن۔ اے آسمان بھٹ پڑا رے۔ اوہ وہ سینہ جی بھی
 لگے سرِ پیٹے کہ کیا جانے کیا واقعہ ہوا۔

بالو۔ ارے بتا تو ہوا کیا۔ آخر کوئی مر گیا ہے۔

فقیہ حوت۔ امی بابو جی پہلے روتیوں۔ خوب روتی۔ اسے اسے اُنڈا اُنڈا (اے جلسہ کی طرف مخاطب ہو کر) تم بھی روتی

(سیٹھ کے کان میں) آپ کے بیان روکا ہوا ہے جائے منہ پر کیے
لکڑیاں لیتے جائے گا
سیٹھ نے فطیحت کو خوب غور کیا اُس شخص کے بیان تو روکا گیا
وہاں سے راجہ جلا تا چیتا غل بچانا آیا اور کہتا ہے کہ منہ پھونکی
چلکر اور لکڑی لیتے چلو۔

بابو۔ ابے تو بڑا اگدا ہے۔

فصیح - واہ بابو بڑے تو سیٹھ ہیں اُسے اتر کر آپ -
بابو - جا اب ایسی بات ہو تو شکر بانٹا آنا اور خوب کھلکھلاتا -

سیٹھانی۔ اے غضب۔ لو آگ لگ گئی۔ اے نصیحت
جلدی دکانیر جا۔ کہ گھر میں آگ لگ گئی۔

فضیلت۔ اچھی منجھ رونی تو کھلا دو ہاے میں تو رہا با تا
 بیان فضیلت دکان پر جاتے ہی خوب کھٹکھٹائے۔ امومہ
 اااا۔ تم تم تم تو شکر کھاؤ۔ محلہ بھر کو شکر ہائے اور دوکان کسٹرن
 سے جو نکلے اُسے شکر کھٹائے۔

سید چڑھ۔ کیا ہی؟ کیا کوئی اور لڑکا ہوا۔

غنیعت - گھر میں آگ لگی ہے۔ بیٹھائی گھر کے باہر منہ کھولے
کھڑی مر رہی ہے۔ بیٹھو جی ایسے گھر سے کہ جہاں کو دکان پر چوڑ سیدھے
ٹھہر گئے اور بابو صاحب نے موقع غنیعت جان کر ہی انجل مین دہائی اور
مع غنیعت کے چلے آگ بجھانے وہاں چوبچے تو بھی کبھی آگ میں
بھسم کر دیا اور پانچ سو کے پانچ میسے بھی نہ دیے۔

پارسیوں کا دربارِ ماشا

ادھر عروس عدین نے پرند شکیں سسرخ انور کی جھلک دکھائی
 وریلاے شب زلف غنیمت کھیلے مجھے آئی ادھر شاہنشاہ تخت
 رہ نور دی خدیو مہر کو چہ گردی فلک سیر و ملک نہاد بیان آزاد کو
 فنا شے کی دھن سمائی پھر کیا تھاوندۂ سبھا لا اور ڈول چال

بالو جی ستر کرتے چلے جاتے تھے کہ اتنے میں دیکھتے کیا ہوا کیا
 آدمی بانسری بجا تا چلا آتا ہو۔ بے نوکون ہو۔ ہم کون میں ہم آدمی میں
 آدمی۔ ا۔ آدمی نہیں تو کیا چلتے ہو۔ جانور نہیں تو کیا آدمی ہوں۔
 آپ اپنا مطلب کہیں۔ اسے چل نوکری کر۔ ہاں ہاں اچھل کر
 اہو ہو ہو کس کے بیان۔ ایک سیٹھ میں۔ نا جان وہ مجھ مار گیا
 بھلا سیٹھانی بھی ہیں۔ ہاں ہیں۔ اچھا چلو رہا صبح کو کھاؤنگا۔ زچو
 کھاؤنگا۔ دوپہر کو کھاؤنگا۔ تیسرے پر کو کھاؤنگا۔ شام کو کھاؤنگا
 اور شام سے بھی تا نوکھا تو صبح کی خبر لاؤنگا۔ اور جو کچھ کھلی تو سیٹھ
 یا سیٹھانی کھانا دیا میں۔ اچھا چلو تو ہاں تک چلتا ہوں مگر
 کھانا بہت سا کھاؤنگا۔ ہزار خرابی باہو صاحب اسکوے چلے۔
 راد میں کوئی اٹھارہ دفعہ ہی چلا۔ باسے خدا خدا کر کے ہوئے۔
 بالو۔ تو سیٹھ جی آدمی لے آئے۔

سیٹھ۔ کام اچھا کرے گا۔

آدمی۔ ہاں بہت کھاؤنگا دس دن دفعہ کھاؤنگا۔

سیٹھانی۔ اسے کچھ کام کاج بھی کرے گا یا دن بھر مچھ ہی
 جلاتا جائے گا موئے۔

آدمی۔ دس دن دفعہ کھاؤنگا۔

سیٹھانی۔ اب میں کہیں چپت نہ جھاؤں بڑھ کر۔

سیٹھ۔ اسے تو پھر بولی۔ عورت جات اور چپت کی بات

سیٹھانی۔ اچھی تو کیا یہ تمہارا کوئی قبلہ گاہ ہو۔

الغرض وہ جھٹ سے نوکر ہو گیا۔ مگر برابر ہی کتا گیا کہ دن
 میں اٹھارہ بار کھاؤنگا۔

سیٹھ۔ ہم اپنی دکان نہ جاتا ہوں۔ سیٹھانی جو کہیں وہ چپے سے

کان میں کہہ جانا۔

یہ لکھ سیٹھ جی تو دکان پر گئے اور باہو صاحب حساب منے لگا۔

سیٹھ۔ (بھی کھو کر) آپ پر بانج سو میں جی۔

بالو جی۔ اسے بانج سو یا یہ ڈھائی سو کے بانج سو ہو گئے۔

سیٹھ۔ اور سو دین چڑھا۔

سیٹھانی۔ آدمی اور آدمی۔ اسے تیرا نام کیا ہو۔

آدمی۔ فضیحت۔ اچھی مجھ روٹی دو۔ بھوک لگی ہے۔

سیٹھانی۔ مہوئے آگ لگے تیرے پیٹ کو۔ باسیٹھ جی سے

دکان پر جا کر پیچے سے کدے کہ مٹھ میں چا دل نہیں ہو رہا کان

میں کتنا الگ بٹلا کر۔

فضیحت۔ اچھی روٹی تو دیدو۔ بڑی بھوک لگی ہو۔

سیٹھانی۔ اولیٰ دور ہو گئے۔ چانول تو میں نہیں کھایا کیا کیا

فضیحت نے دکان پر جا کر دراشا سے۔ بنا کر سیٹھ کو

علیحدہ بلایا اب سیٹھ جی جرن جرن آگے رتے آتے ہیں میان

فضیحت دیکھتے ہتے جاتے ہیں آخر برکان میں غل چا کر کہا کہ

چا دل نہیں ہیں۔

سیٹھ۔ دت گدھا۔ اسے گل اس کیوں بچایا۔ ہاں سے میان

چانول نہیں اور تو سب کے ساتھ جوڑ (زور) سے کتا ہے۔

بالو۔ دیکھو فضیحت جو اب سیٹھانی جی مجھ میں تو اکتے ہاتھ میں لانا

بسمین کوئی اور نہ سنے۔ کھر دار۔ کان میں کہو۔ کان میں۔

سیٹھانی۔ اسے فضیحت کہ آیا۔ جا اب اسے کدے کہ تھا کر

ان ابھی ابھی مر گئیں۔ جلدی جاوڑتا ہوا۔ ہاں پری سا

بیجاری اٹھ گئی۔ اسے جلدی جانا۔

فضیحت۔ اچھی مجھے کھانا تو دیدو۔ جلدی وہ بڑی بھوک لگی ہو

سیٹھانی۔ بھاڑ میں جاے تیرا پیٹ مہوے۔ اسے مہو

گھر میں پڑا ہو اور تو کھانا مانگتا ہو۔ ان کی توانی مر گئی اور ٹکڑو

پیٹ کی پڑی ہے۔

گول گپے مصالح کے سردار۔ گندیریاں لو پوڑے کی۔ گلاب ٹیان
اب جس دکان پر جاتے ہیں اور جو سودا چکاتے ہیں سب اُسے سیر
چکراتے کہ این یہ کیا اسرار ہے جسے ہی سیر ترائے کی سیر چاری۔ ایک
خوایے واسے سے پوچھا یہ کیا ہے۔ بابا جی یہ ریوڑ این ہیں اور یہ ۹۰
میسن کے لڑکے ہیں۔ اور یہ ۹۰ دال موٹ ہوا اور یہ پکھا جا۔ اور پو
کھا جاتا کھا جا۔ ایک کھا جا چکے گئے پھر دوسرا اڑایا۔ سیر طرح خوب
سٹھالی توٹی اور کچھ کھالی کچھ بانڈھی پوٹ وہاں سے ماری پوٹ تو
بابا جی کے پاس۔

بابا۔ کیوں کچھ کچھ شکر آٹا لایا۔

چیلہ۔ ہوٹھ۔ کھی کیا کر دے کھا جا کھا جا۔ پکھو تیان کرو
سٹھالی چکھو۔

بابا۔ اس نگری کا کیا نام ہے۔

چیلہ۔ بابا جی میں تو سٹھالی کھانے سے کام ہے۔ اندھیر نگری
جو پوٹ راجا کے سیر جہاں کے سیر کھا جا۔

بابا۔ ہاں! پچہ یہ نگری رہنے کے لائق نہیں۔ چلو ہاگ ملیں۔
چیلہ۔ واہ! تو جاؤ میں تو سٹھالی چھوڑ کر جاؤنگا۔

پردہ بچہ کیا تھا تو اندھیر نگری کے چوٹ راجا برآمد ہوئے۔ واہ
بھی واہ! اچھے راجا ہیں تو اندھیر نگری کیوں ہو۔ راجہ صاحب شرانی
مدیکے۔ چریٹ لہجہ ہے۔ جھنگری ہے۔ چاندو بازار انہی شے میں چو
میدہ مست و مخور کر سی پڑے تھے ہیں۔ مگر کسے پڑے ہیں اتنے میں
ایک فریادی آیا۔

وزیر۔ جہاں پناہ ایک فریادی آیا ہے۔

راجا۔ تمہارا دادی آیا ہے۔

وزیر۔ نہیں جہاں پناہ ایک فریادی آیا ہے۔

راجا۔ اچھا۔ ہوں۔ تو پانچ بلاؤ۔

وہ سبزہ باغ خواب آرام
جاگی مرغ سحر کے غل سے
یعنی وہ بکاؤلی گل اندام
انکھی نکست سی فرش گل سے

بکاؤلی کا خواب ناز سے بیدار ہونا اور حوض لطیف پر منحہ دھونا
پھول کا ہوا بتانا اور گلچیں کا نیا گل کھلانا۔ بکاؤلی کا بھنھلانا
سنبھل سے تازیانہ دنگانا۔ نشاد کو سولی پر چڑھانا۔ ان سب
باتوں کو اس خوش اسلوبی اور لطافت سے ہوا کیا کہ تماشائی خوش
کر سنے سٹے اور پارسیوں ہی کا دم بھرنے لگے اب بکاؤلی بھین کر
گلچیں کی تلاش میں چلیں اور حضرت کو ڈھونڈ کھلا۔ جب لڑکوں
میں ملاقات ہوئی اُس وقت کا لطف قابل دید تھا پہلے وہ تیر
کی نگاہ پھر پیار اور جاہ۔ پہلے وہ تیکھی جتوں۔ پھر عشق گلچیں
گلچیں۔

بول رہہ بری بعدہ تامل
وہ شکر ب اس بیاضہ بن سے بول رہی تھی کہ معلوم ہوتا تھا
ہوں سے تندرکھوں۔ ہی تھی۔
تاج الملک بیچارہ سرگردان وادوارہ نے۔

کی عرض۔ مٹا ہی جو خوشی ہو
مشکین زلفوں سے مشکین سودا
عاشق کی سزا جو بد چھتی ہو
گلے ناگوں سے جکڑا سودا
تلوار سے قتل ہو جو منظور
اہر د کے اشاعت سے کر دھور

انقصہ ساری داستان کو اس طرح ختم کیا کہ حاضرین ہلکے پلکے
اسکے بعد اندھیر نگری کی نکل چھتری۔ ایک رنگے سیارہ بابا جی
گیرے کپڑے پہنے ایک موٹے تانے چیلے کو سانپ بچے بچے گاتے
کھنڈی بجاتے ایک نئی بستی میں وارد ہوئے۔

بابا جی۔ بچہ جاؤ کچھ نون تیل لکڑی لاؤ۔ ریل بکاؤ۔ خود بھی کھاؤ
بکری بھی کھلاؤ۔ اور دنداؤ۔

چیلہ چلا بازار میں ہو پنے تو دکا میں جی ہو میں۔ کرا بے تل کے لکڑے

کھٹ کھٹ کرتے بے بے ڈگ بھرتے ٹھنڈی ہو اٹھاتے سیر
دریا کے مزے اڑاتے پھر نزل میں دھم سے آن کوٹے۔ دریا کی
روانی۔ بندہ سون کی نکتہ رانی۔ گھبون کی گھر گھر اسٹ۔ معشوقین کی
اچھا اسٹ۔ تماش بینوں کے ڈٹاؤ اور مفیکردن کے جٹاؤ دیکھ کر
میان آزاد ریشہ فطری ہو گئے۔ ایک جگہ بیٹھنے کی تو انھوں نے
تسم کھائی تھی سوچے چلو اسوقت دریا میں کھڑی لگائیں بلا عامی چربین یا
چڑھاؤ کاٹیں۔ کپڑے دیرے اتارنے ہی کو تھے کہ گھنٹی بجی گھنٹا گھنٹا
رے بھلے کو دریا میں کود نہیں پڑا تھا۔ درد غضب ہی ہو جاتا
جھٹ تنگ تو بڑا چڑھا کر آپ بھی ایک کرسی پر جا ڈٹے۔ سامنے
نرنگار اور پربہار پر وہ پڑا ہے یہ ہلا۔ وہ اٹھا۔ دیکھتے کیا ہیں کہ ایک تاجدار
نر یا جاہ زین الملوك كچ كلاه تخت همايون بخت پر بیٹھا انگلیں لگتے ہیں
اور پھر سعادت اثر اور تاج مکمل زیب سراپے نور پھر شہزادہ
مائی مقام تاج الملوك گلغام پر جو شاہ گنتی پناہ کی نظر پڑی تو چشم زد
مین آنکھ کی بینائی غائب۔ یا منظر العجائب۔ ۵

مہربان شہ ہوئی خموشی	کی نور پھر سے چشم پوشی
زی آنکھ جو شہ نے رونمائی	چشمک سے نہ بھائیوں کو بھائی
گھر گھر ہی ذکر تھا یہی شور	خارج ہوا نور دیدہ کور

کوئی نسخہ نور لایا کوئی سرمہ طور لایا۔ مگر آنکھوں میں آجالا
نہ آیا نہ آیا۔ معلوم ہوتا تھا کہ جیسے پیچ مچ کوئی اندھا ہی بیٹھا زان
عنان سے بکار رہا ہے کہ آنکھوں والے بابا انگلیاں بڑی نفرت میں
تھے میں ایک کمال فریدالہ ہر دقیاؤس کے دادا کا ہمعصر آیا اور
تسے خوب سوچ سلج کر بتایا کہ۔ ۵

بے بارغ بکاؤلی میں اک گل | بلکوں سے اسی بہار چنگل
یہ سنتے ہی چار خوش پوش خوش رو خوش ادا شہزادے بادشاہ
سے رخصت ہوئے اور بوسے گل کی طرح مین دین سے جنگل کی طرف

چلے۔ چلتے چلتے راہ میں حسن اتفاق سے ذہن الملوك سے چار انگلیں
ہوئیں پوچھا کہ ہر کی سید عیان ہیں کسی شکری نے ساری
داستان کہ سنائی اور تاج الملوك کو گل بکاؤلی کی دھن سسائی
پوہ پڑا اور جب حجاب مرتفع ہوا۔ تو دیکھتے کیا ہیں کردہ چاروں
شہزادے بیٹھے شمشادہ میں کر رہے ہیں اور دہر ہوا اگر در پر
چڑھا رہی ہے۔ کھیلنے کھیلنے اُن تک کو بازی میں سمیت یا
تاج الملوك بھی گرتے پڑتے کہیں وہاں پہنچے اور انھوں نے دہر چلے
پھر ادیے تب تو وہ چکرائی کہ میان میں تو مرشد تھی تم ولی نکلے پھر
پردہ پڑا اور اٹھا تو تاج الملوك کے سر پر نقشا۔ ایک دیو
سر فلک کشیدہ کھڑا غرار راہی دیو تو ایسا بنا یا تھا کہ بارہ صدی کے
بگالی صورت دیکھتے ہی آنکھیں بند کر لیتے۔ الغرض دیو کو آنکھوں
ایسا چیتے یا رہا یا کہ وہ بھی اُنکا دم بھرنے لگا۔ پھر پردہ پڑا اب کی
کچھ اور ہی ٹھاٹھ نظر آتے ہیں وہ اٹھا جل جلالہ تیری بندہ نوازی
کے مدد تے۔ کیا گلزار پر بہار دکھایا۔ یہ بکاؤلی کا جنتان نکلتا
ہو۔ باغ کیا ہی سچ مچ باغ دہار ہے۔ الا مدد لکھو انھوں نے
چپکے سے پھول توڑا اور۔ ۵

گل لے کے جلا یا باغ برکت | چوری سے چلا چراغ برکت

اک دم ہی دیکھتے کیا ہیں کہ۔ ۵

بارہ دری ایکسوئے کی ہی	وہ خواب گہ بکاؤلی ہی
گول اُسکے ستون سامعہ حور	چلمن قرنگان چشم مخور
پردہ جو حجاب سا اٹھایا	آرام میں اُس پری کو پایا

شوق جرایا کہ اُس مست نشہ خواب ناز کو جگائے گھر۔ ۵

سوچا کہ یہ زلف کف میں لینی | ہو سانپ کے نوحہ میں اُٹھ لی دینی

ادھر گھنچن تو جیب داسن کو گل مقصود سے بھر کر چین سے
بوسے گل کی طرح چل کھڑا ہوا ادھر۔ ۵

بیاسانی بیا اوجان جشمید	بدہ جامی دآتش وہ خورشید
کہ دارم از تناسے دل ریش	
خیال سیر کتب خانہ در پیش	
<p>واہ کیا پری بنم کتب خانہ ہو۔ مدرسہ کیا عیش و طرب کا کاشانہ ہو۔ طفل پر یزاد فن دلبری میں بے بدل استاد۔ ستم ایجاد بلا سے جان دامن و فرہاد۔ میان جی شمس بازغہ کے عوض بدرمیر کا سبق دیتے ہیں اور کھر سے بلائیں لیتے ہیں۔ کج ادائی میں شہرہ آفاق درباری کے فن میں طاق۔ مولوی صاحب کی ریش محض تابناک شریر لوگوں پر شرط اب شرط اپنی چیاں جاتے ہیں اور وہ ان کے حضرت کو بناتے ہیں۔ اتنے میں سانسے جو نظر پڑی تو ایک بت غنیچہ میں سیم غنچہ سے آنکھ پڑی۔ گیسو سیلہ اقدار میں مطلع انھیں نسیم گلشن درباری۔ شمیم زلف آشنائی پر انشان جبین ناز سراپا انداز خوش وضع خوش قد۔ قاسم دھجو۔ زلف غنچہ بار حسین ابرو تیغ جو ہر دار۔ قیامت کبریٰ سے دوش بردوش۔ غارت گردی رہن ہوش۔ مصحف رخ سجدہ گاہ آتش پرستان ابرو سے کج قبلہ کھر گزنیان۔ روکش قربان فرنگ۔ زکس محمود صبا سے گل رنگ۔ رنگین ادا۔ وہ بانگی ادا دیکھی جنوں وہ تہ بھری نگاہ وہ جو بن کہ محفل بھر ٹھک گئی۔ یہ پیاری صورت اور چہل پدہنی گھر سنے ہی کے لائن تھی۔ گورا گورا کھڑا ایسا جیسے چاند بلکہ جو دھوپ کا چاند بھی اُسکے مقابل میں ماند۔ بال بکھرے ہوئے بانگی تو پئی سر پر سرے سے۔ عجب عجب دغ و حسرت سے تنک تھی اسکی کم سنی اُسکے ارٹھ پنے کے دن۔ ایسی نزاکت اور صباحت ستم ڈھالی تھی۔</p>	
سرتا قدمش کرشمہ دناز	ہم مکرش حسن دہم سر انداز
افگندہ بدوش زلف چون شمشاد	ادبے خبر و نظارہ گر مست

مجنون لبشس بد رشتانی	پروردہ بہ آب زندگانی
<p>میان آراو آب جانیے حسن پرست آدمی زند شاہد از صورت دیکھتے ہی اُس گل چین نزاکت پر ہزار جان سے عاشق ہو گئے لوگوں سے پوچھا کہ کیوں حضرت یہ پری چہرہ خورشید تمام حسین شیرین ادا۔ دختر گل رخسار۔ نازک اندام و طرار کون بت عیار ہی این! امی واہ حضرت آپ کو ہی نہیں معلوم بہشت کی خبر ہی نہیں اوسیان یہیلی مجنون کی نقل ہوتی ہو محفل بھر عقل سے ہاتھ دھوتی ہے۔ اُسہو ہو ہو اب سمجھا۔ اُس یہیلی پر تو ایک مجنون کی طبیعت مائل تھی مگر اس پیاری یہیلی کے تیز نگاہ سے ساری محفل گھائل ہو یہ میان جی یہیلی کے پد پر بزرگوار ہیں اور کتب میں لوند سے بڑھا رہے ہیں۔</p>	
بہ کتب میر و طفل پر یزاد	مبارک باد مرگ تو با ستاد
اگر باشد معلم خود سلاطین	باندک روز خواہ گشت مجنون
<p>اُس کتب خانہ عشق کا شانہ میں مجنون بھی درس لینے آیا اس طفل سیم بدن غنچہ دہان۔ سرتا بقدم آفت جان پر جو طلبہ کی نظر پڑی تو۔</p>	
ز طفلان ہر طرف برخواست نوازا	کہ یاران آتش در کتب افتاد
بگفت استادش اے مجھ کو ناز	کہ سہم اللہ ز سہم اللہ کن آغاز
بر پیش ادا الف چون ال خم شد	میان شقبا ز آتش علم شد
<p>اب سنیے کہ میان جی نے اور سب لوگوں کو تو جھٹی دیدی اور خود بھی سرتا گشت کو چلبے مگر یہیلی مجنون دونوں دہن رہے یہیلی کی نظر جو سرتا گلشن رخساری پر پڑی اور مجنون کی آنکھ جو اس بحر لطافت و خود نمائی سے لڑی۔ جوان طراز نے بت سراپا ناز کو پایا اور منہم پی چہرہ کو اور دگلعدار نے والدہ شیدا بنایا غلوٹ میں دونوں نے بیون سے قند گھوسے اور با ہم یون ہنسے ہوئے۔</p>	

راوی :- ہلکی ہلکی باتیں یہ بنے نکالیں۔

فریادی :- حضور کل دیوار گر پڑی میرا دکا دب کر مر گیا۔

راجا :- ہاں دیوار مر گیا۔ لکڑا دب گیا دیوار کو سولی دیدو۔

وزیر :- جان بٹاؤ۔ دیوار گر پڑی اور اسکا روتا کر گیا۔

راجا :- ہاں ہاں جان بٹاؤ گر پڑا اور دیوار پر لکڑا مر گیا۔ اچھا

لکڑے کو بچانسی دیدو۔

وزیر :- نہیں خداوند روتا دکا دب کر مر گیا۔

راجا :- ہمارا کو سولی دیدو۔

معمار :- پیرو مرشد میں بے تصور ہوں۔ یہ مزدور کی شرارت ہی

راجا :- مزدور کو سولی دیدو۔

مزدور :- میں نے کیا کیا ستم کا تصور تھا۔

راجا :- اچھا جاؤ ستم کو سولی دیدو۔

سقم :- حضور میری کیا خطا۔ آپ کا کوتوال جو آیا تو اسے دڑکے

پانی زیادہ گر گیا۔

راجا :- کوتوال کو سولی دیدو۔

راوی :- واہ رے چوٹ راجا۔ تحقیقات کسی کی لکڑو جو ہو اسے

بچانسی دیدو۔ بچانسی پہ کوتوال صاحب چڑھائے گئے تو چوہدار

نے عرض کیا کہ پیرو مرشد۔ بچانسی کا منہ بڑا ہوا اور کوتوال دہلا پٹلا

راجا :- اچھا تو کسی موٹے آدمی کو پکڑ کر بچانسی دے دو۔

موٹا اس اندھیر نگری بھرمین باباجی کا چیلہ تھا دھڑے گئے

ہاں غصہ بھی ہم نے کیا کیا کہ بچانسی پر چڑھاے جائیں گے

واہ تم سب میں موٹے ہو چوہرنگ کیے جاؤ گے۔ اسے تو یارو

یہ بھی کوئی جرم ہے کہ موٹا تازہ ہوں اتنے میں باباجی بھی حسرتی خفا سے

سلنے لگے دیکھا کہ چیلہ اسدا ہے۔

بابا :- کیوں بچہ کیا کہا تھا کہ یہ اندھیر نگری چھوڑ دو۔ نہانا آخر

دھی آگے آیا نہ۔

چیلہ :- باباجی بچاؤ۔ میری طرف سے بچانسی پر چڑھ جاؤ۔

بابا :- ارے آج اچھا دن ہے جو بچانسی پر چڑھے وہ سیدھا

سُرگ لوگ کو جائے میں بچانسی پر جاتا ہوں۔

چیلہ :- نہیں میں جاتا ہوں۔

اتنے میں راجہ بھی گرتے پڑتے آئے۔

راجا :- وزیر بچانسی نہیں ہوئی۔

وزیر :- خداوند گرو اور چیلے رٹے ہیں کہ میں بچانسی چڑھوں

وہ کتا ہے جو میں بچانسی چڑھوں۔ آج بڑا تیرتھ کا دن ہے جو بچانسی

چڑھے وہ بکینٹھ میں جائے۔

راجا :- ہاں تو میں بچانسی پر فوج چڑھ جاؤں۔

بچنے چوٹ راجا کھٹ کھٹ کرتے بچانسی پر چڑھ گئے۔

یلی محبون

بیاسانی بیاسان تاشا نہان دیر بردہ تا کی سیکشی ہا

بیاسانی بیاسانی مریت بدہ جائے کہ خواہم شد شہیدت

بیاسانی بیاسانی جادو بدست ساغرے چشم ہو

بیاسانی بیاسانی ابراصان بساغرکن و از خون رقیبان

سرت گردم بجائے ساز شادم

کہ رنگین قصہ آمد بیاد م

ہمارے آوارہ و آزادہ۔ سرسبز ارادہ۔ میان آزاد خانہ بردار

شب کو نواب کی برق و شاد و زنتار ساٹنی پر سوار ہو کر گئے

کی طرح اڑے تو لب جو ہا چھتر نل کے ایران جواہر نگارین

لینے لگے۔ دونوں ہاتھوں سے دعا میں مانگ رہے ہیں کہ اسی

کہیں جلد بخشی بنے اور نقل سے۔ اتنے میں پردہ زندگار بندھا تو

آنکھیں کھل گئیں۔

بھلا اب یہ مجنون کیونکر زندہ رہ سکتا ہے خادم توڑا اور دیا دلوں
سے نکلے توڑا۔ شہید خیر نازا جیسے ہوتے ہیں۔ ۵

نہیں پڑے دم وازدہ ہستی ہا | از نفس مرغ ہر جا کہ رودستان

چیمیکوئیان

آج میان آزاد سرزمین لمبی تانے پڑے خراٹے سے رہی ہیں
بھٹیاریں۔ (ہائون ہاکر) اُٹھے اُٹھے۔ ای اٹھو بھی راج جیسے
گھوڑے بیچ کر سوئے ہوئی دودھ آٹھ کا گجریا۔ ای واہ میان
انگڑائیوں پر انگڑائیوں سے رہے ہیں مگر اٹھنے کا نام نہیں لیتے
ابھی میان مسافر شاہ ہاکر ای میان مسافر آپ تو کہتے تھے کہ
ایک دن تاشا نہ دیکھیں تو کھانا نہ ہضم ہو۔ یہ آج بد پرست
کیسی سے اٹھو بھی بہت نخرے نہ بگھاؤ۔ ای ہوش کی دوا کر
مردے۔ اولی۔

چاندو باز۔ ای بی تو تم کو کیا پڑی ہے سسے نہیں دیتیں کیا جانے
کس مچ میں پڑے ہیں۔ نرنگی آدمی تو ہی ہیں مگر بیچ کناکیسا
دھارت بیلانی ہو۔ اُن فوہ۔ کچھ ٹھکانا ہی۔ دوسرا انا گھوڑے
تو ہاکان ہو جائے انا کھانا ہی نہیں۔ کوئی خالی ہوتا ہی کوئی
ناری۔ یہ سیما ہی ہے۔ اور جو کھانا ہی منظور ہو تو آتا ہے کی
توٹی سے ذرا سا پانی کان میں چھوڑ دو دیکھو کیسے کلبلا کر اٹھ
بیٹھتے ہیں۔

بھٹیاری نے چلو سے منہ پر قطرہ افشانی شروع کی۔
دس ہی باغی ہندین تپ مپ گری تھیں کہ میان آزاد ہائین!
ہائین! ہائین! ہائین! کرتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔
آزاد۔ واہ خوب اچھی دل ملی نکالی ہو کیسی میٹھی نیند سورا
تھا کہ واہ ہی واہ خواب میں وہ برقی چم صورتیں نظر آتی تھیں کہ
بس کچھ بچو نہیں۔

بھٹیاری۔ واہ وا۔ تو نقدیرہ ادھارا تو پری چم آنکھوں کے
سانے ہے۔

آزاد۔ کون؟ آپ نہ!

بھٹیاری۔ اسے آج حضور کی سواری چھتر منزل نہیں گئی
وہ دیکھو سانڈی بلارہی ہے۔

آزاد۔ اسے آج تو اتوار ہے۔ بی بی۔ آج بھٹیاری میں
کل سمجھا جائیگا۔

چاندو باز۔ کیوں میان جٹاؤ تو خوب ہوتے ہوئے بھی کل
ہیں بھی سانڈی پر بٹھالینا۔

بھٹیاری۔ میں داری میان مجھے کٹ سے دینا۔

آزاد۔ اسے یار بس ہی تو افسوس ہو کہ آدمی بھٹوٹے ہی آتے
میں جو سب کے سب ملکر طہین تو خوب ہی تھے جہن اور وہ
دل لگیان ہوں کہ آدمی لوٹے لوٹے فرش ہو جائیں۔

چاندو باز۔ سسے بندہ نواز رات کا روت۔ نوٹے شرف ہو
بارہ بوضم ایک بے گھر ہوئے۔ محلہ بھر میں آگ ڈھوڑے سلگائے
حقہ بھرتے تو اچائے گھٹا بھر گڑ گڑائے۔ پٹنگ پر جائے تو تین
اُچائے کر دھن پر کر دھن سے تب کہیں جا رہے تھے آنکھ لگ
بھڑو مایے جو بھلے انس چار بے ترے سوئے وہ دویہ تک ٹھنے
کا نام سے گا بھلا جیسے دن یوں گیا رات دون گئی۔ اب
انسان چاندو کب پیے۔ داستان کب سنے۔ توام کب بنائے
پنیک کے مزے کب اُڑائے بھی کون جائے۔ نفست میں مٹی
پلید کر اس سے فائدہ کیا کھلا بوشا بکے قاشے سے اچھا ہوتا
ہوگا۔ اجی بس بیٹھے بھی مسوقت وہ ٹٹک ٹٹک کہتی ہیں
(جنیالال لونگی) دانشدے چاندو پیے نشہ چڑھ جاتا ہر چوہاں
جائے تو اس سے ریچھو داسے ہی کا تاشا نہ دیکھے وہ چنیدی

<p>یہی ہے سرست ناز آن بت بدست میرود خود میکند خرام و خود از دست میرود</p>	<p>سعادت شہنشی و دہری آموخت من آدمی عین خند و قد و شہ جمال جفا و ناز و کتاب شہری آموخت نزدیک ام گمراہ شہرہ از بری آموخت</p>
<p>مجنون ہے دستے دہم ہر بار کہ بدست یسود دستے بدل نم کہ دل از دست میرود</p>	<p>لطف یہ کہ یلی کے والد بزرگوار دروہ زن عیار دون کلمے پر کھڑے چپکے چپکے سب سن رہے تھے۔ جو کہ یہ کیا آسمان بھٹ پڑا۔ یلی اور مجنون عاشق و معشوق کو داغ ہجران نصیب ہوا۔ پھر پردہ پڑا۔</p>
<p>یہی ہے سبزہ دامن سرسبز ترابندہ شوم ابتداءے خط مشکین ترابندہ شوم</p>	<p>صحر او کوہ دروہ من خستہ و ضعیف لے خضر و نجستہ دروہ بہ ہتم پردہ کھڑکھڑایا۔ تو سامنے ایک حق و حق جنگل نظر آیا۔ سب جان چھتر منزل میں پیچ جگ کا جنگل۔ دی ہی بل دی ہوئے۔ دی ہی پادریان دی دشت دی ہامون۔ اور ادھر مجنون اور مجنون۔ سر ہر خاک اڑاتے پھونک پھونک کدوم جاتے جنگل جنگل بیچارہ گھوم رہا۔ اور بچپن لایع وضعت بدن کی بڈیان بڈیان گن جیسے لب پر تجا لہ زبان پر آہ دنانہ چشم ترا بر گرین۔ آہ آتشین برق سوزان۔ شہید حسرت آغوش سیاہ پوش دروہ دل سے ایسا کرہا تھا کہ سامعین کے کلیجے پر دھڑ لگتی تھی۔ وہ ڈاڑھیں مار مار کر دنا۔ اشک گنگوٹ شہم غمین سے جاتا غم و الم کی تصویر کھینچ دیتا تھا۔</p>
<p>حرف ناقص و تکلیف ترابندہ شوم اشد اشدر کہ این قاعدہ آموختہ طرز محبوبی دایم ترابندہ شوم کیست استاد تو ایما کر آموختہ</p>	<p>یہ باتن ہو ہی رہی تھیں کہ ایک ایک دیر نہ رزرنے یلی کے باپ سے کچا چھا کہ سنایا۔</p>
<p>مجنون ہے صد شعلہ جنون رنجیت با شفقہ سرا زرد چہرہ مرقان کہ بخون بسگرا</p>	<p>دست نا بکار۔ میر کی یلی اور ایسی خواہ وہ روپوش نصرت کوش ابھی نام خدا آکسن۔ جو عاشقی معشوق کی بایتن و فرد کناہ کی گھائیں کیا جائے۔ تو تہمت تراشتی ہو اور جھک مارتی ہو۔</p>
<p>یہ باتن ہو ہی رہی تھیں کہ ایک ایک دیر نہ رزرنے یلی کے باپ سے کچا چھا کہ سنایا۔</p>	<p>انفرض وہ مالک دیر نہ ایک روز ناگو سا تھا یلی نو دیکھتے کیا ہیں کہ یلی اور مجنون گلے مل کر میٹھی میٹھی باتیں کرتے ہیں۔ یلی کا سر مجنون کے کاندھے پر اور مجنون کا ہاتھ یلی کے دست خانے پر اور مجنون کہہ رہا ہے کہ عمر بھر ترے ہس کھڑے کی بلایں بیا کر د بر زمینے کہ نشان کف پا تو برد وہ فریاد محبت سے بول رہی ہے</p>
<p>میں ہلکی۔ دست نا بکار۔ میر کی یلی اور ایسی خواہ وہ روپوش نصرت کوش ابھی نام خدا آکسن۔ جو عاشقی معشوق کی بایتن و فرد کناہ کی گھائیں کیا جائے۔ تو تہمت تراشتی ہو اور جھک مارتی ہو۔</p>	<p>دست نا بکار۔ میر کی یلی اور ایسی خواہ وہ روپوش نصرت کوش ابھی نام خدا آکسن۔ جو عاشقی معشوق کی بایتن و فرد کناہ کی گھائیں کیا جائے۔ تو تہمت تراشتی ہو اور جھک مارتی ہو۔</p>
<p>انفرض وہ مالک دیر نہ ایک روز ناگو سا تھا یلی نو دیکھتے کیا ہیں کہ یلی اور مجنون گلے مل کر میٹھی میٹھی باتیں کرتے ہیں۔ یلی کا سر مجنون کے کاندھے پر اور مجنون کا ہاتھ یلی کے دست خانے پر اور مجنون کہہ رہا ہے کہ عمر بھر ترے ہس کھڑے کی بلایں بیا کر د بر زمینے کہ نشان کف پا تو برد</p>	<p>دست نا بکار۔ میر کی یلی اور ایسی خواہ وہ روپوش نصرت کوش ابھی نام خدا آکسن۔ جو عاشقی معشوق کی بایتن و فرد کناہ کی گھائیں کیا جائے۔ تو تہمت تراشتی ہو اور جھک مارتی ہو۔</p>
<p>کہ یلی اور مجنون گلے مل کر میٹھی میٹھی باتیں کرتے ہیں۔ یلی کا سر مجنون کے کاندھے پر اور مجنون کا ہاتھ یلی کے دست خانے پر اور مجنون کہہ رہا ہے کہ عمر بھر ترے ہس کھڑے کی بلایں بیا کر د بر زمینے کہ نشان کف پا تو برد</p>	<p>دست نا بکار۔ میر کی یلی اور ایسی خواہ وہ روپوش نصرت کوش ابھی نام خدا آکسن۔ جو عاشقی معشوق کی بایتن و فرد کناہ کی گھائیں کیا جائے۔ تو تہمت تراشتی ہو اور جھک مارتی ہو۔</p>
<p>اور مجنون کہہ رہا ہے کہ عمر بھر ترے ہس کھڑے کی بلایں بیا کر د بر زمینے کہ نشان کف پا تو برد</p>	<p>دست نا بکار۔ میر کی یلی اور ایسی خواہ وہ روپوش نصرت کوش ابھی نام خدا آکسن۔ جو عاشقی معشوق کی بایتن و فرد کناہ کی گھائیں کیا جائے۔ تو تہمت تراشتی ہو اور جھک مارتی ہو۔</p>
<p>وہ فریاد محبت سے بول رہی ہے</p>	<p>دست نا بکار۔ میر کی یلی اور ایسی خواہ وہ روپوش نصرت کوش ابھی نام خدا آکسن۔ جو عاشقی معشوق کی بایتن و فرد کناہ کی گھائیں کیا جائے۔ تو تہمت تراشتی ہو اور جھک مارتی ہو۔</p>

ہے تو کسی روز جانہ و پنے آئے ہی لگی دیکھ لینگے۔

آزاد۔ جی ننہو دھور کیے۔ یہ مداری لال کی آمد سبھا نہیں ہے کہ جانہ نہ تو آواز ہی نہ کھلے اسے نادان یہ سب تربیت یافتہ لوگ ہیں نے گاؤ دی ہی رہے۔ اچھا بھئی اب انکو صلاح دینگے کہ شہر میں بھی دو ایک دن کے لیے چلیں۔ وہاں تو آؤ گے۔

جانہ ڈوباز۔ سوچوں پتا دو پکا نشانہ اللہ تعالیٰ ضرور خیال کچھئے کہ کجا چھتر منزل اور کجا نگر بان۔ دنیا کے ہر سرے چلتے چلتے یا نون سوچ جائیں مین دن تک کھنیا سے اٹھنا مشکل ہو آئی تو یہ کیوں جی سنا اڑن کھوئے آتے ہیں اور سچ مچ کی پر بان آن کہ گور گور اکھڑا دکھائی ہیں۔ بھی جاسے ادھر کی دنیا ادھر ہو جائے۔ انجان بکل ضرور ڈھین گے۔ اگر یہ تید تو نہیں ہو کہ کوئی باہر غا ایسا نہو جا کر گھنٹے تک قید میں پڑے رہیں۔ بلا سے ہم باہر چڑھ آؤا میں گئے ہیں کسی کا کیا اجارہ ہو اندر سبھا تو دیکھنے کو بے اختیار جی جاتا ہے کل تلو کا مچھوڑ کر جاؤنگا۔

بھٹیاریں۔ وہ تو شہر میں ہم کیونکر جائیں گے اتنی دور بھاڑ بھا آزاد کی ساندھنی پرانے ساعقہ ہی سوار ہو لینگے۔ مزے دل لگی دیکھ کر دو بجے تک سر امین آجائیں گے۔ بیدل جانا کھنیں ہی۔

کلبیل ہمار

بیا ساقی کہ خلوت خانہ لہا | سو درگشت از جانا نا
بیا ساقی کہ شوق صحبت بار | دلم را بچو من پر دشت از کا

برہ جاسے کہ چون جسم کشاید
لگا ہم بر جمال دوست آید

ہمارے جوان مرد و جوان نور و سیان آزاد فرخ نہاد و مریم ملکٹ بانٹ زرق برق پڑے ڈانٹ۔ ساندھنی پر کاٹھی کس کس عطر و عنبر میں بس کر لی بھٹیاری کو چھپے بٹھائے اوشنی کو چکائے

یہ چارہ جا۔ شہر بھر میں دھوم ہے ہر سمت ہجوم ہے۔ چہے چہے کو معلوم ہے۔

شہر پر وانا ہر گرد شمع	شہر امشب رسیدہ طرف منے
شعبہ سیرتان : نغمہ و ساز	مقلد پیشہ با طرز و انداز
داد خاطر عشرت نزا دان	اعلم قص و تقلید استادان
گئے مرد و گئے زن گاہ ظلمک	ہفن خورشق استاد سربک
گئے اسلامیان اہل ایمان	گئے سناسیان مو پریشان
ہرست دایہ گریبان زارہ اور	گئے رنگ زن نوزادہ ہرود
بہر رنگے کہ کوئی جلوہ بازند	زہر تو سے کہ خواہی جلوہ ساز

اہو ہو ہو۔ آج تو محفل جگمگاتی ہے۔ آنکھ چھپکی جاتی ہے۔ ہر دیوار پرستان کا لطف دکھاتی ہو۔ باد عنبریر سے باغ نعیم کی پیٹ آتی ہے سانسے پر وہ زندگونی اور پھر نقش و نگار بوقلمون۔ دامن کوہ میں لالہ زار سرایا ہمار قلہ کوہ پر سپہ زر نگاری والا اعتبار ایکے نعہ ہی پر وہ میں سے زعفرانہ سحر آئینہ اور نغمہ فسون انگیز سامعہ افروز ہوا اور دل ساسین رنگین طبع مصروف آہ جگر سوز ہوا۔ ہر سمت شور و خروش بلند تھا۔ ہر فرد بشر آرزو مند تھا کہ کین گھونگٹ کا طلسم ٹٹے جائد امن چھوٹے نازک آوازی اور جادو طرازی کے دیتی ہو کہ یہ پرے والی ابھی کسں ہو۔ نام خدا اڑھنے کے دن ہیں سے

بیا جانان کہ سن از خوش رقم	ز خود چندین بیابان بیش رقم
شبنم مخم خوبت رقم از کا	چہ غرای کرد با من دقت ویدار

خدا خدا کر کے وہ کا فر پرہ اٹھا۔ تو سے

لنظر پڑا اک بت پری دیش نرانی سچ دھج غنی ادا کا
جو عمر دیکھو تو دین برس کی پندرہ آنت غصیب خدا کا

زہرہ کا کیا زہرہ کہ تاب جمال لائے سہ انور کو شوق دیدار چرائے تو پہلے تڑپا رہا آب کو تر سے ننہ دھو آئے۔

آزاد۔ جی بچا ہے۔ سوچی تو خوب۔ چشم بد دور۔ دور کی کوڑی لاتے ہو۔

بھٹیاریں۔ ہان ہان۔ اچھے آزاد چروہم بھی روز چلا کون آزاد کتنی سادی ہو۔ یہ تو بٹلیا گئے ہیں۔ رہا بھاری عقل بھی وہاں پٹ گئی انکو کیا پڑی ہو بھلا۔ کہ مہی سے انگرہ کھنگرہ سے کر کو سون اتنی دور آئیں چلتے چلتے اندھی روگ آجائے اور یہاں آن کر آپ کو مفت تماشے دکھائیں چڑی اور دو دو دہی بے تھکانے بات کہتی ہو جسکا سر نہ پیر۔ ایسے آنکھوں کے اندھے گانٹھ کے پورے اللہ کے بندے کہیں اور رہتے ہونگے ایسی تو خوبصورت بھی نہیں ہو۔

چاندرو باز۔ اچھا تو بھاری خاطر ہی سہی تم بھی کیا یاد کرو گے بھلا۔ ایک دن ہم بھی چوٹی گلا میں گے چار آنے کا خون ہی یہی کمان تاشا ہوتا کمان ہے گول دروازے میں نہ۔

آزاد۔ میں گول دروازہ نہ لبا چھا جگ چھتر منزل میں یہاں دس قدم پر ہے۔

چاندرو باز۔ ہونٹ تو بندہ جا چکا دس قدم کی ایک ہی کہی۔ ہان تم کو البتہ باس ہی بندہ خان کی سراسے نکلے اور کھٹ سے داخل یہاں ساٹ نبے سے چٹا شروع کریں تو دس نبے ہو چھین ادھا تاشا ہو چکا ہو مفت میں اٹو نہیں اور جو کہیں نہ لکے زور کیا تو خود تاشا بن گئے۔ گجی کرایہ پر کریں تو آٹھ آنے آئے گے اور آٹھ ہی آنے جانے کے ایک روپیہ ہوا اور جو تین گھنٹے گجی روک لی تو دو روپیہ آئے اور ٹھونک دیے غلشی میں آٹا گیلہ۔ تین نبے گھر ہو گئے تو حج چلے کہ اب تک یہاں تھے کمان نا صاحب ہم غلامین گے اور یہاں اتنی عمر تاشے ہی دیکھتے دیکھتے گزاری ہے اب تین اور سو برس کے ہوئے گریار سنا ہے کہ سبز پری پر بلا کا نکھاری جو شوخ

اور وہ ہے مارا چارون شائے جہت۔ میان آنٹھا سنگھ کے مرنے نہ اڑائے۔ بکری پر تنے بیٹھے ہیں۔ چھینک پڑی اور کھٹ سے پھنڈنے دار ٹوپی الگ۔ آچھین۔ وہ پوئی ڈنگ کی بج رہی ہو بندر یا بھرک رہی ہو۔ نچ بکلا رن دھنک دھنک بھی کوئی بیوہ بھی ہو جو ہان جائے ہم تو بٹلیا گئے۔ اور یہاں لوگ ایمن کمان سے خلقت تباہ خستہ ہو کسی میں دم کمان اور بے ستہ ایم سو روپے سیر ہو گئی تب سے تو اور بھی خلعت خرا کا دوا لہ لکھا گیا اور رہا سہا یہ یہ چاندو کی ٹھیکریوں سے مار تیا ناس کر دیا جائے تو دام کس کس گھر سے لائے۔ یہاں تو یہاں کا چروہا ہونے دیکھو سیر پائے پٹو۔ گرنٹ کا نام نہ ہو۔ اور بھی صاف تو یوں ہو کہ ہم وک مفت کے تاشا دیکھنے داوون میں ہیں یہاں کٹلا تو کوئی چھوٹے ہی نہیں پاتا ایک بندہ درگاہ میں نہ سارن بھڑیش باغ کے سیٹھ چھوٹے۔ کبھی ایلوون میں جھول رہے ہیں کبھی بندروں کی سر دیکھ رہے ہیں بہت بڑھکر ہانٹ کی قبر پر ماتاری تو ایک گندے کے پونڈے ہے۔ ایک گندہ اور بڑھایا اور بی ساق کی دکان پر دم لگایا چلے پانی چھ پیسے میں سیلا ہو گیا۔ بھلا یہ بات یہاں کمان جھہ نوشی کی پیسے سے قطعی ممانعت ہو گئی۔ نادری حکم ہے کہ دواں کوئی نہ اڑائے نہیں تو ہم سوچتے تھے کہ چاندو کا سامان سب بیٹے چلین گے اور مزے سے کسی کوئے میں بیٹے ہوتے آ رہتے جائیں گے ایمن کے باپ کا کیا اجارا۔ بندے کو خدا نے فضل کا فخر کر دیا پھر اپنی اپنی سب بھگت نہیں گئے ٹکٹ تو کرا دیجیے ممان اور چنڈو کی دکان دیکھ لھول اور دس دن پہلے ڈھونڈھو را بڑا سینہ کہ طلان تاریخ کو سر شام سے بڑے بڑے کھیل اور بڑے بڑے تماشے ہونگے ٹکٹ نہ ارد۔ کرم کرم دم بھر دیکھیے جو لکھنؤ بھرنوٹ پڑے تو اپنا نام بدل داوون۔

<p>بیل کرگنا شروع کیا (پاس کے اون کی بھی بریان درد ہوا تھا لاگ رہی) بیل بیمار نے جو یہ آواز سنی تو بے قرار ہو کر دروازے کی سلاخوں کے پاس سے تاک جھانک کرنے لگی۔ ادھر بڑی بیٹے لگا رہا۔</p>	<p>بیل بیمار - کس بستے پر۔ پیر نابالغ - بیا ہونگا۔ ضرور بیا ہونگا۔ بیل بیمار - شرط جو اندری ہی ہے۔ پیر نابالغ - ۵</p>
<p>عصمت چنے چنے اُتر رہے تھے کیا ہے یہ طرفان چنے عاشق اور عشق نے مین چپ ۵ اداوان</p>	<p>کوچ کی اپنے اب تیار ہے میرا حافظ جناب باری ہے بیل بیمار - (انگلیاں ٹکا کر) چنے دور۔</p>
<p>عصمت مٹھ کالا ہو تیرا چنے کیا بکتا ہے بدنام بدھا جھکوسنپ گیا ہے یہ دفت گلفام</p>	<p>اُس بت غبربن مو۔ قوس ابرو کی اس حاضر جوابی اور ہوش میان کی بقراری دیتالی پر محفل عشقش کرتی تھی۔</p>
<p>عاشق - کیا تڑپ کر رہی ہو بھئی جھکوس سے کیا کام چنے - ارے بیان تلف لگا ہے۔ اور قلفا۔ تلف کا بھی باپ۔ عصمت - ہی ہوا اس بڑھے نے میرا بھی اعتبار کیا۔ تو عصمت جو اس فیاض جوان طنز کو گھڑین داخل نہ کر دینا نفل لگا لگا ہی رہا یہ کہکھڑت نے دوستوں کی بھیلی سیدھی کی اور چھوٹے کے دردانے سے عاشق زار کھٹ سے بیل بیمار سے ہلکا ہوا۔ عصمت - ارے جوان مین مین ہی آنت کی پرکا تھی بھیر بھی عالم تھا۔ اتنے مین پر نو سالہ سفر سے واپس آئے۔ دروازے کو دیکھا افونیوں کی آنکھ کی طرح بند۔ میان چنے کمین اتفاق سے شراب لینے باہر گئے تھے انکی انکی چار آنکھیں ہوئیں۔</p>	<p>بیل بیمار کی نیکی جنون اور پیاری اور ابرو دل لوت پوٹ تھا کلچے پر پوٹ تھی۔ کس ناز و اداسے تھک تھک اور تھک چک کر پیر فرزند کو دندان شکن جواب دیتی تھی کہ واہ جی وہ عنفوان شباب اور آب تاب اٹھتی جوانی اور خوش الحانی نازک آکاری اور زبان درازی نے ستم ڈھایا یا بشر پاک کیا۔ ستم پا کرنے اور آنت ڈھانے والی تھی ساری خدائی سے نرالی تھی۔ بوڑھے میان نے بڑھی خراشت اما عصمت کو بلایا اور کہا کہ تو عصمت ہم تو کچھ دن کے لئے باہر جانے مین گھر بار اور پیاری بیل بیمار کو سوپ چلے چنے غلام حبشی کو طلب کیا اور کہا خبردار چوس رہا تھا پیری تمام کر رہا ہے۔</p>
<p>پیر - چنے چنے ارے کجوت گھر بار کس پر چھوڑ گیا تھا۔ چنے - بیل بیمار کے عاشق زار پر۔ پیر - ہائیں بیل بیمار کا عاشق زار تو مین ہوں۔ کیا اور بھی پیدا ہوا۔ چنے - ہونہ۔ اب چار دین مین سن لینا کہ لڑکا پیدا ہوا۔ پیر - (سر پیٹ کر) اُن - ہاے ستم۔ ہاے ستم۔ گھڑین گھسے تبیل بیمار اور عاشق زار ٹھیک رنگ ریان ناز</p>	<p>اب سنئے کہ وہ گل سدا ہمار یعنی بیل بیمار ایک جوان سادہ کار گل رخسار پر حقون تھی اور وہ اُس پر ہزار جان سے عاشق سمجھا کہ ایک دیرینہ روز گریگ باران دیدہ ہے۔ جلو مطرب سپر اوغیاگر کے بھیس مین چلین۔ بڑھیا رنگین مزاج مین طبع ہے شاید ترجہ جائے سارنگی بجاتے اور خوش الحانی سے مٹریان گاتے بیل بیمار کے ایوان جو ہر نگار کے چہانک پر ہوئے چنے کو شراب کی بوتل بطریق رشوت دی اور</p>

فردان شمع باحسن گلو سوز
پر پروانہ ایش صبح نور و نور
بر دلش طرہ پر تیج قباب ست
سید مستی ز جام آفتاب ست

اُس بت شکر لب اور دہریم غیب کا بلبل میانم ہے۔ اور
دانتی اُسکی ہیلی آنکھ زگرے بیمار سانی زندان سے آٹام ہو۔ اس مجھ پر
چار دہ سالہ کو اُسکا دادا بچپا کا ماما ایک پیر فرقت کے سپرد کر گیا
جسے دنیا نوس کے باب کو گودیوں کھلا یا تھا اور بابا آدم کو روت
سکھا یا تھا لہجہ ہی ہم تو سفر کر چلے۔ ایک جیسے میں جیسے بھوسے تو
فواہ لہر اور نہ تم جانو اور یہ پر نرادر۔ فی امان اللہ یہ کہہ کر اُس پر نرادر
بارہ تیرا دہری چہرہ کے جدا مجھ تو سدھا ہے۔ اور ایک جیسے
بات کرتے گزر گیا انھوں نے آنے کا نام نہ لیا۔ اُدھر بڑھے سیان
کو یہ بڑھ بھس ہوا کہ اُس برق دم پری جیم تدر کو ہمارے درباری
جدت تیج رعنائی کے ساتھ بیاہ ریسے۔ سہ

پیر یکہ دم ز عشق زندہ بنیست
از شاخ کمنہ میوہ نور غنیمت ست

واہ بھئی بڑھے میان۔ واہ میان لال خان۔ بڑھوئی دقت
ان سفید بانوں میں کالک لگاؤ گے۔ مگر ہٹ جگہ سے خم۔ مگر یہ ہم
اشارا اشد منہ بحق رنگ فاق۔ خاصے ہونے۔ گاون پر کو رو دن
بھڑیاں آنکھیں اندھا کنوان کا نکھ کو نکھ کے ٹھیا ٹکتے ہوئی فریضہ
نوبے بھسان کے پھسل پڑے۔ دانت بتیوں چوہے کے بل میں
اور خیال لگدایا کہ اس پری بیکر کو عقد میں لائیں اور بوی بنائیں
نقدہ دل کھلے۔ ایک دن کمر و کس کر سفر کی تیاریاں کر دیں۔

پیر ناباغ۔ اوبت عیار۔ ترک ستمگار۔ ٹکیلی گلہزار۔ پیاری میں پیار
بن اس چاند سے کھرے پرواری۔ میری جان میری پیاری۔ وہ تو
'ج' تک آتے ہی رہے اور ہم مناتے ہی ہے۔ آج ہم سوچے کر ہی
اخدا ترس کے باپے بڑوگی تو میری روح پر صدہم ہوگا اس سے کبھی
ہستان کو اپنے چاند سے چہرے سے نور کر دو کیا۔ ہم اپنی پانی

کھوڑی پرنی نئی پگیا جائے نوشہ بنائے ٹو پر سوار ہو کر کھینچ
کرتے آئیں تم سودہ سنگار کے گردن نو ہڑائے بیٹھی رہو۔

بلبل ہیار (سکر کر) اوداہ میان (واہ میان کا ڈونگر اہر گیا)
پیر ناباغ۔ ادھر ساون بھارون کے چھائے ہوں۔ ادھر ہم میں
تم میں پیگ بڑھیں۔ دونوں بھوے پڑھیں۔ بانس گڑھے ہوں
امریون میں بھوے پڑے ہوں۔ بوی ملا رگائیں میان بھلیں بجائیں
بلبل ہیار۔ بھلیں نہیں میان تا میان بجائیں۔ امریون میں بڑھائیں
پیر ناباغ۔ اشرفی تکر کھلاؤں۔ بھوون کی سچ پر سلاؤں۔

بلبل ہیار۔ اوداہ ری چاہ۔ بس اتنے ہی کے لئے بیاہ۔
پیر ناباغ۔ تھا سے دم کے سے گرمی کی فصل میں سخا نہ دہر خانہ ہو
اور سردی کے دنوں میں شراب ناب اور کرما گرم زگرے کباب ہو
بلبل ہیار۔ یہ ٹھنڈی گرمیاں!۔

پیر ناباغ۔ رات کو کہا میان سناؤں۔ فراموشی تھیں لگاؤں۔
بلبل ہیار۔ یہ سو کھے ٹھنڈے۔

پیر ناباغ۔ رات کو ہم ال کی کوٹری میں تم متابی پر سود ہو۔
بلبل ہیار۔ (گردن نو ہڑا کر) پھر آگے کیا۔

پیر ناباغ۔ کہا مان میری جان۔

بلبل ہیار۔ (دقتہ لگا کر) اوداہ جی میان۔

پیر ناباغ۔ میں نہاں عاشقی ہوں۔

بلبل ہیار۔ گر غل بے ثمر۔

پیر ناباغ۔ میں شمع محفل عشق ہوں۔

بلبل ہیار۔ مگر چراغ سحری۔

پیر ناباغ۔ میں آفتاب سپر سرد ہوں۔

بلبل ہیار۔ مگر آفتاب لب بام۔

پیر ناباغ۔ اب تو عشق چرا یا سوچا یا۔

شاعر غراہین اور املا تک درست نہیں۔ بھلا صف شکن تو اس کا غز پر لکھ دیجئے۔

خوجی۔ چلیے صاحب وہ ہم کو کچے گھاڑ کا دوی سی۔ آپ تو اپنے دقت کے افلاطون ہیں نہ بس چھٹی ہوئی۔

نواب۔ چھٹی ڈوٹی کے بھروسے نہ رہیے گا چھٹی نہیں ہوئی ایک بھلے مانس کو آپ نے دس آدمیوں کے سامنے ذلیل کیا آپ کو ہم ذلیل کر نیگے۔ نفور قلم و دوات کا غز خوجی کو دو۔ لکھیے قبلہ۔ صف شکن کا نقد لکھیے۔

مصاحب۔ نہیں حضور یہ فقرہ لکھو ایسے کہ سوت ہوش و حواس درست نہیں۔

خوجی۔ نے یوں لکھا (اسوت حوش و حواس درست نہیں) مصاحب۔ (منس کر) واہ واہ۔ کیا بیانت ہو حوش کو کا حلی اور حواس کو آپ ہاے ہوز سے لکھتے ہیں۔ یہ دیکھو بچے نہ۔ نواب۔ اے منت خدا۔ اور بڑھ بڑھ کر بات بنادے پھر کسی کو کو گئے بچہ۔ اے میان ہوش و حواس نہیں لکھ سکتے۔ اے بھکار شرمائے تو فوگے؟

میر صاحب۔ وہ شرم چکے شرم چہ کتی ست کہ پیش مردان ملتے شرم تو انھوں نے بھون کھائی ہے۔ تب تو شرمائے نہیں جب بڑی بڑی مظلون سے کاے گئے۔

خوجی۔ حضور کے مزاج میں انصاف تو ضرور ہی لیکن برب کعبہ اسوقت حضور نے میری گردن کندھری سے ریتی لے لے لے لے لے تو سمجھیے کہ اگر ہوش و حواس ٹھکانے ہوتے تو پیش با افتادہ الفاظ کے اعلیٰ میں بھلا کیوں غلطی کرتا۔ شاعر ہیں۔ شار ہیں۔ مولوی ہیں۔ منشی ہیں۔ مگر جب ہوش بھی ہون ہاے صف شکن کا بتا نہ لے اور ہم ماما پختیان اڑائیں۔

نواب۔ واہ خوجی واہ۔ سوت طبیعت تمھاری تنگ حلالی دیکھ کر خوش ہو گئی۔ شاہ باش۔ کوئی ہو؟

مصاحبین۔ کوئی ہو۔ حاضر موجود۔ چلا۔ پیرو۔ پیرو مرشد (دست بستہ) کیا حکم ہے۔

نواب۔ داروغہ سے کہو کہ ہاے رفیق خواجہ صاحب کو وہ عبا کی رومال اٹھا دیں جو پر سون خرید اٹھا۔ لو خوجی یہ ہم نے انعام دیا۔ واہ بھی واہ۔ گاہے بہ سلائے برنجد و گاہے بہ شنائے غفلت ہنہ کمان تو خوجی پر وہ کتاب تھا کمان اب انعام پایا۔ داروغہ طشت میں رومال لاکر خوجی کو اڑھا دیا خوجی نے استادہ ہو کر سادہ دندہ سلام کیا اور کہا کہ واہ حضور کیا ریاست ہو۔ اب خدا کو واہ ہو کہ سوت نہ دل سے دعا نکلتی ہو کہ بیان آزاد مع صف شکن علی شا کے کھٹ سے آجائیں اور حضور اللہ دل کو اہی دیتا ہو کہ آیا ہی چاہے میں بس صبح شام آئے داخل۔

نواب۔ تمھارے منھ میں گھی شکر۔ مسیتا بیگ۔ حضور ٹھانی کا اقرار کریں۔

خوجی۔ اور سنئے یہ بندہ شکم گرسنہ بیٹم خوب بولا۔ بے ٹھانی کی وہ جیسے اڑدین وہ جشن ہون کہ واہ جی واہ۔ جینون طلبے پر تھاپ پڑے اور دور در سے طائفے آئیں۔ صف شکن کا آنا کوئی ایسی ویسی بات ہو۔ گیدی کہیں کا۔

نواب۔ انشا اللہ۔ پھر میں اپنے دل کا ارمان نکالوں وہ دھما جو گری پچے کہ واہ جی واہ۔

مسیتا بیگ۔ (میر صاحب کا بید میں چپکے سے) نقل پیش بہ از عیش۔ آنا جانا ملنا ملا نا ملوم۔ مگر استاد آزاد بھی بلا کا جوان ہو وہ جھانسا دیا کہ نواب بھی ساری عمر بھولیں گے یہاں نہ تو بھی اُسے بیچ لی۔ اسنے پونے دام سیدھے کپے صف شکن کی دمن نہ

اُس وقت انھوں نے توہم کی کہ اس میں شادی کرے تو میری

لوا بے صاحب اور رفقہ کی چہ میگوئی

اب اُدھر نواب کے بیان کا حال سنئے کہ وہاں کیا ہوتا تھا جب
کئی دن گزر گئے تو خوشنودن نے جنگ پر چڑھایا کہ یہ وہ رخسار
ہم نہ کہتے تھے کہ میان آزاد خانہ برباد کا ٹھکانا کیا حضور نے نہا
آخر ش ساندنی کی ساندنی گئی اور رنج کا رنج ہوا۔

خوجی۔ اور بیوقوف کے بیوقوف بنے۔

میر صاحب۔ اور انعام و زار اور اچھا گھاتے میں ہلکی
گنتی ہی نہیں۔

غفور۔ جو راب وہ پھرتے پھرتے نہیں آتے۔ دو تین سو کی
ساندنی پر پانی پھر گیا۔

خوجی۔ ہونہو یہ وہی تین سو سے پھرتے ہیں۔ اسی میان وہ
ساندنی ہلاکی دھاوا کی ہوئی ہے۔ ریل کی دم میں باندھ دو دیکھو چنڈی
تک برابر چم چم کرتی چلی جاتی ہے یا نہیں۔ ہندوستان سے ملک میں
وہی ایک تو نظر آتی نہیں۔ کیا دم خرم بھی ہیں دو ایک دفعہ
سوار ہوا۔ دانش ہی یہ معلوم ہوتا تھا کہ ہوا پر جا رہا ہوں وہ تھک
تھک جال کا اہو ہو ہو۔ سواری اور اونٹ بھی گھوڑا بالکی ہاتھی
سب اُسکے مقابل میں گرد ہیں۔ اور بھی بیچ پوچھ تو میان صفتیں
سے اُسکے کھونے کا زیادہ رنج ہوا۔

میر صاحب۔ واہ خواجہ صاحب آپ بھی دانش کیا ہے تکی با تین
کرتے ہیں۔ کجا بیزبان جانور۔ کجا ہا ہے صفت شکن سلطنت
پاجی اور بھلے الناس کا مقابلہ کیا اسے وہ اشراف حیوانات ہوں
ایسی ایسی ہزار ساندنیان ہلکی ایک لات پر شار کھٹے گئے
ساندنی کے کھونے کا زیادہ رنج ہوا۔

نواب۔ اتنے بڑے نوہر ہوئے مگر گو کھے ہی ہے جو بات کرنا

بے ٹھکانے ساندنی کے کا جانور۔ گئی گئی اب اُسکا دنا کیا۔ ہا
رنج تو یہ ہی کہ میان صفت شکن اب ہاتھ نہ آنے کے میرا ہی دل جاسی
کہ کلیجے پر کیسی چوٹ لگی ہے بھی اس سے تو مجھے ہی موت آجاتی
تو سمجھتا بڑا خوش نصیب ہوں۔ افسوس۔

میر صاحب۔ حضور صبر کیجیے۔ مہر تلخ ست و لیکن بر شیرین دارد
آتش کہ گئے ہیں۔ بڑے نواب صاحب مر گئے تو حضور نے کیا کیا
چچا حضور کو چھوڑ کر چل بسے تو حضور نے کیا کر یا دادا جان ساری
ثروت سے منہ موڑ کر داغ جھائی سے گئے حضور نے کیا کیا
اب صبر کیجیے۔ صبر کیجیے۔

نواب۔ میان بات یہ ہی کہ باپ دادا تو سب ہی کے مرا کرتے ہیں
مگر صفت شکن سے وفادار جانور کا ایک دم بھی جدا ہونا کھلتا ہی
نہ کہ کا بک سے اڑ جانا۔ خیر خدا کو بخشنے ہو وقت دل ہی کہ بے اختیار
اُڑا چلا آتا ہے۔

خوجی۔ یہ کیا بک دیا کہ۔ صبر تلخ ست و لیکن بر شیرین دارد
آتش کہ گئے ہیں۔ واہ ری ملومات۔ اسی حضرت یہ سعدی کا
شعر شیخ جی کا کلام ہے۔

نواب۔ کیا خرافات بک رہا ہے۔ یہ شعر شاعری کی تحقیقات کا
بھلا کون موقوف ہے وہ سعدی نہیں رودکی کہ گئے کسی پھر اس سے
واسطہ معلوم ہے کہ آپ بڑے شاعر کی دم میں عجب نامعقول
آوی ہو بھی۔

میر صاحب۔ اور خداوند یہ انہیں سخت عیب ہے کہ کسی نے بات کی
اور انھوں نے چٹ کاٹ دی۔ یوں نہیں دون ہو دن نہیں یوں
ہی۔ آم نہیں املی ہے۔ بویچھے ہم تو اپنے آقا کی تسلی کے لیے تشنی
آئین با تین کر رہے ہیں کہ صبر کیجیے۔ یہ بیوقوف پر چڑھے بیٹھے ہیں
کہ آتش نہیں سعدی کا کلام ہے حسین لوگ کھین کہ آپ بھی بڑے

بھٹیاری۔ چلے آپ کی جوتی کی نوک سے۔ ہم جیسا ہی سی۔
آپ اپنی حیا کو چھپر پر رکھیے۔ عورت کوئی اور ہی ہوگی۔ بندی
سوام دھو سار کو کھڑے کھڑے گھوٹے پر سے اتار لوں۔ کیا بھانے
وینے آئے ہیں حسین میں اتر پڑوں اور آپ مرے سے جم جائیں منہ
دھور کھیں ہم نے کچی گولیاں نہیں کھلی ہیں۔

چاندو باز۔ بیوی تو سی جو آپ کے ہاتھ پاؤں نہ ٹوٹے سر نہ پھوٹے
انرض بعد خرابی بصرہ میان آزاد داخل منزل مقصود ہوئے
تو دیکھتے کیا ہیں کہ محفل جمی جائی مثل نو عردی سچی سجائی اتنے میں
ایک پلیسی نے آن کر کہا کہ (مہاجران مجلس) علاؤ الدین اولیٰ کے
نادر چراغ کا ذکر آج ختم ہوا۔ اب شکر بی کی کہانی باقی ہے جس طرح
آپ لوگوں نے آج آسرا دیا اسی طرح حسین اُمید ہے کمال بھی
آیے گا۔

میان آزاد۔ ارے ایک داستان کی داستان ختم ہو گئی اور
ہم ندارد کج مزہ ہی کر کر ہو گیا۔ کہیں بی بھٹیاری سے کوک جھونکے
ہوئی کہیں بالوں میں خاک تیس ڈالا کیے۔ کہیں ڈاڑھی بیڑی حائل
باندھا دانت بڑا ہی فسوس ہوا۔

اتنے میں شکر بی کی کہانی شروع ہوئی۔ پہلے ایک غار
آئے۔ واہ بیان تبدیل چشم بدور کیا قطع مبارک ہے۔ لال لال
بگیا پر ٹو صورت دیکھی اور سنہی آئی اور حضرت کی بھونڈی ادا دیکھی
ستم ڈھائی تھی۔ معلوم ہوتا تھا کہ سفر کی تیاریاں ہیں دسواہ مال
لینے جاتے ہیں۔ اس کے بعد ایک گار شوخ دھڑا چلتی ہوئی آئی صورت
سے چلبلا بن رہا ہے۔ رگ رگ میں شوخی۔ بوٹی بوٹی پھر
رہی ہے کبھی دھوئی کو سنوارنا کبھی بالوں پر ہاتھ پھیرنا کبھی آنکھیں
رودا نا کبھی منگنا کبھی اٹھلانا۔ ابھی یہ کھڑی تھیں۔ دم کے دم میں
بھٹپ کر وہ ہنسنے لگی۔ اُن کی شوخی چوہرہ کشاؤ تھا بھٹپ

کا بنا کھڑا تھا۔

میان۔ ہم نے چھکڑا دوڑا ٹھیک کر رکھا ہے۔ اسباب سب بند گیا ہے
سب سامان لیس ہے تم میری جلتی میں گھبراتا نہیں۔ جب ہی گھبرائے
تو گرد بی کو بلالینا دو گھڑی دل بھلانا۔ میں نے مال دیا اور لیا ہوا
اب کی بوبارہ ہیں۔

شکر بی۔ سچو گھڑی جاؤ اور توڑے سے کر آؤ رہا مجھے نہ بھول جانا
نہیں میں یہاں کڑھ کڑھ کر مچاؤنگی۔ تہاں سر پر اٹھاؤنگی۔ ہی ہی
تمہاری دو گھڑی کی جڈائی بھی شاق ہے جلدی آنا۔ میں واری
جلدی سے آجانا کسی کے کپانے سے کیا ہے گا جلا اچھا اب ٹھنڈ
ٹھنڈے تاروں کی بھانہ میں جاؤ۔

میان غار رام تو چور بد سے چھکڑے پر بد کر سدھا ہے ادھر انکے
گرد بی نے میدان جو خالی پایا تو اُن موجود ہوئے اور لگے اختلاط
کی باتیں عشق کی گھاتیں کرنے۔ شکر بی ایک طرار عورت۔ تارنگی
کہ گرد بی کی نیت ڈالوان ڈول ہے۔

گرد بی۔ غار رام تو چلے گئے۔ ہم روز آئیں گے اور مٹی مٹی باتیں
اچھی اچھی کہانیاں کہ کر سنالیں گے۔ رگ شکر بی واہ وا تم نے کتنی پیار کیا
صورت پائی ہے۔ دیکھو۔ میں صدقے۔ فدی کھرد اتو دیکھو
(شکر بی بجا کر) ادھر ادھر۔ پیاری ادھر دیکھو۔ اس جو بن کے واری
کیا کمانی ہے چھب ادا سب میں برق دے۔

شکر بی۔ ہم آپکا مطلب آپ کی چوڑی ہی سے تار گئے۔ ہا
ایک بات مانو تو ہم بھی تمہاری بات مان لیں۔ ہوت تو ہوا
کھاؤ کل آٹھ بجے آؤ تو خوش روزہ سنالیں خوب گالیں بجائیں
میدان خالی ہے۔

گرد بی جو پورے گرد تھے بھل گئے کھل آٹھ بجے اور دم
یہاں آن کووے۔ پیاری شکر بی اور ہم ایجا نب۔ سیاہ

میر صاحب - (اُسے سے کہیں گی یہ ہمارے رئیس بھی کہتے
بھولے ہیں۔ بیٹے سے من شکن ہوئے اور من شکن سے اب
من شکن علی شاہ بنے (۱۱۱۱) لاجول دلا قوۃ وادنا کا دی ہی ہا
مسیتا بیگ - اجی خدا کرے ایسا ہی بنا رہے مگر یہ یار بھی
کا عباسی روال آنکھوں میں کھلتا ہی۔ یہ مدد گروی بات کو ایسا
بنایتا ہے کہ کچھ پوچھیے نہیں۔

میر صاحب - ہاں مگر آزاد انکے بھی جیائے انکے کان انکوں
ہی نے کاٹے۔ اور بھی آدمی بھی پر کالہ آتش ہی۔ پڑھا لکھا عالم
فاضل - شاعر شاعر۔ پھر کشتی پٹے میں طاق۔
نواب - اب زمان خانہ میں جاتے ہیں ہم۔ رخصت۔

شکوئی کی نقل

ہمارے رسیا یا رپے میان آزاد کے کان میں جھنک پڑی
کہ پوسنے تو کا عمل ہے۔ اے تو بہ۔ آج ہم نے آؤ ہی بنے۔
بی بھٹیاری ایک سیلابی لگی لٹکارنے۔ اجی بس چلو میان
جاؤ بھی۔ آپ بھی کہیں گے کہ ہم آدمی ہیں۔ لنگھی چلی ہی سے
دہشت نہیں ملتی جب دیکھو ڈھانڈا بندھا ہی بیابان جانی جانی
ادنی گورڈی بیسوا میں بھی اتنا سنگار نکرتی ہونگی۔ اے اب کمر
کسو چلو گے یا ٹھلے بازی ہی کیا کرو گے۔

چاندو باز۔ اسی ہی آخرش جوان جان مہیا۔ آرائش سرود سار
شوق پر ہونہیں۔ تم بھی تو بے بال سنو اے مگر سے قدم نہیں
مکالتین۔

بھٹیاری - آپ بھی پنک سے چرنکے۔ آج چسکی کم پتی کیا
لو ایک چھٹیا اور نہ اڑاؤ۔ ہمارے تو سنگار نکھار کے دن ہی ہیں
میان - اُسنا کیا دیتے ہو۔

میان آزاد نے لب بھپ فوق البھر ٹک کر شے ڈانٹا

بی بھٹیاری کو بھیجے بھا کر ادنی کو کوڑا دیا۔ راہ میں بی صاحب
رنگ لائیں ہی ہوا سواری پر خدا کی سنوار آمد سنوار سے
ہچکوں کے ناک میں دم آگیا۔ میان آزاد ایک ٹھٹھول آدمی۔
ایک ایر کا اشارہ جوتاتے ہیں تو ساندنی اور بھی تیز ہوئی۔ تب تو
آگن بھٹو کا گھوٹن۔ اسی مڑے کچھ خیر ہے۔ واہ اچھی دل لگی مقرر
کی ہے مجھے بھی کوئی اور سمجھے ہو۔ واہ میں لاکھوں ساندنی کے سب
سیدھی طرح چلنا ہو تو چلو نہیں میں جینتی ہوں۔ پیٹ کا پانی تک
ہل گیا ایسی سواری کو آگ لگے۔ میان آزاد نے ذرا لگام کو
کھینچا تو ساندنی بلبلانے لگی۔ بی بھٹیاری تو بھینس کہ اب جان
گئی اندری۔ دیکھو یہ چھپر چھاڑ بیان کسی کو گوارا نہیں ہمیں اتاری
دو بس پیچ بی ہزار نعمت کھائی۔ لو اور سنو ذرا سے ہچکوں میں
منہ کے بھل آ رہوں تو چکنا چور ہی ہو جاؤں۔ تم ساندن کو اسکا
کیا ڈر ہی روکو۔ روکو۔ روکو ہمارے میرے اند میں کس بلا میں بھینس گئی میان
اپنے خدا سے خوف کرو۔ بس ہمیں اتار ہی دو۔ ساندنی کیلنگ
جوڑی ہی۔ اتنے میں حسن اتفاق سے ساندنی ایک درخت کا سنا
دیکھ کر ایسی بھڑکی کہ چپک کر دینا قدم پیچھے ہٹ گئی۔

میان آزاد تو روان پڑی جائے ہی تھے وہ تو لوہے کی نکلے آئی
گئی بی بی صاحب کے ماتھے ٹپٹی۔ ساندنی کا چکنا چکا کہ وہ بھی ساتھ
ہی دھم سے زمین پر رر رر دھون۔ خدا کی مار اس موے موڑی
پر۔ وہ تو کو خیر سے پتی سڑک نہ تھی نہیں تو سخت میں ہڈی
پسلی چور چور ہو جاتی۔

چاندو باز۔ شابش ہی تیری مان کو ٹھننی بھی کھائی گرو ہی تو
دی خمد دم ہیں۔ دوسری حیا دار ہوئی تو لاکھ برس تک سوار
ہونے کا نام نہ ملتی۔ سواری کیا جنازہ روان ہی۔ مگر جہاز پر
پھر موجود بھی کی بلا دور۔

شکری۔ مجھے شکری کہتے ہیں۔

بادشاہ۔ شکری! وہ کیا میٹھا نام ہے اور کیوں مہربان کرتے وقت بسوں سے فدا گھومتی ہے۔ اپنے وقت کی شیرین ہے۔ اچھا یہ کچھ یہ تو بتاؤ کہ صبح صبح یہ ہزاروں اور آہ و زاری کیوں ہے کیا کسی انگلی پھیلے کو رتی ہے۔ میرے کچھ پرسانپ لوٹنے لگا۔

شکری۔ اہی حضور کیا کہوں آپ کے وزیر کی بھرپور طبیعت آتی ہے۔ وہ وزیر میں فقیر۔ میری عزت اب آپ ہی کے ہاتھوں۔ بادشاہ۔ اوہ تو بہت سی بڑی بات ہے وزیر کو ابھی بیڑی کی دینا ہوں تو کہاں دے ساتھ بیاہ کرے۔ منے سے راج کرنا میں اب والدہ شیدا ہو گیا۔

شکری۔ اہی واہ تم بادشاہ میں داد خواہ۔ تم راجا میں چلے کہیں گزی میں زینت کا پیوند لگاؤ۔ تمہارے یہاں ایک ایک پیش خدمت مجھ سے اچھی ہوگی۔ میں ہوں کس میں۔

بادشاہ۔ کوئی میرے دل سے پوچھے۔ یہ نرگس غمزہ زن۔ یہ زلف پر شکن۔ اہو ہو ہو۔ بلا سے جان ہے۔ اب تانا مان لے کہ۔ شکری۔ بس بس۔ اچھا۔ تو اتنا کہنا اس گھڑی آپ بھی ملین آج تو میں سب سامان لیس کر رکھوں۔ کل آپ گیا رہنے آئیں بس شکری اور بادشاہ سلامت گھل گھل کر باتیں کریں گے۔

بادشاہ اور وزیر اور کوتوال اور گروہی بشاش گئے کہ پلہ مار لیا کل ڈیٹن گے ادھر آٹھ بجے ادھر گروہی برآمد تھے ماسے خوشی کے طے میں چھوٹے نہیں سکتے۔ شکری کے سراپا کی جو تعریف کرنے پر آئے تو پل بانہ دیے۔ شکری اپنے دل میں سوچتی تھی کہ یہ گھانٹا تو نہیں کھا گیا ہے۔ مویا یہ تو نہ جیسے نقارہ میں دسال۔ یہ پورست کا لکڑا اور میرا عاشق بنا ہے۔ اس مجھے کو تو ایسی چپٹی پر سے بھی نہ قربا کر دے۔ واہ مجھے گروہی تیرا سیتا ناس جائے یہ گروہی سنو نہیں آتے کے

لائی نہیں رہا۔ وہ جاتیرا منہ نہ جھلسا ہو تو شکری نہیں۔ کیا منے مریسے مچھی باتیں بنا رہے ہیں اور غریبی نہیں کہ نہ کچھ بابا اہی چاہتے ہیں۔ اب گروہی چٹنگ زنی کو نہ لگے۔ شکری ٹال ٹال جاتی تھی کبھی شرماتی تھی۔ کبھی شکری تھی کہ واہ مجھے گروہی کیا بڑھوسا ہے گروہی بڑھے منیہ پتھما ماسے اکریٹے ہوئے بیٹھے تھے کہ لٹنے میں کسی نے دروازہ کھٹکھڑایا۔ این! یہ کون آیا۔ اسے باپ کا باپ یہ کون۔ کوتوال۔ اُٹ سے غضب اب جان بختی نظر نہیں آتی شکری دریا کھوکھین چاؤ۔ یہ کیوں! یہ کیوں! آپ عاشق جو تھے ہیں۔ بات تیرے گروہی دم میں نہ رہا۔ رہ تو دیکھو تیری بوٹی بوٹی نہ چیلوں کو دون تو شکری نہیں اہی اب کیا کر دے شکری۔ شکری کہاں علی کہاں۔ کہیں دروازہ نہ کھول دینا میں تو باتوں ہی تک کا گدھا رہتا۔ شکری نے گروہی کی کھوپڑی پر جھلا کر دو تین ٹہپیں زناتے سے لگا لیں۔ اور ایک بورے کے بیچے جھا کر دروازہ کھول دیا۔

کوتوال۔ شکری آج شام کو اس گروہی خبر لو لگا اور قید کر دو لگا۔ تم میری معشوق ہو اس مودی کی ایسی تیری قبر میں باؤن لٹکائے بیٹھا ہے اور یہ عشق چڑایا۔ تمہارے لائق تو ہم ہیں پیاری آؤ ادھر بیٹھو۔ واہ کیا جمال ہے۔ کیا مستانہ چل ہے۔

یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ وزیر بھی آن موجود۔ دھم دھم۔ دھم دھم دروازہ کھول راجی شکری دروازہ کھول دو۔ کوتوال کے اوسان خطا کہ غضب ہی ہوا وزیر غم آگئے۔ اب میرا کہیں ٹھکانا ہی نہیں انہی خیر۔ خداوند اچا یو۔ ٹپے کیا تھے پھنسے۔ دیکھو باگیا تو راج کا خیال گدگدایا اور بوٹی بوٹی نوح کھا لیا شکری خدا بچاؤ شکری ہوئی مجھے تیرا جنازہ نکالے یہ تو کوتوالی کرتا ہے میں تو لگی فریاد کرنے آپ مجھے پر بھی گئے اب خیارہ اٹھاؤ گے پھلے ماسوں کی ہو بیٹھوں سے یہ بڑی

مچا پا کر ٹھہرے پھانڈ۔ گھوڑوں کو لٹکا رو۔ واہ بھی گھبی گھبی ہو کر
چلے اڑھائی کوس۔ اسی جوار اب چلتے چلتے جلیں پاکین اڑنے لگیں
کیا ریل گاڑی کر رہی ہے۔ بھاسے کی گاڑی تو یوں ہی جا لگی۔ چا،
اُڑ پڑیے ابھی سویرا ہے۔ میان اچھا اچھا باتن پیچھے بنا۔ چلو تیز
ہائیٹ ہائیٹ باسے خدا خدا کر کے پونچے اور ڈٹ گئے یلی مجنون
کی داستان شروع ہوئی۔ آج تو پارسیوں نے محفل کو راجھوڑا
مجنون کا بن بن جنگل ٹھوکر بن کھانا جوش جنون میں ہر در دیوار
سے یلی کو بلانا۔ دن کو گریہ وزاری۔ شب کو اختر شماری۔ چلا خٹاکر
رونا اور اشک گلگلیں سے ہر دم گل رخسار کو دھونا ایسا ثابت کیا
کہ حاضرین جلسہ حیرت گئے۔ کبھی کسی شجر ارفع سے چبٹ کر پکارا
یلی یلی کبھی لب جو بار اشجار و سبزہ زار کا عکس دیکھ کر غل عجایا
یلی یلی۔ پادون میں کانٹے چھے مگر آت تک نہ کیا۔ بدن گلا جاتا
تھا لیکن زبان پر فقط فریاد و مین آتا تھا یوں نام کو مجنون بن جانا
تو سب ہی جانتے ہیں گریہ ادا وہی بقیاری وہی عشق معادق
ظاہر کرنا کاسے دارو۔ ادھر یلی بھی ترپ رہی تھی آخر کار جذب
دل نے رنگ اتر دکھایا اور عاشق و معشوق کو اہم ملایا۔ ہفت
یلی نے وہ ستم ڈھایا کہ لالامان۔ اتنے میں مجنون نے آٹھ کھولی
معشوق پری پیکر کو ہلکارا یا دیکھتے ہی دم توڑا۔ اور یلی بھی ساتھ ہی
چھوڑی جھونک کر چل بسی۔

اس مقام پر حاضرین جلسہ کا دل بھرا یا اور بعض رفیقِ مطلب
آدمی ڈھار بن مار مار کر رونے لگے۔ محفل سکتے کی حالت میں تھا
بس شہر خوشان معلوم ہوتا تھا جسے دیکھو ماسے رنج کبات
نہیں چھوٹی۔ آٹھ ڈنڈا آئے۔ کلچر دھک دھک کرے لگا۔
افرض پارسیوں نے سدر جہرقت اور عبرت ظاہر کی کہ طبع
ایک قسم کی مجلس کر دکھایا اور حاضرین کو زار زار رولا یا ہٹا

گردن ہی رہی تھی کہ اہو ہو ہوا اور باہم ہی گھگھو چپکے چپکے ہوتی تھی کہ
آج تو غضب ڈھایا اتنے دن سے ناشاد کھایا مگر چہ سرت بھی نہیں
تھی جو اسوت ہوئی واہ واہ واہ۔ خصوصاً یلی کا مجنون کی لاش پر
رونا اور صبر مان کنا کہ ہسے دل کی دل ہی میں رہی مراد ایک
نہ برائی۔ داغ جہائی نصیب ہوا۔ مردہ جبرسا۔ ایسے سخت
میان آزاد کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرتے تھے اور راز و گن
کے حصارِ جاسہ و مال سے اپنے اپنے اشک پوچھتے تھے اور بعض تو
بھوٹ بھوٹ کر رونے لگے۔ اس درجہ محو ہو گئے کہ دُشمن بدترین آدمیوں
کے عین ہوت جیکہ یلی نہایت مسرت میں حجر کے صدیوں کو رو رہی تھی
ہنس دینے پر محفل بھر قہر کی نگاہ سے دیکھنے لگی۔ جب پہلا نا شاختم ہوا
تو چوہر نہ سے واہ واہ۔ سجان اللہ۔ بارک اللہ۔ صل وصل۔ اہو ہو ہو
کا غلغلہ مبد تھا۔

میان آزاد سرگشتی کے مادی۔ ڈھائی گھنٹے جم کر ٹھپٹا پڑا تو گھبرا
اٹھے سوچے کہ جلو محفل بھر میں گھوم آئیں دیکھیں تو لوگوں کا کیا حال ہے
اب سینے کے پس منٹ درجہ دوم میں ادھر ٹھپے ۱۵۔ منٹ اٹھ ڈینے
پھر جھک کر درجہ سوم میں ہوئے۔ وہاں چھ میلوں کی گین اور چو
درجے میں کھٹ سے موجود کئی آدمیوں کا مکالمہ سنا۔

ایک۔ یاران کے پاس سامان تو خراب لیس ہے۔

دوسرا۔ واہ کیا کمنا رقی برقی پوشا کین اور لطف یہ کہ سب

بھی جھک جھک کر رہی ہیں۔ اور پرے تو ایسے دیکھتے تھے

بس یہی یقین ہوتا ہے کہ بارہ دری کا چھانک ہی پاپری خانہ ہے

جنگل کا سامان دکھایا تو وہی بیل بوئے۔ وہی دوب۔ وہی تیر

وہی جھاڑیاں۔ وہی باڑیاں وہی کسار۔ وہی لالہ دار۔

بس بالکل سندر بن معلوم ہوتا ہے۔

تیسرا۔ اور سبز پری کی تعریف ہی نہ کی۔

مخارام۔ لعنت ہی تجہ پر۔ مردک۔ ڈوب مر چلے بھڑانی میں تھو
تیری اوقات پر چپٹ لگاں لے پھکارا (دھول جاں) او پھکار۔
شکری۔ مودی جنتی خوسے۔ شرم نہیں آتی۔ دیکھو کداسن
عورتیں ایسی ہوتی ہیں۔

مخارام۔ تم نے کوتوال سے کیوں نہ فریاد کی۔
شکری۔ بس چپ بھی رہیے نہ سوا اسکا بھی چپا نکلا (مصدق)
کھو کر) یہ آپ کے کوتوال صاحب ہیں۔ یہ اپنے ہی ڈوسے
ڈالتے تھے۔ یہ کیا حرکت تھی عفری ہو۔

مخارام۔ کیوں بے نالائق۔ جاؤن وزیر سے کہدوں۔
شکری۔ واہ وزیر ان کے بھی گرو گھٹال ہیں (مصدق)
کی طرف اشارہ کر کے) یہ وزیر بیٹھے ہیں۔ اے لعنت۔ دیکھو
حیا پروری اسے کہتے ہیں۔

مخارام۔ سلام صاحب سلام۔ چلو بھڑانی میں ڈوب
مر جا کر تفت ہو۔ تم نے جہان پناہ سے ان سب کی کہیں
نہ فریاد کی۔

شکری۔ ہونٹو وہ بھی اسی عتلی کے چٹے بٹے ہیں دکرسی شاہ
مجرع عرض کرو بادشاہ سلامت یہ چپے تھے ہیں۔ واہ حضور۔
مخارام۔ ارے ستم! بادشاہ دقت اور یہ حال!۔
شکری۔ کیوں جہان پناہ میں نے انعام کا کام کیا یا نہیں
واہ ری شکری۔

نہ ہر زن زن ست دن ہر مرد مرد
خدا بیخ انگشت یکسان نہ کرد

دوسرے روز میان آزاد نے ساندنی کی دھم میں نمد لبادھا
اور کریم کی گاڑی پر لڑکے چلے تماشہ دیکھے۔ کوہیاں کو چپان
گھوڑیوں کو کرکڑا دو پھوڑی دیر کے بعد پھر وہی غل غبارا

کیا شہر شہ ہے۔ جل اُس صندوق میں بیٹھا اور چپ چاپ بیٹھا۔
یہ ککر شکری بی نے دروازہ کھولا تو وزیر برآمد ہوئے۔

وزیر۔ پیاری قسم تو جوکل رات کو آنکھ بھی جھپکی ہو۔ کوتوال مردک
کو تو آج ہی مرنے کو تھا ہون۔ مگر قسم دو کہ آج سے تم ہماری ہون
میں تو میری ایک ایک اوپر عاشق ہوں۔ اب ادھر ادھر
نابھتی کہاں بھرتی ہو۔ آؤ ادھر آؤ۔

اتنے میں کسی نے دروازہ کھڑکھڑایا کون ایسے کون نا بکار آیا۔
چپ جہان پناہ ہیں۔ اسے استم ہی پناہو گیا۔ میں کہاں جاؤ
شکری بچاے واسطے خدا کے کہیں چھپاے۔ اُٹ۔ اُٹ میں
اس صندوق میں گھس جاتا ہوں تو بلائے۔ دروازہ کھولا تو جہان پناہ
برآمد ہوئے شکری چاند میں داغ ہی ترے کھڑے میں دام نہیں آنتا
میں یہ چپ کہاں۔ تو بادشاہ ہوں ہی کے لائق ہو یہ او کوئی کہاں
سے لائے۔ یہ بوٹی بوٹی کوئی کیونکر پھڑکائے تھے کیا دیکھا کہ خدا
کی قدرت مجھ نظر آئی۔ جل جلالہ۔ اُجی حضور میں آپ کے لائق
کہاں۔ آپ بادشاہ ہم غریب آدمی۔ این بکسی نے دھم دھمایا
کون شخص ہو۔ ہوت کہان سے یہ کجنت آیا۔ اسے ہٹو تو
ہٹو تو ہی۔ یہ تو میرا بیان ہو خوب مال لائے ہوں گے۔ او شکری
او شکری۔ میری عزت اب تیرے ہاتھ کی گرسی کی لڑ میں انکو بھی
چھپایا۔ دروازہ کھولا تو مخارام دن سے داخل۔

شکری۔ آئے آئے میان آئے۔ سب خیر دعائیت۔
مخارام۔ کئی آنکھ کے اندھے گانٹھ کے پوڑھے تلگے اونے
پوڑے بچا اور دام کھڑے کیے اور بیان تو سب خیریت ہی
گردی تو اچھے ہیں۔

شکری۔ آگ تلگے سوے گردو۔ گچ پڑے سپر وہ تو کسی دیہی
گھات میں تھے (بولا اٹھا کر) بیجے درشن کیجئے۔

اچھا رہی کی شکل ہی گوری ہے۔

اتنے میں بہادر شاہ ظفر کا حال مشرق ہوا۔ واہ داد وہ۔
یہ اس سے بڑھ کر ہے۔ ہمیں اور ہی لطف ہو چکی۔ ہاسے دہلی کی
تبہا ہی کو اس طرح بیان کیا کہ لوگ چوٹ چوٹ کر روئے جلوس
برخواست ہوا۔

تھانہ دار

ادھر دھوم دھڑکے سے قانون مشب کی سواری آئی۔ وہ
چراغوں نے پروانہ قرری کی خوشخبری بانی۔ ادھر قبلہ کے رخ
سے بھومتی ہوئی گھنیری گٹھا چھائی۔ مورلیوں کی سرلی جھنکار اور
پیپوں کی پکار نے گٹھا کی کیفیت بڑھائی۔ اتنے میں بجلی تروپی
اور بدل گرجنے لگے اسے ادا کیا بوت کی شہنائی ہو غضب
ہی ہو گیا۔ اب تماشا و ماشا غیر صلاح ہے۔ یہ سچے وہ ٹپا
بونہیں گرنے لگیں میان آزاد جھنجھلا کر کہنے لگے ہ

کیا برتاؤ یوں برس کجبت کوہ سے لیکے دوب جائیں خست

بارے ایک دفعہ ہی ہوا سے وہ زور باندھا کہ بادلوں کو اوپر
اوپر اڑائے لگی مطلع صاف۔ اہو ہو ہو۔ اتو بلی مشب برنگ
کھارے۔ غضب کا سنگار ہے ہ

متاب شیعہ جو وصل معور	بروز کشیدہ پردہ نور
در راہری چو در میان	در پردہ دری جو مہر بینان
ابر سے افق گرہ کشادہ	افلاک صلاے نور دادہ
از خوش طرب زمانہ سیراب	پانظر نظر زمیں ز متاب

اصداقہ رات کیا لیلۃ البرات ہے۔ بلکہ وہ بھی بات ہو چاندنی
سینہ عارفان حق پرست کی طرح صاف۔ پر تو واہ از قات تا قات
پردہ دار عاشقان ہی۔ مضمون اقامتہ الیہ السار پرستہ اکلوا کب
پروردیدوار سے عیان ہے۔ شب عشق سے پرہہ ہو۔ تو جان

محبوب چار گنا سالہ ہمارے صوفی صافی طینت۔ ریاض جنوں کے
زیب رزیت میان آزاد بی بھٹاری کے ساتھ اس کے پر سوار ہو
ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کھاتے خوش گپیاں اڑاتے چلے۔ راہ میں ایک
فیقر نے پچھا کیا۔ جوڑی سلامت میان ہوئی کی جوڑی سلامت ان
گورے گورے ہاتھوں سے ایک پیسہ دلو ایسے سائیں کو۔

چاندو باز سلیمان میان ہوئی نہیں۔ بہن بھائی ہیں۔
فیقر۔ بھائی ہیں کی جوڑی برقرار۔ مان کا کلیجہ ٹھنڈا رہے۔
میان آزاد بہت ہی عجیب۔ بی بھٹاری خوب کھلکھلا کر ہنس
پڑیں لو اتو جو اسے میان ہوئے اور میان سے بھائی جان۔ اب
کرنے کی سند نہیں۔ بولو دو نوں میں کون پسند ہے۔ میان آزاد اب بھی
شرمائے۔ لا حول ولا قوۃ۔ بھی آج سے تھامے ساتھ آئے تو
تھارا ہی بھائی۔ غیر قہقہے لگاتے اور اکا اڑاتے دن سے دن
مغل پکاج تم کا جو بن ہو کہیں ولیان گلزار کہیں پری رُفان
شوخی و عیار۔ کچا کچھ آدمی بھرے ہیں۔ اور شہر بھر ٹوٹ پڑا ہوتے
میں نقل شروع ہوئی۔

ایک سینڈ جی دستار گلزار سر پر جمائے۔ دھڑکی کی لانگ دھکا
چھندر کی صورت بنائے۔ دانتوں میں سی لگائے ٹکتے ہوئے
آئے اور ساتھ ساتھ انکی کیلی رگیلی اسیلی ہیں پھیلی ہوئی عجب تازہ
درہائی سے آمین وہ بچپن وہ باکپن۔ وہ کھارہ سنگار گلزار
صد سالہ بھی دیکھے تو کلیجے پر چوٹ کھائے۔ ہزار جان سے
عاشق ہو جائے ہ

بھجوا کا روپ سچ و صبح تہ آفت چلبلاہٹ ہے
جھکڑ انور کا کھڑا غضب اسکی سجادت ہے
خبر بھجوا یہ کس کے بانوں کی اٹھکیں اٹھت ہے
کہ ہر ٹھکرہ جسکی دل میں اٹھی گدگد اٹھت ہے

ہو تھا۔ کن! حضرت! اللہ! جو کہیں لکھنؤ میں ہے مہینے بھی
تعلیم پائے تو پھر آنت ہی دھائے۔ یہ نورانی گلا۔ یہ ٹیپ راکورن
یہ سن و سال یہ سن و حال۔ واللہ! لکھنؤ لوٹ بجائے لکھنؤ
ہر رئیس کے بیان سے ہوا آئے اور جہان جائے کھنکھن شرفی
پائے اور جو مشاطہ سنو اسے تو پھر دیکھیے جو بن دونا ہو جائے
تیسرا۔ پھر اسی ہاں کیا خوب بات کہی ہی۔ جو کہیں دو مہینے بھی
میلن ٹک جائیں تو پھر واشٹنگٹن دار پانچام نہ پنا دیا ہو تو
لکھنؤ نہیں۔ اسیلین پانچے اٹھائے جاتی ہوں اور سبز پری
جھوم جھوم کر آتی ہوں اور حاضرین جلسہ پارہے ہوں کہ خدا کر کہ
بچائے کہیں کلاں میں مونتج نہ آجائے۔ بھی لکھنؤ پھر لکھنؤ۔ ہاتھی
لے گا تو کمان ٹک۔

دوسرا۔ پھر بھی انکے ساتھ میں نہ بنے بڑا جید مسوہ پلوس
پورا بھانڈ ہے بیان۔

ایک طرف تو یہ باتیں ہوتی تھیں۔ اب درجہ سوم میں جو گئے تو دو
یتیم جانڈو بارشوا اور بیان چرواؤ قبر بٹھے چنگو لیاں کر رہے تھے۔
چمرو۔ اسی دھوپا ہی دھوپا ہی۔ کچھ ہیں نہیں۔

شمسو۔ ہاں ٹن ٹن کی آواز تو آتی ہے۔ باقی خیر صلاح۔
قبر۔ اسی قم و دونوں تو چاند کی پیک میں ادنگ رہے تھے نہ
نقل دیکھی نہ کچھ اور گئے گایان نے بھلا قسم تو کھاؤ کہ ملی مجون کا
سارا تھہ دیکھا آٹھیں تو آپ کی بندھنیں آپکو سو بھا کیا خاک
تم نے تو کچھ دیکھا ہی نہیں مزے تو ہم دوتے تھے ہوتے ہی سرے
سے اس سرے تک کمر بچا تھا سب سب دھارین مارا کرید
رہے تھے آپ گھنٹا بھر کے بعد آنکھ کھولی تو بتا اٹھے کہ دھوپا ہی
دھوپا ہے ذرا آنکھیں کھول کر دیکھو تو۔

شمسو۔ کیا بار کی اندر بھاسے بڑھ کر ہے۔

چمرو۔ اسی واہ۔ اندر بھاکی ایسی تھی وہ لوگ کیا جانیں یہ
چمکتی دکتی پوشا کہیں۔ یہ روشنی یہ حسن و جوانی یہ سبز پری کی نورانی
آنکھ نصیب کمان۔ آپ بھی گری اور شرعی کو لاتے ہیں۔

قبر۔ ہاں۔ اور نہیں تو کیا۔ اسی یہ سیکڑوں نقلین کرتے ہیں
ایک اندر بھا کیسی۔ ملی مجون کا تھہ۔ چمیل بٹاؤ اور مہنارانی
کی داستان۔ سات پروین کا تھشا۔ گل بکاؤلی۔ شکر کی کی چنگ ٹک
میان نصیحت کا مسوہ بن۔ صمد ہاتھ تھے یاد میں اور سب چوٹی کے
یہاں سے ٹھٹھ کر میان آزاد درجہ اول میں آئے۔

رئیس۔ ان لوگوں کو کمال حاصل ہے۔

مصاحب۔ ہاں پروردہ شد یہ دیکھیے بڑے ہلا کے نقال ہیں
رئیس۔ ہلا کے۔ ا۔ اسی یوں کہو کہ نور کی طبیعت پانی ہے۔

مصاحب۔ بجا ہی خداوند۔ یہ دیکھیے گلے کتے نورانی ہیں اور
مانگ پر تو حضور یہ دیکھیے وہ جو بن ہے کہ واہ جی واہ حضور یہ
دیکھیے غفل عمر اسی کو غور کرتی ہے۔

خانصاحب۔ ہاں اللہ بیچ کیے گا کتنی پیاری آوازیں ہیں۔
رئیس۔ دو ایک کی آواز بھی بہت اچھی ہے۔

مصاحب۔ ہاں خداوند۔ یہ دیکھیے بہت اچھی یہ روشنی
بہت ہی اچھی۔

رئیس۔ روشنی تو ہے ہی۔ میں آواز کو کتا ہوں۔

مصاحب۔ بجا ہے حضور والا۔ آوازیں بھی نورانی ہیں۔ کوئی
کیا گائے گا۔ اور گائے گا بھی تو یہ گلا کمان سے لایا گا۔ یہ خدا اور
بات ہی۔ حضور کی قدر دانی پر ان لوگوں کو تباہ و دہہ جو حضور نے
بڑی جوہر شناسی کی یہ دیکھیے سب مدح میں۔

صاحب بہادر۔ دل ملی بھائی تھی۔ پسند کیا۔

میم صاحب۔ اویس بہت پسند۔ کچھ کچھ اللہ کی کھاتا

جانے کیا جوڑ بان ٹوٹی مین یا پاؤں کی منھری گھس جائے گی
میں تو مرد ہوں تو تباہ ساڑنی کی کھچ لگانی ہوتی اسنے ذری
تھا نہ تک نہیں جایا جاتا نہ وہ یہ دھا جو کڑی تو روز ہی رہی ہے
کل آکے دیکھ لینا کیا تاؤ مارا جاتا ہے۔

آزاد۔ بھلا تھا شاہچوڑوں۔ یہ پری چہرہ نازنین یہ گلفام
مرحبین پھر کہاں سے نظر آئے گی۔

بھٹیاری۔ اویان ادھی کے ردغن میں تو وہ روپ کل
آتا ہے کہ آدمی سجدہ کرنے لگے۔ اچھا ہم تم کو سراہی میں۔
رنگ و ردغن نہ دکھا دین تو آدمی نہیں۔

آزاد۔ اچھا چلو طین مگر چلو تم بھی ساتھ چلو راستے میں دو گھر کی
دل لگی ہی ہوگی۔ ہاں خوب یاد آیا تھا نہ راستے اور مجھے تو
لاگ ڈانٹ ہوا سدن چل گئی تھی نہ کہیں ایسا نہ کہ وہ
کو توالی کے چوڑے پر بیٹھ کر فرعون بے سامان بن جائیں اور
ایک آدھ ادھی سنائیں تو پھر میں نے ہی پڑھا اتنا سمجھ لینا
میں آدمی بات سننے کا روادار نہیں۔ ساڑنی ملے یا ہٹم میں
جائے اسکی بدوائیں مگر کوئی اینڈ اینڈ انقرہ سنایا اور میں نے
کری کے پیچے چنچا۔ میں آدمی مرانی ہوں اور پھر کوئی سننے لگا
سبب کیا۔ چور نہیں کہ کو توال سے ڈرون جاری نہیں کہ
پیاسے کی صورت دیکھ کر جان نکلے۔ دوڑ کا خوف ہو تو ہاش
نہیں کہ منہ چھپاؤں۔ مرل نہیں کہ دو باتیں سہ جاؤں کوئی
بولا اور ادھر بندے نے فخر تو لا۔ یا ہم نہیں یا وہ نہیں۔

بھٹیاری۔ تم کو تو خفان (خفقال) ہی میں دیوانی تو ہوں
نہیں وہ پچا رہ تو ایک ہنس کچھ آدمی ہے۔ رنگیلا جوان
لڑائی کیوں ہوئے لگی۔

کانسٹبل۔ چلے یا نہ چلے مگر میں تو دیر ہوتی ہو چلے تو اچھا

نہ چلے تو کہہ دوں کہ وہ اسوت نہ آئی گے یا ہم تو جانتے ہیں
چلے ہی چلے دو گز باتیں کیجئے گا اور پھر ہمیں آجائے گا۔
آزاد۔ ارے ہاں ہاں تم تو تھانہ دار کے مزاج سے واقف
ہو گے بھلا کالی تو نہیں دے بیٹھتے ہیں۔

کانسٹبل۔ دانت کے تلے انگلی دبا کر (ناہن گالی دینا کیا
کچھ ہنسی ٹھٹھا ہی آپ نشان کھاتے ہیں (نشان خاطر)

الغرض اس قبل قتال کے بعد میان آزاد اور بی بھٹیاری
کانسٹبل تھانہ پر چلے۔ راہ میں ایک آدمی اکڑتا ہوا جاتا تھا۔

سیان آزاد دست آدمی اسکا اینڈ ناؤ کچھ کراگ ہو گئے قریب جا کر
ایک دھکا جو دیتے ہیں تو کوئی پچائش نہ ہلکیان کھائیں اور بازار
بھرنے تالیان بجائیں۔ بی بھٹیاری نے حضرت کے ٹونڈل پیسے
اور تھوڑی درجے تھے کہ ایک شخص چادر بچائے بڑی بوٹی اُسپر
پھیلانے بیٹھا گپ اڑاتا تھا کہ اس بوٹی سے اتنی برس کا بچہ
جوان ہو جائے۔ اس جڑ کے استعمال سے بال سفید ہونے لائیں یہ
چوتیس دن نہارنہ ایک ایک تولہ ہے تو بوسیر بھر نہ ستائے میان آزاد
اسکی طرف بھٹک پڑے کہ کو بھی کھلاڑی یہ کیا کر کری خانہ بھیل کر
بیٹھے ہو۔ آج صبح سے کتنے گوتھے بھلنے کتنے عقل کے ٹونڈے
گاتھ کے پوزھون کو غتا دیا کس کس کو نوٹا وادو سو بھی خوب
ہست سے یو توٹ اٹوٹے ہو گئے کو سلا جیت بھی ہو۔ ہا ہا ہا۔
وہ ایک کالیان تار گیا کہ یہ بڑے حضرت ہیں۔ کان میں
چپکے سے کہا کہ استاد جانتے تو ہو پھر یہ سب کے سامنے ہلائی
جو کرنا کیسا میان ۶۔

روٹی تو کھا کھائے کسی طور مجھ نہ

سیان آزاد نے آہستہ سے اُچی کھڑکی سہلا دی اور چل کر
میں تو ایک دلی جا رہا تھا۔ پوچھا کیوں میان تلی کتا دن ہو گا

چکا چوندی نہ لگ جائے جلا کس طرح اکٹھا کرے
لسان برق بیتا بانہ اُسکی ایسیلاہٹ ہے

بہار باغ رعنائی۔ افشان خمیں درباںی۔ تیز و گرم خیز شکستہ دل
کے لیے مویائی۔ پیاری مائی۔

میان۔ پیاری اسوقت تو رنگ نئی اور کچھ شق ہو گیا۔ اب
جان پر بن آئی ہے۔ ملک الموت کی دہائی ہو۔ ہاے میرا سین
سال اور موت کا خیال۔ کیا بُرا دھڑکا ہی کس منے سے کشتی تھی۔
بیوی۔ (ردتی ہوئی) اچھی کچھ کو تو یہ ماجر کیا ہی۔ خاصے جیتے
جھاگتے شے شے بے کھڑے ہو۔ مرنا کیسا۔ ہو کیا۔ ہاے میرا
تو کچھ بیٹ گیا۔

میان۔ جس سوداگر کا میں کجنت ڈکر ہوں اسکی بیگم نے بلا کر کہا
کہ وہ چل بے اور کہہ گئے ہیں کہ سیٹھ کو یہ سہ پاس بھیج دینا
سوا ب میں جانا ہوں۔ رخصت۔ ہاے تیری محبت کا بانی بیٹ
میں چلے رہا ہے۔ آؤ پیار کر میں یہ آخری پیار ہے۔ اب ہاں
ملین گے۔

بیوی۔ ارے میں تو کہیں کی نہ رہی۔ ہاے اسوقت آنکھوں
میں اندھیرا بھا گیا۔ مجھے جھوڑ کر کہاں جاؤ گے۔ کس کو سوچنے
جانتے ہو (لگے چپٹ کر) اب گلے کس کو گاؤں گی۔ اے میرا
سوا ہاگ سوگ سے بد لگیا۔ رنڈا پاؤں دیکھنا قسمت میں بدلتا
جتنی ہنسی نہ تھی اتنی اب روئی گی۔

میان۔ آؤ پھر گلے مل جائیں ارے اب پیار کون کرے گا
یہ آخری ملاقات پیاری آخری ملاقات ہے۔ تمہارا پیارا
اب تم سے جدا ہوتا ہے کہا سنا سنا کرنا۔ یہ دم واپس ہی
خوب نظر پھر کر دیکھ لو۔ پس پھر وہاں دیکھنا نصیب ہوگا۔
بیوی نے دھار دین دھار دینا شروع کیا۔ چکیاں لے لگیں

سر پر خاک اڑائی۔ چوڑیاں پٹ پٹ چٹ ٹوڑ ڈالیں۔ ٹوڑ دیکھو
رانڈ بیوہ کی صورت دیکھو۔ ہاے جیتے جی مرئی۔ ہی جیتی کڑوت
آئی ہوئی۔ ہاے میں جیانا مری۔ دمری۔ اب ایڑیاں رگڑ
رگڑ کر مروں گی۔

میان۔ واہ واہ۔ توجہ میں مرنے کا تب رو لینا یا بھی تو
سامنے کھڑا ہوں اور تو کہتی ہے کہ میں رانڈ ہو گئی۔ میں
سنڈا بنا ہوا ہوں تو رانڈ کیونکر ہو گئی۔

یہ نقل اتنی ہو چکی تھی کہ میان آزاد کو ایک سپاہی نے
بلایا اور کہا چلے تھانہ دار صاحب نے بلایا ہے۔

میان آزاد مزے سے بیٹھے ہوئے تھا شاید کچھ ہے تھے۔
سیٹھ جی کی دستار گلندار اور زرد جہر شمع و سنگار۔ سیٹھ جی کی جوانی اور
خوش سیالی چلبازان اور چمن دیکھ کر عرش عرش کرتے تھے کہ دفعہ
عین کڑیاں میں غلہ لگا سارا مرزا کر رہا ہو گیا۔ برتنہ اڑنے
آن کر کہا کہ آپ کو تھانہ دار صاحب نے اسوقت بلایا ہے چلے
ذرا جلدی اٹھیے۔

آزاد۔ کون تھانہ دار ہے جسے تھانہ دار سے واسطہ۔ کوئی دھم
بھی ہی با یوں ہی بلایا ہی۔ چلو چلو ایسے بہت بلایا کرتے ہیں ہیں بھی
کوئی ایسا ویسا مقرر کیا ہے۔ کیا دل لگی ہے۔ جاؤ بلا لاؤ
اُنے کہے کہ آپ کو خود میان آزاد نے یاد کیا ہے ابھی
حاضر ہو۔

بھٹیاری۔ ہوں ہوں لے بس بیٹھے رہو۔ بہت اُجد پنا
بھی نہیں اچھا ہوتا۔ واہ کہنے لگے ہم نہ جائیں گے (بھینہ دھم)
محنت میں بیٹھے بھائے لڑنا بھگونا۔ بڑے وہ بنے ہیں ابھی
نہیں تو کیا۔ آخر ش ساندنی کی رپٹا کھڑا لی ہے کہ نہیں
پھر اب دو دو دو دو گے نہیں تو بنے گی کیونکر آزاد وہاں تک

آزاد۔ بس انگ کسی کی بیوی سے ہاتھ ملانا کیا دل لگی ہو۔
ذرا سنبھل بیٹھیے گا ہٹ کر۔

تھانہ دار۔ حضرت آپکو بیوی مبارک ہون سے مجھے اس
رشتے کا حال کیا معلوم تھا بھلا یہ عقدہ تو اب کھلا کہ عقد ہو گیا۔
ہو۔ مبارک مبارک۔ چین کھجیے۔ آج ہماری بائیں آنکھ
پھر کتنی تھی۔

میان آزاد سمجھ گئے کہ یہ بڑے ضعیف لا اعتقاد ہیں۔ بولے
حق۔ حق۔ حق۔ اسد باقی والکل فانی۔

اسکو چہ میان آزاد نے نہرا لہر لہر بہ آواز بلند پھا اور رات
کے ساتھ ادا کیا تو تھانہ دار کے ہوش اڑ گئے پڑھے لکھے بھی
واجبی ہی واجبی تھے نگے تھر تھرائے۔

تھانہ دار۔ (ہاتھ جوڑ کر) بادشاہ اجنہ۔ اگر کوئی خطا فرمائی
ہو تو تو۔ وہ تو تو ہی کہتے رہے میان آزاد نے کوڑا کر
کہا کہ السعید من وعظ لغیرہ۔

تھانہ دار صاحب نے کانپتے کانپتے کہا کہ حکم۔ بی بھٹیاری
بولین کہ سانڈنی کا بھی ہوس سے منگوا دو تھانہ دار نے فوراً
حکم دیا کہ ابھی سانڈنی لاؤ۔

کھٹ سے سانڈنی آن موجود ہوئی۔ میان آزاد سوار ہوا
اور پیچھے بی بھٹیاری مزے سے بیٹھیں۔

بھٹیاری۔ میان تھار ابا یان قدم سے۔ اخوہ۔ تم تو آدمی
کیا بلا ہو۔ ہم تو مان گئے۔ ایمان کی قسم آج سے مان گئے۔
وہ ڈانٹ بتائی کہ تھانہ بھر تھرا اٹھا۔

آزاد۔ (کردک کر) القبر صندوق العمل۔ ابدال
علی الخیر کفا علیہ۔

بھٹیاری۔ ذرا سنبھلے ہوے کہیں سانڈنی پر سے وکیل

نہ دون مجھے بھی کوئی ڈروک نہکے ہو مجھ سے ذری بیٹنی کی نہ لے گا
یہ خرے کسی اور ہی سے بھاریے۔

آزاد۔ بائیں تم ہم سے نہیں ڈرتا۔
بھٹیاری۔ یادداشت۔

آزاد۔ ہم شاہ ابنہ ہیں۔

بھٹیاری۔ ہم تمہارا بھی کان کاٹے گا۔

دونوں نے مکر فوب قہقہے لگائے۔

آزاد۔ بے آج تو تم دن آرمیون کے سامنے ہیں اپنا
میان بنا چکی ہو۔ مگر نہ جانا۔

بھٹیاری۔ پھر تمہاری بہت۔ ایسی قبول صورت ہی ہو رہی تھی
و کھلا دو بھلا۔ مگر عین غرض کیا۔ ہمارے میان آپ کو بوجھ دین ہی

اتنے میں سر پہونچ گئے۔ روز تو میان آزاد سویرے نماز پڑھ
نور کے ترنگے گجر ہم بلکہ بھلے سے اٹھتے تھے آج کچھ ایسے گھومتے

بجکر سونے کہ دنیا و دنیا کی خبر نہیں۔ بی بھٹیاری جھٹ جٹ
صبح صبح اٹھنے کی عادی گرنوٹ گئے دن کا عمل ہی بھی خراب

ہی سے رہے ہیں۔ دونوں طواب خرگوش میں ہیں۔ دونوں کی
چار پائیون پردھوپ بھلی ہوئی ہے۔ خرف خرف خزار۔ خٹ خٹ

ایواہ یہ وزن ہی نرالا ہے۔ ابھی خٹ خٹ اور خرف نکالی ہے
کیون نہیں۔ سانڈنی پائی ہے یا بائیں۔

بی بھٹیاری کھلی جاتی ہیں کہ میان آزاد ہم پر فریضہ ہو گئے
اب نکاح ہوا ہی چاہتا ہے۔ جب سے یہ ضبط ہوا تب سے وہ بھی

خرے بھارے لگیں۔ جالی تو ہیں مگر کر کے پڑی ہیں بنگلی
تک نہیں۔

اتنے میں میان چاندو باز آئے۔ آتے ہی پکارا میان آزاد
میان آزاد۔ بی بھٹیاری بی بھٹیاری۔ صولے برخواست

تیلی جو پیچھے پھر کے دیکھتا ہی تو اس کے اوسان خطا ہو گئے چکا چلدا
یہ دس قدم آگے بڑھے تھے کہ غل غبار سے کی آواز آئی ایک
حلوائی گا کہک سے تکرار کر رہا تھا۔

حلوائی - کھائی بھجیا نامین بکت ہی مہری دکان پر کس کس
دے دی ہلا۔

گا کہک - اے میں کہتا ہوں کہیں ایک گڑا نہ دون
آزاد - گڑا تو جیسے دبیے گا میں ایک گڑا آپ کی گدی پر
نہماؤں کہیں۔

گا کہک - آپ کون ہیں کہیں بددعا تو نہیں ہو ہی۔
آزاد - ان ہاتھ پاؤں پر یہ طیش بھلا ہے بچا سے کو جو تم
لٹکارتے ہو تو اسکی وجہ۔

بھٹیاری - ای تو مرے تو کوئی خدائی نوہرا رہے۔ ادلی
نسی کے پھٹے میں تم کون پاؤں ڈالنے واسے۔ میرا تو ناک میں
دم آ گیا۔ سکو سمجھانے سمجھاتے تھک گئی مل اسے نہ مانا نہ مانا۔

آزاد - وہ تو کو چلدا نہیں میں گھسن ٹی بتاتا۔
کانسٹبل - بھیا یوڑے روکا بس کا دکھی۔ جہان دیکھو زہرت میں
بیان سے چلے تو بی بھٹیاری نے ہاتھ میں ہاتھ دیا اور کہا

جواب کسی سے تم بھڑے تو خون خچر ڈالو گی۔ غدری در
میں تھانہ پر پوچھے۔
کانسٹبل - اے آیا کھڑے ہیں۔

تھانہ دار - اور یہ زمانہ ساقد کیسا۔ اٹا ہلی امد رکھی ہیں۔
میں تو اس جلیبی مست جال ہی سے سمجھ گیا تھا کہ بی جکڑ ہیں۔ آؤ نہ۔
کوئی ہے کچھ بیٹھنے کو دو انھیں۔ سچ کہنا تھاری جال سے
کیسا پہچان لیا۔

آزاد - دا بھلی داہ۔ دا شدہ دہ کی کوڑی لٹے اور اپنے

اپنوں کو سب ہی پہچان لیتے ہیں۔

تھانہ دار - یہ کون بولا۔ ہادی حسن۔ کون ہی بھئی۔

بی بھٹیاری نے دیکھا کہ اب بات بڑھے گی۔ اور مفت میں
ٹھائیں ٹھائیں ہوگی۔ آزاد مست آدمی۔ تھانہ دار کو حکومت کا
غزہ۔ یہ ایک کہنیکے تو بیان آزاد دس سنائیں گے عورت تھی چالاک
بگڑی ہوئی بات یوں بنائی

چمک کر تھانہ دار کی طرف چلی۔

بھٹیاری - اے بس چلو دیکھ لیا۔ منہ دیکھنے کی محبت ہی یہ
کھڑکی تھانہ داری اور تین دن سے موٹی سانڈ ٹی نہ ملی۔ تم سے
تو بڑی بڑی امیدیں تھیں (آزاد کی طرف مخاطب ہو کر) د
مولانا صاحب آؤ اٹھراں کر بیٹھے (تھانہ دار کی طرف مخاطب
ہو کر) اڈری ہٹو جادو۔ آخر بیٹھیں کہاں زمین پر۔

میان آزاد نے مونہ ہاتھ اپنی طرف بھٹیاریاں لٹک گئے۔
تھانہ دار - کو جی وہ سانڈ ٹی تھاری ہون۔

آزاد - تم کی تقریر کا اینجاں جواب نہیں دیا کرتے۔ آپ کہیے
میں کوئی چرکتا نہیں ہوں۔
تھانہ دار - کیا۔

بھٹیاری - (سر پیٹ کر) ہاے میرے امد میں کیا کروں یہ تو
جہان جاتے ہیں دنگا مچاتے ہیں۔ مجھ اجڑی ہوئی کو ان کے
پچھن کیا معلوم تھے بھلا۔

تھانہ دار - کیا کچھ اسے تعلق ہے۔ سچ کہنا تمہیں قسم ہے اپنے
شیخ سدو کی۔
بھٹیاری - تو تمہیں معلوم ہی نہیں۔ اے وہ اچھی تھانہ داری
کرتے ہو میں تو ان کے گھر بگڑ گئی ہوں نہ۔

تھانہ دار - لا تا ہاتھ۔

ڈوب نہیں مرتے جا کر چلو بھر پانی میں۔ پھیری منہ پر لٹی تو کیا کرے گا کوئی۔ دوسرا ہوتا تو منہ منہ چاتا۔

چاندو باز۔ کیوں بڑواتی ہوئے بھلا مفت میں۔ میں کیا معلوم تھا کہ یہاں نکاح کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔

اسنے میں میان آزاد حام گئے۔ تو چاندو باز اور بی بی بھٹیاری میں یوں باتیں ہونے لگیں۔

چاندو باز۔ آخر کو تو یہ بات کیا ہے۔ واہہ بھٹیاریاں قسم لے پھانسا تو بڑے مذہ کو۔ کیا بیچ مچ نکاح پر رضی ہی ہو گئے

جاسنے نہ دینا۔ ایسا منہ کھل جائے۔ بھی تو خدا کی عورت کیا بس کی گاتھ ہے تو۔

بھٹیاری۔ مگر تم بھی کتنے بے شعور (شعور) ہو اُسکے سامنے آپ نے گد گدانا شروع کیا۔ اب وہ کھٹکے نہ کھٹکے تمہاری

بھی جو بات ہو دنیا سے انوکھی بلینڈی ساقد بڑھایا مگر تیز چھو نہیں گئی۔

چاندو باز۔ اب تم سے جھگڑے کون میں کیا کچھ علم غیب بھٹوڑا ہی پڑھا ہوں مگر بکلی کرو۔

بھٹیاری۔ ہاں کئی بوڑھی ہونی چاہیے کسی اچھے دیکل سے صلاح نو۔ وہ کون دیکل میں جو کید گھوڑے کی جوڑی پر کھٹے

میں اچی دی گھروسے میں ابھی۔

چاندو باز۔ اچی دیکلون کی نہ پوچھو۔ دیکل تو تن تو سا بھٹن کسی کے پاس سے چلیں گے۔

بھٹیاری۔ نہیں واہ۔ ہو غو۔ کسی بوڑھے دیکل کے یہاں تو ہم نہ جائیں گے۔ ایسی جگہ چلو جو جوان ہو ابھی صلاح دے۔

یہ نہیں کہ عورت کو دیکھا اور دودھک بتائی۔

چاندو باز۔ اچھا آج تو اسے شام کو میان آزاد سے کہنا کہ

میں اپنی بہن کے یہاں جانا ہو۔ بس ہم بھٹک کے اُس طرف دیکے کھڑے رہیں گے۔ تم انا ہم تم جگہ سب معاملہ جگتا دینگے۔ کیوں جو نہ عقل کی بات۔

بھٹیاری۔ (فہمہ لگا کر) اچھا۔ اچھا۔ اچھا۔ ہو ہو ہو کیا سمجھی ہو اور معاملہ روز نے بھر ظلمات کا راستہ لیا اور نہ انور سے جلیباب

خفا سے رخ انور نکالا اور نہ لی بھٹیاری سے میان آزاد پر فقرہ چست کیا۔

بھٹیاری۔ میں تو آج بہن کے ہاں بیٹا ہو۔ کوئی کچی دھوکا میں آجاؤنگی تو اب میں جاسنے دو۔ تمہاری سالی نے بڑے

پیاسے بلایا ہو۔

آزاد۔ ذرا سالی کی صورت میں ہی تو دکھا دو۔ ایسا بھی کیا پردہ ہے کو تو ہم بھی ساتھ ساتھ نہ چلے چلیں۔ تھک جاؤنگی تو گو د میں اٹھاؤنگا۔

بھٹیاری۔ بس رہنے دیجئے۔ یہ دل لگی نہ کر رکھیے۔ گو کسی اور کو بٹھائیے۔

یہ کمزوری بھٹیاری تنک کر کو مڑی میں گئیں اور سورا سنکار کر کے نکلیں تو میان آزاد پھر دک گئے اُسوقت اُس پر ظلم تھا جو بن

پٹا پڑتا تھا۔ بیٹیاں جی ہو میں۔ گوری گوری ناک میں کالی کالی لونگ پیاسے پیارے کھڑے بڑا دن غمزدہ۔ ہاتھوں میں کرے

بانوں میں چھڑے۔ چمچ چم کرتی ہوئی چلیں۔ میان چاندو باز تو میں تنہا کھڑے ہی تھے جھپ سے ہاتھ میں ہاتھ سے کرے چلے۔

چاندو باز۔ ذرا اُنکے سامنے چمک چمک کر باتیں کرنا۔ نہیں جھینے لگو۔

بھٹیاری۔ مجھے اور آپ سکھائیں چکن بھی کچھ سکھانے سے ناہ میری تو بیٹی بیٹی یوں ہی چمکا کرتی ہے۔ نہ کہ ایسی جگہ آپ چلیں تو

یہ آج ہو کیا میان۔ خدا ہی میرے۔ اُنہو بھلا کچھ ٹھکانا ہے
دش کا عمل اور ابھی تک کھٹیا ہی پر پڑے ہیں کل شب کو تاشا
بھی نہ تھا۔ پھر کیا کیا کیے۔ دخت کی طرف نظر پڑی تو ساندنی
بندھی ہوئی۔ ہو ہو ہو۔ یہ بی ساندنی انگین شکر ہے جب تک
خوش خوش سو رہے ہیں۔ ارے بھی آزاد ہوت ارے میان
آزاد۔ ارے میان کیا سانپ سو گھ گیا۔ یہ ماجرا کیا ہو اہو ہلاک
اٹھے اٹھے۔ آخر کب تک فتن کا صیغہ گرد اپنے گا ہاں اشد
کھکڑاٹھ تو بیٹھ شاہاش ہر میرے شیر۔

آزاد۔ (انگڑائی لے کر) ادن۔ ادون۔ ادون۔
اُن کیا صبح ہوئی ہے۔

چاندو باز۔ صبح گئی کھیلنے۔ آٹھ تو کھو تو ترکے کا باپ ہی
یا صبح ہو۔ اب کوئی دم کے دم میں بالہ کی توپ دغا چاہتی ہو
دن سے۔ دیکھنا آج دن بھر سستی نہ رہے تو کتنا۔ وہ تو جہاں
ذرا دیر کر کے انسان اٹھا اور بس ہاتھ پاؤں ٹوٹے
لگے۔ اب ایک کام کر دوسرے بنا ڈالو۔

آزاد۔ کیا بک بک لگائی ہے۔ سونے نہیں دیتا۔

چاندو باز۔ اچھا۔ ابھی سونے سے پیٹ نہیں بھرا آٹھا۔ تو
کچے کوئی برس ڈبریں سوئے گا۔ ایسی نیند بھی کیا نیند ہوئی رنگ ہوا
نی بھٹیاری چپکے چپکے سب سُن رہی ہیں۔ مگر اٹھتی نہیں
اتنے میں میان چاندو باز نے اُنکی طرف ہی نظر عنایت سے
دیکھا۔ اور غم سے چار پائی کی پٹی پر جا بیٹھے اسے اٹھ اٹھ
کی بندی۔ ایسا سنا بھی کیا۔ بکھرے ہوئے بال جو زمین
پر ٹٹک رہے تھے اُنکو اٹھا کر حضرت نے چار پائی پر رکھا
ہاتھ سو گھٹا تو وہ پوسے خوش کہ دماغ مغبر ہو گیا اور میان
آزاد کی آنکھ کھل گئی۔ اور جا گئے تو پہلے ہی سے تھے۔

چاندو باز۔ (گدگد کر) اٹھو میری جان کی قسم وہ سنسی آئی
وہ مسکرائی۔

آزاد۔ اوگستاخ یہ کیا حرکت تھی۔ انگ ہٹ کو بیٹھ رہا ہے
سانے اور رہے ادنی۔

چاندو باز۔ اونچا اونچا۔ ہڑے وارث علی خان بن بیٹھے۔
بھائی آخر تم کو بھی تو جگا یا تھا۔ اب اُنکو جگانا شروع کیا تو
تینکے کیون ہو بھلا۔ ہم تو سیدھے سادھے بھوے بھالے
طینت آدمی ہیں۔

آزاد۔ اس صفائی پر شیطان کی ٹپکار۔ ہمیں تو شانہ پکڑ کر
جگا یا یہ معلوم ہوا کہ چار پائی کو جوڑی جڑھی یا بھو بھال آگیا
اور انہیں گدگد کر جگانے ہیں۔ کیوں بچہ۔

یہ سن کر بھٹیاری جاگی تو مٹی میں کھلکھلا کر سنس نہیں ہو
ہٹ مردوسے۔ یہ پلنگ پر اُن کر بیٹھ جانا کیا سنی مجھے بھی کوئی
وہ مقرر کیا ہے۔ چاندو باز نے طیش کھا کر کہا۔ واہ وا۔ پلنگ
پلنگ کی ابھی کئی۔ رہیں جھوڑوں میں اور خواب دیکھیں
محلون کا۔ کبھی ہمارا ج پلنگ دیکھا تھا کتنے لگین پلنگ
ایتری قدرت۔ میان مجھ سے یہ جلی کئی باتیں نہ کیجیے گا ذرا
وہ ہم جھوڑوں ہی میں رہتے سہی اور پھر اب تو ہم ایک
بھلے انس کے گھر پر ٹہنے واسے ہیں۔ کیون میان آزاد۔
ہے نہ یہ بات دیکھو مگر نہ جانا۔

آزاد۔ (مسکرا کر) واہ کرنے کی ایک ہی کئی نیکی اور
پوچھ پوچھ۔ بیچ کھیت۔ ایسی بات ہو بھلا۔ جو کہا وہ نہ کریں
قول جہان کے ساتھ ہو۔

بھٹیاری۔ ہاں اور کیا۔ قول مردان جان دار۔ تمہیں
شرم نہیں آتی کہ اس نامہرم نے ہاتھ لگا یا اور تم مگر دیکھا کیے

کم لکھیں۔

بھٹیاری۔ کیا خوب شیریں نکین و دونوں۔ تو یہ کیسے ٹھٹھی ہوں۔ واہ اچھی کڑوی تعریف ہے۔

ٹھٹھول۔ اٹھری شوخی۔ اُٹری بھین۔ بلا کا نکھار ہے۔ تقریر میں جادو ہی جادو ہے۔

اسنے بین میان چاندو باز برآمد ہوئے۔

وکیل۔ (گھر کر) کون۔ باہر ٹھہریے سوقت۔ لامل ولاقوہ بھٹیاری۔ میرے بھائی ہیں گئے۔ آپ دروازے دیتے ہیں۔

جوان۔ آئیے آئیے۔ آپ کی ہمیشہ جان نوا اشد بلا ہے دربان ہیں۔

چاندو باز۔ حضور عرض کروں یہ بی اندر بھی بھٹیاری ہیں۔ آج دور دور تک اُنکا نام روشن ہے۔

جوان۔ اور آپکا اور آپ کے باپ کا نام بھی انھوں نے خوب روشن کیا۔

چاندو باز۔ بندہ نواز سر میں ایک خوش رو جوان کرارے پہلوان زندہ دل صبح نفس رو شصتیر ہزار گوارٹھے ہیں۔ وہ

انکے اوپر جان دیتے ہیں اور یہ اُبڑ مرنی ہیں۔ کئی آدمیوں کے سانسے وہ قبول کئے ہیں کہ انکے ساتھ نکاح کرینگے مگر آدمی ہیں

تلون مزاج ایسا ہو کہ انکار کر جائیں۔

بھٹیاری۔ حضور مجھ غریبی سے کوئی چھینٹے تو آگوسٹے نہیں ہیں رہا اتنا ثواب کیجیے کہ کوئی تدبیر بتا دیجیے جس میں وہ

شکستہ میں جکڑ جائیں اور سرکار کے فدیہ سے نکاح کرنا ہی پڑے اب اکیلے رہتے رہتے جی کھراتا ہے۔

ٹھٹھول۔ اگر نکاح ہی کرنے کا شوخ چڑایا ہو تو ہم کیا برس ہیں میں صدقے ہیں سے نہ نکاح پڑھالو۔

جوان۔ اچھا تم نہیں ہم سہی۔

اجباب۔ ایک تم پر کیا فرض ہو جی بیان سب بھٹو تھے کے شہدے چھٹے ہوئے چھٹے جمع ہیں تم جسکو پسند کرو اسی کے

ساتھ نکاح ہو جائے یوں سہی۔ ہاں جوانو۔ ذرا گھر کر اور راکھ کر بیٹھا تو ہاں سے اب چھٹے۔ خدا کرے ہمیں پر نظر پڑے۔

وکیل۔ اچھا کل آؤ تو ہم وہ ترکیب بتائیں کہ تم بھی یاد کرو۔ یہ بتاؤ کہ کھاسے میان کہاں ہیں۔

بھٹیاری۔ خدا گنج ہو پئے۔

وکیل۔ وہ تو پھر کیا مشکل ہے۔ کل تم اُسے کو کہہ چرے چاندو بیاہ ہو جائے جو نہ مانے تو ناش داغ دو۔

بھٹیاری۔ (جھک کر سلام کیا) گرنبدی نے کبھی سرکار دربار کی شکل (شکل) تک تو دیکھی نہیں۔ آپ دکالت کیجیے گا۔

جوان۔ ہاں ہاں جی ہمیں سنت ہی کیا ہے۔ مگر جانتی ہو یہ وکیل تو روپیہ کے آشنا ہیں۔

بھٹیاری۔ واہ روپیہ بیان اشد کا نام ہے ہم میں چاہے چ لو۔ وکیل۔ اچھا تم کل آؤ پہلے دیکھو تو وہ کہتے کیا ہیں۔

بیان آزاد کی یاری اشد بھی بھٹیاری بیٹھے بیٹھے اکتا کین نام خدا خوش سلیقہ تھیں۔ کچھ دیہاتن تو تھیں نہیں کہ دفعتہ فتنہ کی طرح اٹھ

کھڑی ہو تین طبیعت کو تو کلفت ہو گئی تھی لیکن مصرع ناموزون کی طرح سکتے تین رہ گئیں۔ جب بجلی بڑھی تو نکلیوں سے میان

چاندو باز کی طرح دکھا اور چشم فسوں پر از سے اشارہ کیا کہ اب بوسا بدھنا اٹھائیے اور سر میں بستر تپائیے وہ ایک خراش

آٹھوں کا تھکست چھوٹے ہی تار گئے کہ بی اشد رکھی زہن مٹا نر خا کی طرح پریشان ہیں تو یوں منمائے۔

چاندو باز۔ اے حضور زری گھڑی کو کلین دیے گا دیکھیے تو کیجیے

جو میری باتوں اور میری آنکھوں پر نہ عاشق ہو جائیں تو اللہ رکھتی
نہیں۔ بات تو اٹھین کر سنے نہ دوں کچھ ایسا کر دکھ بھی نکاح پر
رضا مند ہوں تو اُسے اور آزاد سے دڑی جوتی چلے۔

اتنے میں وکیل کے مکان پر پہنچے۔ اہو ہو ہو۔ مکان کیا
ہشت برین ہی۔ مہنگی قیم ہو۔ وہ فرخ بخش بنگلہ۔ کہ روم خوش ہو جا
پاگل جائے تو آدمی بن جائے باغیچہ دلکشائیں تخت بچھے ہیں اور
اپنی مٹا اور اسپر دری اور اسپر بغیر چاندنی جیسے جگے کا پر اور
اسپر یاران بذلہ سنج بیٹھے رنگ رہبان سارے ہیں۔ اعلیٰ بنی
کر سیان اسپر بھی احباب میں طبع رنگین مزاج۔

خدیو نگار۔ (وکیل سے) گریب (غریب) پرورد ایک عورت
آئی ہے کہتی ہو کچھ کہنا ہے۔

احباب۔ کون کون کیا۔ کون آیا ہے یہی۔ اسے میان
عورت کیسی جوان بھ یاپیر زال۔

خدیو نگار۔ اب جو یہ تو دیکھنے سے معلوم ہو۔ مل بھی ہے جوان
وکیل۔ کو صبح کو آئے۔ ہیئت نہیں۔ آخر ہی کون۔

احباب۔ واہ واہ صبح کی ایک ہی کوی۔ اچی بلا بھی بھی
ہمارے سر کی قسم بلاؤ ذرا واسطے خدا کے۔ لو تو پی تمھارے
قدموں پر رکھ دیں۔

بی بھٹیاری پھر مدون کو چم چم کرتی ہوئی عجب مستانہ چال سے
اٹھلاتی ہوئی بوٹی پھر گاتی تازہ انداز سے قدم دھرتی ہوئی چان چان
ایمن جسے دیکھا پھر دک گیا کوئی چال پر عاشق ہوا کوئی تازہ لڑائی
پر مرنے لگا۔ کسی کو پیاری پیاری صورت دیکھ کر ہنس تصویر
کی طرح سکتا ہو گیا۔ لطف یہ کہ خلیے کی محبت۔

یاران سر پہل جمع۔ سب رنگیلے عاشق تہ سودائی مزاج
مٹھول بگڑے دل۔ مذہب شہدے ایسے ہی ہو کر تہ ہیں

نواب۔ وکیل سے، یا حضرت آداب عرض ہو۔ اچی قبلہ تسلیم
با اہمہ تہذیب یہ شاہد پرستی۔ گروا قداپ کے مذاق پر صادی
خلکی قسم سینان روزگار دھونڈ نکالی۔

منشی۔ جلی صورت سے تو بڑے مذہب معلوم ہوتے تھے لیکن
ایک ہی مرشد نکلی۔

شیم۔ میان عالم جوانی با ست لیکن چیز خوب ہے۔ خوش بد خوش
خوش سلیقہ خوش تیز۔

وکیل۔ بھی اب ہم کچھ نہ کہیں گے اور کہیں کیا جھاگلی قسم
جوانی صورت بھی دیکھی ہو۔ بی صاحب آپ کس کے پاس آئی
ہیں کمان سے آنا ہوا۔

بھٹیاری۔ اتنی خیر ایسی اجیرن ہو گئی۔

جوان۔ ای نہیں۔ ای واہ۔ تم اور اجیرن۔ ۵

گر بر سر چشم من نشینی | نازت بہ کشم کہ تازہ بینی

بیٹھے ادھر تخت پر آئے۔ مزاج شریف۔ میں اور میرا خدا
رعب حسن سے بات کرنا دھبہ ہو۔

بھٹیاری۔ ان بنائے ہم تو سیدھے سادھے ہیں صاحب۔
جوان۔ ہاں تر۔ اس بھوے پن کے مدد سے۔ آپ بھولی
ہیں بجا ہے۔

وکیل۔ وا قندہری مرز معلوم ہوتی ہیں۔ عورت ہی یا چٹان
کی پری ہے۔

احباب (تہنہ لگا کر) رتبھے۔ رتبھے۔ رتبھے۔ رتبھے۔
حضرت رتبھے۔ بولی اب پو بارہ ہیں۔

بھٹیاری۔ حضور ہم یہ پو بارہ اور تین کانے تو جانتے نہیں
ہمارا مطلب نکل جائے تو آپ سبلیون کا منہ میا کر دیں گے۔

احباب۔ آپ کی باتیں ہی کیا کم شیریں ہیں اور حسن ہی کیا

جوان	دکھایا صنعت زور اپنا جب مکان سے چلے مثال نبض و مین رہ گئے جہان سے چلے
گٹھول	ہولے غش سے ہے شہر بھر میں اب شہرہ تلم کی طرح جدھر ہم چلے زبان سے چلے
وکیل	انیس بار علاقہ یہ اور بار گشاہ وہ بوجھ اٹھا کر خراس مست آستان سے چلے
داروغہ	نہ تھا جو کوچے میں اپنا تیا م مد نظر تو میرے بعد مری خاک بھی اڑا کے چلے
احباب	قسم حسین کی - ہوقت دل مسوس کر رہ گئے رات کیا پیاری صورت باقی ہے - شان کبریا کی ہے - ہدم تو سب کے سب شہید ناز مرغ ہسل ہو رہے ہیں (ہاتھ جوڑ کر) از برے خدا آنا تو اقرار کرتی جاؤ کہ گل غنڈہ راویگی - ہاتھ بر ہاتھ مارو - بھٹیاری - ہر ہر میرے دل کا تو عجب حال ہے - یہ کیا جادو کر دیا بھلے انس و بس رخصت -
احباب	یہ بھی کوئی ہنسی ہے کہ نصرت کا لیکے نام سزا بار بیٹھے بیٹھے ہیں تم رُلا چلیں
وکیل	آنکھوں آنکھوں میں سے کینن وہ دل کانون کانون ہمیں نبرد نہ ہوئی
اتنے میں بی بھٹیاری چمک کر نا ابرق کتنی ہوتی چل کھڑی ہو میں - میان چاند و ناز سایہ کی طرح ساتھ ساتھ ہیں - ادھر وہ نظر سے اوجھل ہو میں ادھر باران بدلتی سنج ٹھنڈی سانسین بھرنے لگے عورت ہی پا چھلاو ار جادو کر دیا - سحر کر دیا - ٹونا کر دیا - واحد مشوق تو بہت دیکھے مگر یہ آنے دار -	
بسیار غریبان دیدہ ام لیکن تو حیرت دہری	
خیرنی اندر رکھی میان چاند و ناز کوئے کمر میں ہو چنیں - راہ	

میں وہ تو اپنے حسن جلال اور کبک دری سی چال اور گیس خورد خال اور پیاری پیاری بول چال کی تعریف کرتی جاتی ہیں کیوں سب کے سب ہماری اوپر نوٹ گئے نہ - میان یہ تو فقر کی دعا ہے کہ جس محل میں جا کر میچہ جاؤں وہیں کٹاؤ ہوئے گئے راہ میں سیکڑوں شریف رائے آوازے کستے ہیں - ہزاروں عاشق مزاج غنڈہی سانسین بھرتے ہیں - کوئی کتابچہ لکھ کر کو پائے کوئی کتاب ہے انہی اس کھڑے کے مدد سے اس چھبک دری اس بیج کے قربان - اس نازکے شار قسم جو آئے اٹھا کر کسی کو دکھتی بھی ہوں اور جو کہیں کسی سے آنکھ رو گئی تو کلیجہ پکڑ کر گیا بی اندر رکھی تو اپنے حسن پر اتنی تھین - ادھر میان چاند و بار اپنی ہی سنانے تھے پیچ کتنا کیسے وکیل کے پاس سے گیا صحبت کتنی اچھی ہے - میری جان کی قسم نہ کوئی - ہم تو ہوا خود ہیں - دونوں میں خوب پیچ چلی - ہوتے ہوتے میان آزاد سے سر امین دو چار ہوئے -
بھٹیاری - اٹھا اٹھا آپ جاگ رہے ہیں - آج کیا ہے - چمک بک نہ چھپکی جی - یہ کسی یاد سے نیندا چاٹ کر دی - دل مری طرت نظر کہیں اور ڈاٹا تو کچھ بڑے ہیں -
آزاد - ہاں جلاؤ - جلاؤ - دلوؤ بجے تک ہوا کھاؤ اور ہم سے کمر باز من بناؤ - اور غراؤ چلے بس دیکھو کیا - یہ چلے باز این رہے دیکھا میں ایک گھاگ ہوں مجھ سے اڑ کر کمان جلاؤ گی جلاؤ تم ڈال تو میں بات بات - بندہ پُرانا سیارہ -
بھٹیاری - او واہ - یہ بدگمانی - تو نیران پٹ پکی - سنیے اب انکے اسے کوئی بھائی ہیں کو جو جوتے - آخر ہم نے کہا کیا وہاں گئے تو شہر کی بھٹیاریاں جمع - خوب ڈھونڈیں ہمیں چمک پھل رہی دھابہ کر دی جی ابکی تم کو بھی ہے چلین گے -

میں وہ تو اپنے حسن و جمال اور کبک دری سی چال اور رنگین خود
خال اور پیاری پیاری بول چال کی تعریف کرتی جاتی ہیں
کیون سب کے سب ہماری اوپر ٹوٹ گئے نہ - میان یہ تو فخر کی
دعا ہے کہ جس مغل میں جا کر بیٹھ جاؤں وہ میں کٹاؤ ہوئے گئے
راہ میں سیکڑوں شریف زائے آوازے کتے ہیں - ہزار دن
عاشق مزاج غنڈہ سی سانسین بھرتے ہیں - کوئی کتابچہ لکھ کر کو
بچائے کوئی کتاب ہے آئی اس کھڑے کے مدد سے اس عجیب داری
اس بیج کے قربان - اس ناز کے شار قسم بوجھ اٹھا کر کسی کو
دکھتی بھی ہوں اور جو کہیں کسی سے آنکھ لڑائی تو کلیجہ پکڑ کر گیا
بی اندر رکھی تو اپنے حسن پر اتنی یقین - ادھر میان چاند و ناز
اپنی ہی سنانے تھے بیچ کتنا کیسے وکیل کے پاس سے گیا
صحبت کتنی اچھی ہے - میری جان کی قسم نہ کہوئی - ہم تو ہو اٹھا
میں - دونوں میں خوب بیچ چلے - ہوتے ہوتے میان آزاد
سے سر امین دوچار ہوئے -

بھٹیاری - اندر اندر آپ جاگ رہے ہیں - آج کیا ہے - چمک
تک نہ چمکی جی - یہ کسی یاد سے نیندا چاٹ کر دی - دل مری
طرت نظر کہیں اور نہ آتا تو کچھ برے ہیں -

آزاد - ہاں جلاؤ جلاؤ - دلو کو بجے تک ہو اٹھاؤ اور ہم سے کمر
بازن بناؤ - اور غراؤ چلے بس دیکھو کیا - یہ چلے بازین رہے دیچہ
میں ایک گھاگ ہوں مجھ سے اُڑ کر کمان جاؤ گی جلاؤ تم ڈال
تو میں بات بات - بندہ پُرانا سیار ہے -

بھٹیاری - اکیواہ - یہ بدگمانی - تو زبان پٹ پٹی - سینے اب
انکے مائے کوئی بھائی ہیں کچھ ہوئے - آخر ہم نے کیا کیا وہاں
گئے تو شہر کی بھٹیاریاں جمع - خوب دھوکین کچیں چل پھل
رہی دھاب جو کڑی چھی ابکی تم کو کتنی سے چلیں گے -

دکان میں کب کی بڑھ گئی ہیں، بچے سے چاندو خانے میں جانے کا حکم نہیں۔ کوئی بید جا ہی جا سوت چاندو بیچے گا کتے بھونک رہے ہیں۔ سناٹا بازار بازار بھر میں بڑا ہوا ہی چڑیاں جنگل تک سوئی پڑی ہیں۔ چوکیدار غریبوں کے کھیت بچا رہے ہیں باغبان گوندنی کے کٹکٹے کو کھٹکھٹا رہے ہیں۔ اب کرنی دم میں چکیاں چلین گی۔

بھٹیاری۔ (تالیان بجا کر) ادا دی کیا آدھی رات دھلنگی باتوں باتوں میں یہ بھی نہ معلوم ہوا کہ رات کدھر گئی۔ بے اتھو بندہ رخصت ہوتی ہے۔

یاران سرپل۔ ادا دہ۔ یہ اندھیری رات۔ آدمی نہ آدم ذات آزاد بھوکرن کھاتی اس اندھیاری میں کمان جاؤ گی۔ ساتھ میں ایک مرد داسو بھی عورت سے بدتر کیا پری کیا پری کا شور با آج رات میں نہ تیر کیجیے۔ فجر کو اپنے چل دینا۔ ہم تمہارے ہی جھلے کے لئے کئے ہیں۔ نہیں تو ہم بچا دین۔

چاندو باز۔ جی ہاں گود میں اٹھا لیجئے نہ۔

جب حسن ہی تو عشق کا ہونا ضرور ہے
آنکھوں کی کچھ خطا ہی نہ دل کا قصور ہے

یہ چہرہ کیا پری کا مگر ہے۔ واسد کیا گور اکھر ہے۔
بھٹیاری۔ اب خوش گبیان تو ہو چکیں۔ آنکھیں بند ہوئی چلی
میں نیند نے بوکھلا دیا بس اب رخصت حضور بھولے گا نہیں۔
اتنی دیر مرے باقی کی ہیں۔ یاد رکھیے گا لوندی کو۔

یاران سرپل۔ وہ ہنستے آئے بیان سے ہمیں رُلا کے چلے
نہ بیٹھے آپ گرد و دل اٹھا کے چلے

دکیل۔ دکھا کے چاند سا کھر اچھا باز لہن میں
دورنگی ہمو زانے کی وہ دکھا کے چلے

بھٹیاری۔ میں تو جانوں کوئی بارگاہی ہونگے اگلے سے کہتی ہوں
چاندو باز۔ میں بھی کہوں یہ جامیوں پر جالیان کیٹن آ رہی ہیں۔
اگر تالیان الگ بدن کا جو کمال رہی ہیں۔ ہڈیاں جدا جو مہر
ہو رہی ہیں۔ اب تو میں ٹھس ہو گیا۔ نشے کا دخت ٹل گیا۔ کجست
حلوامیوں کی دکان میں بھی بڑھ گئی ہونگی۔ بالائی سے بھی گئے۔ آج
بے موت مرے صبح صبح میان آزاد کی منحوس صورت دیکھی تھی جب تک
ان دھاڑوں کو پونچے۔ بے پیر دم شد اگر پردا گئی ہو تو رخصت
ہوں۔ اب تو چاندو کی لوگی ہو۔ مگر۔

بھٹیاری۔ اگر گرتو کھو چھپرہ۔ یہ میان آزاد کا نام کیا آیا۔
ہوش کی دو اکرم دوسے۔ قدرت خدا کی۔ ابکی کہا تو کہا اب یہی
اینڈی بنڈی سنائی تو مجھ سے بڑا کوئی نہیں۔ دست پناہ سے
پکر کر زبان کھنچ لوگی۔ چلو ہٹو ایسی باتیں ایک آنکھ بیان نہیں جاتیں
خدا جھوٹ نہ بلائے تو اپنے میں سویرے اپنا ہی سھو دیکھا ہو گا
ناحق بن نالح کسی پر چھٹا رکھنا اچھا نہیں۔

چاندو باز۔ کیوں نفست میں چھیڑ دن سے بیزار ہوئی جاتی ہو
بیان خود ستر ہون کرم ہو گئے۔

بوی خطا سوا کر دین نشے میں ہوں۔

شیشے میں موی موی نشہ میں نشہ میں ہوں۔

سے دکیل صاحب۔ اب ٹھیک ٹھیک دخت (دخت) بتا دیجئے
یہ تو ہندی کی خیدی نکالا ہی کوئی۔ بیان اپنا نقل ہوا جاتا ہی ایک
آدھ چھینٹا اراکین توجی میں جی آئے بے پے نشہ چھو گیا۔

یاران سرپل۔ قدرت۔ اسے بیان قدرت۔ دیکھو دکھا میں
بڑھو نہ گئی ہوں۔ تو انکو چاندو میں پلوادین۔ درادو گھر ہی بی
اللہ رکھی سے صحبت گرامین۔

قدرت۔ جانے کو کیسے میں جاؤں ایک نہیں میں دفعہ مل

مارنے لگے۔ جانو۔ انکی ہڈیاں صفت کی ہیں سے کے پیٹ ڈالا
چاندو باز کمر ذرا کھانے کی نشانی بوسے تو کیا بوسے (بوسے بھی
تو دو ایک پڑ گئیں جی) ہوتے تو سب کے سب درجہ گرد کر سورتے
ترم کے بی بی بھٹیاری اور چاندو باز دکیل کے مگر چوہے ساری داستان
سنائی اور میان چاندو باز نے اور بھی حاشیہ چڑھایا دکیل تو
بی بی بھٹیاری پر ریچھ ہی گئے تھے فوراً مسوہ عرضی تیار کیا۔

اشد رکھی۔ مدعیہ ساکن سرے میں دیوان۔ بنام میان آزاد
خانہ برباد و لہذا معلوم ساکن دشت آباد۔ اشکھی مدعیہ نیل
عرض کرتی ہے۔

۱۔ یہ کہ مدعا علیہ جو شکل صورت سے بھلا مانس معلوم ہوتا ہے اسے
اس میں سے کئی بار مدعیہ سے شادی کر لیا اقرار کیا بھی کیا تم
پر مٹی ہو۔ کبھی کہا رشک نگار رسانی ہو کبھی مستانہ چال پر بھیجا
کبھی لال لال گو سے گو سے گانوں کی تعریف کی کبھی پیاری بنایا
۲۔ یہ کہ مدعا علیہ کے وعدے پر مدعیہ نے ایک رئیس سے جنکو
اسکے ساتھ بیاہ کرنے کا شوق چرایا قصاصات انکار کر دیا تو وہ کیا
اس خوش روجوان کا حسن گلو سوز دل میں کھپ گیا تھا۔
۳۔ یہ کہ رئیس سے انکار کرنے میں اسکا دو ہزار سات سو تیس روپے
۱۲ رانہ باج بانی کا نقصان ہوا۔

لہذا داد خواہ ہو کہ مدعا علیہ فرق کر لیا جائے اور مدعیہ کے ساتھ
بیاہ دیا جاوے اور زر مذکور مع سود حساب پر فی صدی مع
ہر چہ مدعیہ کو دلایا جاوے۔

میں کہ نام میرا عرضی دعویٰ میں درج ہوا قرار کرتی ہوں کہ
بیان دعویٰ میرے علم و یقین میں صحیح اور درست ہو اور حاصل
اسکا یہ ہے کہ شوہر مستقل دلایا جائے۔

میان آزاد تو سر میں موحین سے رہے ہیں اور بی اشد رکھی

اس فکر میں ہیں کہ انکے ساتھ بیاہ رہے۔ اب صبح شام نامش و غامی
چاہتی ہو اور کچھری جگا ہی چاہتی ہو میان چاندو باز اور بھی ہشہ
سے رہے ہیں۔ دکیل اور انکے اصحاب بندہ سنج گوگیا شگوندہ ہاتھ
آیا انھوں نے بی اشد رکھی کو وہ بی پڑھائی کہ کھل گئیں۔ اب
فکر ہے کہ میان آزاد فرق ہو جائیں۔ ابھی قرقی ہو کر یہ حال معلوم
ہیں کہ وہ ان کیا ہندیا پاک رہی ہو۔ یہ تو میان کا حال ہوا۔

اب نواب نامدار کے دربارہ بار کا کچا چٹھا نیسے۔ لیکن
نواب صاحب زبان خانے میں بیٹھے یکم صاحب سے بھی مٹی
باتیں کر رہے تھے۔

یکم۔ احوال۔ آزاد کس کھوہ میں دھنس گیا میں تو جانوں
کوئی دو مہینے سے کم نوے ہو گئے جس دن سدا بہار کی بڑکی
کل چین کی ہنسل پڑھائی گئی تھی اسی دن لد چنڈ کر گیا تھا۔
میں کھر کی سے جھانک رہی تھی۔

سدا بہار۔ اذ وہ چپیت ہوا۔ مواہور۔

یکم۔ میں بھین باتوں پر تو میں بھلا اگھتی ہوں پھر کتنی ہی چھوٹی
یکم مجھ سے نکلی رہتی ہیں۔ تیری باتوں سے میرا جی جلتا ہو۔

نواب۔ تو کئی کبوں مرنی ہو بھلا۔ چاہے اُدھر کی دُنیا اور ہر جگہ
میرا آزاد میان صف شکن علی شاہ کو لا ہی چھوڑ گا۔ ہم جانتے ہیں علمی
بحث ہو رہی ہو۔ اور پھر تم جانو علم تو وہ سمندر ہے جسکا اور نہ چھوڑ
یکم۔ (تمہارے لگا کر) علمی بحث ہو رہی ہوگی۔ کیوں صاحب
میان صف شکن علی شاہ علم بھی جانتے ہیں (بھر تمہارے) میں کتنی ہو
آخر اشد نے تم کو کچھ رتی ماشہ تولہ عقل بھی دی ہو۔ مواہور۔ ذری سا
جنور کا کن کے تین دانوں میں میٹ بھر جائے اُس کو آپ بوڑھے
حافظ سے بھی زیادہ علم والا سمجھتے ہیں (بھر تمہارے) میرے بیکے کے پڑوس
ایک سری سودائی دن رات دہی تباہی بکا کرتا ہی سکی اور تھاری

آزاد۔ ہاں ضرور اور یہاں چاندو باز کیا کیلئے۔

بھٹیاری۔ کون یہ ادگھا کیے۔ آنکھیں بند۔ گردن زمین دوز
لٹکے وہ کرس۔ چل چل چل۔ دھم۔ وہ گڑھے۔ اولست خدا
انسانی نہیں جاتے ہو جو پھر اپنے آپے میں نہیں رہتے۔ خیر یہ دھڑ
تو ہوا ہی کرسے گا۔ اب یہ بناؤ کہ نکاح کا کون دن قرار پایا ہے
ہم ان سب کے کہائے کہ میان آزاد کے گھر پڑیں گے۔ پھر
بھٹ پٹ نکاح پڑھو الو۔ بکھیرا جائے یہ رند روز کی فکر کیسی
گردن میں ہاتھ ڈال کر اچھے آزاد۔ ابلی چڑھے چاند نکاح ہو گا
صبح شام کیون لگاتے ہو۔ جو جانے (خدا جانے) ہاتھی چھوٹے
ٹھوڑا چھوٹے۔

آزاد۔ تم یہ کہتی کیا ہو۔ کیا سچ تم سب کے کہی آئیں غضب
ہی کیا۔ واقعتاً کہیں ایسا کرتا بھی نہیں۔ میں دل لگی کرتا تھا خدا
کی قسم فقط دل لگی تھی۔ میں ہر دہی آدمی۔ شادی سیاہ کے
کیا مٹی۔ اور پھر بھٹیاری کے گھر پڑوں۔ مانا کہ تم ہو پری بھیم مگر
پھر بھٹیاری ہی تو۔ اپنی وضع کے خلاف ہو۔ چار دن کے لیے سزا
میں آن کر کے بیان سے بلا ساتھ جائیں۔

بھٹیاری۔ (چک کر جو بیخ سنبھال مرد سے۔ اور نیچے گاہم
بلکہ میں جیسے سارے شہر کی گاہ پڑتی ہو۔ بے تکا بن بھی تو کتنا۔
دوسرا کتا تو خون خرابا کر ڈالتی مگر کیا گردن قول ہار چکی ہوں۔
برادری بھرتی کلنگ کا ٹیکا لگے گا۔ انگلیاں اٹھیں گی۔ ہلاکی
بھی کی۔ تمھارے منہ سے میری ایڑی گوری ہو چاہے ملاو۔
آئے وہاں بڑے مخا دین بنکے۔

آزاد۔ تو بی صاحب سنیے۔ اس خیال خام سے درگاہ
تم کو من دیکھتا ہوں نکلے کا ہار ہو زمین۔ کیسی شادی کس کا بیٹا
ہاں کا نکاح یعقول۔

بھٹیاری۔ یعقول یعقول کیا تو ہی یعقول کی ہی تو نہیں
داعتی ہوں۔ تو سی جوتاج نہ پھاؤں۔ کیا نکلے جاتے ہیں اقرار
کر کے مگر جانا غلامی کا گھر ہے۔ دیکھو یہ مٹی جی سب بھول جاؤ
اوداہ (انگلیاں ٹسکا کر) ذری ٹھہرے ہوئے۔ میان میں
جو اپنی دالی پائی تو بڑا ٹھہری دکھاؤنگی کسی اور بھروسے پر
نہ بھولنا مجھ سے بڑا کوئی نہیں۔

آزاد۔ تو بہ۔ خدا کی پناہ۔ میں اب تک سمجھتا تھا کہ میں ہی بڑا
مقرر ہوں مگر اس عورت نے میرے بھی کان کاٹے بھلاؤ
ساری جو کڑی۔ ہاری مانتی ہی نہ جیتی۔ خداوند اکہیں ترکا جالی
ستہ ہو تو میں دوسری کو ٹھہری ہوں۔

بھٹیاری۔ (ناک پڑا نکلی رکھ کر) روئے روئے۔ جس
چھو کری ہی ہوئے ہوئے تو کسی جیلے مانس کا گھر بتا۔ واہ سے
مرد سے۔ بھلا مجال پری ہو۔ کہ کون بھٹیاری نکالے۔

آزاد۔ تو سارے شہر بھرتی آپ کی حکومت ہو کچھ۔
بھٹیاری۔ ہئی ہو۔ ہئی ہو۔ دیکھو لہنا۔ کیا ہنسی اٹھا ہو۔ کل
برسون ملک آئے دال کا بھاؤ معلوم ہو جائیگا۔

آزاد۔ چلیے آپ کی بلا سے۔

چاندو باز۔ بلا دلا کے بھروسے بھی نہ رہیے گا۔ اٹنی آئین گئے
پڑنگی۔ دد جاؤ دن تانھیا چھگی۔

آزاد۔ ذری آپ چپکے بیٹھے رہیے گا۔ تو کون بوسنے والا ہو
بے کو گھرے جوتی خورے۔ یہ تو تازین کا منی ہے۔ تعاری
مفت میں شامت ہی آجائے گی۔

چاندو باز۔ میرے منہ نہ لگیے گا۔ ہاں آنا کہہ دیا ہو۔

میان آزاد نے اٹھ کر دو چار چائے بھر دیے۔ بی بھٹیاری
نے بیج بچا کر دیا۔ ہاتھ ہی ٹوٹن موے کے۔ کیا نہ پا کر بچ چٹ

خوجی بچارے کو حلال خوری بنا دیا۔

خوجی۔ حضور اب میں یہاں نہ رہوں گا۔ کیا بوقت کی شنائی سب کے سب بجانے لگے کہ تو یہی بھلی۔ افسوس صفت کن علی کسی کو بھی خیال نہیں۔

اتنے میں نواب صاحب پٹنگ پرور راز ہوسے اور رفقائے سے کوئی چاند خانہ پونچا کوئی انیم گھونے لگا۔

رند سا غروروش۔ فتنہ ہمدوش۔ ستم بیاو۔ میان آزاد سر میں کھٹیاں پائی پر مڑے سے بیٹھے سرد کے ساتھ بلبل شاخسار معراجی حضرت سنان انیب خواجہ حافظ شیرازی جمل بڑے شاہ کی یہ قول بہن داؤدی لہ لہ کر پڑھ رہے تھے اور اس سرست صبا سے عرفان کے کلام سحر نظام پر حسنت دم جاکر رہے تھے۔

اگرچہ بادہ فرخ بخش دباؤں پرست
ایمانک پنگ خور کو کہ محبت پرست
دراستین مرتع پیا نہ پیمان کن
کہ مچو شیم مرا جی پیا نہ خون پرست

عراق و فارس گزشتی ہر شعر خوش حافظ
بیا کہ نوبت بغداد وقت تبریز ست

مقطع پر میان آزاد وٹ گئے اور میں حالت وجدان میں غفلت بزا کہ اقد بلند کرنے لگے۔ اور چار بائی سے دمن دمن لگال گھل جی بار بار یہی شعر شیریں اور کلام زکین زبان پر لائے کہ

عراق و فارس گزشتی ہر شعر خوش حافظ
بیا کہ نوبت بغداد وقت تبریز ست

اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بزرگ علم پوشان بہشت کی طرح جامہ سبز دربر اور شملہ بقدر علم بر سر سامنے آن کھڑے ہوسے چہرے سے نور الہی بر شاہی۔ ریش مبارک یکساں مشت و دواست میان آزاد اور اس بزرگ قدسی نہاد کی چار آنکھیں جو ہوئیں تو اس بزرگ موصوف نے بون فرمایا

آن سپہ پر وہ کہ شیرینی عالم باو ست
چشم سگون لبان دل خرم باو ست
گرچہ شیریں زبان باو شامندو
اوسلمان زبان ست کہ عام باو ست

میان آزاد غرور حق سرہ بلند کرنے ہی کو تھے کہ ایک ستم اور غیظہ طغاک وہ سالہ آفت کے برکات نے ایرانیوں کے لب و دھیر میں ان اشعار سحر بار کو او کیا اور میان آزاد کو تباہ یا

اسے نسیم سحر آرا نگہ یار کجا ست
امنزل آن سر عاشق کش و عیار کجا ست
اسپر میان آزاد کی پیاری بی اندر کھی بھٹیادی بھی انا براق کتی ہوئی آئین اور یون گائیں۔

شب تاریک و وہ دادلی میں پیش
آتش طرد کجا موعود دیدار کجا ست
ہاے عارت باقد ولی حق آگاہ میان آزاد در پیش شغریت پناہ ترستے کہ اٹھے۔

دلہ از موعود صحبت زندان گرفت
باز تر سا بچہ و خانہ خمار کجا ست
سب کے آخرین میان چاند و باز بھی منمائے۔ اُنھوں نے دیکھا کہ سب بلبل ہزار داستان کی طرح ہوت چمک رہے ہیں ایک

پہم ہی پھٹی رہے جاتے ہیں کچھ بات نہیں مول کے شیدان میں داخل ہو گئے اور بولے تو کیا بولے

گر بیا یہ ملک الموت کہ جانم ہر د
سبے دوسرے چھپتے کشتی طبع ریدانم
اب میان آزاد چکر لگے کہ خداوند یاہ اسرار کیا ہی۔ ان بزرگ نے

اگر حضرت خواجہ حافظ طاب ثراہ کا کلام معجز نظام چڑھا تو مقام استیجاب نہیں۔ مگر بی اندر کھی اور حافظ شیراز کا شعر اس آب و تاب سے

پڑھیں اور شین فان درست۔ فقرے اور بندش پست۔ جیت
تھی کہ بالعبوب کیا بوا بھی ہی اور طرہ یہ کہ ذری ساوند ۱۱۰

بھی جھوم جھوم کر۔ ۶۔ ای نسیم سحر آرا نگہ یار کجا ست پڑھ رہے

اور میان چاند و باز جگو تھک اور چاند و اور سب اور گرسٹ اور

چھٹے کے سوا ویا وایہا کی خبر ہی نہیں۔ یہی مصروف

باتین ایک سی ہیں۔

سدا بہار۔ نابوی (دانت کے تھے انگلی دبا کر) اوئی کوئی
ایسا کہتا اس سودا کی نگوٹے کو اپنے سے صدقے کر دوں۔ وا او۔

نواب۔ تم کبھی نہیں سدا بہار۔ ابھی تو اٹھ بیٹے ہی کے دن ہیں
نات۔ خد کی قسم مجھے انکی ہی باتیں تو بھاتی ہیں۔ یہ کسنی کا سبھ
ہے اور دو تین برس۔ پھر یہ شوخی اور جھلپ اپن کمان۔ یہ
جب جھڑکتی یا گھڑکتی ہیں تو جی خوش ہو جاتا ہے۔

سدا بہار۔ ہاں ہاں پھر جوانی تو باولی ہوتی ہی ہے۔
بگیم۔ اچھا سدا بہار سے کہو کہ اُسکو اپنے بڑھاپے کی قسم جو جھڑ
رہوے۔ بھلا کیوں سدا بہار۔ میرے بڑھے لکھے بھی ہوا کرتے ہیں
مخو دیکھی نہ کنا اٹھ گئی کنا۔

سدا بہار۔ بڑھاپا! ہونو۔ بڑھاپا کیسا۔ بیوی بس ہی باتیں
تو ابھی نہیں لگی ہیں۔ میں بوڑھی کا ہے سے ہو گئی۔ برانا نا
تو کہوں آپے ابھی ٹانھی ہوں۔

اتنے میں غفور خد متگا رنے پکارا۔ فرخندہ۔ فرخندہ۔ ای
ہو فرخندہ سرکار سے کہو کہ بچو ان بھرا رکھا ہی۔ یہاں
بھی بدوٹن یا بیچے میں رکھوں۔ حضور باہر نہ آئیں گے کیا۔
نواب۔ وہ چاندی والی چھوٹی گرد گردی بگیم صاحب کے
واسطے بھرا لاؤ کل بسوان سے تبا کو آیا ہی۔ وہی بھرا اور
بچو ان باہر نکادو ہم ابھی آئے۔

یہ کہہ کر نواب نامدار بگیم صاحب کے ہنسی ہنسی میں آہستہ سے
ایک چٹکی لے کر مسکراتے ہوئے باہر تشریف لیگے اور علی مولیٰ صاحب
رقا انکے جاتے ہی سرفہ تعلیم کے لیے گھر سے ہو گئے۔ آوا بجا لاتا
ہوں حضور۔ کورنش ہی پیر دم شد تسلیمات عرض کرتا ہوں خداوند
بحر اعرض ہی حضور والا۔ جو طرف سے آوا بجا تسلیمات کے چہرے چلنے لگے

خوجی۔ اُٹ اسوقت ملک الموت سے سامنا ہوا۔ ایسا جھکا
لگا کہ کچھ بٹھا جاتا ہی اور بے اختیار روٹا آتا ہی۔ بات تیرے بیدی چوکی
نواب۔ کیوں خبر باشد۔

خوجی۔ پیر دم شد اسوقت ٹہر خانے کی طرف گیا تھا وہاں۔

نواب۔ اُٹ (دھم سے گر پڑا)

مصاحبین۔ یا علی۔

نواب۔ بھی دل بفرار ہی طبیعت بے لطف ہو گئی۔ خوجی سنا
تم کو تو ہماری تشفی کرنا چاہیے تھی کہ اُسے خود ہی روٹے ہو۔ حسین
ہم اسے ہاتھ پاؤں اور بھی پھول جا میں۔ اب شاہ جی سے
دھونا چاہیے۔ ہم جانتے ہیں کہ انکا دمال ہو گیا۔ انا اللہ وانا
راجون۔

رفقا۔ انا اللہ وانا الیہ راجون۔

خوجی۔ (مینک سے ہونک کر) اسی بات پر پھر کچھ بٹھائی نہیں
کھلو اتے منگو او تو کوئی کی دکان کی مٹھائی۔

نواب۔ کوئی ہی۔ اس مردک کی گردن تو پائنا۔ ہم تو اپنی قسم تو
رور ہے میں یہ مٹھائی مانگتا ہی بے تکانک حرام۔

خوجی۔ دیکھئے دیکھیے میری گردن کندھری سے رتی جاتی
ہے میں مٹھائی کچھ کھانے کے واسطے تھوڑا ہی منگواتا ہوں میں
تو اس لیے منگواتا ہوں کہ فاتحہ پڑھوں۔

نواب۔ شاباش جی خوش ہو گیا۔ خوجی مجھے معاف کرنا
بے اختیار نکو حرام کا لفظ نکل گیا تم بڑے۔

مصاحب۔ حلال خور۔ حلال خور ہو۔

اس پر وہ فریادیں ہی مقدمہ پڑا کہ نواب صاحب لٹھے لگے۔ اور بگیم صاحب
نے گھر سے لوٹ کر دیکھا تو یہ کیا ہنسی ہو رہی ہے۔

نواب۔ بھی کیا آدمی ہو اٹھ روٹے کو منہ سانا اسی کا نام ہے

آزاد۔ ابھی بھاری کی امید آپ کو ہے۔ واللہ کتنی خوش عقیدہ ہو
سچ ہے دنیا بہ امید قائم۔

بھٹیاری۔ چہ خوش چہ انا شدہ معقول۔ کیا آپ کل بھی جائیں گے
اور میں تو چہ ہونگی عدالت واہ کہہ کہہ کر گرجا نا کیا ہنسی بھٹکا ہے
مجھے بھی کوئی ایسی دہی سمجھے ہو۔ مجھ سے بڑی کوئی نہیں۔

آزاد۔ اخواہ۔ یہ ختم دہم۔ یہ عوی۔ واہ بل واہ۔ عدالت! اچھا
کیا ناش کیجیے گا۔

بھٹیاری۔ کیوں! کیا کچھ شک بھی ہے۔ کریں گے اور بیچ کھیت کریں گے
ہم کیا کسی کے دہل میں۔ یہ کتنی چیری بائیں وہاں ایک نہ چلیگی
دیکھیے گا نہ۔ رکیل ایسا ویسا نہیں جو معلوم ہوگی قدر قیمت
(عافیت)

چاندو باز۔ (دڑھی پر ہاتھ پھیر کر) اور وہ کو دیکھ رکھے پرو مشد
دلانی کیا بھٹک اٹھادی۔ پرانی دلانی کے آپ کون نیے واسے
تھے ہی بروت ہنی ہی اور میں تو وہ تقریر کرتا کہ آپ کے ہوش
اڑ جائیں ایسے گراہی نہ دیکھے ہو گئے۔

آزاد۔ اچھا تو میان جھگڑا کا ہے کا۔ یہ سوت سے ناش کریں نہ
اور آپ کو بھی دین تو چشم مارو شن۔

چاندو باز۔ کیا چشم مارو شن۔ یا چشمان مارو شن کیا ایک ہی
آنکھ ہے۔

آزاد۔ اب ایسا نوکر میں دونوں پھوڑوں۔

چاندو باز۔ ذری میرے منہ لگے گا۔ ہاں میں نے عرض کر دیا
میں پھر گدا ہی دوں گا۔

بھٹیاری۔ (بھڑک کر) جل بہت بڑا آیا وہاں سے گدا نیے والا
ایسا ہی بوتا تو نہ جانے کیا کرتا۔ گدا دینگے۔ ابھی میں جیت جاؤں
تو بھنی کھا بائے گدا دینگے۔ اور پٹ چکا ہی تیسرے بڑا بیجا ہے

خبر میان چاندو باز تو اپنے گھر سے ہمارے اور بنی ہند بھی پھیر کھٹ
یہ سو رہیں۔ میان آزاد کے پیٹ میں بڑے چھوٹے دل ہی دہیں
سوچنے لگے کہ کیوں ہی جو کہیں بیچ مچ اُسے ناش۔ اٹھادی۔ ہاں
ہنسی ہوگی رکیل کا نام لیا ہے۔ ایسا نوکر کوئی رکیل جنگ پر چڑھ جائے
انکی دھڑکی کی دل لگی ہوا اپنا کام تمام ہو جائے۔ یہی سوچتے ہیں
میان آزاد سو رہے۔

شوخی مد ہوش فتنہ ہمدوش۔ ستم ایجاد۔ جان آزاد بنی اللہ۔ کچھ بھٹیاری

جان مرغ سحر کے غل سے
آنکھ نکست سی فرش گل سے

میدان نشہ بازی کے یکہ تازہ لی بھٹیاری کے ہمارے میان چاندو باز
گرمٹ ہے۔ نہ سے چھندے سامنے موجود۔

چاندو باز۔ لگی بھی کیا بڑی ہوتی ہے۔ جو وہ کمان و ٹھوٹا نہ بے
بیک اینگری پر دراز رہتی تھیں۔ رامت اور اچھوڑوں کی بھٹیاری
بھلا کرتی تھی۔ خبر کو چاندنی ناں دیکھتی تھی نہ دھوپ سے گورائے
لکھڑا اٹھانے جانے لگے پھر بھی چھین چھین کے شاعر آتی ہی تھی بل
تبی کرتی ہالتی تھی۔ بنی اٹھادی میں کہ سہری ہی پر گمراہیاں سے ہی
میں کبھی ادھر کو ڈٹ بدلی۔ کبھی ادھر نہ حکم کر رہا میں ملگیا لباس
اور پھر عطر فتنہ کی بو باس کو سون بھینی بھینی ملک سے دماغ مبصر
ہوا جاتا ہی۔ زلف چلیا کیا مشک اذفر غنی یا غلغلی وغیرہ تھی۔ بائیں
دیکھیے تو سویرے سویرے منہ اندھیرے آنکھیں کھول کر اسی بھلی
ہوئی ہیں۔ بھرے بال بھرے کی بلالیں کے سب میں۔

آزاد۔ ایجاد کو منہ سے اٹھا کر چھوٹے پر خدک! شیطان کی ٹھیکر
یہ لنگڑی! یہ نہیں کہتے ہو کہ ٹوٹی چھوٹی لھٹا۔ اور وہ رامت فزا
اور گل شہو کمان میں۔ اپنے ہاتھ سے تو بوی پلچیا بھلتی میں کہنے لگے
مشک اذفر ہے۔ اور غلغلی وغیرہ۔ اس قدر سے خوشامدور ہے کی

جیب سے ایک روپیہ نکال دیا کھن سے بی اندر بھی سمجھیں کہ سوت
میان آزاد حاتم کی قبر پر ملا تار رہے ہیں فرط شوخی سے چمک کر
آگے بڑھیں اور ہاتھ ایک عجیب اداسے دلربا سے بڑھا کر کھا
رہے ہیں۔

آزاد۔ عیسائی ہے جان حاضر ہے۔

چاندرو باز۔ سب زبانی داغیہ خالی غولی باتیں۔ اور بوی کو
یہ خبری نہیں کہ دلائی انعام میں دیدی گئی۔ میان ہی کی جوتی
میان ہی کا سر۔ ہوتا اٹھی ملی ہیں انگٹے۔ چڑی کی خبری نہیں
ہر دے کو کیا جھٹ سے دلائی اٹھا دی یہ نوا کہ بی بیٹیا رکی کو
بھی ادوی اطلس کا پانچا مہ نوادین۔ پڑتے کی چڑی گوت لگی ہو
یہ نہ ہوا کہ چاندی کے چھڑے ہوا تھے کہ سر اچھڑ میں پھما جھم کی آواز
گوشتی یہ نوا کہ کسی دن ہکا دو پکار رو پیے دے داتے کہ بھی
اتنے دن ساندنی کی رکھوالی کی ہی جاؤ میان بس تم کو بھی دیکھنا
کون کے بار ہو۔ چڑی جائے دمڑی نہ جائے۔

بھٹیاری۔ (ہنستی ہوئی) اے ادری تری باک۔ کہیں گری تو
نہیں چڑھ گئی۔ ذرا چندا کے پتے کڑوا ڈال۔ نرا ٹوکھا ہی رہا
یہ چڑی اور دمڑی کا کون موقع تھا۔

آزاد۔ انکی نہ کو یہ جوتی خورے بن چنے کا انھیں درمیں جوتے
کھانے کا انھیں خوف نہیں۔ کالی کھانے کا انھیں لحاظ نہیں
خانے پاک بیباک چھٹے ہوئے ٹوٹے بن مرگ کرکتے جے
شرم نہیں آئی کہ ساندنی کی رکھوالی کی۔ ابھی رکھوالی کی۔ وہ تو کیسے
تسمتوں سے لگائی ورنہ ہم تو ہاتھ ہی دھو چکے تھے۔ اور اوپر
باتیں بناتا ہے شرمائے نہ شرائے دے۔

بھٹیاری۔ چلو یہ باتیں تو ساری عمر نہ فتم ہونگی اب کہو کلام
کی کب تیار ہیں میں۔

غوش الحاقی اور شہزاد غزنوی ہو گئے۔ ایک نظر غلط انداز سے
انھوں نے سب کو آنکھ بھر کر دیکھا مگر تجریت میں غوطے کھا رہے
ہیں کہ انہی میں یہ خواب تو نہیں دیکھ رہا ہوں۔ آخر یہ ماجر کیا کہ
اس بھٹیاری کو حقانی کلام سے کیا سرکار اور یہ سبز پوش کون
بزرگوار میں جگے چرے نوز انہی اور صفات دلائی نورانی آشکارا
ہیں و انقدر قدیموں نے لاپتہ ہو چکے یہ تا شانہ دیکھا ہو گا جو ہم
میان شاہد کر رہے ہیں۔ خدا کرے کسی طرح یہ بھی ہم پر کھل جائے
و اندر سوت تو بیٹ میں چرے چھوٹے جسے میں کہیں یہ سب
تسمتوں میں ہو گا میں تو ہم بی اندر بھی کی خوشامد کریں کر داسے
نہا کے پھر حال میں ہی توتا و انھوں نے نور کر کے دیکھا تو معلوم ہوا
کہ وہ بزرگوار رنگ سیاہ ہیں اور بی اندر بھی کی طرح دیکھ کر
سکرا رہے ہیں ایک فہم ہی اسے حق حق تین با کہا اور بھٹ سے
نہیں بزرگوار اتب تو با علی مکر میان آزاد چھٹے اور انکوڑے اٹھایا۔
تسمتوں میں آٹا کھاتا کہ وہ بزرگ انکھیں کھو کر مسکرائے اور
باتیں آزاد کو بھاک کر سلام کیا اور ہما حضور میرا انعام ہوا سچ کیے گا
ایسے بڑے سپہ کش ہو گئے لیکن کیسا رعب بھرا ہوا نوڈے نے کہا اور
تسمتوں میں ہادی دلائی اندر بھی مسکرا کر لوہین دہم نے بھی کیا جلد کر
انرا دیا رات چاند واز موچھوں پر تاؤ دیکر فرماتے گئے کہ کون بھی
تسمتوں میں بھی اپنے چاند کو نہ چھوڑا۔ میان آزاد اس درجہ خفیف
ہوئے کہ گویا عرق خجالت کے سیکرہ دن ٹھوڑے ابر بڑ گئے۔ ابھی
خوش مجھے کہ بکھو کر بی اندر بھی کی فوق البھر کے لائی مسکرا انعام میں
بھٹ دیدی بی صاحب نے دیکھا تو دلائی گئی کہ ہشاش بشاش کہ
آزاد نے پھر چھڑ چھاڑ شرف کی۔ ہر دے نے دلائی انکھیں کر
کیا اور با ہوا نوڈے نے دیکھا کہ میں ہی رہا جاتا ہوں بڑھ کر
میان آزاد کا دامن بڑا نہیں کچھ بھی نہیں حضور میان آزاد نے

بڑھ دے۔ انہی کسی طرح بچھا بچھڑانا چاہیے۔ اتنے میں شوق
نے کہا۔

چھوڑو بان سے چل جائے اسد! کچھ نہیں اور تو حسرت ہی سی
چاندو باز بولے کہ حضرت آپ کون ہیں اور یہ ساتھ ساتھ آواز
کئے ہوئے آپ کیوں آتے ہیں۔ یا اگے بڑھیے یا پیچھے چلیے
کسی بھلے مانس کو ستانا کیا معنی۔ سپرنا اسد رکھی نے چاندو باز کے
کان میں چپکے سے یوں کہنا شروع کیا۔ سنو تو بھلا۔ یہ بھی تو شکل
صورت سے بھلے مانس معلوم ہوتے ہیں۔ ہمیں انہی کچھ کہنا ہی پس
یا تو انھیں اپنے بیان سے چلو۔ یا انکے بیان چلو۔ ہاں تو یہ کیسے
اب آپ اپنی بچھڑائیں۔ اچھا ہمارا سچ ہی کیا ہی۔ ہم تو حکم کے بندے
ہیں بوی ہو کہ منظور۔ مگر جیتی تو وکیل کے پاس تھیں۔ کمان عرضی
دینے کی فکر میں تھیں کمان اس شرس سودا سے بال و پر ملا
کی فکر ہوئی سچ ہی معشوقوں کے مزاج کا ٹھکانا ہی کیا تو آخر یہ تو
بتا دو کہ اس سے کون کیا۔ کہنا اور سننا کیا معنی ہی کہو کہ انکو
آپ سے کچھ کہنا ہی۔

چاندو باز۔ ما حضرت ذری ادھر گلی میں آئیے گا۔ آپ سے
کچھ کہنا ہے۔

عاشق تن۔ واہ نیکی اور پوچھ پوچھ۔ چلیے ہر گلی میں مگر انکو ہیا
بج سڑک پر اکیلا کمان چھوڑ جائے گا۔ انھیں بھی ساتھ لیتے
چلیے بی تم بھی چلی چلو۔

عاشق تن اور چاندو باز اور وہ تینوں گلی میں گئے تو دیکھا کہ
اُس گلی کے اندر ایک اور گلی جو سہین دھنسنے۔ اس کے اندر ایک
گلی تھی سہین گئے کیسے حضور کیا حکم ہی یا بھی انکو آپ کچھ مشورہ
کرنا ہے ہاں۔ رہے نصیب رہے نصیب ہوقت تو سمجھنے
منہ مالگی مراد پانی دل کی آرزو برائی۔ یہ اور میں ہا میں آج اپنی

قسمت پر ناز ہو۔ کیسے بی صاحب جو حکم۔ ایو اس گلیا رسے میں
کیا کمون۔ کوئی آئے کوئی جائے۔ کھڑے کھڑے کہیں بائیں
کرتی ہیں ہمیں اپنے کھڑے چلو تو خیر۔ کیا مضائقہ (مضائقہ) چلیے
واہ نیکی اور پوچھ پوچھ۔ چاندو باز سوچے کہ دوسرا گل بھلا چاہتا ہی
پوچھا کہ بیان تھا رامکان بیان سے کتنی دور ہی جو کالے کو سون
ہو تو میں لپکے گئی کراہ کر کولن۔ اتنے اتنی دور چلا نہ جائے گا
عورت ذات اور نازک اور دھوپ اب زیادہ ہوئی جاتی ہی انکو تو
ما سے نزاکت کے چھری ہی کا سنبھاٹنا دوجہ ہو گیا ہے۔ اتنی دور
جائے گا کون۔ آدھی رنگ۔ ناما صاحب دور نہیں۔ بس کوئی نہیں
قدم۔ آئیے ایک لمحہ میں پہنچتے ہیں۔ چلیے تو عاشق تن نے
چھری سے لی اور خدنگا کی طرح چھری لگا کر ساتھ ساتھ چلتے گئے
چاندو باز نے دیکھا کہ اچھا گا دہی ملا۔ اپنا پوچھ بھی اُن پر لا دیا
اور خود بھی چھری کے سایہ میں رئیس بنے ہوئے چلتے گئے کلینین
سے نکلے سڑک پر آئے۔ سڑک سے بائیں کو مڑے مائے
میں گئے چڑھائی اُترے پھر بازار ملا۔ چلیے کھٹ سے عاشق تن
مکان پر گئے۔ معن میں چوکیوں پر صاف ستھرا فرش بچھا ہی باکر
بیٹھے۔ خدنگا رنگھا بھانے گا۔

عاشق تن	وہ آئے گھر میں مائے خدا کی قدرت ہی
	کبھی ہم انکو بھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں
چاندو باز	عاشق بٹل میں اثر ہے تو قفس میں آتش
	بوسے گل بھانڈے دیوار گلستان آئی

عاشق تن۔ جب ہم چھٹے ہوئے گرگے بدعاش تھے تب ایک
بھی عشق پری بیکر نظر نہ آیا۔ اب جو فوجی تو یہ سودا میں دیکھتے ہیں
آتی ہیں۔

یوں تو ہے ابرتا بھی ہمیں لسا تیرا تو ہر کسے ہی جھینگی ہی سیاہی میں

دلم میں رہتا ہوں۔ دہلی تک تو میری دھوپ میں پڑی رہتی
تھیں مسری اور چوہوں کی پٹھیا کی ایک ہی کھی۔

چاندو باز۔ جی ہاں آپ جیسے پھر رہے۔ فریادیں زیادہ
آزاد کیسی نکالت۔ کسا شکوہ۔ ۶۔ تقدیر سے گلہ ہی توں سے گلہ

میں نہ فریادی توں کا ہوں خدا کے سامنے
آشنا کا کیا گلہ نا آشنا کے سامنے

اللہ رکھی۔ او تو اس عتاب جی سے مطلب کیا جب سرکار کا پیارہ
ایکا۔ تب میان کی آنکھیں کھل جائیگی یہ کہ کہہ کر کر جانا۔ واہ کیا ہنسی
چاندو باز۔ جلو بھر اب دن چڑھتا جاتا ہے۔ وہاں ہوا میں نہ بھی
لنگھی چلی میں تھیں گھٹنوں لگن گے۔ اور وہ سرکاری درباری آدمی
گھر سے ایک انار و مدد ہمار۔ ایک انگورو صند بنور۔ مقدمہ واسے صبح
شام ڈٹے رہتے ہیں۔ جب دیکھو گھیاں تم ٹم ٹم جڑی گار کی
گھوٹے ہاتھی بالکی۔ اے یا ہونفس میا نے دروازے پر موجود۔
آزاد۔ بس ٹپ نہ ہو رہے بکتے جاؤ نہ۔ آج سرور خوب گئے
میں معلوم ہوتا ہے۔

چاندو باز۔ اسی بیان بی اللہ رکھی کی بدولت روز ہی سرور
گھٹے رہتے ہیں میان آپ اپنی کیے۔ کہ ہر دم کے گھر سے ہی کی
چڑھی رہتی ہے اب دیکھیے نشہ ہرن ہوا چاہتا ہے۔ انشا اللہ
بی اللہ رکھی نے کوٹھری میں جا کر سنگار کیا اور نگر کر طہین تو
میان آراؤ کی آنکھ پڑ ہی گئی۔ ہاے حسن بھی کیا بری چیز ہے۔ چار
آنکھیں جو میں تو دونوں سکرادیے۔ میان چاندو باز کن آنکھوں
سے دیکھ ہی رہے تھے بولے کہ

انکو دیکھا تو یہ ہنس دیتے ہیں

آنکھ چھپتی ہی نہیں یاری کی

ہنسے بھی ہنسے۔ ۶۔ وہ لب پہ آلی ہنسی دیکھو سکر رہے ہو

آزاد۔ رکھا شور ہو رو کی حد سے چلا
قد کشی آج وہ سرور میں کہتے جاتے
او شہ حسن سے عشق میں مرنے کیلئے
لڑکے ہوتے ہیں فقیر کی دعا سے

لتنے میں بی اللہ رکھی ایک ہری ہری نازک سی پھری لگائے
چاندو باز کو ساتھ لیے ہوئے چم چم کرتی جلیں۔ بازار میں جھڑ
جاتی تھیں یاران سر بل آواز سے کہتے تھے۔ جسے دیکھو مصروف
نظارہ بازی ہو مگر وہ غور حسن سے کسی کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں
دیکھتیں۔ چاندو باز ہٹو چودت دیک کرتے جاتے ہیں۔ ذری ہٹ
جانا سامنے سے۔ ابن اداہ میان۔ کیا چھکرا آتا ہے ہٹ جاؤ میں
کو یا دشت آخر کیا ہو کیا۔ کچھ معلوم تو ہو۔ آقاہ۔ یہ کہنے یہ انکی آمد کر
تھی۔ کیوں نہیں۔ تو صاحب ہٹ گئے بس۔ گرواہ سے زمانے
اب بچلے مانسون نے بس یہ شیوہ اختیار کیا ہے کہ ایک کو ساتھ لیا
کئی کے وارث بنے۔ بازار بھر میں غل مچاتے چلے جاتے ہیں۔
اول اول دلاؤ۔

عاشق تن۔ اسوقت تو بازار بھر مرغ بسل کی طرح تڑپا رہی
بی اللہ رکھی اور میان چاندو باز آگے آگے پوچھ رہے جارہے ہیں
اور میان عاشق تن روہکتے پڑھکتے بیچے آ رہی ہیں طبع موزوں کا
دریا ہو کہ آتا ہے۔ شعر پر شعر پڑھ رہی ہیں تک سے مطلب میں
کبھی دیوان ناسخ کا مطلع پڑھ یا کبھی عمر خیام کی رباعی بک دی
کبھی مایقما یاد کرنے لگے۔ کبھی خالق باری کے شعر و زبان میں
چیل ہو در گوش کن گفتار میں۔ اور سمجھاتے بھی جاتے ہیں
کہ اس ذرا سے مصرعے میں۔ ہو در گوش کن گفتار میں پڑا
برائے بیت ہو۔

چاندو باز نے دیکھا کہ یہ اچھے بگڑے دل سے ساتھ جو ہوا تو
بھیا ہی نہیں چھوڑتے۔ اور مٹھ جو کھولا تو دیوان کے دیوان

عاشق تن - ہم تباہ ہیں - ناش تو داغ دو - ہرچہ لائو ہرچہ ہی
کیا ہر باتی بیاہ کسی کے اختیار میں نہیں اور تم مقدمہ جیتیں اور
ہم ہرات لے کر آئے اور تم کو سکھال پر بٹھا کرے چلے -
اقتدار کھٹی - تو جلوم بھی دکیل کے بیان تک چلے چلے -
عاشق تن - مان - مان - مان - چلو - چلو -

عاشق تن اور میان چاندو باز اور بی اندر بھی چلے گیل
کے بیان -

میان آزاد ایک دن خواب نہ گروش سے بیدار ہوئے تو سوچے
کہ وہ اقتدار سے ہم - بنگاری بھی تو کمان تک - آزادی تاجا و اقتدار
آئے تھے تماشہ دیکھنے لیکن خود ہی تماشہ ٹکے پہلے تو وہ فکر
ہوئی تھی کہ سائنڈنی شترمرغ سے کرتی ہوئی سدھارین - داد ہر
اکٹی کے سینے دے - اور اسکی کاٹھی اپنے ہی اوپر کسی پڑتی پھر
یہ گاج پڑی کہ بیاہ کا تول دے - مگر آٹھ کھلی تو بٹاشا نہ ہاتھ میں
برات کھل گئی خود بدلتی شکر پر پتا پوچھتے چلے جاتے ہیں
اور جو کہیں نواب کے آدمی چھوڑتے تو بھر خدائی جھومن اپنا ٹھکانا
نہ رہے چور کے چور نہیں اور اوتو کے اوتو بنائے جائیں اور وہ
یہ کہ کسی کے منہ دکھانے کے لائق نہ رہیں - کوئی کمان تک
برنامیوں کا لو کر اٹھائے - اس آزادی نے تو کانگ کا ٹکا
لگایا - آبرو پر بانی بھر گیا - غرت خاک میں لگئی - ابھی دیکھئے
کیا کیا ہوتا ہے - کس کس کی ناز برداریاں کرنی پڑتی ہیں کس کس کے
آگے سری ٹیک کی نوبت آتی ہے - کمان کمان ٹھوکرین کھاتے ہیں
کیسی کیسی زکین پاتے ہیں سلجھی ہوئی بات ہم نے بھائی دل کا
دل دکھایا اور داغ کا داغ پایا - جب دیکھو تلوے کھجلا کرتے
ہیں - دنیا بھر کا راستہ ناپتے پھرتے ہیں - اس جنون
کے صدقے جس نے ہمیں دشت دکھلایا ملک بے مہر

نے کبھی نگہ نہ فرمائی - کوئی دم بین لینے ہی نہ دیا مگر پہلے کانٹا -
بچھتا ہی پھر کہیں بھول اٹھاتا ہو خدا کو کسی میں کچھ بھگت کی ہنری
منظور ہوئی -

درد ہر کسے ہر گھنڈا ہی نرسید
تا بدوش از روانہ خاستے نرسید
در شانہ نگر نہ تا بعد شاخ نہ شد
دستش سر زلف نگاہ سے نرسید

دقتہ سر میں غل مجا - لینا - لینا - لینا - یہ گرد ہر کر کو کھڑی کے
باہر کھتے ہیں تو - م - کچھ اور ہی گل کھلا ہوا ہی نہ سائنڈنی نے ہی
دسی تو رتا زکر عینکری ہوا - سر بھر میں اچکتی پھرتی تو گزیمقت
حال حضرت نہ سمجھے کہ ایک غٹھوں نے دل لگی دل لگی میں رسی تو
چا تو سے کاٹ ڈالا اور جس میں نگلی ڈال جا لو بھاگ کھڑی سائنڈنی
پہلے تو ایک مسافر کے ٹوکی طفت بھلی اور اسکو اسے پھلون کے
بوٹھلا دیا - مسافر بچا رہ ایک لگائے ہوئے کھٹا کھٹا ہاتھ میں
کر رہا ہی مگر کہیں کھپا بخون سے اسنے بڑے جانور مانتے ہیں
پھر جو وہاں سے خزاہ بھرا تو دین بلیوں کا کچھ مری نکال ڈالا
گاڑیاں ہائیں ہائیں ہائیں کر رہا ہے لیکن اس آئین ہائیں
شائیں سے بھلا اونٹ سمجھا کے ہیں - بیان سے ہلائی
طرح چھپی تو ایک کھار حبیب میں آیا - ہم سے منہ کے
بھل زمین پر نہی کے بھوے بھائے کھلونے سب چکنا چور
پھر دم دبائے ہوئے دقتہ بھری تو دو چار اکون کو گرا دیا کسی کی
کمانی توڑی - کسی کے اجڑ بھرا لگ - سر میں جو طرف غل مجا ہوا
ہے - تو ڈالا اپنا سر پٹیا ہو - گاڑیاں کھڑا کر رہا ہے کھار
اور حرام ہو گیا - چاندو باز تو بڑا دکھاتے پھرتے ہیں - ہنسور
آدمی فقرے ہر فقرے جست کر رہے ہیں - تھان ہی تھان
خاہری اور نمٹی کیا کتا ہے دے بڑے ٹکرات - چبا جا ایک
چاندو باز سائنڈنی کو پکڑنے دوڑتے ہیں تو یار لوگ دور ہی

مگر اپنا عشق بھی دنیا سے بڑا لاہو جسکو دل دیا اسکو دیا۔ پختہ مغز
جھون جھون۔ جان جائے۔ مال جائے۔ عزت جائے۔ بدنامی ہون۔
تم سہیل۔ یہ سب گوارا ہند میں تو ہزار جان سے عاشق زار ہوں
کہ تیرے زین میں کہہ رہا ہوں کہ جتنا باتا انکار اٹھا ہوں ہمارا عشق خام
نہیں جان کا دینا یہاں باہر کا کرتب بچھتے ہیں۔ سہ
تو عاشقانِ مسلم ندیدہ جائے کہ تیغ بر سر خود بندہ دار در پیش نہ

جیاندو باز۔ اب انکا مطلب سنئے۔ یہ جباری بھی کوئی اٹھا
اٹھیں برس کی ہوگی۔ سہ ابھی کل تو پیدا ہوئی میں گزرا کی شوخ
طبیعت اور پچھلے در بات ایسی تارنی میں کہ بکارت جو حسنِ جمال پر
تو آپ ہی۔ پیچھے میں۔ اب سنئے کہ انکے میان یہاں سے دھجکا کر
اور شاہ کچھ گیا ابھی کیا تھا غرض کہ بھاگ کے حیدر آباد کن
گئے وہاں کسی کو گھر میں ڈال دیا۔ اب یہ کیلی میں۔ انکا جی بھرا تاہم
اور پھر آپ جلنے یہ شباب چمن۔ شوق ہوا کہ بیاہ کریں۔ ادھر
ادھر میں اور یہ دونوں ملکر غور و فکر و جان ڈھونڈ رہے تھے
کہ حسنِ اتفاق سے سر میں ایک حبیبہ کراچیاں لیا ابھی سینے کی میں
بھٹیاری۔ ہاں کٹے ٹھلے کے جوان میں اور میان آنکھیں تپسی
رہی دھیمیں۔ سینے میں کیا اکون تم سے بس دیکھنے سے تعلق ہو
پناہ دے باز۔ اے تو مجھی کو اب کہنے دو۔ تم تو بات کاٹے دیتی ہو
ہاں تو حضرت میں کیا کہتا تھا۔ ہاں انکی انکی چار آنکھیں ہوئیں تو
ادھر وہ ادھر وہ دونوں کھائل ہو گئے۔ پہلے تو آنکھوں ہی آنکھیں
باہر ہوئیں پھر کھل کے سانس کہہ دیا کہ ہم تم کو یاہن گے مگر پھر
مکرتے گئے۔ رہا ایک بات یہ تو یہ کہ جب انکو دیکھتے ہیں تو ٹھنڈی
سانسین بھرتے ہیں اور اُن اُن کرنے لگتے ہیں۔ اب انکا
قصہ ہے کہ پرنالیش جردین۔

عاشقِ تن۔ ابھی انکو چاٹ میں جھونکو۔ جو بیاہ ہی کرنا تو ہم سے

نکاح پڑھوانو انکو دھتا تاؤ۔ واہ چاہئے تھا انھیں عاشق ہونا
اُنکے تم ہی عاشق ہوئی جاتی ہو۔ ہمارے ساتھ تھو کر پورہ دون
کے دونوں منے سے رہیں۔ پھر پورہ پوری کیا مرضی ہو۔
اقتدر رکھی۔ سچ کون۔ تم مردوں کا میں اعتبار مری پر نہیں
رہا اب جی نہیں چاہتا کہ کسی سے دل ملا میں اور محنت کا
دھت کا دکھ میں۔

عاشقِ تن۔ تم نے ابھی ہمیں بچانا ہی نہیں۔ پانچون اگلی
برابر نہیں ہوتیں۔ بھلا میں بھی آزاد رکھیے۔ ہم شریف زارے
ہیں پوری۔

اقتدر رکھی۔ سچ کون۔ لوگ میرے غیر تو ہمیں ساری خدائی
یہی سمجھتی ہو کہ اقتدر رکھی پڑی خوش نصیب میں۔ گریبان میں کس
اکون دل کا حال کوئی کیا جانے انھوں نے چمک دمک کچھی
مرنے لگے۔ اب مجھ سے سو نہ مجھ سے بڑھ کر کوئی بد قسمت ہی نہیں
اس سن میں میان ندارد۔ اٹھی جوانی اور یہ میرانی کمان ماری
ماری پھردن۔ دن رات اسی سوچ میں رہتی ہوں کہ کوئی
بھلے مانس ملین تو نکاح پڑھوانوں سو میان اپنے سوچ سمجھ لو
اور مجھے قول دو

عاشقِ تن۔ قول مردان جان دارد۔

جیاندو باز۔ یہ دیکھیے عرضی دعویٰ ہے۔

عاشقِ تن۔ ارے یہ کس پاگل نے لکھی ہے جی۔ یہ کہیں ایسا
ہو سکتا ہے بھلا۔ سرکار یہ نہیں کر سکتی ہو کہ آزاد کو خواہ مخواہ نہیں
دوا ہی دے۔ ہاں اتنا ہو سکتا ہو کہ ہر جہ دوا دے سوا سکا
بھی نبوت مشکل ہو ذرا۔

بھٹیاری۔ ابھی ہوگا بھی مسود (مسودہ) پھاڑاؤ۔ اب
میان آزاد سے مطلب ہی کیا را۔

ٹھہری تھی پہلے کوئی تجویز تو کر لیجیے ورنہ عدالت میں جان بچنے کا نام بھی نہ رہتا۔

عاشق تن - اب بتا ہی دوں - بندہ سمجھے صاحب - بندہ گواہ کہیں گے کہ ہم سے مہینوں سے بات چیت سچ میں میان آواز کو دیکھتا ہوں ہم منہ نہ کر رہے تھے - واشر وہ جواب دوں کہ آپ بھی خوش ہو جائیں وکیل - راہ تو بھر کیا پوچھنا ہی - ہم آپ کو دریا کی کنارہ تیار دینگے ہر آب فراتے بھرنے لگیں گے - گرد ایک گواہ تو ٹھہرا لیجیے جس ایک روپیہ لگیں - پتی ہم انہیں پڑھا دیں گے۔

چاندو بانہ - ایک گواہ تو یہی بیٹھا ہوا ہوں - فراتے باز خیر اب بات کو طول کون سے بنی اللہ کی سیدھی کچہری پوچھیں جس پیر کے نیچے جا کر مٹھیں وہاں وہ بتاؤ کہ اللہ ان - جدھر تڑپا کٹا کر دیا - کچہری بھر کے آدمی ٹوٹے پڑتے ہیں - میان چاندو بانہ عظیم شہنائی حقہ گرد گرد رہے ہیں - اور وارث علی خان نے بیٹھے ہیں اچانک بھی اپنا کام کر - آخر میان کیا سیلا ہو جی راہ اچھی دل لگی نکالی - کیا بھیر یا دھسان خلعت ہو!

ایک - جی بھیر یا دھسان خلعت ہو - آپ لائے ہی ایسی ہیں - دوسرا - اچھا ہم کھڑے ہیں - آپ کچھ اجاڑ دیں - واہ اچھے آئے - تیسرا - آپ کوئی خدائی فوجدار میں - چوتھا - بھائی ذری ہنس بول میں - آخر مرنے تو ہے ہی -

خیر جب ایک جاتو بی اللہ کی ناز و اداسے اٹھاتی دوپا بھر گاتی چٹروں کو جھجھکرتی ہوئی چلیں غرضی نے چاٹو بانہ ایک ہاتھ میں حقہ لے ہیں دوسرے میں چھتری خود شکار بننے چلے جاتے ہیں اب سنیے کہ کچہری کے دروازوں پر باران سونہل ٹھہر کے ٹھہر لگائے کھڑے ہیں چاٹو بانہ تو برباد سے میں ٹھنک رہے - اب بی اللہ کی کو کوئی بتاتا نہیں کہ غرضی کہاں بجاتی ہو - ایک کتاب ہے دہنے (انجوا)

دوسرا کتاب ہے نہیں نہیں بائیں بائیں - تیسرا بولا میان کیوں بہکانے ہو چچاری کو دیکھو وہ ساتے کراہے -

الغرض بی صاحب چمکتی ہوئی منہری میں پوچھیں جی تو دیا منہرم صاحب پرانے رسیا - خوب گھورا کیے - خیر اسنے پرچہ لیا اور یہ چل بکھڑی ہوئی -

دوسرے دن نور کے ترے میان آزاد چھ پرٹے پر لپٹے مجھے لہرا لہرا کر عین حالت و جہ میں پڑھ رہے تھے کہ

شگفتہ شد گل چرا گشت بل مست	صلوات سر خوشی امیر عانتخان بادہ
سیر بادہ کہ دربار گاہ استغنا	چہ پاساں چہ سلطان چہ موشاں

اسنے میں عدالت کے مذکور کے سمن لا کر دیا اور بی اللہ کی مسکرائے لگیں - مذکور کی - سمن آیا ہے -

آزاد	شب محبت غنیمت دان ودا خوش دل بستن
آزاد	کہ کتاب ال فرست و طرفہ لالہ راسے خوش

مذکور کی - حضور سمن آیا ہے گانے کو تو ان بھر پڑا ہے لیجیے رستخوار تو کر دیجیے -

آزاد	بنفقت عمر شد عاقل بیا با ما بہ سینا نہ
آزاد	کہ شگولان مسرت بیا موزند کا سے خوش

مذکور کی - اچھی صاحب شعری پڑھا کیجیے گایا میری بھی سنیے گا - آزاد - کیا ہے کہتے ہو -

مذکور کی - جی اور نہیں تو کس سے کہتے ہیں - یہ جیسے آپ کے نام سمن آیا ہے -

آزاد - (سمن سے کر) سمن کیسا بھی - ذرا پڑھیں تو -

ازانجا کہ بی اللہ کی نے تم پر نالشی کی ہو لہذا حکم ہوتا ہے کہ حاضر عدالت ہو اور سے واہ واواہ - یہ سچ سچ نالشی ہی جلد دی -

روتے روتے چکیاں بندھ گئیں دکیل سنائے میں کہ انہی پر کیا
اسرار ہی اس دن تو کھلکھلا کر سنستی تھی آج آٹھ آٹھ اسور دتی
یا تو اسے دلربا میں لاکھ انداز تھے کبھی سیاہی زلف چلیا کی
جھلک دکھائی کبھی درخشاں کی چمک دکھائی مسکرا مسکرا کر باتیں
کرنا ناز و انداز سے قدم دھرنا۔ آج بیقراری اور آشکباری اور
گریہ و زاری ہے۔ انکی آنکھوں میں آنسو ڈب ڈبائے لاکھ ضبط
کیا مگر دامن تری ہو گیا۔ سہ

وان جھوٹ موٹ تم نے بنا دیکھ گشت کیا
ہم بیچ بیچ ایسے روتے کہ بیاں چٹ گشت کیا

میاں چاندو باز تو کل کار روئی سے واقف تھے لیکن
کے درد دل کو وہی خوب سمجھے اور دکیل کی پریشانی دیکھ کر بے
حضرت یہ بڑی پاکباز عفت کوش حیا پر و عورت ہیں۔

بھٹاری سچی وہ تو میری دوا وضع) کہے دیتی ہے۔ اُف۔
چاندو باز۔ انکی غاہری وضع پر نہ جائے گا یہ واقعی جی
ہیں۔ جیسی گلزار باغ دہار طرمدار میں ویسی ہی خدا کی قسم وضدار
ہیں گو سرتا قدم نور ہے۔ پرستان کی ہو ہی خصل رنگین فرج ہمار
طبع رنگین ادا نازک آواز فصیح نکتہ بردار چست و طرار عالم فریب
تم گارگر میرا خدا اور میں کہ بڑی راہ چلتے آجکے نہیں دیکھا۔ ان کی
پاکدہنی کی قسم کھانی چاہیے خیرات فرماے کہ مقدمہ کی کیا صورت کجا
عاشت تن۔ جی ہاں پروردگار۔ کوئی فکر محفل بتایے گزیردستی
تو یہ شادی نہیں کرا سکتیں۔ ہاں۔ ہر بے کابوت ہو تو بیشک تم
بھر ہرج ہی کیا ہو۔ بھاگتے بھوت کی گلوٹی ہی سہی۔ کچھ تو ہے ہی ٹنگی
چاندو باز۔ میں انکے دشمن آپ بھی کتنے چھوڑیں۔ وہ۔

دکیل۔ اچھا تو یہ بتائیے کہ وہ رئیس کمان سے آئیں گے
جو عدالت میں بیٹھ کر کہ گزیریں کہ ہم سے اور اسے باہ کی

تایاں بجا دیتے ہیں وہ اور بھی بوکھلا گئی ٹنگی بیٹوں اچھلنے حب
جو طرف سے یاران سربل نے خوب ہی دق کیا تو پیک کر اس سے
ایک ذات شریف کو دانتوں سے دبا کر اٹھایا اور پھینکا دم
ہائے کچھ مزل گیا۔ گرے تو یہ دم زخموں سے خون کے شرٹے بنے
لگے اور حالی موالی سب نفرو ہو گئے۔ ساری بھڑکانی کی طرح
چھٹ گئی تب تو چاندو باز پکے کہ نکیل لون۔ دھام پوچھتی ہو
باسے جب خوب ہی شل ہو گئی تو انکے ہاتھ آئی۔ انھوں نے
چمکار کر باندھ دیا کھا بھی جھاڑ پونچھ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ میل بھی کھنا کر
بھوسے کی طرت جھکے گزرتی بڑی نوبت ہو۔

اور کھانا تو یہ حال تھا اب ادھر کا ذکر سنئے کہ میاں چاندو باز اور
عاشت تن اور بی اندھی ملکو دکیل کے بیان گئیں۔ لیکن
بڑی دیر تک تینوں کے تینوں باہری ٹاپا کیے۔ یہ رئیس آئے
وہ امیر آئے۔ کبھی کوئی مہاجن آیا کبھی کسی میوہ باری نے اپنا ہتھ
سنایا خیر صبر کے بعد انھوں نے بار بایا۔ دکیل جو دیکھتے ہیں تو
آج وہ رنگ دروغن ہی نہیں۔ وہ جو بن ہی نہیں۔ وہ مسکرانا
وہ بجانا سب بھولی ہوئی ہیں۔ کیوں غیر باشد۔ آخر باجر کیا ہو بی۔
آج چہرہ اتنا اُداس کیوں ہو۔ خلا ہی ضرور ہے۔ ہماری جان کی قسم
بیچ بیچ بتا دو مقدمہ تو گیا جہنم میں یہ دہی دن میں ہو گیا کیا
وہ چمک دیکھ تھی۔ کمان یہ حال۔ کمان وہ شغف تھی کمان
لال۔ کمان وہ جوش جوانی۔ کمان یہ سراپگی پریشانی۔ کمان
وہ رخ نور غیرت ماہ۔ کمان لب پر نغان واہ۔ کمان وہ چھب چھب
کمان یہ رخ و محن۔ زلف پر شکن کا دھج و تاب نہیں۔ چہرہ پر وہ آب
تاب نہیں۔ اسی یکسی ہوا بندھی کہ حسن کا چراغ ہی گل ہو گیا خوشی
مستی کا تل ہو گیا۔ اتنے میں بی اندھی کا دل بھرا اور ٹپ ٹپ
آنسو گرنے لگے۔ خوب جھوٹ جھوٹ کر دینے آنسو کا تار بندھ گیا

اتنے میں چاند کو باز نہ غل مچا تا شروع کیا کہ دوڑ چور ہوتا
چور چور۔ میان آزاد نے ادھر چاند کو باز پر شراب سے
کوڑا بھٹکا را اور ادھر سانڈی کو جو ایک ایڑ لگاتے ہیں تو چھین چھین
چھین چھین یہ ہوتی وہ ہوتی۔ شہر سے باہر ہوئے تو میان آزاد
کی روح فرخاک ہو گئی۔ بیس کا سہانا وقت صبا اٹھ نیم غریب
طرف چمن غامیہ بار ہر سمت باغ و بہار۔ سانڈی اٹھکیلیاں
کرتی جاتی ہیں۔ سوچے کہ اللہ اللہ آج بعد مدت روح نے غذا پائی
اور میدان کی سورت نظر آئی۔ چلو ہڑے نہفٹے سے بان عجبیستے
پھوٹے میان آزاد سر کی سرگزشت سوچتے چلتے جاتے تھے کہ
راہ میں دوسرا فراہم یوں باتیں کرنے لگے۔

ایک۔ ارے میان آجکل کھنڈ میں ایک نیا گل بھلا ہے
کسی ذات شریف نے گڑروں روپیہ کے جعلی اشامپ بنائے
اور اندھن تک میں جا کر کوٹے کیے۔ سنا کابل میں دو جیلے
گرفتار ہوئے مشکین کس کی گئیں اور ریل پر بند کر کے میان پھینک دیے
مگر میان اللہ جانتا ہے کیا جعل کیا۔ جو چور بھی فرق معلوم ہوتا تو چھین
منڈوا ڈالو۔ سنا کئی برس سے چپا گئے۔ کوئی ڈیڑھ سو دو سو برس
سے بیچتے تھے اور کچھ چوری چھپے نہیں۔ کھلم کھلا۔ اور نیچے ایک
میان حسین بخش میں مسور اور نوٹ گران کی تصویر کھینچتے ہیں
بھی اس چھپٹ میں آگئے۔ کھیا لال نامے ایک جلیا ہے
وہ بھی دھرا گیا اور اس کے چیلے جا پڑ بھی پھنسے ہیں۔

دوسرا۔ واہ دنیا میں بھی کیسے کیسے کائے پڑے ہیں ایسوں
کے تو ہاتھ لٹوا ڈالے۔

ایک۔ واہ وا۔ کیا قدر والی کی ہر کہنے لگے ہاتھ ظلم کو ڈالے
یہ نہ کہ بھانسی دیدے۔ واللہ ہے کہ اٹھروں نے تو وہ کام کیا کہ
ہاتھ جوڑے۔ جاگیر میں لے۔ کائے کردہ است برادر کائے کردہ است

فائدہ کارے کردہ است۔ اس سوچ بوجھ کے مدد سے۔

میان آزاد کو پہلے مسافر کے مبالغہ اور تعریف پر بے اختیار
سہمی آئی اور سوچے کہ ایسے ہی ذات شریف تو بات کا بتلوا دیتا
ہیں۔ کیا جھپٹ جلیوں کو کابل تک پہنچا دیا۔ اور ہندوستان کے
اشامپ لندن میں بکوائے۔ واہ ری عقل اچھی جی۔ اٹھوٹے
اٹھوٹے پوچھا کہ کیوں جی کیا گڑروں کے اشامپ بیچے یہ بھی کلاں
ہو اٹھوٹے وہ دونوں سمجھے کہ کوئی پولیس افسر ہیں اور بھیس بدل کر
سانڈی پر سوار ہو چلے ہیں توہ لینے۔ ایسا نوٹ نہیں ہو کبھی گرفتار
کر لیں کوئی کہے کہ (ایم پی شہرست) تو پھر بیڑ صوبہ ہی ٹھہرے
صاف مکر جاؤ۔ انگریزی ہو دل لگی نہیں ہو کہ بیچ میدان میں کھڑے
ہو کر سرکار دربار کی باتیں کرنے لگے۔ اس سے بالکل انکار ہی
کرنا اچھا۔

آزاد۔ کیوں صاحب کتنے کے جعلی اشامپ بیچے۔

مسافر۔ جی!۔

آزاد۔ آپ بھی کتنے نہ تھے کہ جعلی اشامپ بیچنے والے
دھرے گئے ہیں۔

مسافر۔ کون؟ ہم نہیں تو۔

آزاد۔ اہی آپ باتیں نہیں کر رہے تھے کہ اشامپ کسے بنائے
اور ڈیڑھ سو دو سو برس سے بیچتے چلے آئے اگر ب پرے گئے
کیری پتون کی آرم میں کب تک چھپے گی۔

مسافر۔ (کا پتے ہوئے) حضور ہم کو تو کچھ معلوم نہیں۔

آزاد۔ (ڈانٹ کر) ابھی بتاؤ سوزن ہم تم کو بڑا گھر دکھائے گا
اور بیڑی پہنائے گا۔ تم بدعاش۔ ابھی بتا۔

میان آزاد تو اسکی جوتوں سے تاڑ گئے کہ دونوں کے دونوں
جو گاہیں۔ مائے ڈر کے اشامپ کا لفظ زبان پر نہیں لاتے

چاندو باز۔ کیون میان مذکور کی اگر ہم نہ بایں تو کیا ہو۔
مذکور کی۔ جی کچھ بھی نہیں وارنٹ آئے سے رہا ایک طرف
ڈڑی ہو جائے گی۔

آزاد۔ اور چور پوش ہو جائیں۔

مذکور کی۔ تو ہو کیا۔ وارنٹ جاری ہو۔ بس دیوانی کے
مذکورین کی حراست میں آئیں۔ مزید دو ہر اسی ساتھ
مذکور کی نے دستخط کرائے اور بی اشد رکھی کو گھیرا۔ آج تو ہاتھ
گرا کر ایک چہرہ شاہی لاؤ۔ اے تو ابھی موت نہ پاس کوری سے
لٹھم لٹھا جیتیں تو نام نہ نام بن محنت میں کون دے بھلا۔
اجی تم جیتی داخل ہوئی۔ ہمارا کس ادق انداز۔ اچھا کال
وے جاؤ۔ اچھا۔

میان آزاد کے بہت میں چہرے چھوٹے کہ بڑی بیٹھب ہوئی
شوہر بنے تو مزے میں جب چاہیں گے ہوی کوٹھا کر بہت ہو جائیں گے
لیکن حکمیں جہانہ ہوا کس کے گھر سے دینگے یہ بڑی بیڑی کھر ہے
ا ہو ہو ہو۔ خوب یاد آیا۔ نواب کی سائڈنی کے کوڑے کریں گے
پو بارہ میں۔ ع۔ انہم اندر عاشق بالاسے غم ہاے دگر ٹیکن بی
ا صدی ہشتاں ہشتاں چوہر نہ چکنے لگیں اور اس پاس کی بھٹیاریں
بھلا جلا کر کہنے لگیں۔ انہو چاندی دھیتے تو بھی کے چرخ ہلا میں گئے
نہ کہا کہ نہ میٹھا رنگے گلگے کھلائیں گے۔ دوسری نے کہا اصرار
جیو تو نہ کھلاؤ گی تو نکاح والے دن ڈھولک کون بجائے گا۔

میان آزاد وحش مند نے جب سے پیا تب سے ان کے ہوش
پیرا ہے۔ آزادی کا نشہ مرن ہو گیا سوچے اب کریں کیا چلے
ماذن نہ پاسے رقتن۔ بھاگ کھڑے ہوں تو مذکور یوں کی حرا
میں آئیں نواب صاحب کے صاحب جس کے ماسے خوب ہی
ٹکا کا کر آئیں۔ نے رہیں تو میان واسے تھتے لگائیں کچھ کرتے

دھرتے بن ہی نہیں پڑتی۔ یار نہ رہ دگار۔ ع۔ نانہ بر سر جنگ
یا علی مردے۔ ع۔ یا علی مشکل کشا مشکل کشائی کیجیے ہا ایک
وفہ انہیں خیال آیا کہ لوسوچ کا بے کاہی۔ چپکے سے چتا دھند
کر و کوئی کمان دھونڈھتا پھر کاٹھور نہ ٹھکانا۔ یہ سرچتے ہی
انکا چہرہ ہشتاں ہو گیا۔ ادھر بھٹیاری کی آنکھوں کی ادھر بھاگ
سے کانٹھی کس بقیہ سنبھال ڈراے۔ یہ جاوہ جانا کے تک نہ
انکو کسی نے نہ ٹوکا۔ مگر جب اس کے سے کوئی کوئی بھر کے پٹے
پر باہر نکل گئے تو میان چاندو باز سے چار آنکھیں ہوئیں۔
ارے! غضب ہی ہو گیا اب دھرتے گئے۔

چاندو باز۔ ارے بھائی کدھر کی تیاریاں ہیں۔ یہ جان جا
ہنسی ٹھٹھا نہیں دہندہ پر دیکھا کئی کسی امپل کھڑے تھے۔
مگر تعین انہوں نے بھاگنے کیا سمجھ کر دیا بھی۔ یا آنکھوں میں
حاک جھوک کر چلے آئے بس اتر پڑو۔ آؤ ذری حقہ پوی و
دم تو لگاؤ۔

آزاد۔ اس دم میں ہم نہ آئیں گے۔ یہ فقرے کسی گنوار کو دیکھے
آپ اپنا حق رہنے دین بس اب ہم خوب پی چکے نا کوئی م
کر دیا بدعاشوں نے۔ چلے حقے قدرہ دار کرانے۔ اب جو ہاری
بھاغ بھی پاؤ تو آزاد نہیں۔ بات تیرے کی کس مزے سے
کتے ہیں کہ حقہ ہے جاؤ۔ ایسے ہی تو بڑے ہمدرد ہیں۔ اپنی
ہمدردی نہ کر رکھیے۔

چاندو باز۔ نیکی کا زمانہ ہی نہیں۔ ہننے تو کہا اتنے دن لانا
رہی ہے۔ آؤ بھی تواضع تکریم خاطرہ ارا کرین اب خدا جلنے
کب ملنا ہو۔

آزاد۔ خدا نہ کرے کہ تم ایسے منحوس بے ایمانوں کی صورت
بھر کبھی خواب میں بھی نظر آئے۔

آزاد پھر چلے مگر افسردہ اور پژمردہ چلتے چلتے خدا خدا کر کے
نواب کے شہر کے قریب پہنچے۔ جب کوئی دو ڈھائی گوس شہر گیا
تو ایک کنوئین پر پانی بیا کہ اتنے مین ایک بھڑی اٹھلا۔ ساعت
پچارین ساعت۔ سنگن پچارین۔

بھڑی ری۔ (پوچھی سنبھال کر تمھاری نواب صاحب کے بیان
بڑی تلاش تھی جی۔ تم گائب کمان ہو گئے تھے اونٹ لے کے
اب مین جا کے کوٹھا کر مین نے پرشن دیکھا تو نکلا کہ آج آزاد
پانی کوس کے اندر ہی اندر مین جب تم ٹپ دینی ہو چنچ جاؤ گے
تو پھر ہماری چڑھتی کھان ہوگی۔ تم کو بھی آدھون آدھو بیادین گے
مگر بھانڈا نہ پھوڑنا چڑھ باجی ہے۔ جو تم راضی ہو جاؤ تو جان دی ہی
آزاد۔ واہ کیا سوچھی جو۔ منظور ہے بس اب تم جاؤ ہم بھی م
کے دمن ہو بیچتے ہین۔

بھڑی نے پشتک بغل مین داب کر راہ لی اور نواب کے
یہاں دھر دھکے۔

خوجی۔ اچی جاؤ بھی تمھاری ایک بات بھی ٹھیک نہ نکلی
کو کچھ حکم لگاتے ہو۔

نواب۔ برسوں ہمارا ناک تم نے کھا یا ہو برسوں۔ ایک دن
ہنہیں برسوں برسوں۔ اب اسوقت کچھ پرشن درشن بھی دیکھو گے
یا باتن ہی بناؤ گے چکنی چیرپی۔ ہم کو تو مسلمان بھائی تمھاری دھ
سے کافر کہنے لگے اور تم ذرا محنت کر کے کوئی اچھا سا حکم
ہنہیں لگاتے۔

بھڑی۔ وہ حکم لگاؤن کہ پت ہی نہ پڑے۔

خوجی۔ اچی جاؤ بھی دیکھ لیا۔ بس زبانی داخلہ ڈینگے ہو خاکے
کہیں کسی روز مین قردولی نہ بھونک دون۔ سو اسے بے پرکی
اڑانے کے بات سلکی ہی ہنہیں۔ مرد آدمی سال بھر مین ایک دفعہ تو

بیج بولا کر د۔

مصاحب۔ واہ بیج بولتے تو فصلی کے کتے کی طرح بھول نہ جاتے۔
نواب۔ یہ کیا واہیات گفتگو ہے۔

بھڑی۔ ناہین ہم سے اسے مہشی ہوتی ہے۔ یہ مین کہتے ہیں
ہم انھین۔ اب آپ کوئی بھول مین مین۔

نواب۔ یہ ڈھکوسلے مین اچھے نہیں معلوم ہوتے۔ مین مین
صاف بتا دو کہ میان آزاد کو کب تک آدین گے۔

بھڑی۔ (کچھ بڑبڑا کر) پانی کے پاس مین۔
مصاحب۔ واہ آسون برکھا گم گم ہرے۔ واہ استاد پانی کے

پاس ایک ہی کھی۔ روکی نہ روکا۔ دونوں طرح ابھی ہی جیت۔
بھڑی۔ یہاں سے کوئی تین گوس کے اندر ہی اندر مین جو

نمون تو ناک کشا ڈالون۔

خوجی۔ آؤ آؤ ناک ناک بدلتے ہین وہ منز لون کی راہ مین ساندنی
کے کوڑے کیے ہونگے۔ کچھ ترے اثر ہے ہونگے آپ تین گوس

یہ پھرتے ہین۔

رفقا۔ ہنور یہ بھڑی بڑا فیلیا ہو۔ آپ تو پوچھتے ہین کہ میان آزاد
کب آئیں گے وہ کتا ہی کہ تین گوس کے اندر ہی اندر مین واہ سے

جھپ جھاپے۔ سواے جھوٹ۔ سولے جھوٹ۔

بھڑی۔ تو بتاتے بتاتے تائیں گے۔ یا ایک دم سے بتادین جھوٹ
پچارین مین تو۔ نے ناک ناک کون بدتا ہے۔ کات ہی ڈنگا۔ ناک کے

کے پاس گوندنی والی بغیر مین میان آجلا بیٹھے ہونگے جاؤ دیکھو
پوچھی جلا دون ناک کشا ڈالون جو جھوٹ نکالے۔

نواب۔ چاہک سوار کو بلواؤ اور حکم دو کہ اچی سرنگ گھڑی پر
سریٹ جائے اور دیکھے میان آزاد مین یا ہنہیں۔ ہون تو اس

بھڑی کا آج گھر بھر دن۔ بس آج سے اسکا عقیدہ ہی ہو جائی۔

اُوں کو ذرا وق کرین۔ جیسے ہی انھوں نے ایک ڈانٹ بتائی اور اُنکے اوسان خطا ہوئے۔ ایک تو بکشت چیم کی طرف جاگا دوسرا کھر بڑکڑا ہوا پورب کے رخ۔ انھوں نے سانڈنی کو ذرا تیز کیا تو وہ بھی دوڑنے لگے۔ اس وحشت کے قربان۔

سیان آزاد چلے جاتے تھے تو راہ میں دو چار مسافر ایک پیر کے سایہ میں بیٹھے صفہ بی رہے تھے یوں گفتگو کرنے لگے۔

جوان۔ کوئی تدبیر ایسی بتائیے کہ ٹونہ لگے۔ آج کل کے دن بڑے ہی بُرے ہیں۔ اب دوپہر یا کسی بارغ میں منایے چلکر۔ پیر مرد۔ ٹونہ لگنے کی سہل ترکیب یہ ہے کہ پیاز کی گٹھی پاس رکھے جتنی ٹوچے گی وہ سب ہسٹھی میں جذب ہوتی چلی جائے گی۔ یادو چار کچے آم توڑ لیا اور ایک کنکری ناک کی یاد دلائی شکر ڈالکر اور ایک آبخوردہ پانی ملا کر پی جاؤ۔ گراٹون کو پہلے بھون لینا جب خوب پیلے ہوں تو گودا نکالکر چھلکا پھینک دو اس سے سہل لٹکا ہی نہیں۔

جوان۔ اور جو کہیں اس وقت برف نہجائے تو پانی میں ڈال کر غٹ غٹ پانی چاؤں کھلیجہ تک ٹھنڈا ہو جائے۔

پیر مرد۔ کہیں ایسا غضب بھی نہ کرنا۔ نئے صاحبزادے ہی رہے پانی میں تو برف ڈالنی ہی نہ چاہیے۔ برف کے پانی میں آبخوردہ رکھ دو یا جب خوب ٹھنڈا ہو جائے تو آبخوردے کا پانی پیے ورنہ مضر ہوگا۔

جوان۔ واہ لاکھون آدمی پیتے ہیں۔ پیر مرد۔ اسی لاکھون آدمی جھاک مارتے ہیں۔ لاکھون چوریاں بھی تو کرتے ہیں بس دیکھو یا کہ لاکھون آدمی ایسا کرتے ہیں۔ پھر اس سے مطلب۔ صد ہا آدمیوں کو ہم نے کھیا ہو کہ گڑھیاؤں اور

مالا لون کا پانی سفوف میں پیتے ہیں آپ پیجیے گا۔ ہزار دن آدمی دھوپ میں کوسوں چلکر کھڑے کھڑے تین چار لوٹے پانی کے پی جاتے ہیں مگر یہ

کچھ اچھی بات تھوڑی ہی ہے۔

سیان آزاد کا ایک دلکش باغ کی روح افزا بار دیکھ کر جی ملجا یا کہ ذرا کم جائیں۔ سانڈنی پر سے دھم سے کوئے ایک دھت کے قریب ہسکو باندھا اور زین پوش اتار کر ایک صاف تھڑے مقام پر بیڑے سایہ میں بجا کر ٹھک رہے تو کیا سنتے ہیں کہ ایک کانوں میں دھڑادی بیٹھے ہوئے باہم مزے مزے سے یوں گفتگو کر رہے ہیں۔

ہندو۔ ارے سیان کچھ اور بھی سنا۔

مسلمان۔ اب سوئے دو بھی۔ آخر نزل ٹوڑنی کچھ دل لگی ہو۔ بک بک بک لگائی ہے یہ سنو وہ سنو۔ سیان آج مارے گری کے پتھر بگڑے ہوئے ہیں۔

ہندو۔ اچھی وہ بات سناؤں کہ نیند خواب میں بھی نظر نہ آئے یاد ہوگا کہ اُس بوڑھے مکوٹھ نے ایک جوان عطاء شہر سے مرایا ناز کو بیاہا تھا نہ اور خود جا کر دوسرے شہر میں بسے تھے وہ غرض ہوئے اور اُنکی بیوی نے سر میں کچھ دکان میں سی بنوا کر رہنا اور مسافروں کو بسانا شروع کیا۔ سیان آزاد مائے ایک بھلے انس اپنا ایسے شو ہوئے کہ روز اپنے ساتھ سانڈنی پر بٹھا کر تاشہ دکھانے لے جاتے تھے۔ ایک دن ایسے رتھے کہ اُسکے ساتھ بیاہ کر لیا قرار کر لیا۔ اور پھر کر گئے اب اُسے نالاش جڑدی تو وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے یہ دیکھے یہ لیٹے ہوئے ہیں۔

مسلمان۔ ہونٹھ کئے لگے بھلے انس بھلے انس ہوتے تو چھوڑ بھی دیتے۔ اچھی مزے سے نکاح پڑھواتے۔ اور اُسکی جمع تنجائی کر دھتا بول دیتے۔

سیان آزاد کے بدن کے روٹھے کھڑے ہو گئے کہ یہاں بھی ہمارے بچانے والے موجود ہیں۔ جب ٹھنڈا وقت ہوا تو سیان

میان آڑو نے تڑ سے خط کھینچ ڈالا۔

آج قلم کی باچھین کھلی جاتی ہیں۔ وماغ فلک لافلاک پر پھینک
تختہ گل بن گیا۔ اور کیوں نور میان صفت شکن علی شاہ حق آگاہ
قدس سرہ الشریف کی سواری آتی ہے۔

ساقی نور بادہ برافروز بام ما	مطرب بگو کہ کار جهان شہکار
چند ان بود کہ شمع و ناز سہی قدان	کاید بجلوہ سرو و صنوبر خرام ما
ای یاد اگر بگلشن احباب بگہ زری	ز نمار عرضہ وہ بر جانان پایہ ما

حضور کے ملک کی قسم ادھر تخت اثری ادھر نہ گری آسمان تک
ہو آیا تب کہین جا کے کعبہ پایا۔ شاہ جی صاحب ہر روز ڈارھین
مار مار کرتے ہیں اور الحق مڑا الحق مڑا کیا کہتے ہیں کل میں
عند التذکرہ لانی نوکر خیر حضور بہ سلک بیان پر دے تو آہ سرو کھینچ کر
فرمایا کہ بہ خداوندے شخصے کہ رجم ست و کریم ست و علیم ست و عظیم
ست و حکیم ست و عظیم ست و سلیم ست و قدیم ست و شریف ست و لطیف
ست و خیر ست و نصیر ست و کبیر ست و درون ست و غفور ست
شکور ست و دود ست و دوا خلق نمود ست و بود خالق آفاق قسم غفور
اکنون مرا پیچ از جو تو سر دکار نمود ست دلی از خفت گشت شروع
این ہمہ اقوال مفردت شنولے مردک نادان اندر دہنت آب ز فرم
د مہم یاد اللہ کی دم پر دم۔ خم اور خم۔ چم اور خم ابو بھٹی ابو سہ

ہو غطر سیاگ کا لگا کر مسرور	آرام محل رکھو اسم دل کا اور
وہ طور دکھا کر کہ کل ہو معلوم	موسے کا عالم اور وہ ملعہ طور

سینے حضور پر نور۔ بندہ جان شارنے وہ کام کیا ہے کہ خلعت و
انعام و اکرام دیجیے۔ زرد جو ہر دیجیے۔ یا قوت اور جہاں
میرے اوپر سے صدقے دیجیے۔ اللہ اللہ کیا کیا کہیں علی شاہ
غازی کو سمجھا بچا مانا سو کرے آیا۔ بڑی بڑی دیلین بھلے تھے
پہلے فرمایا کہ ۶۔ درین بزم رہ نیست بگیا نہ راہ میں نے چھوٹے ہی

جواب دیا کہ شاہ جی ۶۔ کہ پروا کی داو پر دانہ راہ کھلکھلا کر منہ پر رکھا
اور شاہ سے سے بولا یا۔ رو برد گیا تو خدہ تگہ سے کہا۔ ۶۔ رمضان
گسان می آیند میں نے بڑھ کر عرض کیا کہ ہر دم شد ۶۔ ناکسان
پیش کسان می آیند بیٹھو ٹھوٹھی اور فرمایا کہ شاہ باش بر خوردار
نوا بھاب کی صحبت میں آپ بہت برقی ہو گئے ہیں۔ عرض
کامل دینے تک مجھ سے روز بحث رہی۔ آخر کار فرمایا کہ تمھاری
سرمیزن سے یاد آئی میں فتور کرتا ہے۔ میں نے قدم بے اور دست
عرض کیا کہ آپ چلیے ورنہ میں نہ ہر کھا کر مر جاؤنگا مجھے سمجھایا اور کہا
دیکھو یہ زندگی ہمیں خطیہ نردان ہی اسکو مفت میں لایگان کرنا خلافت
عقل و سعادت ہو۔ مگر خیر تمھاری خاطر سے چلتا ہوں لیکن وہ خوبی جو
نواب صاحب کے مزاج میں ذیل میں اُسے میری طبیعت لغو ہے۔
میں ایک شرط سے چلتا ہوں کہ جسوقت میں وہاں ہو پوچھوں تو نواب
صاحب کے سامنے غوی پڑیں مشکین پڑیں عرض کیا میں نہیں بائیس فرمایا کہ
قول دو عرض کیا کہ قول جان کے ساتھ ہو۔ تب کہیں آئے۔ اب آپ
لوگوں کو ٹھانٹتے بھیجے تو دھوم دھام سے میان آزاد کو ساتھ لائیں
اور اہل شہر انکی زیارت سے استفادہ اٹھائیں۔ میں بالکل چمڑ ہو گیا
ہوں لیکن حضور کا سایہ دامن مجھے کافی ہے۔ سب اب جلوس جلد
بھیجے تو شاہ جی صاحب تشریف لائیں۔

یہ خط نیکر چاہک سوار روانہ ہوا۔

نواب کا کامل فن شہسوار شہید زباز در قمار کوران کے تے
دبائے باگ اٹھائے آسن جہائے جہز کا اشارہ کرتا کوتاہی نہ رکھتا
جار ہا تھا اور چٹا چٹ کوڑے جار ہا تھا۔ ہیل گھوڑا۔ اور سر کوڑا
تاب کمان ہلا کی طرح جھپٹا بگولا بن گیا۔ یہی معلوم ہوا تھا کہ در با
نہرین مارتا ہے۔ ہوا بھی مقابلہ کو آئے تو بچا پڑیں کھاکے ہلکی گڈ گڈ
نہ پائے کیوں نہیں۔ نواب کے ہیل کے گھوڑے خالص کے گھوڑے پیرا

بچہ مکان کی طرح سے ہو کر گور بھی
رہا ہوا دی کا نشان اس جہان میں
ای خاک تیرہ خاطر صمان نگاہ دلا
کین نور چشم ہاست کہ در بر گرفتہ

حق مغفرت کرے عجب آزاد و دلتا

میان آزاد نے جو یہ پڑھا جھلکھلا کر نہس پڑے۔ یہ کیے ایسے
لوگوں نے قبر بھی بنوا دی۔ واللہ کیا فقرے باز ہیں۔
ادھر جابک سوار نے شہد نیرا ہوشکار سے ٹھنی کھائی اور ایک
نودھ سے نے تالی بجائی مگر راہ سے شہسوار کو فرما گیا ایکس دی حم
دم گرد تیچے جھاری پہلے نواب کے صہیل میں گئے اور ایک
خوش خرام و تیر گام کیت پر کاٹھی کس سوار ہوتے ہی کرکڑا دیا ہوا
باہن کرتے جا رہے ہیں۔ چلتے چلتے گونڈا والی بغیر میں دھم سے جا کوڑے
دیکھا تو ساندنی پر کا کر بڑی جھول جھلاک رہی ہے اور اڈنی
گدون جھکائے جو طرفہ منک رہی ہو کارا میان آزاد۔ میان آزاد
ہوت۔ اخاہ۔ آپ ہیں۔ آئے ذرا بلیگر تو ہو جیے بھانجہ معاف
دونوں میں سے ایک تو ہوسم اشد کیسے مزاج علی اجی ہا سے
مزاج کی پوچھو۔ گھڑی میں ماشہ گھڑی میں تور۔ ابھی شیطان انگلی
دکھائے تو دلی ہو رہی وہاں دشت ٹٹوالے تو دھماکے سے
جبل پور ہو گئیں۔ آپ کئے نواب کے پہان تو فریت ہی ہاں
خیر صلاح کے ڈھیر ہیں۔ مگر آپ کی راہ دیکھتے دیکھتے آنکھیں پھرا
گئیں اسے بیان کچھ اور بھی سنا اس بڑی قبر بنائی گئی ہے۔ سمجھے
صاحب یہ سلسلے دی تو ہی داند لانا تو ہاتھ۔ یا رنجاری ہی کسری
کوہنے سنا خوب گچھے اڑے چلو ہر اب نواب یاد کیا ہو این
انہیں ہا سے آنے کی کہان سے خبر ہو گئی تھی۔ اب یہ ساری
وستان راہ میں سادین گے۔ اچھا تو پہلے آپ ہارا خط نواب کے
پاس بجا کین۔ لایکے ایک نہیں دس۔

جابک سوار نے باکا خندا سا بانڈھا اور سرنگ گھوٹے پر
کاٹھی کس یہ جاوہ جاچا س ہی قدم گئے ہونگے کہ گھوڑی بھڑکی اور
عین تیزی میں دوسرے ناسکے کی راہ دی۔ جابک سوار بہت اکڑے
بیٹھے تھے مگر روک نہ سکے۔ دھم سے منہ کے بجل شرک پر گھوڑی
چپت۔

خوجی۔ حضور گھوڑی نے نادر علی خان کوٹے پکا اور کیا جانے
کس طرف نکل گئی۔

نواب۔ چاؤ خیر سمجھا جابکا۔ تم شرعہ مانگن کسواؤ اور دوڑ جاؤ۔
خوجی۔ یہ دم شد میں تو بڑھا ہو گیا اور رہی سہی سکت افیم نے
ے لی۔ مانگن ہو بلا کا شرعہ کین پھینک پھانک دے ہاتھ پاؤں
ٹوٹے تو دین و دنیا دونوں سے جاؤں۔ آزاد خود بھی گئے اور ہم
سب کو بھی بلایا میں بتلا کر گئے حضور مجھے معاف کیجیے شرعہ تو ہوتا ہی
اور یہ مانگن برسوں سے بندھا ہو اور کاٹ کھاتا ہو تشنگ پچاتا ہو
دولتیاں جھاڑتا ہو خدائی بھر کے عیب تو آئیں کوٹ کوٹ کر
بھرے ہیں میرا تو بھر کس ہی نکل جائے گا۔

میان آزاد ذرا ادھر ادھر ٹہلنے لگے تو کیا دیکھتے ہیں کہ سنا
تھوڑی دور پر ایک بچہ مکان بنا ہے مختصر و سوزن۔ خوشنوا اور
دلکشا۔ ارد گرد نگین بھی ہیں۔ دھب بھی جو طرفہ جی ہوئی ہے۔ شرک پر
سرخ بھی کٹی ہو شوق چڑا کر دیکھیں تو یکساں ہے جب ہم تھے تب تو
بیان اسکا نام و نشان بھی نہ تھا حال میں بنا ہو خیراں خواران ٹھنڈی
ٹھنڈی ہوا کھاتے لکڑی ہلاتے پونچے تو دیکھا کہ کسی کا مقبرہ سا ہے
اخاہ یہی بڑے شخص کا مقبرہ ہے کتبہ پڑھا تو یہ لکھا تھا ہے

شوے شد و از غاب عدم حتم کشودیم | ویم کہ باقی ست شب تنہ غمزدیم
فرار برانا و قبول بارگاہ لم یزنی ولی حق آگاہ عارمت با شد حضرت
صف شگن علی شاہ برداشتہ مضجہ و اناراشتہ برہانہ۔

ہوتا ہی شوق القہر تک تو جناب رسالت گاہ نے کر دکھایا اور سہرا ج
براعتبار ہو تو سمندر بچا نہ بچا نہ گئے ہیں لیکن یہ ہمارے فرشتوں
نے بھی نہیں سنا کہ مرزہ بشیر از سر نو زندہ ہو جائے کیا لوٹ پوٹ کے
پر پرزے بھارت کو آتے تھے ہیں تو بہ کیجیے جو بیج ہو تو ڈالو ہی
منہ ڈالوں۔

اتنے میں اندر چھوٹی بگم کو خبر ہوئی۔ مبارک قدم سے
کچا جھٹکا ہوا۔

بگم۔ ہمارے میان کا ایسا سست اتفاقا کوئی خدائی بھرمین تو
ہو وے گا نہیں۔ لوہے کے برابر ہو یا پیر اور خورشاد خدو
نے اُجھار بھار کر سہرا بنوا دیا۔ پیری بائیں تو اُنھیں بری لگتی ہیں
میں خواہی خواہی راز روز کو اُنکے بکون مجھے تو ڈر ہی کہ کوئی بھوپر
کچھ طوفان نہ بانڈھے۔ اسی سے میں چھڑ خالی نہیں کرتی انکے
پاس جو آتا ہے چھوٹوں کا سہارا۔

مبارک قدم۔ بیوی بڑا مانو یا بھلا۔ بھین دہ راہیں ہی نہیں
معلوم کہ میان تا پوہ میں آجائیں۔ ہم نے تو نیک قدم کے آبا کو
شیخے میں اتار دیا تھا ہا بھین تو بھولی سو ننگ سمجھتے ہیں
جھوٹے خوشامدیوں کی دھار کی دھار چلتی رہتی ہے۔ نوج ایسے
کسی کے میان ہوں آپ تو جان بوجھ کے انجان بنی جاتی ہیں۔
بگم۔ تم نے تو مبارک قدم دھوپ میں یہ چوند اسفید کیا ہے۔ پیری
جرتی کی نوک کو کیا غرض پڑی ہوئی ہے۔ جب تو میں ان دہار دن
کو ہوئی جو کھڑ دازی کرتی تو جانے کیا ہونا۔ ایک دن فوری نہ پھیل کر کھٹی
تھی تو بڑا وکیل اگلے نے نہ بوا دی نہ بوا دی۔ تپا بھی پٹی پڑھاتی ہو۔

ادھر تو بیوی اور نو زدی میں یہ سچ چل رہی تھی اور سچے
کہ نواب تر کا ب نے کل رنقا اور صاحبین اور حوالی حوالی کو
بلا کر حکم دیا کہ اصل کے سب ترک عربی تازی گھوڑے اور

فیل خانے کے دیو نژاد مستیوں کی دست باہمی اور دوسرے نور
بگیاں اور خاص بردار اور بھڑی بردار سپاہی جتنے ہماری سرکار
میں ہیں سب سے اُنہیں ہو رہے ہیں اور شہر بھر کے امیر دن اور
رعیوں سے جلوس طلب کرو اور سجا کر جاؤ نصف شکن علی شاہ کو
ساتھ ہی لے آؤ اگر نظام ایسا ہو کہ لوگ دور دور تک تعریف کریں
سب چیزیں اپنے اپنے قریب سے۔ اگر بھڑی باجاء ضرور ہو
خوجی۔ امیر و مرشد انگریزی باجاء تو آتے کل دھومیں بھڑکوں
نما کی برات کے ساتھ تو ہا ہی اس میں کیا منت ہے۔ راجہ دھرم خان
چاہتے ہوں حضور تو غلام کو افسر قرار کیجیے اور میر صاحب کو میری
نیابت میں دیکھئے۔ پھر مرزا دیکھیے انتظام کا۔

میر صاحب۔ جی بجا ہی۔ میان بادشاہوں کی مصاحبت کیا
کیے ہیں اور آپ کے نائب ہوں۔
نواب۔ اچھا تم دونوں مل جلکر انتظام کرو۔

پھر کیا تھا۔ اتنا اشارہ پانا تھا کہ لگے ہاتھوں سب بدر ہونے
ہو گیا کیل کاسٹ سے درست۔ چھوٹی بگم کو ٹھے پر کھڑے کھڑے
جلوس دیکھ رہی ہیں اور دل ہی دلیں ہنس رہی ہیں کہ نواب کے
داغ پر گرمی چڑھ گئی ہے۔ موت کوئی خوجی کو دیکھتا۔ دماغ ہی
نہیں ملتے تھے اسکو ڈانٹ اسکو ڈپت کسی پر دعویٰ جانی کسی کی
چاٹا رسید کیا۔ ہکو کپڑا۔ ہکو گرفتار کر دیکھی مشعلی کو گامیان
دین کھی پشاخے واسے کو بے نقط سنائیں۔

الغرض جد جہد اور اہتمام لینے کے بعد جلوس اس ترتیب سے
چلا سب کے آگے نشان کا ہاتھی۔ ہری ہری جھول پڑی ہوئی مشک
پر سینہ دے گل بوٹے بنے ہوئے ایک ڈنٹا لٹا ہاتھی جھوم جھوم
کر جا رہا ہے۔ اسکے بعد ہندوستانی باجا۔ گھر جھپٹ۔ تڑ تڑ تڑ تڑ
دھم دھم دھم۔ اس کے بعد آرائش۔ پھولوں کے تخت۔ منجلی

گھوڑے دیوڑا دگھوڑے میں کہ باتیں ۔

الغرض میان آزاد کا خط لے کر چابک سوار نواب کی خدمت میں حاضر ہوا ۔

چابک سوار ۔ مجرا عرض ہے ۔

نواب ۔ سلام ۔ کہو بیٹا کہ بیٹی ۔ جلدی سے بولو یہاں پیٹ میں چوہے چھوٹے ہوئے ہیں ۔

چابک سوار ۔ حضور غلام نے راہ میں دم لیا ہو تو جبریاں دون بس گھوڑے کی پیٹھ پر آیا اور گرہ کر ڈالیا ۔

خوجی ۔ کتنے بے تکے ہو میان ۔ سوال دیکھو اب دیکھیں کھیت کی سینکھلیان کی ۔ جہلا اپنی کارگزاری بتانے کا یہ کون موقع ہو جی

آزاد کا یہ بتاؤ مائے مشیت کے دے بی بی ہوئے جاتے ہیں ۔

چابک سوار ۔ حضور گوندنی والی بنیا کے پاس زمین پوش بچھائے بیٹھے ہیں اور حضور کو عرضی دی ہے ۔

نواب ۔ لاؤ لاؤ لاؤ لاؤ لاؤ لاؤ لاؤ لاؤ لاؤ تو ۔ کوئی ہے ۔

منشی صاحب کو آواز دینا ۔

منشی ۔ تسلیات عرض کرتا ہوں پر درم شد ۔

منشی صاحب نے خط پڑھنا شروع کیا تو حاضرین جلسہ کا رنگ فق ہو گیا ۔ ۶ ۔ کا تو تو ہو نہیں بدن میں ۔

از مدد شیر خدا سے دود و
دہن و ذکا نقص جو طاؤس کرد
طاؤر اقبال بہ نشوونما
سایہ فگن گشت بساں ہما

بوقت صبح ہو یوں نشہ شراب طلوع
کہ جیسے شرق سے کرتا ہو آفتاب طلوع

چابک سوار سے شیش کے ہو گیا قاتی اور نور سے نور شید جام نواب طلوع

خوجی ۔ خداوند جان بخشی ہو تو غلام کچھ عرض کرے ۔

نواب ۔ جان بخشی کیسی ۔ آج تو وہ خوشی ہو کہ بادشاہ قید یوں کو چھوڑ دیتے ہیں اور یہاں تو سوت شادی مرگ کی نوبت ہو گئی

ہے قدمیوں نے لاہوت پر وہ نہ دیکھا ہو گا جو ہم نے ان آنکھوں سے اس دارالغور میں دیکھ ڈالا ۔ ایسی خوشی کے دنت جان بخشی

بھی کیسی بے ٹکی بات ہے ۔ کہنا ۔

خوجی ۔ پیرو مرشد ۔ اور تو میان آزاد نے جو کچھ لکھا اس میں تیری فرق نہیں مگر غلام کا جو حال لکھا ہے وہ سب ڈھکوسلا ہی جو ذری

بھی اصلیت ہو تو ہاتھ کٹا ڈالوں ۔

بھڑری ۔ بس بیٹھے رہیے ۔ تم پہلے ہی تو ناک کٹاتے تھے ۔ اب

کاٹ لون جڑ سے ناک ۔ جو غلام کا پرشن کیسا ٹھیک ملا جو

سونا نشانے پر تیر ۔ کھٹ دینی بیٹھ گیا ۔

نواب ۔ ہاتھی گھوڑا جاگیر انعام اکرام خلعت جو کو دینگے گردزا

میان آزاد کو آئے تو دو اور کیوں بھی رمال نے تو بیان کیا تھا

کہ سب شکن علی شاہ کے دشمن خدا غراستہ خدا غراستہ داخل

خلد ہوے یہ میان آزاد کو کمان سے تلکے حیرت ہو کیوں پر حجاب

دامد اعلم یہ کیا اسرار ہے ۔

میر صاحب ۔ خداوند نعمت لکھی کہ حقیقت تک پہنچنا امر محال

ہو ۔ جناب باری کے نصر روز کا کنگرہ رفیع اس درجہ بلند ہے کہ اس کے

لب با تم تک کند او ہام کا پہنچنا دشوار ہے ۔ از بس دشوار ہے

ما عرفناک حق معرفتک ۔ ما عبدناک حق عبادتک ۔ ۷

ہے بھکو مہن کی نسیم اسے جذب محبت

اُس نور تجلی کی جھلک بھکو دکھائے

رفیق ۔ قربان جاؤں حضور ہمیں تو کچھ دال میں کالا کالا سلوم

اور کھنائے مگر آپ نہ آئے نہ آئے۔ حاسدوں نے تو جڑی تھی کہ حضور وہ ساڈنی دانشی لے کر لیے ہوئے کیسے آزاد اور کمان کے صف شکن وہ پونچے یہاں سے تلو منزل پر۔ مگر یا رہم تمہارا جنبہ کرتے تھے۔

میر صاحب۔ جی ہاں اور ہم جی آپ ہی کی طرف سے روئے تھے۔ ہم اور خواجہ صاحب دونوں۔

آزاد۔ بھائی کچھ پوچھو نہیں۔ واہد آسمان میں تھکلی گائی تب کہیں انکی زیارت نصیب ہوئی خدا جانے کن کن جنگلوں میں جانے کا اتفاق ہوا اور وہاں کیا کیا افتادین پڑیں۔

خوجی۔ جی اس میں کیا شک ہے حضرت۔ یہاں لوگوں نے دوپٹے اڑائی تھیں کہ تو یہی بھلی۔ کس نے کہا بھاندوں کے یہاں نوکری کر لی۔ کوئی طوفان باندھتا تھا کہ کسی بھیاں کے گھر پہنچے مگر سب بہتان۔ لوگ تھیں تراشتے تھے۔ لیکن اب سب صفحہ کی کھائی بات تیرے گیدی کی۔

غلام یہ کہ خوجی اور میر صاحب اور رفقا اور صاحبین سب سب ملکر میان آزاد کو چھتے یا رہتے تھے مگر ہاں آزاد کا کیا استاد۔ ان مردوں کی قربت سے واقف تھے خوب سمجھے کہ اب نواب کے یہاں جو ہمارا طوطی بوئے گا اس سے یہ سب ہمارے بارے میں ہے میں تھوڑی دیر تک خوب کھل کھل کر باتیں ہوئیں۔ تو میان آزاد نے کہا حضرت اب رات جاتی ہو یا آتی ہو طے نہیں اب انتظار کیا ہو۔ اچھا بہرہ صد کہجیے۔ پنشنے چڑھاؤ لائینین جلاؤ گھوڑے چلاؤ۔ ہاتھی کے پرے جماؤ۔ باجا بجاؤ۔ تاملان بڑھاؤ۔ قرینے سے لگاؤ۔ جب جلوس آراستہ ہو تو میان آزاد ایک نفل فلک شکوہ پر جاؤٹے۔ اور صف شکن علی شاہ کی کابک کو آگے رکھ لیا خوجی اور میر صاحب کو حکم دیا کہ خواصی میں بیٹھیں۔ مہین راہ ہم

بھی کوئی چوڑے چار چپکے میں خواصی میں بیٹھیں گے۔ اب جی خوب کہتے ہیں۔ لوگوں نے سمجھا یا کہ جی کچھ وہی سے معلوم کرتے ہو بیٹھ نہیں لیتے خواصی میں۔ کیا مشیت میں بیٹھ لگے گا۔ یا شان کر کے ہوگی۔ غیر تہ درویش برجان درویش دونوں کے دونوں بیچے بیٹھے ہیں اور جلوس چلا۔ شہر میں تو پہلے جی پڑھا کہ نواب والا امیر بڑے ٹھٹھے سے آ رہا ہے۔ لاکھوں آدمی چوک میں تماشہ دیکھنے کو ڈٹے ہوئے تھے جھٹیں بھی پڑتی تھیں۔ وہ بھیڑ بھر کا شاد سے شاد چھلتا تھا باسبکی اور جو کانون میں پڑی تو تماشائی چشم در راہ انتظار ہوئے نشان کا ہاتھی جھنڈے کا پھر یہ اثر اتنا اٹھیلیاں کراسلے یا پھولوں کے تخت آگے تھے۔ انگریزی بابے نے کافون کو سرور نازنیاں پریش کے رخ انور سے آنکھوں کو نور بخشا۔ جیسے ہی عین چوک میں میان آزاد کا ہاتھی پہنچا دیسے ہی دیوانی کے آؤد کوئی نے ڈانٹ کر کہا کہ ہاتھی روک سے۔ آزاد کے نام عزت آیا کہ ارے۔ اوسان نطا ہو گئے۔ فیلبان نے جو دیکھا کہ سرکاری دی لال لال گیا باندھے کالی کالی وردی ڈانٹے۔ خاکا تیلوں پہنے چپراس لگائے وائٹ یہ ہاتھی روکے کھڑے ہیں تو اس کے ہوش پران ہو گئے اور ہاتھی کو جھڑکھوں نے کہا ادھری پھیر دیا۔ میان آزاد مع خوجی اور مع میر صاحب مع میان صف شکن علی شاہ مع فیلبان اور مع ہاتھی اور مع ہاتھی کی دُم نوکریوں کے ساتھ ساتھ چلے جلوس آتے رہے۔ کوئی تخت یہ بھاگا جاتا ہی۔ کوئی جھنڈے سے دجا پڑا ہی گھوڑے تھان پر پونچے۔ تاملان اور پالکوں کو پھوڑ پھوڑ کر کار اوٹے پر ہو رہے جلوس کا پتا نہیں۔ رات و رات سب غائب اب فی سڑک کا پتا پوچھتے جاتے ہیں خوجی بھی انیم کی پیک ہی میں میر صاحب چاندو کے نشے میں ہیں۔ اچھی دل لگی ہوئی آئی ہیں ہوا بندھی کیا یک ہی جھونکے میں رات کا چراغ گل جلوس

کھلا ہی جا رہی ہے۔ کلیان چلنے کو ہی میں کنگی اب مہکی اور اب
 مہکی جو ہی پر نیا عالم ہے۔ مگر کتاغہ جو بن پر ہی گل لالہ کھلا ہوا ہی
 رس سٹل دھنیا کے جسے دیکھا ہی خوش ہو گیا۔ چاند و بارون
 کے تخت میں قلم نوڑ دیے۔ اشارہ کیا تعریف کی ہی دو چار تو
 بیک میں غین ہیں۔ دنیال خبری نہیں دس باج اندھے
 برسے ہوئے نھو سے دھوئیں کے بٹے اڑ رہے ہیں۔ کوئی بھی
 کا پرتا یہ ہو سے چاند و باران ادا سے چیل رہا ہی ایک گمیری
 جو بس رہی۔ گرت ٹھک۔ افیم۔ گانی۔ تیل کی کچی۔ سب ہی
 کچھ ہے شکر کا وہ سامان باندھا کہ واہی واہ۔ ایک شکاری بندہ
 پھرتا ہے گھٹنا ٹیکے انکو دباے نشانہ نگار ہی۔ دھن کی آواز
 بس آیا ہی چاہتی ہی۔ ہر وہ جو کروان بھرتے جاتے ہیں خوش
 وہ کان دباے پکے سستے ہیں۔ اس کے بعد اگر نری باجا
 ہاں ہم دسرتے درست اس کے بعد گھوڑے۔ کیت کا تھپاوار
 کچھ سڑک۔ کرنگ۔ قرہ شنگ۔ کیت سبزہ۔ دیلا۔ چم چم
 کرتے جیسے جا رہے ہیں۔ دودو آدمی تعینات گھوڑے
 دھن بنے ہوئے منھدی کارنگ رجاے پیسے جائے۔ کمرانک
 فدا سی تھوٹی۔ جوڑی پشانی۔ کنوئیاں بدل رہی ہیں۔ اس کے بعد پھر
 ارگن با جافول کے غول۔ اس کے بعد تادان فیس۔ پاکی۔ نالکی۔
 سکھیاں اس کے بعد پھر باجا اس کے بعد بیون کے تخت۔ نازنیاں عریض
 اور پری پکیران خیر و خیر بھرک رہی ہیں۔ صد ہاتھ شانی اس کے
 شمع رخسار کے پرانہ ہیں۔ اس کے بعد روشن جو کی دالے سم دھار ہوئے

طرب خوش نوا گوتازہ تازہ نوبو
 بادہ دکشا بجز تازہ ہتازہ نوبو
 با صنفے چوبے خوش نمشیں نخلوے
 بوسہ ستان بکام ازوتا زہ تازہ نوبو

اس کے بعد ہتھون کی تھار۔ جھوٹے جھوٹے سونڈے کھیتے
 جاتے ہیں۔ روشنی کا انتظام ہی چوکس تھا۔ پشائے اور لاشیں
 جھک جھک کر رہی تھیں۔ سولی ٹرسے تو اٹھا بیجے۔ رانی کا دار
 صاحب نظر آئے۔ اس تھتے سے ہرات چلی۔ اسے تو بہ۔ ہرات
 کیسی جلوس چلا کہ میان صفت شکن علی شاہ کو لائیں جلوس کا ہاتھ
 جکر کھاتے شہر بھر کو دکھاتے

آہستہ خرام بلکہ محرام۔ زیر قدرت ہزار جان سست
 شہنائی میں گائے بیگے بے تکی اڑاتے۔ اڑھائی چانول
 کلاتے چلے گوندنی دال بغیا۔ راہ میں جو دیکھتا ہی بکیر میں اتار کہ
 واہ اچھی برات ہی۔ دوٹا کا تیا ہی نہیں۔ برات کیا گورگ دھندا
 ہر ٹیم ٹام دھوم دھام سب کچھ۔ مگر نوشہ ندارد۔ دوٹا ٹام
 تمام شہر اور شہر کے گلی کوچوں۔ اور گلی کوچوں کے مکانوں اور گانوں
 کے وردیوار کے صدرتے ہوئے جلوس میں گوندنی دال بغیا پھونکا
 اب سینے کو میان آزاد اپنی ساندنی پر سوار صفت شکن علی شاہ کو
 کا بک میں جھائے سڑک پڑے ہوئے تھے۔ ابن صفت شکن علی شاہ
 کہاں سے آگئے۔ اچھی کسی ایریٹر کو ادھر ادھر سے خرید لیا ہوگا۔
 ناما صاحب ہی صفت شکن۔ ناظرین کو یاد ہوگا کہ میان آزاد نے اس پر
 ایریٹر کو توڑا دیا تھا مگر صفت شکن علی شاہ کو چھپا رکھا تھا اب
 موقع پر انکو نکالا۔ خیر خیر آتے ہی اسے بغلکر ہوئے اور ایر صاحب
 گلے سے اور غفور خٹکار نے سلام کیا اور نقاد صاحبین سے صلہ ہوا
 خوجی۔ مثل مشہور کہ توبہیں بدگھوٹے کے بھی دن بھرتے ہیں
 سو ہمارے تو آج دن بھرے کہ آپ آئے اور شاہی کو لائے
 خواب کے بیان سنا پڑا ہوا تھا۔ وہ چل چل ہی نہیں دوڑ لگی
 نہیں۔ صفت شکن کے سوگ میں سب پروردی چھائی تھی۔ ناب
 جھک جھک پڑتے تھے۔ کھٹ ہوا اور پچھا آزاد آئے دھم ہوا

میر صاحب۔ کتنا کس سے ہو۔ اسے کس سے کتنا کچھ بید جانو نہیں ہو۔ اور سینے لگا صاحب۔ اسے کی یہ کیا تقریر ہو چکی۔ اسے ترس گیا۔ اور آنے میں کیا ہم کچھ بید بھڑا ہی ہیں تو اسے (دھم) دوسرا مذکور ہو۔ اٹھایا یہ بوجھ اٹھا۔ لکڑی ہے۔ ایک تھرا ایک نوٹیا رکھ موڑے پر اور اگوا۔

میر صاحب نے بچے اتر کر دیکھا تو سرکاری پیادہ لال گیا جاوردی ڈانٹے کھڑا ہے۔ اوسان خطا ہو گئے گئے تھر تھر کانپنے پپ چپاتے تھالی لوٹا اٹھایا اور محل چل کر چلنے لگے۔ مذکور دونوں کے دونوں خواص میں جا بیٹھے۔ اب خوجی اور میر صاحب دونوں مزدور بنے ہوئے دسے پھندے کرتے پڑتے جانے لگے۔ خوجی۔ واہ ری قسمت۔ کہاں تو فیل نشین تھے کہاں اب سر بونے چلتے ہیں۔ واہ کیا زمانے کا شیب و فراز ہو۔ کیوں جی میر صاحب ہم تو یاد آئی میں تھے۔ یہ تم کو کیا ہوا تھا تم کہاں تھے میر صاحب۔ جہاں حضور تھے وہیں بندہ بھی تھا۔ آپ بھی پنک میں تھے میں بھی پنک میں تھا۔ دونوں غین واہ واہ قدم قدم پر یہ آزاد چکا ہے گیا۔ یہ اُسی کی ساری کارستانی ہو۔

خوجی۔ خدا بھیجے ایسا شیر آدمی تو دیکھا ہی نہیں واہ ہے۔ آزاد۔ ذرا چونچ سنبھالے ہوئے نہیں اترتا ہوں پھر اون کر دوں مرست۔

خوجی۔ بھائی فیلبان ہوت۔ تکر خدا کا واسطہ اتنا بتا دو ذری کہ یہ ہوا کیا۔ یہ برات کدھر رو چکر ہوئی انشاے پشاے سب غلام با جاوا جاسب تین تیرہ۔ نہ وہ بدشی نہ وہ کھر۔ فقط ہم اور با دو خرواہد طلسمات کا سامان نظر آتا ہو۔ یہ سب جادو کی کرامات ہو۔ چلتے چلتے تھکا چڑھا تو خوجی بڑے دھمکی ہمارا تو بھر ہی ہو گیا اب جو بچہ اٹھا کر بے چارے اسکی بقاد و پشت پر لعنت (بوجھ پھینک کر) لے

جسکا جی جا ہے اٹھائے مذکور یوں نے بوجھ ترسے اٹھالیا۔ اور ان دونوں کو بھی ہاتھی پر بٹھالیا۔ جب ذرا دن چڑھا تو ایک مذکور نے کہا بھی فیلبان سامنے ہاتھی روک لینا ہم ایک دو کو تھوڑے تو لگالین جھاک سے بے مائے جین نہیں۔ فیلبان۔ یہ کیوں۔ کیا کتیا لکھیٹی ہے۔

مذکور ہو۔ ہاں تم کو کیا تم تو جا ہے بیٹل بیٹل دن نہ نہاؤ۔ ہم تو جات باہر کر دیے جائیں۔

فیلبان۔ اچھی تو ایسا نہانا بھی کیا۔ تالاب دیکھا اور کوڈ پڑا گڑھیالی اور بچا نہ پڑے۔ واہ نہانا بھی کچھ قصا ہو کہ ٹلے ہی نہیں اچھے رہے۔ تم گنور دل ہی رہے۔

مذکور ہو۔ ہاں تھرے ترون (طنخ) عید مکرید نہا لین تو لگے بل نہ رہیں۔

آزاد۔ خوجی کو یا رچے نہاؤ گے۔ بھئی ایک غوطہ لگاؤ ہماری خاطر سے واسطے خدا کے۔

خوجی۔ یوں ہی نہ زہری پڑیا دیدو۔ گلا گھونٹ ڈاؤن۔ یہ دل لگی ہمیں پسند نہیں۔

خیر صاحب خدا خدا کر کے کہیں شہر میں داخل ہوئے آزاد نے تھوڑے ہو کر کہا کہ امین اتنا دن چڑھ گیا۔

اب سینے کے سب سے پہلے تو میان چاندو بازی کی فحوس صورت نظر آئی چاندو باز۔ بڑے بھائی سلام۔ کو خیر سلا جینگی بونے کچھ سب اچھے یا کر دوں تین تین مائیں تب میرے امڈنے تھا ہی سہو دکھائی بھائی آنکھیں تم کو دھونڈھتی تھیں۔ ترس گئے یا ترس گئے۔ اب کو بناؤ کی بھی کوئی صورت ہو۔ ہاں کہا مانو تو اس فتنے سے بچ جاؤ۔ بی امڈ رکھی نے یہ خط باہر چیکے سے پڑھ کر باب لکھ دلو اب کہا مانو اپنا خا کا اڑا نامت میں اپنے تین نہسنا اس سے فائدہ۔

غائب میان آزاد دل سے چھٹے خوجی اور میر صاحب خواصی
میں بندھے میان صفت شکن علی شاہ جو روحا سستے ہوئے اور
فیلبان بری اور دھت کتے کے چلے فی مٹک کا تہ پوچھتے پشائے
ہاتھ میں وہ مذکورہ ساقدارین۔ اب سنیے کہ ہاتھی اک انارست

گویا نسر طوم از دہاتھی | صورت دیوار قہقہہ بختی

سنان بیابان۔ ہوگا عالم۔ پند کہیں پر نہیں پارتا تھا اتنے میں
ہاتھی جو کر جانو جنگل بھر میں ہو کہ بڑگی اور خوجی اور میر صاحب
ایک دفعہ ہی پنک سے چونک پڑے۔

خوجی۔ این پشائے چڑھاؤ۔ پشائے۔ اے یہ کیا اندھیر بچا یا ہر
(آنکھیں ابھی نیم باز ہیں) اور سنیے گا۔ ذری یوں ہی آنکھ جھپک
کئی تو کی کرائی محنت ساری خاک میں ملا دی۔ اب میں اتر کر کوٹھے
چٹکار دنگا تب مین گے۔ تو وجہ کیا باتوں کے آدمی کہیں لالوں سے
مانتے ہیں (کہتے کچھ ہیں منہ سے نکلتا کچھ ہی)۔

میر صاحب۔ ہائیں! ہائیں! ہائیں! او فیلبان۔ یہ کہاں
اگلی میں آیا۔ یہ کیا آتش بازی سے بھڑکتا ہی ہاتھی۔ بڑھائے جلو۔
میل میل۔ دھت۔ دھت (آنکھیں کھول کر) این ایسے میان خوجی
کیسٹیل میدان میں آچکے۔ ذری خواب خرگوش سے جاگو۔ بھاگو
بھاگو۔ آخر یہ ماجرا کیا ہو بھی میان ذری دیکھو تو آتھی خیر۔
اللہم حفظنا من کل ابلیات۔ یا اللہ بجا یو۔ ع

یا علی مشکلا مشکل کشائی کیجیے

خوجی۔ (چونک کر) پشائے چڑھاؤ پشائے۔ اور یہ باجے
والوں کو کیا سانپ سونگھ گیا ہے۔ ذرا زور زور چھڑے جاؤ۔
ابو بہاگ کا دنت ہی بہاگ کا۔

میر صاحب۔ آنکھیں تو کھویے روشنی کا چرچ گل ہو گیا۔ آپ کا
اور میرا دونوں کا قتل ہو گیا۔ باجے والوں کی دُرگت ہو گئی۔ آپ

وہی بوقت کی ششائی بج رہے ہیں۔ اس جھلکے میں آپکو بہاگ
کی دھن سنائی ہے۔

خوجی۔ پشائے چڑھاؤ۔ پشائے نہیں میں کچا پیا تو دو گنا نہیں
جھپ سے چڑھانا تو پشائے۔ شاہاں ہر بٹیا۔

میر صاحب تو جھپٹے ہی تھے خوجی نے جب کئی بار یہ بات
لگائی کہ پشائے چڑھاؤ تو وہ جھڑاٹھے۔ ایک دفعہ ہی آؤ دیکھا نہ تاؤ
خوجی بچا سے کو دھم سے ہاتھی پر سے چھٹے دھکیل ہی تو دیا اور ا
دھن کون گرا۔ کون گرا۔ ذری توہ تو لینا کون گرا کون ا حضرت

توہ کیا لین آپ ہی توڑ پٹکے۔ اے امین۔ ہاے ہاے وہ تو کیسے
بڑی پسلی بیگ لگی۔ نہیں شیطان نے تو ستر تک باقی نہیں رکھا
تھا یا رور ذری دیکھنا تو ہمارا سر بچا یا نہیں۔ واہ سے میرے گرنے بس
یہی معلوم ہوا کہ کوئی ڈوہ کا ڈوہ ہاتھی گرا۔ اللہم حفظنا من کل ابلیات
مذکورہ جلوس کل بلیا رہنے دو۔ ہونو کل بلیا۔ وہ تو کو میل
ہتا ناہین کل بلیا کل جات۔ بھر میں ستھنا اور چٹکل بلیاے۔ اھر
اؤ اٹھاؤ اٹھاؤ۔ اپنا بوجھ ایک مذکورہ نے خوجی پر لا دیا۔

خوجی۔ ہائیں! کیا کوئی مزدور اتر کر کیا ہی۔ یا سر بوجھیا بنایا ہے۔
شریف اور راجی کو نہیں بچا پتا ہے اب اتارنا ہی بوجھ یا میں نائے میں
بھینکوں۔ یا باپ کا سر سمجھ کر بوجھ لا دیا جانو ہم گرے ہیں
او گیدی لانا تو ملی۔

میر صاحب۔ گدھے نہیں اور ہو کون۔ تم نے بوجھ اٹھا یا ہی کوئی
بڑا پاگل ہی۔ جب بوجھ سر پر رکھ لیا تب جھکرتے ہیں غلغلہ سزا کی
اور سنیے گا بوجھ سر پر رکھ لیا اور لگے گالیاں دینے۔ مزدور کہیں کا
دوسرا مذکورہ۔ تین کو ہس سے۔ ارے تین کو ہس۔ اتر ہاتھی پر
اُترت ہی۔ کہ ہم ہو پنے پھر۔ ہائیں منہ میں ناہین بولت ہی تو تواسے
ہم بکست ہیں اور دن پھر۔ تین اس نہ منجھے۔

اندھ رکھی۔ دور کی کوڑی لائے کیا ہوا پنا سر میٹھی نیند میں جگدیا
لے کے بڑے وہ بنے ہیں۔

چاند وہ باز۔ بڑے چوٹے کے برتے پر نہ رہے گا دیکھ تو میں کیا
لکھو الایہ آزاد نے تو اپنے ہاتھ ہی کاٹ دیے نواب کیا پوچھا ہے۔

اب تو چڑھ بنی۔ آج کے دشمن دن دو ٹھن بنو میان بائے۔ بیاہ
مبارک۔ ہمارے دنو او جس طرح وکیل صاحب نے پٹی پڑھائی
تھی اسی طرح کل کارروائی بھگت گئی۔

اندھ رکھی چین کرد۔ لکھا ہوا کہ نکاح کر دینا گا ہو یہ نہیں لکھا تو پھر کچھ
بھی نہیں۔ جاو وکیل کو خط دکھا دو۔ اور جو کہیں دی کر دو۔

تسمت کو دیکھ کر کہان لونی جاگت
دو چار ہاتھ جب کہ لب با مر و گیا

نواب پھول کے کیا ہو گئے تھے جیسے خامہ ہاتھی کا پاشا
ماسے خوشی کے ایسے بھوے کہ سچ سمج جانے میں نہ سہائے۔ بند
پٹ پٹ ٹوٹ گئے۔ اور کیوں نو غنچہ دل بھل گیا تھا۔ بڑے
ٹھٹے سے نیچے میں جھوم جھوم کر ٹپل رہے تھے۔ آنکھیں ہلا پھاڑ کر
دیکھتے جاتے ہیں کہ جلوس اب آیا اور اب آیا۔ کڑک دھون کی
آواز اب آئی اور اب آئی۔ نشان کے ہاتھی کا پھر برا اب سامنے اڑا
اور اب اڑا اب اڑا نصف ٹکٹن علی شاہ کی زیارت اب نصیب ہوئی
اور اب نصیب ہوئی۔ ایک دفعہ ہی چوہدار بدحواس دوڑتا ہوا آیا
چوہدار۔ خداوند لٹ گئے لٹ گئے لٹ گئے۔ ہائے لٹ گئے
وہ دیکھو صاحب تھائے لٹ گئے۔

نواب۔ ہائین ابائین! یہ کوئی بہرہ پلا تو نہیں ہے۔ میان لٹ
کیا گئے کچھ کہو گے بھی۔ یا لٹ گئے۔ لٹ گئے ہی جا کر گئے کہیں
پاگل خانے سے تو نہیں بھاگ آیا ہے۔

چوہدار۔ خداوند برات کو اٹھانی گزرنے لٹ یا۔ ہاتھی غائب

کی بیج پر سو گے۔ سوئے کو خانہ۔ پیے کو برن آب صبح کو شرب
شام کو کباب۔ چڑی اور دو دو۔ حیرت اب اس خط کا جواب تو
لکھ دینا۔ نہیں میں اپنی جان دوں گی۔ اب جواب کے بدلے کہیں
نکا سا جواب نہ دے بیٹھنا۔

میان آزاد کی پیاری بی اندھ لکھی بھٹیاری۔
میان آزاد پھر آپ جلسے عاشق تن آدمی۔ اور بی اندھ لکھی
کی پیاری پیاری ادائیں تو دل میں کھپ ہی گئی تھیں۔ وہ چلا
وہ چلا ہٹ آنکھوں کے سلسے پھر گئی۔ خط کو سر پر رکھا آنکھوں
سے لگایا اور جواب میں لکھا مگر روٹی ہائین۔

سندھوی ہم غنچہ میں کوئی اٹھائی گئے نہیں میں تم میڈی
ہو تین تو خیر مضائقہ نہیں۔ مگر ٹھہرین بھٹیاری۔ بھلا پھر ہم سے
کیونکر بنے۔ مانا کہ آشوب دوران بلا سے جسم و جان ہو لیکن
شریف زادی تو نہیں۔ زریفت میں زریفت ہی کا بیوند لگتا ہے
گاڑھے کا بیوند بے تکا بن ہے۔ اندھ اندھ آپ بھی اتنی ہونیں کہ
ہاری جا ہتی ہوئی بنیں اسے تیری قدرت شان خدا۔ مگر بیج
کہوں جسوقت وہ زلف چلیا یاد آتی ہے گلچے پر سانپ لٹنے
لگتا ہے۔ وہ چال۔ وہ بال۔ اچھا پھر اب کیا کتنی ہو بیاہ کر دی
تو خیر ہم بھی موجود ہیں۔ جب کہو سہرا بندھے۔ پس اب خوش ہو تین
وہ ہنس دین۔ اس مسکراہٹ کے قربان۔ تو قول دیا اب
بیاہ رہے جلوس مقدس کی جھنجھٹ ہی سے پیچے سہی۔ اب کوئی کما
کے یہ وقت تو نیندا رہی ہے۔ آنکھیں جھکی پڑتی ہیں۔ والسلام
خانہ بر باد میان آزاد

چاند وہ باز۔ بی اندھ لکھی۔ ای بی اندھ لکھی۔ ای سو میں ای واہ
دن دہائے خزر خزانے لیے لگیں۔ دیکھ تو میں لایا کیا ہوں۔

میان آزاد نے خط لیا کھولا پڑھا۔

بی اشد رکھی کا خط

صدقے آنکھوں کے ترسے ساقی
ایسی ہی شراب دے دھوانِ طہار
ہے جھکو ہوس ابھی تو باقی
بڑھ جائے یہ جس سے سکر کا تار
انگور سیاہ کی جبنی ہو
تیزی میں سیاہ مرج سی ہو
جھونک اُسکی نیکی کیج سی ہو
جس سے جھٹ چاندنی کرکھیت
چمکے تاروں کی وضع سے ریت
بادل آئے ہیں عیش کے جہوم
اس وقت نہ رکھ تو جھکو جہوم
اشد رکھی مراد پائے
جس سے کہ سرور یاد آئے
آزاد سے نقد کی ٹھنی ہو
گہری دلدار سے چھنی ہے

میان مجرا عرض ہے۔ کیون جی اسی منہ سے کہتے تھے کہ میان
آزاد کی پیاری بی اشد رکھی بھٹیاری۔ کیون ہنور نبی کا تصور
آپ توصفت کے بھیا سے دیکر سدھائے گرا چاندل کرنا کرتا ہو
ہو اندر دے کو کوئی کمان تک سمجھائے یہ کسی کے مان ہی کا نہیں
اچھین کر تو توں تو اس درجہ کو پہونچا۔ ہاے یہ کیا از فیض کا تعمیر
خدا کے واسطے کا بکھیرا ہو۔ دیکھیں ابھی کیا کیا جھک جھوڑے
جھیلنے اور کیسے کیسے پاڑے پیلے ہیں۔ بن بیاہ کے تو میان یہ بل
نڈھے نہ چڑھے گی۔ یہ عشق بھی حد بھر امارت نہ ہو خدا جانے مجھے یہ ہوا کیا
گھر گھاٹ نہ سوچا اور ساری ابرو کھاری کنوئیں میں ڈبائی۔ اور نہ
کی دانتا کلکل اور ان تھائے چھپوں سے اور بھی میرا جی جلتا ہو
جو ہائے ساتھ بیاہ رہے تو تھارا نصیب جاگ اٹھے میان میں
شوخی محبوب۔ تم مست و مجذوب۔ میں چند سے آفتاب چند سے
مستاب۔ تم خانہ بدوش خانان خراب۔ میں ہر بارہ۔ تو تھیکار
میں باغ و بہار تو دفنگا رہیں تم بجا رہے تو خانہ برباد میں فتنہ ہمدوش
تو خود فراموش۔ میں برق شر بار۔ تو زہادہ گسار۔ ذری اپنا منہ تو

دیکھو میان چہرہ زرد۔ دل سرد۔ کپڑوں میں نوٹن گود۔ رہ نور
عورت سے بدتر نام کا دو۔ میں بت طائرہ اپا انداز۔ مرست غلبی
محو ناز۔ نازک آواز۔ گلزار۔ گلبدن۔ گلرخ گل رنگ۔ رنگین ادا
شوخی و شنگ چست و طرار۔ مرد مزار۔ آتشیں رو۔ یا سمین ہو
میں آستوب دوران تو سست چان۔ ۵

یعنی گویم کہ تو نہ مردی آزاد
بجان من بلا آوردی آزاد
دلکین بواحب بیدری آزاد
جہازم راتبا ہی کردی آزاد

تراسن ناخدا دالستہ بودم
زجورت جان من بیک رسیدہ
جگر خون گشتہ از مرگان چکیدہ
بہر دکان کارم از دست رسیدہ
دلت دادم مسلمان زادہ دیدہ

نہ کافر ماجرا دالستہ بودم
پاک پروردگار کی قسم جو ہمارے میان ہو تو وہ پیاری بیاری
صور تین دیکھنے میں آئین کہ پرستان کو بھول جاؤ۔ دھارے کا
دھارہ راجہ اندر کا اکھاڑا۔ جو ہو وہی چیم۔ جو وہ جان عالم۔ مگر تم تو
وہی میر پھیر کے وحشت ہی کی پیتے ہو پہلے اتنے ہو تو کہ کوئی نازک
محبوب چار ڈھ سالہ تم پر مرے بیچ ہو۔ ۵

غالب ان سیمین تنوں کے واسطے
خاقون جنت کی قسم جو کہیں ہم سے تم سے بیاہ رہے تو کسی
مرے سے کہے۔

اور پھر لطف یہ کہ جہاں کہیں ہکولنے ساتھ لیا وہاں خدائی
بھر تھاری ہی خوشامکرے اور نہیں تو کیا۔ اور کیون صاحب یہ
دھاندلی کسی۔ بھلا نہاد ہو کر اور صاف پاک ہو کر قرآن شریف پر ہاتھ
دھر دے بیاہ کا وعدہ نہیں کیا تھا پھر فرمائیے ہمیں گنجائش شکوہ بنی ہو
یا نہ کیون ناحق انصاف کا گلا آئند چھری سے ریتے ہو چلو اب
ہنسی دل لگی تو ہو چکی کیسے اب وحشت دور ہوئی یا نہیں ہم چلو اب

<p>چھیل چھیل کے کھائے۔ ہم تو آج میان آزاد کے ساتھ کھانا کھائیں گے۔ استاد دیکھو کلیف نہ کرنا پس اپنے اور ہمارے برابر پکوانا۔ کوئی دوسرا قورم ہو۔ ایک تین پاؤ کی سیخ اور شامی کباب اور کوئی سیر بھوکا پلاؤ اور دھنیے کا دو پیاز اور کچھ پرائے اور نان پاؤ ہون۔ پس زیادہ بکھیرے سے مطلب نہ بھی آزاد آج تھا جسے ہی ساتھ کھائیں گے۔ میان آزاد ایک کانٹے بوسے کہ ہم سوقت کھانا ہی نہ کھائیں گے سو بھنی کی شکایت ہی شام کو بنگلی اور ڈڈ پھلکے کھالیں تو کھالیں در نہ غرہ۔ یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ میان آزاد نے دیکھا کہ بلغ کے ایک گوش محل میں ایک دفترہ سالہ مسل کا دہنہ اوڑھے چھڑک بنے ہوئے ایک پیر مرد سے پوچھ رہی کہ کیوں بابا صاحب انشر کسے کہتے ہیں۔ ہنگی کوئی مثال تو دیجیے۔</p>	<p>برید و برید شکست و بستی بلان را سر و سینہ و پا دوست شمشیر کے لیے بید اور خنجر کے لیے درید اور سینہ گرز کے لیے شکست اور بالکند کے لیے بہت اور دست بعض کو تفسیر جلی بھی کہتے ہیں اور مثال دون؟ جیسے ۵</p>
<p>پیر مرد۔ لٹ کے معنی لیٹنا۔ اور انشر کے معنی بھیلانا یا ایک صنعت کا نام ہے۔ مثال ۵</p>	<p>امین ہلاہل مذہب سے سویت شام رتنار جیت مرت جھک جھک برت ابھہ جوت اکبار</p>
<p>لپیٹ کر بوجھلا کوئی چاندنی اپنی اٹھلا یہ راز کہ اب راہ اسنی اپنی آزاد۔ افلط۔ افلط۔ افلط۔ لٹ و انشر کی یہ مثال ہی نہیں اور واضح شعر بھی کتنا برجستہ پڑھا ہے ۵ چہ خوش گفت ست تلمسی داس در ضوہ کالا اجلا سیہ سفید ۱۱ اس پیٹنے اور کھلنے نے شعر میں جان ڈال دی۔ لٹ و انشر کی دو قسمیں ہیں۔ مرتب اور غیر مرتب۔ مرتب کی مثال جیسے ۵</p>	<p>ہاے تر بان اس کتابی کے۔ داد داد۔ داد داد۔ داد داد امین کے معنی آب میات کے اسکے لے سویت معنی مفید اور جیت لائے ہلاہل یعنی زہر۔ اسکے لے شام۔ یعنی سیاہ اور مرت لائے رتنار یعنی بادہ احمد۔ اسکے واسطے جھک جھک پرت۔ ۱۰ ہو ہو ہو یہ عشق کے آنکھ کی تعریف ہے۔ اب لٹ و انشر مرتب کی مثال سنئے</p>
<p>سر و گل شوق میں ترے قد و عارض کے سدا نالہ کرتے ہیں ہم قری و دبسل کی طرح</p>	<p>روئے پیٹے مرے ماتم میں وہ اتنا ہی قدر ہاتھ کی منھدی چھٹی آنکھ کا مسرہ چھوٹا</p>
<p>سر کے لیے قری۔ اور گل کے لیے دبسل۔ یہ اس پرندہ کا شیدا۔ اور مثال سنئے۔ ۵</p>	<p>پہلے مصرعے میں روئے پہلے ہی پیٹے اسکے بعد رونے سے آنکھ کا سر چھوٹا ہے۔ وہ مصرعہ ثانی میں دوسرے نمبر پر ہے۔ اور پیٹنے میں ہاتھ کی منھدی چھٹی ہے وہ مصرعہ ثانی میں اول نمبر پر ہے۔ یا ۵</p>
<p>بروز نبرد آن بل ار جند بزم شمشیر و خنجر بگز و کند</p>	<p>یاد میں اس طرہ و رخسار کے ہاتھ سر پر بار تا ہون صبح و شام</p>
	<p>مجھے صاحب۔ طرہ کے لیے شام اور رخسار کے لیے صبح ہی لیکن پھر پھر کے ساتھ۔ پیر مرد۔ خا باش تم تو اپنے وقت کے غنی ہو جائی۔ آزاد۔ آپ کی صاحبزادی نے جو میری بیاری ہیں ہے غنی کے بھی کان کاٹے۔ یہ سن و سال اور اس درجہ بدلی انخیال پیر مرد۔ جہان آزاد را یہاں آؤ۔</p>

بڑے نواب صاحب کو خدا بخشے جب کہابی مبارک قدم صاحب
ہی کہا۔ آپ نوٹڈی بناتے ہیں۔ سنتی ہو مابھی۔ ذری سنو تو
ہم نوٹڈی ہیں۔

مابا بھی۔ بیٹا انھیں آنکھوں آصف دولہ (آصف الدولہ) کا زمانہ
دیکھا۔ انھیں آنکھوں امجد علی شاہ کی عملداری دیکھی ان آنکھوں
جانے کیا کیا دیکھ ڈالا۔ بڑے بڑے شہزادوں نے ہماری گودھونوں
سے بھری۔ ہمارا بھی کوئی زمانہ تھا جس وقت گلابی پشوازہیں کر
تکلی تھی ابھے اچھوں کی آنکھیں بڑی تھیں۔ جب ہماری یہ
بغیر ری ہے تو تم کس حکیت کی مولی ہو۔

مبارک قدم۔ جی ہاں۔ درین چہ شک۔ شرچو ہے کھا کے
بٹی جج کو چلی۔ ہم کوئی ایسے دیسے ہیں۔ آپ بڑی وہ بنی ہیں۔
بلکم۔ اسی تو اس جھنجھٹ سے کیا مطلب (نواب کی طرف متوجہ
ہو کر) جلوہ میں تھیلے میں کچھ مشورہ کرنا ہی۔

سیان بوی دونوں کے دونوں تھیلے میں گئے۔ کیا جانے چیکے
چیکے کیا باتیں ہو رہی تھیں۔ اب کہیں کل بات بھوٹے گی۔

سیان آزاد میں دن شہر میں داخل ہوئے سدن اتفاق سے
تقطیل تھی۔ دوسرے دن بھر تقیل۔ کچیریاں بند لیکن جس گلی
کوچے بازار کی طرف سے نکل جاتے ہیں انگلیاں اٹھتی ہیں لوگ
آپس میں پوچھتے ہیں کہ کیوں بھئی یہ کہاں کے رئیس ہیں ایک
بولارا جہ ہیں کہیں کے دوسرے نے کہا کہ کوئی ٹھا کر میں اور صہوت
تو یہ رئیس ابن رئیس بنے ہی تھے نیل نشین خوش
میں دو شریف بیٹھے ہوئے اعلیٰ نفل چیرا سی یہ کسی کو معلوم ہی نہیں
سیان کے نام وارنٹ جاری ہوا جو مذکور یوں نے حضرت کو
ایک باغ میں لٹا ملا آپ الا اللہ کہہ رہی ہے دم سے گدا
خوجی۔ سیان فیلبان۔ بھی ذری نہ نہ لگا دینا۔

فیلبان۔ کیا! زینہ! اچھے آئے اب آپ کے لیے زینہ
بنواؤں ایسے تو خوب صورت بھی نہیں ہیں آپ۔

میر صاحب۔ ہونٹ۔ زینہ ڈھونڈتے ہیں۔ پاڑ نہ بندھواؤ
ہاتھی پر سے کودنا کتنی بڑی بات ہے۔

یہ مکر میر صاحب بہت ہی بر کر دم کی طرف سے کوئی ہے۔ تو
اس بوکھلاہٹ میں کہ سر پیچے اور پاؤں اوپر اڑو۔ روک۔ روک۔

ہات تیرے فیلبان کی پیچ ہوگا ژیبان۔ خشر بان۔ کو چیان۔ فیلبان
یہ جتنے بان میں سب شریر سب تغنی۔ لاکھ بے گراوند ہے ہی

ہو گئے واہ ہمارا ہی کلمہ جانتا ہے۔ کھٹ سے بولا۔ وہ تو کیسے میں ہی
ایسا بیچیا ہوں کہ باقیں کرتا ہوں۔ ورنہ دوسرا تو بلانی نہ مانگتا خوجی

بہت کھلکھلا کر سنس پڑے ہات تیرے کی۔ سننے جو زینہ مانگا تو ہمیں
بنانے لگے۔ مگر بیچانی کی بلادور۔ دوسرا ہوتا تو کھنٹوں سبز کا کرتا

انکے بھاؤ میں کچھ بھی نہیں۔ میان اترتے ہو کہ میں دونوں دھکا
خوجی جیسا جان پکھیل کر میسے ہی اترنے کو تھے کہ اتفاق سے

ہاتھی اٹھ کھڑا ہوا۔ یا علی۔ یا علی پالیو۔ خداوند خداوند امین گنگا
بندہ ہوں۔ گنگار۔ گنگار۔ تو رحیم وغفور ہی۔ تمہاری جبار ہو

رحمت کا تری امیدوار آیا ہوں | مٹھو ڈھانے کفن سے شمسار آیا ہوں
چلنے نہ دیا بار گنہ نے۔

رنے) تک کھ چکے تھے کہ فیلبان نے بیج مچ ڈھکیل ہی دیا۔
دھڑر دھڑر دم ارے او خالم۔ فیلبان کا ہی کو شمر ہو مدک اور جیری

بڑی بسلی ٹوٹ جاتی تو پھر کیسی ہوتی۔
ہوٹھ۔ ٹوٹ جاتی ٹوٹ جاتی۔ ہونٹ دھو کے جھوسے نہ رہے

ذری ہاں میں نے جبار یا ہو۔ اچھا تو بڑی بسلی ٹوٹی تو سمجھ لیتے۔
اب پیر کے تلے ٹوٹ مارے۔ ہاں بھی پھر ٹوٹ نہ لگے تو کیسے

کیا بھلا سیان کچھ کھانے وانے کو بھی ملتا ہے۔ جی ہاں گاس

پاری بی کی بھولی بھالی باتیں سُکر ہی خوش ہو گیا۔ دروازہ کھڑی
میان ہی آ بیٹھے۔ ۵

جوان من از آن حسن روز افزون کہ یوسف داشت گم
کہ عشق از پردہ غصت بردن آرد یخارا

میان یہ تو بھولی بھالی رو کی ہو۔ اسکی بہن کو آپ نے نہیں دیکھا
اکیس عشوق بہن کی ساری باتیں خدانے کوٹ کوٹ کر بھری تھیں
اور ایسی خندہ پیشانی مہنس کچھ عورت تو دیکھی ہی نہیں لیکن بڑے
میان اُس سے ناراض بہن۔ وجہ سنئے۔ اچھی یہ تو تیرہ صدی ہو
اور وہ شہرے حضرت نوح کے وقت کے۔ اُن ری جوانی کی کُننگ
اور ہاے سے شباب کی رنگ ہنس زانے کی نادان روکیاں دانہ
مچاتی بہن ہمان سر پر اٹھاتی بہن۔ سسرال جانے کی خوشیاں
سناتی بہن ان بڑے میان کو دیکھے کیا بڑھ کھس لگا کاٹھا رہا
اپنی بڑی صاحبزادی کی شادی نہ کی۔ تب تو اُس شوخ فتنہ سہو ش
نے ایک دن اپنی ان سے کہا کہ اُن جان اب تو ممان ممان
کہلواتی ہو۔ آخر میرا کیا چارہ ڈالو گی جو ایک مہینے کے اندر سنائی
کی آواز دروازے پر نہ آئی تو ہم سیرے کی کئی کھا کر مر جائیگے۔
خاتون جنت کی قسم بھر آپ کو اپنی صورت نہ دکھائیں گے پاس
بڑوس کی عورتوں نے سمجھایا کہ بوی اب یہ ماشاء اللہ سیانی
ہوئیں کھیلنے کھانے کے دن بہن۔ اب بیاہ ہوگا تو کیا جب
ہانے لگے گا تب ہوگا۔ اسکی یہ کیفیت کہ چٹاخ چٹاخ بھویوں میں
کسی کو نہ چڑھایا کہ کسی کو بنایا۔ اُن سے تیری شرارت اللہ سے
تیری شوخی۔ الغرض غمزدہ جگہ ایک اونچے گھر میں نسبت چھری
تو مان نے کہا۔

مان۔ ے بیٹی مبارک ہو۔ تیری شادی چھری گئی۔
لڑکی۔ امان بہن یقین نہیں آتا۔

مان۔ اولیٰ بیٹا تھا رے ابانے خود چھرائی ہے۔
جب سنگی ہو گئی تو پھر مان نے کہا کہ۔

مان۔ ے بیٹی مبارک ہو اب تو سنگی بھی ہو گئی۔

لڑکی۔ امان جان مجھے تو ابھی ہرگز ہرگز یقین نہیں آتا۔

مان باپ بچھٹ پٹ سا مان درست کیا اور مان بچھٹ بچھٹ

مان۔ لومیا اب تو منجھے بھی بچھین۔

لڑکی۔ نا امان مجھے یقین نہیں آتا۔

آٹھ دن دن کے بعد سانچت آئی چڑھاوا چڑھاوا۔

مان۔ تو بیٹی مبارک اب تو سانچت بھی ہو چکی۔

لڑکی۔ (شرار) امان جان مجھے تو اب بھی یقین نہیں آتا۔

دوسرے دن منجھدی کی رسم ہوئی۔ دلہن کے منجھدی لگائی

گئی اور وہی جھولی بھائی دوھا کو بھی گئی۔

مان۔ ے بیٹی۔ اب تو منجھدی رچی۔ اب تو مبارک ہو۔

لڑکی۔ (بجا کر) امان جان کہہ تعفاری خاطر سے کہہ دوں اور نہ

مجھے تو ابھی یقین نہیں آتا۔

راوی۔ یقین کیونکر آدے۔ ۵

دعدہ وصل چون شود نزدیک

آتش شوق تیز تر گردد

اے صاحب دوسرے دن بڑے دھوم دھام سے

برات آئی دروازے پر دھماچو کڑی مچی ہوئی۔ سہ سہین سہ سہ

پوشاک پہنے ہوئے چھاچھم کرتی اترنے لگیں۔ اوھر گالیوں کی چھپا

ہوئی۔ ڈوٹوئوں نے تھرک تھرک کر گانا اور دست خانے سے

گہری گہری ندیا بتانا شروع کیا! ہر ناچ ہونے لگا مولوی صاحب

آئے نکاح پڑھا گیا دوھا اندر آیا ریت رسم ہوئی وقت خست

مان نے چپکے سے بیٹی کے کان میں کہا کہ۔

جہان آرا - حاضر ہوئی اباجان - ابھی آئی -

جیسے ہی جہان آرا نے باہر قدم رکھا اور میان آزاد سے چار آنکھیں ہوئیں دیکھتے ہی نامحرم کو دیکھ کر دیوار سے ٹھٹھک ہی لیکیں غیب از رو بہن کی اداسے -

پیر مرد - آؤ آؤ - شریف زادے بہن - آؤ بیٹا - اتنا نہیں سمجھتی کہ بھلا بہن نامحرم کے آگے تم کو خدا واسطے کیوں بلاتا - کیا ستر برس بھار جھوٹا کیا ہوں -

جہان آرا - حاضر ہوئی (میان آزاد کو) آداب بجالاتی ہوں - آزاد - زندہ باش - جان برادر زندہ باش -

کچھ دیر تک آزاد نے خوب گل گل کر باتیں کیں اور دل میں سوچے کہ واہ ری روکی حیل برادر - پاک نظر - اور ہلاکی زمین -

نازنین حسین و حسین خلی بھری صفیقین سین کوٹ کوٹ کر بھری ہیں بھی ہم کو یہ بھجائے تو ہم اسکو خوب ہی پڑھائیں اور ہم کہیں پڑھ جائے تو واہ واہ ہندوستان بھر کا نام روشن کرے - جہان آرا - اچھا اب کوئی اور صنعت بتاؤ -

آزاد - ہم سے پوچھو - بہن ہم تائیں - جو بیچ یعنی اس طرح جو کہ بادی النظر میں وہ تعریف معلوم ہو مگر سمجھنے والا سمجھ جائے کہ جو کر رہا ہے - خلاصہ

ایک قطرہ بود پیش دہانت یم تسلیم
وصف دہن سنگ ترا بیچ نہ گفتہ

ظاہر میں تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ گویا عشق کے دہن سنگ کی بڑی ہی تعریف کی کہ اس کے منہ کے سامنے ایک قطرہ گویا یم قلم ہی - اتنا سامنے - گرد پر وہ مطلب یہ کہ تیرا منہ سمندر کا قبا گاہ ہے جس کے مقابل میں یم قلم ایک قطرہ ہے -

پیر مرد - اگر آپ کو کلیف نہ تو مشو صنعتیں مع مثالوں کے

جہان آرا کو کھد تکیے تو یہ یاد کر لے -

آزاد - بسو و بیغم ضرور بالضرور چشم اردشن دل ماشاد - جہان آرا - خانہ احسان آباد -

میان آزاد اس فکر میں تھے کہ اسی دم چپ سے ایک رسالہ کا رسالہ لکھ ڈالوں - کیونکہ اس پیاری روکی کی بھولی بھالی یاد آنے کے دل میں کھپ گئی تھی بے اختیار جی چاہتا تھا کہ اپنی سگی بہن کی طرح اسکو پیار کرین پڑھائیں لکھائیں اور اچھے گھر یا بہن - اتنے میں لونڈی نے آکر کہا کہ میان کھانا بچا ہے چلیے پیر مرد نے میان آزاد سے کہا کہ آپ کو تو سو ہضمی کی شکایت ہے - آج کل کھان میں خراب بندہ اصرار نہ کرنے کا مگر شام کو کچھ ہی بامونگ کی دال اور چھلکا غریب خانہ ہی پر تال دلائیے گا -

یہ کہہ کر وہ تو گھڑن گھس گئے اور انکی دھڑلہ ساہ دوپٹہ سنبھالتی ہوئی پیچھے پیچھے اٹھ کھیلیاں کرتی چلی میان آزاد نے اپنے دلیں سوچا کہ واہ لکھ چھٹے - زبان سے ہنسی نہیں - ہنسنے تو دل لگی دل لگی میں کہا تھا کہ ہوت سو ہضمی کی شکایت ہی رہ گئی و تون کے لوگ بیچ بیچ ہی سمجھ بیٹھے - اور لطف یہ کہ شام کو وہ بھی ہوئے تو کچھ ٹی اور دال مونگ واہ ری نسبت اب ہوت روزہ ہی شام کو بھی غزہ مر سے بے موت -

میان آزاد اپنے دل میں یہ سوچ رہے تھے کہ سامنے سے ایک جوان طائر اکرے ہوئے آئے - علیک سلیک کے بعد وہ بھی کرسی پر جا ڈٹے این ایہ اجنبی کون ہو بھی - جو تو ادنیٰ کئی و سفید - اور سفید پوش - مگر یہاں کہاں پہنچے - جوان - آپ کا کہاں سے آتا ہوا -

آزاد - بندہ آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر ہوتا ہی نہیں ایک ضرورت سے یہاں بارغ میں فروکش ہوا تو پیر مرد کی

اتنا یاد رکھیے گا۔

دوسرا۔ اے جا۔ لایا وہاں سے جھوٹا چھوٹا ہی ہے اور اس زمانے میں جھوٹ ہی سچ ہے۔ اک ذرا سے جھوٹ بولنے میں دوسو چہرے شاہی آئے گئے ہوتے ہیں۔ ذرا زبان ہلادی اور دوسو ہضم۔ دوسو کا خیال کچھ بکتی رقم کثیر دل لگی نہیں ہے دوسو کیا کچھ تھوڑے ہوتے ہیں بہن کسی سے تم دوسو سے ہی لادو دیکھو جلتا اٹھا لیتے ہیں یا نہیں سوچائی جو عقل سے کام لیتا ہوا کہ مانو در نہ تم جانو تمہارا کام جانے۔

آزاد۔ کیوں بھی جانو!۔ اور جو قرار کر کے کر جائے تو کچھ ہی ہو خوراک کی بات کا اعتبار کیا۔ اس سے بہتر تو کہ اللہ کی سے اسٹامپ کے کاغذ پر لکھواؤ۔

ایک۔ اچھا اچھا اللہ کیا سوجھی ہے۔

دوسرا۔ کیا میان۔ کیا کہتے ہو۔ اسٹامپ کیا ہم کیا جانے کیا مشورہ کر رہے ہیں۔ آپ آئے وہاں سے۔ اسٹامپ پر لکھواؤ۔ ہم کیا کوئی چور ہیں۔

ایک۔ اچھا وہ تھا سے ہی بھلے کے بے کہتے ہیں۔ تم تو سمجھتے ہی نہیں۔

دوسرا۔ (چپٹ لگا کر پچپ گوکھے نامقول ایسی باتیں کہیں راہ چلتوں سے کہہ دیا کرتے ہیں۔ آخر وہ آپ کے ہیں کون پھر بھلا ان سے راز دل بتانا حماقت ہی یا نہیں۔ مجھ کو بھی بیکر دھرواؤ گے معلوم ہوتا ہے۔ بس اب تم سے مشورہ کرے تو اس پر غصت۔

آزاد پچکے سے جا کر دونوں مذکورین اور خوبی اور میر صاحب اور فیلبان کو بلالائے تھے اور کہا تھا کہ ساری داستان سن رکھیے گواہی دینی ہوگی۔

خوبی۔ سننے کو تو سب مستالین میان گواہی دواہی ہم نہ دینگے

اور جو زبردستی کرو گے تو تم کو دھروا ہی دینگے۔

میر صاحب۔ اچھا ہم گواہی دینگے اور دوسرے کی چوٹ۔ فیلبان۔ جو سنا وہ کہہ دینگے۔

میان آزاد مذکورین کی آنکھ پر کچھ لپٹا دیا یہ جاوہر سٹیشن پر داخل اور جھٹ سے ٹکٹ لیکر ریل کے ایک درجے میں بیٹھے جا رہے تھے کہ سنے میں ایک بڑے سٹیشن پر ریل ٹھہری اور آپ کھٹے اتر پڑے رات کا سامان۔ جو طرفہ اندھرا ٹکٹ ٹاپ ہاتھ کو تھام نہیں سوچتا۔ انھوں نے ریل سے اترتے ہی داند چھائی کہ کوئی قلی ہی۔ کوئی فردوس ہے۔ خدا کے فضل سے زمانہ بھر کو ٹکٹ کر گئے تھے کپڑے کی ٹھہری چینی کی پیالی دودھ پانی سو روپیہ کی پوٹی۔ میوہ کا ڈکڑا۔ بیگ۔ بچہ۔ بچہ۔ الم غلم۔ کئی گدھوں کا بوجھ ان کے پاس تھا قلیوں کے سر پر لاد کر باہر نکلے۔ آئے حضور ہم گاڑی دین۔ شیجیہ یہ بالکی گاڑی آپ ہی میر دن کے لائق ہے۔ اچھا یہ کافی دیر لیکر شیجیہ۔ ہوا کے موافق مشکلی یا بوجھاتا ہی چھین چھین کرتا ہوا اچھا ادھر آئے میان ہم گلی دین کمان چلیے گا کمان۔ کیا لوگے۔ کمان جاییے گا۔ سرا۔ سرا تو میان ایک چھوڑ دس دن میں۔ جو ب میں بڑی ہو گویا صاف ستھری۔ اچھا ایک روپیہ ہوا۔ واہ پہلے گھنٹے کے ۲ دوسرے گھنٹے کے ۳ اور پھر منٹ کی راہ جسکے سو گھنٹے کے مانگتے ہو۔ ہم پانچ آنے دینگے ہزار دھن غرض ہو چلو نہیں دسی اچھا چلیے ہو بچا دین۔

میان آزاد نے اسباب کو گلی پر لاد دیا اور چل کھڑے ہو کھٹ سے سرا میں داخل۔ سر کے معلق اور بھتیاروں کے تھکھنڈوں سے تو یہ خوب ہی واقف ہو چکے تھے ایک کو ٹھہری میں جاوٹے اور بچھونا بچھا کے خوب الم لہرا کے باؤں بلند گانا شروع کیا۔

بیا ساقی آن دکھو ہر ہشت

عبر ملا لک دران می سرشت

مان۔ بے بیٹی مبارک ہو ابو دودھا کے گھر چلیں۔

لڑکی۔ (مسکرا کر) اما جان۔ ابھی یقین نہیں۔

الغرض رات چلی۔ یہ لگی وہ لگی۔ دوسری صبح کو کھن اپنے میکے آئی۔

مان۔ بے بیٹی مبارک ہو شادی ہو گئی۔

لڑکی۔ (آنکھیں پٹی کر کے) اما جان زندگی (بے دانتوں) جی جان زندگی سمجھے قبلہ وہ ایسی تھیں۔

آزاد۔ حضرت خدا انکے مکان کا پتا تو ہمیں بتائیے۔ راضی کیا گرام گرم فقرے سنائے ہیں۔ وہ تو خدا کی قسم زیارت ہی کے قابل جو اسے اسے یا ایسی ہی بوی تو ہم بھی جانتے ہیں تو پھر بیچ بتائیے کیا بیچ بیچ بیاہ پھر ہوئی گیا۔

جوان۔ اللہ ری بدگمانی۔ حضرت اسکو تو یقین ہو ہی گیا۔ لیکن آپ کو اب تک یقین نہ آیا اللہ ری بدگمانی۔ اللہ ری بدگمانی اجی بیاہ ہو گیا باب۔ ۶۔ پس مانہ کا پیش خیمہ آیا + اور ع۔ امید کے غل نے دیا بار۔

آزاد۔ بیچ کہو اللہ وہ تو اس ہی لائق ہے کہ اس کے قدم دھو کر پیے۔ کیون نہ کہے صاحب جب ان باب باگل پنا کوں تو بھونکر نہ کہے۔

وہ جوان تو یہ داستان دلچسپ بنا کر اور میان آزاد کو دلا کر شیمان بنا کر لبا ہوا یہاں کیا سنتے ہیں کہ دو آدمی باہم باتیں کر رہے ہیں۔

ایک۔ بھی آخر نہ بھلائے کیون بیٹھے ہو۔ یا کیا سنو ایسا ہی ہے ہاں عشرے کے دن تو پیدا ہی ہوئے تھے۔

دوسرا۔ ہاں یا رب کو خود بوائی وہ کیا جانے پیر پائی یہاں جان پر بنی ہے۔ آپ عشرہ محرم نے پھرتے ہیں ابھی

بے بیٹی اللہ رکھی سے دد تورا دیہ پیسے بھر کے دوسرے پرے

تھے سو سکو آج کوئی دو برس ہونے آئے اب وہ کہتی ہیں کہ یا تو

ہمارا دیہ دو یا ہمارے قہرے کے گواہ ہو جاؤ نہیں تو ہم داغ دینکے اور میل خانہ دکھائیں گے وہاں چکی بیسی ہو گئی اور

سڑک پر درخت پلانا ہو گا۔ رام بھج۔ رام بھج۔ سو اب ہم

سوچتے ہیں کہ کریں تو کیا کریں مصیبت میں پڑ گئے بھائی۔ گواہی دیں تو کس برسے پر میان آزاد کی تو صورت ہی

آشنا نہیں اور نہ دین تو وہ مالش جڑے دیتی ہیں اور

یہاں تو سو کیا سنی پچاٹش رہ پیر کا دینے والا بھی کوئی نظر نہیں آتا۔ پس سوچ لیے ہیں کہ آج شام کو چھپ سے

چل کھڑے ہوں ریل کو خدا سلامت رکھے بھائون تو پتا بھی نہ ملے۔

دوسرا۔ ارے میان وہ ترکیب بتاؤں حسین ساپ کر نہ لالچی ٹوٹے تم میان آزاد سے لجاؤ۔ اور انھیں کے مفید مطلب

گواہی دو اور اللہ رکھی سے بھی ملے رہو اور میرے دونوں ننھے

کتے ہوئے عدالت سے سفر داؤتھارا انوکھیں نہیں کیا جو اور پچہ تم ہو کس بھروسے پر جا رہا گندے میں تو وہ گواہ ملتے ہیں جو

توڑے جھوٹا قرآن بالنگا اٹھائیں اور جھوٹ کے بل باندھ دیں آپ ہم کس میں ہکو کوئی دو ہی روپے سے قرآن اٹھوائے جو

چاہے کہو اسے آخر ہماری طرف سے کوئی دلیل ہو گا یا ہو گا۔ پھر داہی ہو خالص میان دو ٹوٹتے ہیں دد تورا۔ اللہ رکھی کی طرف سے

خبر دو گواہی دو اور بیچ کھیت گواہی دو جھوٹ بیچ سے واسطہ بیچ دہی حسین دد تورا ملین بھی یہ تو کجگ ہی ہیں بیچ بونا حرام ہے اور جو کتے سے کاٹا ہو تو بیچ ہی بولیے۔

ایک۔ حضرت سنے بیچ پھر بیچ ہے اور جھوٹ پھر جھوٹ ہی

آزاد۔ بارگ اللہ خوش گفتی بلکہ درستی

قدسی ہر فصاحت و بلاغت | گویا سلیمان ساوچی ہے

نہی شاہ سمجھے کہ اب میان نیم راضی ہو گئے اشارے اس
جوان سرا پا انداز سرست مہرباے ناز کو بلایا اور وہ ایک اگلے
دربار سے قدم دھرتی چھا چھم کرتی میان آزاد کے چپے کھٹ پر غراب
موجود ہو گئی۔ اتنے میں بجلیاری نے جو خیال دیکھا تو بجلی کی طرح
چمکتی ہوئی آئی اور اس درجہ جھنجھی چلائی کہ الامان نہ ہی وہ میان
اٹھارہ اٹھارہ سنڈون کو سبکدوشیا پر بیٹھتے ہیں۔ اور جو پانی کھٹ
ٹوٹ جائے تو کس کے ماتھے۔ ایسے بھی مسافر نہیں دیکھے ایک
باشا اللہ سے خود بخود سے آدمی ہیں دوسرے دس دس کو
لے کر بیٹھے ہیں۔ لے چربانی خالی کیجیے ہم ایسے کرایہ سے دگر
چربانی گوری کی بساط ہی کیا ہو! میان آزاد کی تو بجلیاری کے
نام سے روح تھرائی تھی چپکے سے چار پانی خالی کر دی اور پانی
چھڑ کو کر دی بچھو کر مرے سے شاہ جی اور اس نوغروس سرایہ
ناز کو لے کر بیٹھے اور دوڑ چلنے لگا۔

وہ کلیدیں اپنے پیاسے ہاتھوں سے بھر بھر کے جام شراب
ناب پلاتی جاتی تھی اور میان آزاد کے جسم میں گویا جان تازہ
آتی جاتی تھی شاہ جی نے ایک جرمہ لیا۔ اُس نے خود ہنسنے ایک
گھونٹ پیامیان آزاد نے مزہ چکھا ہی طرح جام پر جام بندھایا
جاتا تھا۔ اور دونوں کو شیر مادر کا مزہ آتا تھا۔

دور چلے دور چلے ساتیا | اور چلے اور چلے ساتیا

اور سی۔ پھر در چلا۔ اب کی گورے سکوت میں انگو رکی
شراب ہو بھی مہی۔ چلے اُس سینے نے چسکی لگائی پھر جھوٹی
جھانی میان آزاد نے اُڑائی پیچی چائی میان قدسی شاہ کے
ہے میں آئی۔ ابھی دور کا قتل نہیں ہوا ہوش باقی ہو۔

دور چلے دور چلے ساتیا | اور چلے اور چلے ساتیا

اتنے میں میان آزاد تو نہیں ہو گئے۔ ہوش و سیرت مڑا
کی خبر نہیں۔ ایک نہ ہی اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اُٹھتے ہی دھڑ سے
گرے گرے تو با بدست دگر دست بدست دگرے۔
ادھر شاہ جی تو اسی کھات میں آئے ہی تھے چپاک سے کپڑے
دپرے باندھے جمع مچالی اور چلتا دھنڈا کیا۔ سینے بھی ان کے
ساتھ ساتھ لمبی ہوئیں۔ میان آزاد رات بھر ہوش پڑے ہے سحر
کا دسب کے وقت انکی آنکھ کھلی تو حال پیدا۔ یکہ تنہا۔ نہ قدسی شاہ نہ وہ
گوہر دوج در بانی قحط میان آزاد اور انکی چار پانی۔

حریفان بادہ باغ و نذر و رفت

اتنی خفا نہا کرد نذر و رفت

پیاس کے مارے گلے میں کانٹے چٹے جاتے ہیں۔ ہاتھ پاؤں
ٹوٹ رہے ہیں۔ جی ہلش کرتا ہے طبیعت گھبراتی ہے۔

دو شینہ بکوسے سفر و شان | پیمانہ بے زر و یدم
اکنوں ز خمار سرگراںم | زرد دام و دود سرخر یدم

اُٹھے تو رکھڑا ہٹ نے پاؤں سے۔ رہ چک گئے۔ پھر
پھر منہ کے بھل گئے۔ بائے خدا خدا کہ ہزار خرابی آفتاب سے
پانی لیا۔ آب سرد و خشکوارے کسی قدر تقویت بخشی۔ بیٹے تو
آنکھ لگ گئی۔ پھر اُٹھے پھر پانی پیا۔ پھر پیا۔ پھر پیا۔
تو کا ہو گیا تو دیکھتے کیا ہیں کہ سر جانے پر ایک خط دکھا کر کھولا پڑا

خط

ساتی ہوش باش کہ غم دیکھیں نہ

مطرب نگا ہمار میں رہ کہ میزنی

کیون بچہ اور بچے اب پیو گے تو پھر جو گے بھی نہیں۔ ہن اس کے

<p>ابن واس مردار کو چھوڑا سوچوڑا آپ پیتے ہوں تو بھیجے</p>	<p>میان آزاد ہرے فداق اور خوش شوق سے گاتے تھے کہ</p>
<p>نہ قاضی نہ مدرس نہ محتسب نہ فقیہ مراچہ سود کہ منع شراب خوارہ کسم</p>	<p>ایک آواز آئی۔ بس زبانی داخلہ ہی اور کچھ بھی۔ اسکے بندہ درگاہ قائل نہیں ایسا کرو کھائے تو جانیں۔ اگر شوق چڑایا ہو تو دون ایک</p>
<p>شاہ جی۔ ناچھ۔ تو بکسیسی۔ یاد رکھ تو بہ توڑنے کے لیے اور قسم کھانے کے لیے ہی بار تو بہ شکن ہی ساقی گلخدا تو بہ شکن ہے۔ یہ غزار تو بہ شکن ہی۔ یہ رد بار تو بہ شکن ہی۔ وہ جھومتی ہوئی گٹھا آئی۔ وہ گٹھنگھر گٹھا چھائی۔</p>	<p>ساغر آب اندیشہ و بادہ جان پرور۔ گلگون احقر قمع ارغوانی۔ بطن زنگانی کھیا سے فتوح جو ہر روع۔ صبح کا سہانا سامان ہی میان آزاد نے جو یہ آواز سنی تو چو کٹا ہو کر نکلے ادھر ادھر کھینچنے کوئی بھی نہیں بھیجے یکس گوشے سے آواز آئی۔ ہر کوئی طرار آدمی</p>
<p>تو بہ نیے کر دم و آمد ہمار ساقی تو بہ شکنم آرزو ست</p>	<p>انفاطحت۔ لب و لہجہ درست۔ معجز بیان طلیق اللسان بلبل ہزار داستان ہی اتنے میں ایک صاحب برآمد ہوئے۔ فاسی تہ</p>
<p>یہ کہہ کر شاہ جی نے جھولی میں سے سوف کی دلائی مٹی شراب نکالی۔ دھانی بوتل اور کہا کہ۔</p>	<p>شرقی کا زعفرانی پیر میں زیب تن کیے۔ ہانگ نکالے پٹون میں ثنا کا تیل ڈالے آنکھوں میں سرمہ لگائے۔ ہاتھوں میں منجھری رچا</p>
<p>سبز بوتل میں لال لال شراب شاہ جی میکے میں بیٹھے ہیں اس مسلمان کا خدا حافظ</p>	<p>ایک زن بیچ دسبزہ رنگ جہان شیخ و رنگ کی طرٹ مخاطب ہو کر حضرت نے یون فرمایا۔</p>
<p>آزاد۔ یا حضرت اینجانب نے تو قسم کھائی ہو کہ جب تک کوئی زن جوان و نہرہ جبین گلزار نازنین اپنے دست خنائی سے شراب آتش خواص نہ پلائے گی اور سیکر و دن نہیں نہ کھلائیگی کہ اگر یہ پیالہ غٹ غٹ کر کے نہ پی جائے تو ہمارا ہی ہویے تب تک ایک قطرہ نہ پیوینگا۔</p>	<p>ایک پیک پر چستہ چہ نامے فدیت ملک ہرگز سپاہ چردہ ندیم باین ملک علیک سلیم کے بعد آزاد کے چھپر کھٹ پر ڈٹ گئے۔ بالہا شاہ جی میں قدسی شاہ ہمارا نام ہی۔ عشق تان ہمارا خاص کام ہی اس وقت جو آپ نے ہمارے مرشد کامل حضرت حافظ شیراز زندہ شاہ</p>
<p>کردہ ام تو بہ بدست صنم بادہ فروش کہ دگرے نہ خرم بے رخ بزم آراے</p>	<p>کا شعر بچن داؤدی پڑھا تو طبیعت مسرور ہوئی اور دنیا و مافیہا کی فکر دور ہوئی لیکن بابا کبھی بادہ آتش نشان کا جام نوشین دان بھی دیکھا تھا سچ کہنا معلوم ہوتا ہے چوری چھپے پیاسے ہو۔ گر</p>
<p>شاہ جی۔ اسپرے جھٹ پٹے میں مصرے لگائے تھے سینے گاڑی۔</p>	<p>نعل نیک میں محتسب کا ڈرنہ قاضی کا فوت۔</p>
<p>داغنا چون بطور خیر و کئی بخروش کہ یاد چمن خلد و کوثر نوش گیرم آن خود ہمہ نوش ست و لیکن نوش کردہ ام تو بہ بدست صنم بادہ فروش</p>	<p>زیادہ فرور دن پسان لول شد حافظ بیاہنگ ہر بطور و رازش آشکارا کنم</p>
<p>کہ دگر می خونم بے رخ بزم آراے</p>	<p>آزاد۔ شراب تو بندہ دگافنے ترک کر دی۔ کب کی تو بہ کر دیا</p>

<p>ٹھہر تو جا! ٹھہر تو جا! ٹھہر تو جا!!!</p>	<p>تلافت - ایک چور دن کے قبل گاہ ڈاکوؤں کے پشت پناہ ذات شریف کے جنگ پر چڑھ گیا تو اُسکو رُخالی شور پیم نقد کھنا کھن گن دیے اب سُنیے کہ تشک تو ہمارے پاس ہو گلاس کا ستیاناں ہو کیا جانے کہاں چل دیا میان آزاد کے ساتھ یا تھا جو کوئی اُسکو پکڑ لائے اُسکو ہم دُور پید انعام دینگے - لالہ بوجہن صاحب اسکے بعد ایک تیسرا اشتہار پڑھا -</p>
<p>آزاد نامے ایک عروض دان اور سخندان ہمارے باغین مکے تھے دو چار دن ہمارے ساتھ خوب میٹھے ٹکڑے اُڑائے آخر کار اُنکے دوست جو اُنکے ساتھ تھے کوئی باغی چور پیم کے مینی کے پیارے بھی سے بھاگے سو بھی آزاد جو یہ اشتہار پڑھو تو ماسے خدا کے وہ پیارے اپنے دوست سے دلوا دیے -</p>	<p>موس لیا! موس لیا! موس لیا!!!</p> <p>ہات ترے چور کی دُم میں موٹا سا رستا باندھوں - نابکا چور روپیہ کامیوہ سے کر جھانسا دیکر چلے یا آزاد نامے ایک صاحب کے ساتھ تھے صبح کو کافر ہو گیا - یہاں سے منزوں دور ہو گیا اگر کوئی صاحب اُکا پتا لگائیں تو بے فصل کے آم کھلاؤں - جہاں ملی یہ تینوں اشتہار پڑھ چکے تو ایک چوتھا اور نظر آیا</p>
<p>پھنسا دیا! پھنسا دیا! پھنسا دیا!!!</p> <p>ہم ایک برات میں ہاتھی سے کر گئے تھے رشامت اعمال سے ایک اشتہاری مجرم اُسی ہاتھی پر سوار ہوا - سرکاری مذکورہ جوں اُنکو گرفتار کر لیا اور یہاں سے آئے اب وہ تو خود چل دیے اور ہم کو مع ہاتھی اور ہاتھی کی دُم کے فرق کر گئے - یارو جو اُنکو پاؤں تاراد فیلبان</p>	<p>لینا! لینا! لینا!!!</p> <p>جانے نہ پائے - جانے نہ پائے - چور - چور - چور - بلکہ سینہ زور دافع ہو کر میان آزاد کے ایک دوست نے ہماری کوٹھی سے کئی روپیہ کا مال جاکر خریدا اور وعدہ کیا کہ تڑکے دام بھیج دینگے -</p>
<p>ہوا آزاد پر دارنٹ سرکار بکھری میں گئے ہو کر گرتا رہا</p>	<p>ہم تو سادے غریب کیسا جانیں اُس ضرور کو کیونکہ بچپا نہیں</p>
<p>غضب ہشیار تھے میاں تھے رہ ہوے مفور کیا چالاک تھے وہ</p>	<p>سمجھے کہ شکل صورت سے بھلے مانس معلوم ہوتے ہیں جھوٹ کیا بولیں گے وہ تڑکے سے تڑکے کے چل دیے تو اب تک آتے ہی ہیں اسی سے تو کسی کی ساتھ نہیں رہی - اگر کوئی بزدل گوارا اُس بے ایمان کو گرفتار کر دین تو ہم دن گزر دیشمی پرش سے کینٹ کلا تھا اینڈ کینی سوداگر</p>
<p>دوسرا گئے تھے ہو کے جس ہاتھی پر سوار انسانیت میں اُسے لکھوایا اکبار</p>	<p>پانچواں اشتہار بھی موجود -</p>
<p>امانت میں انھیں کے فرق ہو وہ انسانیت میں انھیں کے فرق ہو وہ</p>	<p>تیسرا گئے خالی دہان بھی نہ صبر ہراک کو بوس کو بھاگے دولت</p>

ساتھ یہ بھی ہو۔ ہوکا بھی تو کتنا۔ بوتل کی بوتل منہ سے لگالاب
 فیاضہ کھینچا۔ بات تیرے کی۔ کیا مرے سے معشوق بری پیکر
 رشک نمر کے پاس بیٹھے ہوئے غت غت اڑا رہے تھے ٹھہری
 دھڑکی گھوم مٹی نہ بات تیرے کی اب کہاں ستا دھبوی نہ اڑی گی
 بھی ہماری خاطر سے ایک جام تو لو۔ کو تو ٹیپی کے ہاتھ بھی چون
 بات تیرے کی بغل مشہور ہو کر انسان کچھ کھو کے سیکھتا ہو گئے
 کھو کے بھی نہ سیکھے یاد ہی ریل پر مٹنے تھا رات بھر اڑا دیا غلاب جیتے
 چھٹی۔ رہی شاہ جی ہم ہیں۔ مگر بان تب اور وہ میں تھے
 اب اور بھیس ہو۔ تب بھی چلکا دیا تھا۔ اب کی بھی چکا دیا جو تم انسان ہو
 تو ہمارے بھردن میں نہ آتے تھے اب ہم بتائے دیتے ہیں خبردار
 مسافر کا اعتبار نہ کرنا اور سفر میں تو کسی پر بھروسہ رکھنا ہی نہیں
 دیکھو آخر ہم سے شے کے چلو یہ نہ تھے عمر بھر سفر کیا مگر آدمی نہ بنے
 ”درویش شیخت پناہ قدسی شاہ“
 یہ خط پڑھ کر میان آزاد پر گویا عرق خجاست کے سیکو دن گھر سے
 بڑے گئے اور اتفاق وقت ہی ہنسنا کھوارن بھی اُدھر سے چمکتی ہوئی
 گذرین۔

بیچے چور کے گھر چور بیٹھے ڈاکو کے بیان ڈاکو پڑا۔ گٹھ کٹے کی
 جیب کتری گئی۔ برے نیارے نے فٹا کھایا۔ میلن آزاد سب
 موس لائے تھے گریبان بچہ تو بچہ ٹھہری دھڑکی۔ روپیہ بیبا جم
 جتنا سب غائب ہو گیا دکھن کی کمائی کا اندو کے نامے میں
 گنوائی ساری چوری سر میں لٹائی اب کھاکھن کو پاس نہیں
 کوڑی کوڑی کو محتاج۔

بہت کچھ غل غپاڑا مچایا۔ سرا بھر کو سر پر اٹھایا۔ بھٹیا کے
 دو چار جیتیں لگا مین۔ بھٹیا کی کو بے نقط سنائیں۔ مگر مال نہ ملا
 نہ ملا شاہ جی رفوگر ہوئے مگر نام کیا تبرک کھا تھا قدسی شاہ۔

شاہ با چورون کے پشت و پناہ اور ڈاکو دن کے قبلہ گاہ۔ لوگوں کے
 صلاح دی کہ جاؤ تھا نہ بد رہٹ کھلو گرتے پڑتے چلے تھا نہ پر۔
 اتنا دراہ میں ہساری کی دکان پر ایک شخص اخبار پڑھ رہا تھا۔
 میان آزاد اپنا نام چکی زبان سے منکھو جو کتنا ہوئے۔ میں: ہمارا
 ذکر خیر اخبار میں کیسا۔ سنتے ہی ٹھٹھک رہے کیوں قبلہ راہ اخبار
 ہم بھی پڑھ سکتے ہیں۔ جی ہاں جو پڑھے کھتے ہیں آپ تو پڑھ کے گاہ
 در نہ خیر صلاح کے ڈھیر بھیجے ملاحظہ فرمائیے۔ وہ تو گلقد آفتابی
 سے کر رفوگر ہوئے۔ یہ اخبار پڑھنے لگے۔

میان آزاد! میان آزاد! میان آزاد!!!

ٹوڑی جاہت کو کیوں سمیٹا عیش کے عیش جو سے چھپنے کو

ادو گانہ پڑ جائے بنگلی ایسی تمہارے اٹھکھیل کھیلنے کو

نصیب جاگین گے میرے سہم تو میں بھی اک رت جگاڑو گی

ابھی تو آزاد سے ہمیں ہاں پڑے ہیں با پڑے سینے کو

برہمیتی کون کہے۔ ہماری مٹی سنو۔ سر میں ایک گور اگر لانا

لانا جوان خوردا کر کار نکالیا بلکہ جم گیا۔ اور جتھے ہی سے نکاح کا

وعدہ کیا۔ ہم تو سیدھے سادھے ہیں۔ ہمیں اُسکے ہتھکڑے کیا

علوم ہم بھی نکاح پر جھپکے راضی ہو گئے۔ اور جب نکاح کے دن

قریب آئے تو تو اگر گیا ہم نے تالاش داغدی تو بھاگ گیا سرکار

اُسکو کپڑا دے دیا۔ پھر حبیبت ہو گیا۔ تو جو کوئی ڈھونڈھ لائے ہم کے

ساتھ نکاح کر لیں گے۔ اصرار بھی بھٹیا کی

یہ اشتہار میان آزاد پڑھ ہی چکے تھے کہ دوسرا نظر سے گذرا

لوٹ لیا! لوٹ لیا! لوٹ لیا!!!

چل دیائے کے جل میں نکالو! ایسے شیطان پر بند کی ہار

دہائی ہو۔ دہائی ہو۔ وقت مشکل کشائی ہو بس بجان پر جانی ہو

میں بوٹھا مہاجن اگلے وقتوں کا ریزہ کچھری دربار عدالت سرکار سے